طبِّ جسمانی وطبِّ روحانی

مجرباتِ امامِ غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مصنّفہ

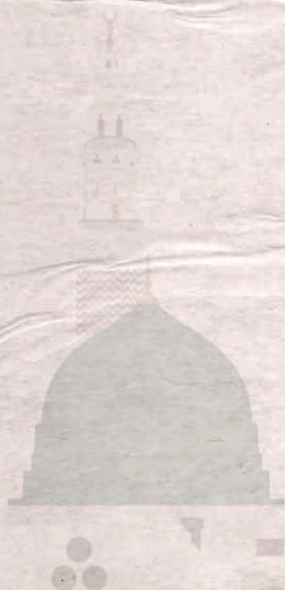
حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی

ترجمہ

مولانا سید حافظ یاسین علی حسنی نظامی

الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب

غزنی سٹریٹ ۔ اردو بازار لاہور



طب جسمانی و طب روحانی

مجربات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ


www.maktabah.org

طبِ جسمانی وطبِ روحانی

مجرباتِ امامِ غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ



مصنفہ

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی

ترجمہ

مولانا سید حافظ یاسین علی حسنی نظامی

الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار
لاہور

نام کتاب . . . . . مجربات امام غزالیؒ
مصنف . . . . . امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر . . . . . الفیصل پبلشنگ کمپنی لاہور
مطبع . . . . . سندھ ساگر پرنٹرز لاہور
طبع . . . . . اوّل ۱۹۸۳
قیمت . . . . . مجلّد روپے
غیر مجلّد -/۶۵ روپے

فہرست مضامین کتاب طب جسمانی وطب روحانی مترجم اردو مصنفہ امام محمد غزالیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقالہ طب کے بیان میں اس میں پانچ باب میں

پہلا باب

انسانی پیدائش کی کیفیت اور بدن کی تشریح میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل انسانی پیدائش کی کیفیت میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ۔ یعنی ہم نے انسان کو عمدہ اور چنیندہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تم کو معلوم ہو۔ خدا تم کو نیک بختی عنایت کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے دو مادّہ رکھے ہیں۔ ایک مادّہ بعیدہ ہے۔ یعنی پانی اور مٹی اور دوسرا قریبہ ہے یعنی نطفہ۔

اور درحقیقت انسانی مادہ فعل و انفعال ہیں جن سے روح اور جسم کا کام پورا ہوتا ہے اور طین یعنی پانی اور مٹی مادہ بعیدہ ہیں۔ کیونکہ مٹی سے کل غذا کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور پانی ان کی تربیت کرتا ہے۔ پس جس وقت روئیدگی ظاہر ہوتی ہے حیوان اُس کو کھا لیتا ہے۔ اور یہ اُس کی غذا ہو جاتی ہے۔ اور پھر حیوان انسان کی غذا ہوتا ہے۔ پس اس غذا کا عرق جو اس کا نہایت لطیف حصّہ ہے۔ اُس کو خداوند تعالیٰ نطفہ قرار دیتا ہے۔ اور یہی مادہ قریبہ اور صورت انسانی کا قبول کرنے والا ہے۔

تحصیل نطفہ کے متعلق یہ ترتیب اُس وقت صحیح ہوگی جب وجود انسانی کی تحقیق ہو جائے گی۔ پس اس کی توضیح یہ ہے۔ کہ پہلا انسان جس کا نام آدم ہے۔ اُن کے

ماں یا باپ کوئی نہ تھا۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی انسان تھا۔ انہیں آدم کی پشت میں غذا سے نطفہ بنا۔ اور نطفہ سے انسانی صورت مرکب ہوئی۔ پس حاصل یہ کہ آدم کی ابتدا اور پیدائش مٹی سے ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ یعنی آدم کو پیدا کیا ہے۔ سڑے ہوئے گارے کی مٹی سے ❖

یعنی قوت حیوانیت کو مستعدہ بنایا واسطے قبول کرنے صورت انسانیت کے اور یہ مٹی جس سے آدم کی پیدائش ہوئی نہایت عمدہ اور معتدل المزاج تھی نفس کے نور کی قبول کرنے والی اور اس کے اثر سے منفعل ہونیوالی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نطق اور کلام کو اُس میں فاعل ٹھہرایا۔ پس جب یہ فعل اور انفعال جمع ہوگئے مادۂ حیوانی نے صورت انسانی کو قبول کر لیا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کرکے خبر دی ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں یعنی میں نفس انسانی کے رسول کو ارض حیوانی میں بھیجتا ہوں تاکہ مٹی انسان بن جائے اور میں اُس کو کل موجودات میں خلیفہ بناؤں۔ اور نطق و معرفت کے ساتھ اُس کو بزرگی دوں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ پیدا کیا اُس کو مٹی سے پھر فرمایا اُس سے کہ ہوجا پس وہ ہوگیا۔ پس جب فرمان الٰہی نے اُس میں اثر کیا اور وُہ زندہ بولنے والا بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنی معرفت کا شرف عنایت کیا۔ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ بیشک ہم نے اولادِ آدم کو شرف اور بزرگی مرحمت کی۔

بعد ازاں بقاء نوع انسانی کو بذریعہ توالد و تناسل مقرر فرمایا۔ اور لطیف اور عمدہ کھانے اُس کی غذا بنائے پھر اس غذا کے لطیف حصہ سے نطفہ پیدا کیا تاکہ یہ صورت انسانی کا قبول کرنیوالا مادہ ہو چنانچہ فرماتا ہے خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ہمنے پیدا کیا انسان کو پانی اور مٹی سے اس انسان سے آدم مراد ہے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ پھر ہم نے اُسکو نطفہ بنایا قرار کی جگہ (یعنی رحم مادر) میں۔ اس سے آدم کی نسل اور ذریت مراد ہے جن کی پیدائش نطفہ سے ہے جو باپ کی پشت سے ماں کے رحم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور بقائے نوع انسانی کے واسطے یہی طریقہ جاری ہے ❖

اب معلوم ہوگیا۔ کہ انسان کا قریب مادہ نطفہ ہے۔ اور یہ خون کا لطیف حصہ ہے۔ جو کل اطراف سے مجتمع ہوتا ہے۔ اس میں صورت انسانی کے قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ اور خداوند تعالےٰ نے اس کے واسطے محل اور مجرے اور آلات وغیرہ بنائے ہیں۔ تاکہ صاف اور لطیف ہوکر اعضا سے پشت میں پہنچے۔ پھر پشت سے گردوں میں اور گردوں سے مثانہ میں اور اس وقت یہ خام منی کی صورت میں ہوتا ہے۔ پھر اسی جگہ اُس میں ایک بخار پیدا ہوکر آلہ کی رگوں میں بھر جاتا ہے۔ اور حرکت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ پھر اس حرکت کی قوت سے اِنزال کے وقت وہ خون پختہ ہوکر سفید اور گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اور ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جس سے روح کو راحت پہونچتی ہے +

پھر اس نطفہ کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام تیار کر رکھا ہے۔ جس کو رحم کہتے ہیں یہ ایک منکوس آلہ ہے۔ جو عورتوں کے جسم میں رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ مردوں کے جسم میں ذکر آلہ ہے اور یہ منی سے نطفہ گزر کر رحم کے اندر تنگ مقام میں واقع ہوتا ہے۔ اور عورت کی منی مرد کی منی سے علیحدہ ہوتی ہے جب یہ دونوں صدف رحم میں مجتمع ہوتی ہیں اور قرار پکڑ لیتی ہیں جگہ پکڑتی ہیں اس وقت فعلی قوتوں کے جمع ہونے سے اس طرح منجمد ہو جاتی ہیں جیسے دودھ خامن کی آمیزش سے دہی بن کر جم جاتا ہے۔ مرد کا نطفہ مثل خامن کے ہے اور عورت کا نطفہ مثل دودھ کے اور اس منجمد نطفہ کو اللہ تعالےٰ حیض کے خون سے غذا پہنچاتا ہے جس کے باعث سے وہ مضغہ یعنی گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں مستقل ہوتا ہے اور ابھی تک اس پر بشری نقش و نگار اور نفوس انسانیہ کا ظہور نہیں ہوا ہے۔

پھر اس مضغہ میں اللہ تعالیٰ ہڈیاں پیدا کرکے رباطات سے اُن کے جوڑوں کو باندھ کر پٹھوں سے مضبوط کرتا ہے اور رگوں کی رسیاں تمام بدن میں جاری ہوتی ہیں۔ اور خون خالص سے اُن ہڈیوں پر گوشت پیدا ہوتا ہے اور گوشت کے اوپر کھال قلعہ کی فصیل کی طرح سے حفاظت کے واسطے پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر مہینہ میں موکلان جناب باری اس مضغہ کی پرورش پر مقرر ہوتے ہیں اور کواکب سبعہ میں سے ہر ستارہ نوبت بنوبت اسکی خدمت کرتا ہے۔ چنانچہ پہلا مہینہ زحل کی خدمت کا ہے دوسرا مشتری کا تیسرا مریخ کا۔ یہاں تک

کہ ساتویں مہینہ میں قمر کی نوبت پہونچتی ہے۔ اور تمام اعضا اور آلات بچہ کے تیار ہو جاتے ہیں اور شمس کا نور پہنچکر اُس کی جلد اور ہاتھ پیر الگ الگ اپنی اپنی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور حواس بھی درست ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت اگر بچہ پیدا بھی ہو جائے تو قوتِ مشتری سے زندہ رہ سکتا ہے۔ آٹھویں مہینہ میں پھر زحل کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور اُس کی تاثیر پوشیدہ رکھتا ہے اگر اس وقت بچہ پیدا ہوگا تو زحل کی نحوست کے سبب سے زندہ نہ رہے گا۔ پھر نویں مہینہ میں مشتری کی قوت سے ولادت واقع ہوتی ہے۔ اور ان نو ماہ میں قمر کے نو دورے اس پر واقع ہوتے ہیں۔ پھر عورت کا رحم اُن کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتا اس واسطے وضع حمل ہوتا ہے۔ اور بچہ کو دنیا کی ہوا لگتی کواکب اِس کی روح حیوانی کی تربیت میں اور فرشتے نفس انسانی کی تربیت میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بچہ طفل کہلاتا ہے۔ پھر صبی کے درجہ میں پہنچتا ہے پھر شاب یعنی جوان ہوتا ہے۔ پھر کہل یعنی ادھیڑ عمر کا پھر شیخ یعنی بوڑھا پھر ہرم یعنی بہت بوڑھا ہو جاتا ہے پھر اُس کے حواس میں فرق پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔ پھر اُس کے بعد مر جاتا ہے۔ پس انسان کی ابتدائی حالت پانی اور مٹی تھی اس کے بعد بذریعہ آلات کے نطفہ بنایا پھر نطفہ نے رحم میں پہنچکر علقہ یعنی خون منجمد کی صورت اختیار کی۔ پھر گوشت کا لوتھڑا بنا پھر اُس میں رگیں اور ہڈیاں پیدا ہوئیں پھر اُن پر گوشت اور کھال پہنائی گئی پھر اُس نے زمین پر قدم رکھا اور دنیا میں پیدا ہوا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس مقام میں اپنی آپ تعریف فرماتا ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ پس برکت والا ہے خدا بہتر سے بہتر پیدا کرنے والا۔ پس یہ سات مرتبہ ہیں جن میں نطفہ پر سات تغیرات واقع ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ جنین بنتا ہے۔ اور پھر جنین بننے کے بعد سے اسی طرح روح پھر سوت قالب اور مفارقت جسد تک سات تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ جنین یعنی پیٹ کے اندر بچہ میں جب روح پڑتی ہے تب وہاں اچھی زندگی بسر کرتا ہے پھر ولادت کے بعد دنیا میں آکر بخشش کرتا ہے۔ چنانچہ روح کے اطوار بھی اسی طرح سات ہیں۔ نمو اوّل۔ حیاتِ ثانیہ۔ قوتِ شباب۔ اعتدالِ عمر۔ رجوع الی الکہولۃ۔ شیخوخۃ اور ساتواں طلوع موت۔ اور ایام حمل بیس میں

لوگ خیال کرتے ہیں کہ بچہ رحم سے نکل کر پیدا ہوتا ہے۔ اور رُوح کے نکلنے سے مرجاتا ہے حالانکہ درحقیقت رحم سے نکل کر انسان سوجاتا ہے۔ اور دُنیا سے سفر کرنے کے وقت بیدار ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ لوگ دنیا میں سوتے ہیں جس وقت مرتے ہیں۔ اُس وقت بیدار ہوتے ہیں +

نطفہ جب رحم میں کامل ہوتا ہے اور تمام آفات سے سلامت رہ کر اعضاء پُورے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور نفس کی قوت مکمل ہوجاتی ہے۔ اُس وقت وہ عُمدہ اور صحیح و کامل جنین ہوتا ہے خوبیوں اور حسنات کے قبول کرنے والا + اور اگر اس کے برخلاف واقع ہوا ہے۔ تو جنین حقیر وضعیف بیمار برائیوں کا قبول کرنے والا ہوگا + یہی حال بعینہ روح کا ہے۔ کہ رحم سے پیدا ہونے کے بعد وفات تک اگر اُس نے اپنی عُمر طلب معارف اور تحصیل عُلوم عقلیہ میں صرف کی ہے۔ اور عمدہ رُوحانی غذاؤں سے نفس کو پرورش کیا ہے پس بدن سے مفارقت کے بعد یہ رُوح سعید صحیح مقبول اور کامل ہوگی۔ اور اگر اُس نے اپنی عُمر کو طلب لذّات میں صرف کیا ہے۔ اور خبیثات ہی کو غذا ٹھہرایا ہے۔ تب یہ مرنے کے بعد بدبخت مریض۔ مردود اور ناقص ہوگا۔ کیونکہ انسان کی موت اُسی حالت پر واقع ہوتی ہے جس پر اُس نے زندگانی بسر کی ہے۔ اور جس حالت پر مرا ہے۔ اُسی پر اُس کا حشر ہوگا +

اعضاء انسانی اگر رحم میں آفات سے سلامت رہے ہیں۔ تو دُنیا میں بھی سالم ہونگے اور اگر شاذ و نادر کوئی آفت کسی ستارہ کی منحوس تاثیر سے پہنچ گئی تو وہ خارج عن الذکر ہے۔ اغلب ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب بچہ آفات ظاہری اور نقص اعضاء سے محفوظ رہا۔ تب وہ اچھی سلامت کی زندگانی بسر کرتا ہے۔ اسی طرح روح اگر بدن یا دنیا میں گناہوں اور جہل و اکاذیب سے محفوظ رہی تو ضرور ہی آخرت میں بدن سے جُدا ہونے کے بعد تمام رذائل ورعقوبات سے محفوظ رہیگی +

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک روح تمام عمر اکتساب اعمال خیر میں مصروف رہے۔ اور آخری وقت کوئی ایسا بُرا فعل سرزد ہو جو اُس کے واسطے آفت اور عذاب کا موجب ہو۔

اور سلامت سے اُس کو باز رکھے۔ اور اس کا باعث روح کا قصور ذاتی یا تقصیر عرضی ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس بھی ممکن ہے یعنی روح تمام عمر اکتساب اعمال شر میں صرف کرے اور آخری وقت ایسا فعل اُس سے صادر ہو جو اُس کے واسطے سعادت اور فلاحیت کا موجب ہو۔ اس کا باعث روح کا کمال ذاتی ہے چنانچہ یہی مضمون ایک صحیح حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور آپ صادق مصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اُس کی ماں کے پیٹ میں اس طرح ہوتی ہے کہ چالیس روز میں نطفہ مجتمع ہوتا ہے۔ پھر اُسیقدر عرصہ میں علقہ بنتا ہے۔ پھر اُسی انداز میں مضغہ بنتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اُس کے پاس چار باتیں لکھنے کے واسطے ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس سے فرماتا ہے کہ اس کا رزق اور عمل اور عمر لکھ۔ اور یہ بھی لکھ کہ یہ شقی ہے یا سعید۔ فرمایا پس وہ فرشتہ اُس کا رزق اور اُس کی عمر اور اُس کا عمل لکھتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ وہ شقی ہے یا سعید۔ پھر اُس کے بعد اُس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص جنت کے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اُس کی کتاب اُس پر سبقت کرتی ہے۔ اور اہل نار کے عمل پر اُس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور دوزخ میں جاتا ہے۔ اور کوئی شخص اہل نار کے عمل کرتا ہے یہانتک کہ اُس میں اور دوزخ میں صرف ایک قدم رہجاتا ہے۔ پھر اُس کی کتاب (جو فرشتہ نے علم آلہی سے لکھی تھی) اُس پر سبقت کرتی ہے۔ اور اہل جنت کے عمل کرکے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے۔ اور اس میں عظیم الشان فوائد ہیں اور خبر دی گئی ہے رزق اور زندگانی کی تقدیر سے اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے۔ اور اُسی پر اُس کی حفاظت اور تربیت اور اُس کو مہلت دینا ہے۔ (تاکہ یہ اپنی انتہائی مقدار کو پہونچ جائے) اور اللہ تعالیٰ ہی انسان کے زندہ کرنے سے پہلے اُس کے تمام احوال کو مقدر کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں روح کے پھونکے جانے سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے (کہ روح پڑنے سے پہلے ہی سب باتیں لکھی جاچکی ہیں)۔ اور اللہ تعالیٰ

کا روح پھونکنا صرف اُس کا فرمان اور حکم ہے ✦
اللہ تعالیٰ نے کل موجودات کو اختلاف کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور روح انسانی کی اضافت اپنی ذات عالی کی طرف فرمائی ہے چنانچہ آدم علیہ السّلام کے حق میں فرماتا ہے۔ سَوَّيْتُهٗ یعنے میں نے آدم کے قالب کو ترکیب دے کر قابل اور مستعد بنایا۔ ثُمَّ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ پھر میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ چنانچہ روح انسانی کو اپنی صفات اور کمال ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اور اس اضافت سے مراد یہ ہے۔ کہ عاقل اس بات کو معلوم کرے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد مرتی نہیں ہے۔ اگر یہ شخص زندگانی میں نیک ہے تو موت کے بعد بھی نیک رہیگا۔ اور اگر زندگانی میں مشرک اور جاہل تھا تو موت کے بعد بھی شقی ہے۔ اور بدبخت اور مستوجب عذاب ہوگا ✦
موت صرف روح کا بدن سے جدا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ آدم کی پیدائش سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی پیدائش میں اپنی لطائف صنعت اور عجائب حکمتوں کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اس کی ترکیب کی سات قسمیں فرمائی ہیں۔ سُلالہ۔ نطفہ علقہ۔ مضغہ۔ عظم۔ لحم۔ جلد۔ اِس کے بعد انشاء ثانی ہے۔ اور ان اقسام سبعہ میں سے ہر تقسیم کواکب سبعہ میں سے ایک ایک سیارہ سے متعلق ہے۔ چنانچہ کتاب قدیم میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر فرما کر سات لطائف میں اظہار ارواح اور ترکیب اجساد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یعنی بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز کے اندر پیدا کیا ہے۔ پس یہ بیان اوّل سُلالہ سے آخر لحم تک کا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا یعنی بیشک ہم نے انسان کو خالص اور چھننده مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پھر اُس کو نطفہ بنا کر رحم میں جگہ دی پھر نطفہ کو علقہ بنایا۔ پھر علقہ کو مضغہ بنایا پھر مضغہ کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا
پہلی آیت میں آسمان و زمین کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

یعنی پھر خداوند تعالیٰ عرش پر قائم ہوا یعنی روح ناطق جسم کے ساتھ متصل ہوئی۔ اور فرماتا ہے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ یعنی پھر ہم نے انسان کو دوسری پیدائش میں پیدا کیا۔ یعنی پیدا ہونے کے بعد جو اس کا نشوونما ہوا پھر اللہ تعالیٰ صورت انسانی کے کامل طور سے پورا کرنے پر اپنی تعریف فرماتا ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ یعنی برکت والا ہے خدا بہتر پیدا کرنے والا۔ اور اُس کی معرفت اور ثنا انسان پر بھی واجب ہے جب کہ اُس نے انسان کی پیدائش پر اپنی آپ تعریف فرمائی۔ کیونکہ جب وہ اس صورت کو پیدا کر کے اپنی تعریف فرماتا ہے۔ پس اس صورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے مصور کی تعریف کرے۔ اور اس کی معرفت اور عبودیت بجالائے اور جو اس کی عبودیت اور معرفت میں مشغول ہوگا۔ وہ اپنے عہدہ سے بری ہوگا۔ اور جو اپنی عمر کو لغویات میں تلف کریگا وہ قیامت کے روز بڑی بڑی حسرتیں دیکھے گا۔ اور ندامت کے دن سخت عذاب پائے گا۔

اور انہیں ساتوں مرتبوں کے ساتھ خداوند تعالیٰ نے تمہاری روح ناطقہ کے مرتبے بھی تم کو بتلا دیئے ہیں۔ کیونکہ نفس جب نطق پر قادر ہوتا ہے۔ اُس وقت سلالہ ہے۔ اور جب اُس نے اپنے صانع کو پہچانا اُس وقت وہ نطفہ ہوا۔ اور جب اُس نے صاحب کی عبادت کی اُس وقت وہ علقہ بنا اور جب اُسنے غیر سے روگردانی کی مضغہ بن گیا پھر جب خفیات حکمت پر مطلع ہوا عظم بن گیا۔ پھر جب اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوا۔ لحم (یعنی گوشت) اُس پر پہنایا گیا۔ پھر جب معرفت عقلیہ اُس پر غالب ہوئی اور نورانی جوہریت تمام پہنچی نشأۃ ثانیہ پیدا ہوئی۔ اور یہی وقت رحم بشریت سے اُس کے پیدا ہونے اور فضا ملائکیت میں داخل ہونے کا ہے اور اس کی تربیت بھی اس وقت نہایت خالص اور عمدہ دودھ کے ساتھ ہوگی یعنی علم تحقیق سے۔ کیونکہ بچہ کثیف غذا (اول) کا متحمل نہیں ہوتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ یہ حالت دنیا کی زندگانی میں حاصل ہو جائے۔ تاکہ کمال سعادت نصیب ہو۔

خلاصہ یہ کہ طالب دو ولادتوں کا ضرور محتاج ہے۔ ایک ولادت جسمانی کے پیدا ہونے کے بعد رحم مادر سے جسکے بعد کی غذا دودھ ہے۔ دوسری ولادت روح کی عقل کے ساتھ کامل ہونے کے بعد رحم طبیعت سے ہے۔ اور ولادت کے بعد کی غذا تحقیقی دودھ

ہے جو پستانِ تحقیق سے اُترتا ہے۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ یعنے ہر شخص نے اپنے پینے کی جگہ جان لی ٭

اسی مضمون کی طرف کلمۃ الحق اور مسیح الخلق حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے فرماتے ہیں ملکوت سموٰات میں وہی شخص داخل ہو گا جو دو مرتبہ پیدا ہوا ہے اور جو شخص رحم طبیعت اور مادر شہوات سے بدن کی موت سے پہلے پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ آخرت میں نہ درجہ پائیگا۔ نہ جنت میں اُس کو کوئی منزل ملے گی کیونکہ دنیا مزرعہ آخرت ہے۔ جس نے اپنی کھیتی میں کانٹے بوئے۔ وہ انگور نہیں کاٹنے کا۔

پس حقیقت میں سُلالہ آدم ؑ کی خلقت ہے۔ اور نطفہ نوح ؑ کی دعوت اور علقہ ابراہیم ؑ کی رویت اور مضغہ موسیٰ ؑ کا استماع اور عظم عیسٰے ؑ کا زہد اور لحم اور جلد عرب قبیلہ اور نشاۃ ثانیہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی کے اندر صورت انسانیہ پوری ہوئی ہے۔ اور اسی باعث سے حدیث قدسی میں خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ یعنی اے محمد اگر تم کو پیدا نہ کرتا تو افلاک بھی پیدا نہ کرتا وَلَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ اور البتہ جنت و دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔

معلوم ہو کہ انسان جب اپنی پیدایش کی کیفیت معلوم کر کے تحصیل مہمات میں مشغول ہو گا عذاب الیم سے نجات پائیگا۔ اور جس وقت رحم بدن سے تولد ہو گا خداوند تعالیٰ اُس کو شراب طہور رحیق مختوم سے پلائے گا۔ پس لازم ہے۔ کہ طبعی لذتوں میں انہماک اور قضاء شہوات میں اشتغال نہ رکھے تاکہ تیری روح بدن سے مفارقت اختیار کرنے کے بعد آتش دوزخ کی سوختگی میں مبتلا نہ کی جائے۔ اور سب سے بڑی شقاوت دیدار الٰہی سے محروم ہونا ہے اور سب سے بڑی سعادت اُس کی رضامندی اور نور لقا کا حاصل کرنا۔ کیوں کہ جس کو لقاء الٰہی حاصل ہوئی وہ ہمیشہ نعمت و لذت اور سعادت و فرحت کے ساتھ باقی ہوا اور جنت میں اُس کو اُنس اور روح و ریحان نصیب ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ جب تک [illegible] رہیں گے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی ایسی بخشش ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور [illegible] ساتھ اور بہت سی نعمتیں ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ بے حد ہوے۔ جو نہ

مقطوعہ ہیں نہ ممنوعہ اور عمدہ عمدہ بچھونے۔

اب تم یہ کوشش کرو کہ طبعی شہوات سے تمہاری موت کے وقت سے پہلے تمہارا تولد واقع ہو جائے۔ کیونکہ انسانی شرف یہی ہے کہ انسان روحانی شخص بن جائے۔ اور روح اور قلب کے ساتھ ایسا تصرف حاصل کرے کہ شیطانی قوت بالکل مغلوب ہو جائے +

دوسری فصل بدن کی تشریح میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے انسان کو عالم کبیر کا ایک نمونہ بنایا ہے۔ اور دو قسموں میں اس کو منقسم فرمایا ہے۔ ایک نفس طاہر لطیف اور دوسرا جسم کثیف اور ان دونوں میں روح حیوانی کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ جو ان دونوں کی حفاظت اور صلاحیت ارادۂ الٰہی سے قائم رکھتی ہے جسم کی بنیاد دو قائموں یعنی دو ستونوں پر کی گئی ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور وہ دونوں پیر ہیں۔ اور دو پر اس کو دئے گئے ہیں۔ جن سے یہ قبض وبسط اور لین دین کرتا ہے یعنی دونوں ہاتھ اور چند مخبر اس کے ماتحت کیے گئے ہیں۔ یعنی حواس خمسہ یہ جسم بمنزلہ ایک آباد مکان کے ہے جس کے اندر یہ اخلاط اربعہ ہیں جو ارکان اربعہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی خلط بلغم ہے۔ یہ خون ہے۔ جو ہنوز پختہ نہیں ہوا۔ دوسری خلط خون ہے یعنی وہ بلغم جو پختہ ہو گیا۔ تیسری خلط صفرا ہے۔ یعنی خون کی جھاگ یا کف۔ چوتھی خلط سودا ہے۔ یعنی خون کا تلچھٹ۔ بدن کے تمام اعضا انہیں چاروں خلطوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر عضو کو اس کا حصہ دیا جاتا ہے۔ اور ہڈیاں بدن میں مثل ستونوں کے ہیں جن کو پٹھوں کی طنابوں سے مضبوط اور محفوظ کیا گیا ہے اور رگیں بدن کی نہریں ہیں۔ ان میں خون جاری رہتا ہے۔ اور ہڈیوں کے جوڑوں کو عضلات سے ترکیب دی گئی ہے۔ اور اعصاب نے باندھ کر عروق نے ان کو برابر کر دیا ہے۔

لے یعنی بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مرکب نطفہ سے تاکہ اس کی آزمائش کریں۔ پھر اسی واسطے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ۱۲ ۔ ۲ ہ یعنی مچھلیاں ۱۲

پھر ہڈیوں پر گوشت کی پوشش چڑھائی گئی اور گوشت پر کھال کا لباس پہنایا اور پھر اس پر کھال اور گوشت کے درمیانی ابخروں کے فضلات سے بال نمودار ہوئے ✦

ان طبقوں میں یہ اخلاط مختلف اندازوں کے ساتھ رکھی گئیں ہیں۔ چنانچہ گوشت میں خون کا غلبہ ہے۔ اور مغز دماغ یعنی مغز میں بلغم غالب ہے۔ اور ہڈیوں میں سودا کا غلبہ ہے۔ اور انتڑیوں میں صفرا غالب ہے ✦

پھر بدن کی دو قسمیں کی گئیں ہیں۔ ایک قسم ظاہر ہے یعنی جہاں سے پشت اور پہلو کی ہڈیاں شروع ہوتی ہیں۔ اور پیٹ اور کھال جو گوشت کو ڈھکے ہوئے ہے۔ اس کے اندر انتڑیاں اور اعضاء داخلہ ہیں اور سر اور یہی حواس دماغی کا مخزن اور قلعہ جبل اور تخت بادشاہی اور شہر کا محل۔

اللہ تعالےٰ نے بدن میں بارہ سوراخ اور سات اعضا پیدا کیے ہیں جن کا مجموعہ ظاہر بدن کہلاتا ہے۔

باطن بدن میں سے ایک عضو معدہ ہے یہ ایک ہنڈیا ہے جس میں طبیعت اُس غذا کو جو خارج بدن سے بھوک کے وقت اس میں داخل ہوتی ہے پکاتی ہے۔ قلب کی شکل صنوبری ہے۔ اور یہ روح کا منبع اور زندگانی کی مشکوٰۃ اور بخارات لطیفہ کی قندیل ہے۔ جو انہیں اخلاط اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھیپھڑا یہ سانس لینے کا آلہ سینہ میں ہے۔ اور اس میں ایک جھلی اور ایک طرف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قلب کے اندر صاف خون کے بارہ قطرہ ہوتے ہیں۔ یہی خون زندگی کا مرکز ہے۔ اور انہیں قطروں میں ایک قطرہ روح کا مرکز ہے۔ جس کو سُوَیدائے قلب کہتے ہیں۔ جگر میں بہت سی چھوٹی چھوٹی رگیں ہیں۔ جن کے ذریعے سے لطیف اور پختہ خون اس میں سے تمام بدن میں اور قلب میں پہونچتا ہے۔ پھر قلب سے دو عظیم الشان نہریں دماغ کی طرف گئی ہیں اور ہاتھوں اور پیروں کی طرف بہت سی شریانیں جاری ہیں۔

حرام مغز ایک بڑا پٹھا ہے جو دماغ سے پیدا ہو کر پشت کے آخر میں داخل ہوا ہے اور نیچے کی طرف چلا گیا ہے۔ اس میں سے اور بہت سے پٹھے پیدا ہوتے ہیں۔

طحال سوداکا خزانہ ہے ۔ پتہ مرہ صفرا کا خزانہ ہے ۔ انٹریاں مثانہ اور قضیب کی طرف راستے
بن گردے قوت شہوانی کو حرکت دینے کے دو آلہ ہیں مثانہ پانی کے فضلات جمع ہونے
کا خزانہ ہے جیسے کہ انتڑیوں میں غذا کے فضلات جمع ہوتے ہیں ۔ پھر جس وقت طبیعت
کو پیشاب یا پاخانہ کا دفع کرنا منظور ہوتا ہے طبیعت کے ارادے سے تھوڑا سودا انتڑی
پر گرتا ہے جس سے اس کا منہ کھل جاتا ہے ۔ اور قضاء حاجت کی ضرورت ہوتی ہے اور
اسی طرح طبیعت کے ارادہ سے پیشاب بھی خارج ہوتا ہے ۔ اور قضائے حاجت سے
کھانے کا وہ فضلہ نکل جاتا ہے جو بالکل بیکار اور ایذا دینے والا ہوتا ہے ۔ صرف معدے
میں کھانے کا وہ حصہ باقی رہتا ہے جس میں بدن کی صلاحیت ہوتی ہے ۔ پھر قضائے حاجت
کے بعد قدرے صفرا معدہ میں گرتا ہے جس سے کھانے کی اشتہار پیدا ہوتی ہے تاکہ
جو غذا خارج ہوگئی ہے ۔ اس کا بدلہ ہو اور ظاہر بدن میں سے آنکھیں اور پپوٹے اور پلکیں
اور بھوئیں ہیں ۔ پلکوں نے آنکھوں کا احاطہ کر رکھا ہے تاکہ اذیت سے آنکھ محفوظ رہے ۔
ہاتھوں کو بڑی بڑی ہڈیوں سے ترکیب دیا گیا ہے ۔ اگر آدھے ہاتھ کو یعنی کہنی سے نیچے
کے حصہ کو حرکت دینا منظور ہو تو وہ بھی ممکن ہے اور اگر شانہ سے لیکر سارے ہاتھ
کو حرکت دینا چاہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے ۔

اور ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائی گئی ہیں ۔ جن میں ایک سب کی سردار ہے ۔ اور
باقی اس کی رعیت ہیں ۔ یہ سردار یعنی انگوٹھا ان سب پر تصرف کرتا ہے ۔ غرضیکہ چاروں ہاتھ
پیروں کے مصالح بیس انگلیوں سے پورے ہوئے اگر ان میں سے ایک کم یا زیادہ ہو تو کفایت
کی حد سے نکلکر نقصان اور ضرر پہنچائے گی ۔

ہر زمانہ میں بدن کی حالت متغیر ہوتی رہتی ہے چنانچہ جب بچہ جوان ہوتا ہے ۔ اس کے
چہرہ کے گرداگرد کثرت سے بال نمودار ہوتے ہیں ۔ اور بال وہ ابخرے ہیں ۔ جو مصلحت
بدن سے زیادہ ہوتے ہیں اور طبیعت ان کو جلد کے منافذ اور مسامات سے خارج کرتی
ہے ۔ اور ہوا جمع کر دہ بالوں کی صورت میں منجمد ہو جاتے ہیں ۔ بال بدن پر ایسے ہیں ۔ جیسے
زمین پر گھاس اور بالوں کے اول سیاہ ہونیکا باعث قوت شباب اور مرہ سوداء ہے

پھر بسبب غلبہ بلغم اور حالت کہولت کے اُن میں سفیدی پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ قبل از وقت جو بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اُس کا سبب ردّی ابخروں کی کثرت ہے۔ جو زیادہ فکر کے لاحق ہونے اور رنج و غم اور عورتوں کے اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔ زمانہ پیری میں اعضاء اور اعصاب ڈھیلے ہو کر بدن کے مجاری کھل جاتے ہیں۔ یہ حالت موت کی خبر دہندہ ہے۔

قضیب یعنی ذکر کی پیدائش پٹھوں اور رگوں سے ہے جن کی جڑیں جگر اور قلب اور دماغ یعنی تمام اعضاء رئیسہ سے ملحق ہیں۔ اور قضیب کو مجرای منی اور نطفہ کی گذر گاہ قرار دیا گیا ہے۔ اور شہوت کو اس کا حرکت دہندہ ٹھہرایا ہے۔ جو محض اس طرف کا خیال کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس خیال ہی سے بدن میں گرمی پیدا ہو کر شہوانی ابخرے بلند ہوتے ہیں۔ اور عضو مخصوص میں ہیجان واقع ہو کر منی عضو کا قصد کرتی ہے۔ سب رگیں ان بخارات سے پر ہو جاتی ہیں۔ اور منتفخ ہو کر شہوت قوی ہو جاتی ہے۔ اور نطفہ رحم میں جا پہنچتا ہے جو اس کو بالکل نہیں لگتی کیونکہ وہ تین پردوں میں ہوتا ہے۔ اور طبیعت اپنی خواہش کو پورا کر کے فراغت حاصل کرتی ہے۔ جس سے اس قانون قدرت کی مراد حاصل ہوتی ہے جس پر اس نے بشری پیدائش کے قاعدہ کی بناڈالی ہے۔ اور اسی قانون پر کل کام جاری ہیں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا

پس تم کو لازم ہے کہ اپنے بدن کے حالات اور اپنے جسم کی کیفیات میں غور و تامل کرو۔ اور اُس کے منافع اور اعضاء اور آلات اور اعضا کو معلوم کرو۔ کیونکہ ہر عضو کے واسطے آفت بھی ہے اور فائدہ بھی اور ہر جزو میں مضرت بھی ہے اور منفعت بھی ہے۔

اطبا حقائق حکمتِ الٰہی اور لطائف صنعتِ ناتنا ہی سے واقف نہیں ہیں وہ صرف اخلاط چہارگانہ کے احوال میں نظر رکھتے ہیں۔ طبیب یہ نہیں جانتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو کیوں بنایا ہے جس کی بنا و ستونوں پر بلند کی ہے۔ اور اس شہر میں کس کس کو بسایا ہے انہیں معاملات میں تجھ کو غور کرنا چاہیے۔ اور بدن کی تعمیر میں جلدی سے مشغول ہونا کیوں کر تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ تجھ کو چاہیے۔ کہ بدن کی لذتوں پر قناعت نہ کرے۔

تمہیر بیان یہ ہے کہ نفس کی اصلاح کے واسطے بدن کی محافظت کو اپنے اوپر واجب سمجھ

نہ یہ کہ بدن کی اصلاح کے واسطے نفس کی رعایت کرو۔ کیونکہ بدن کی کتنی ہی رعایت کرو۔ وہ باقی نہ رہیگا۔ اور نفس کی اصلاح سے کتنی ہی روگردانی کرو گے وہ فنا نہ ہوگا۔ اور معلوم ہو کہ خون فاسد سے خون صالح بہتر ہے۔ کیونکہ جو خون بے حد فاسد ہوگیا ہے۔ جب تک اس کو بذریعہ فصد وغیرہ کے بدن سے خارج نہ کیا جائے گا اُس کی اصلاح نہ ہوگی۔

علے ہذا القیاس ان اخلاط چہار گانہ میں سے جو خلط غالب ہوگی وہی مزاج کو فاسد کر دیگی کیونکہ مزاج کی اصلاح اُسیوقت تک باقی رہتی ہے جب تک اخلاط کا اعتدال قائم رہے۔ اور جو اُن میں سے فاسد ہوگی جب تک اُس کو خارج نہ کیا جاوے گا اصلاح ممکن نہیں۔ فصد سے خون کو خارج کیا جاتا ہے۔ اور قےٗ اور اسہال سے باقی کا اخراج ہوتا ہے۔

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس کی حقیقت میں تم غور کرو۔ اگر کوئی خواہش تم پر غلبہ کرے۔ تو پہلے اُس کی تسکین میں مشغول ہو۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ تسکین سے یہ خواہش منطفی نہ ہوگی۔ تب اس کو بالکل اپنے قلب سے خارج کردو۔ اور ہمت سے نکال دو۔ کیونکہ جس طرح بُری خلط بدن کو خراب کرتی ہے۔ اسی طرح بُرا خلق نفس کو خراب کرتا ہے اور نفس کا فاسد ہونا مزاج کے فاسد ہونے سے بدرجہا بڑھکر ہے اور دین کی آفت بدن کی آفت سے عظیم تر ہے ✦

پس جس وقت خون غلبہ کرے۔ فوراً فصد لینی چاہیئے۔ ایسے ہی جس وقت خواہش غلبہ کرے۔ اُس کے واسطے تسکین اختیار کرنی لازم ہے اور باقی کے واسطے مسہل درکار ہے اور ہرگز ہرگز سستی نہ کرے۔ کیونکہ معالجہ کی تاخیر سے سخت آفات در پیش آتی ہیں۔ اور نفس کے پہچاننے میں بہت فوائد ہیں۔ پس تمکو چاہیئے کہ اپنے آفت اور اپنے نفس میں غور کرو۔ تاکہ تم پر حقیقت آلہی اور ماسوا کا بطلان ظاہر ہو جن اعضا کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کی صورت اور مادہ اور ہیئت اور ترکیب جدا گانہ ہے۔ اس کی حقیقت کو معلوم کرو جو کوشش کے ساتھ طلب کرے وہ ضرور پائیگا اور جاہلوں کے اقوال کو دیکھ کر اُن کے فریب میں نہ آؤ۔ کیونکہ اس سے تمہارے دین کا مزاج فاسد ہو جائیگا۔ اور حضرت امام مطلبی محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں فاسد المزاج علاج کے قابل نہیں رہتا۔

تیسری فصل ہیأت اعضا کی کیفیت میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ یعنی اپنے اُس پروردگار بلند مرتبہ والے کے نام کی پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا۔ پھر ہر عضو کو موزون کیا۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بدن انسان کا ہر عضو اور آلہ ایک لطیف ہیئت پر بنایا ہے۔ اور مخفی حکمتیں اُس میں رکھی ہیں۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا جاننے والا اور سب سے بڑا حاکم ہے۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ جب معمار کسی مکان کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو پہلے ہر طرح سے اُس کی موزونیت کو خیال کر کے اُس کی بنیادوں اور ستونوں اور دیواروں کو جہاں تک اس سے ممکن ہوتا ہے مضبوط کرتا ہے۔

چنانچہ خداوند تعالیٰ نے تقویم انسانی اور ترکیب بدن سے اس طرح خبر دی ہے۔ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی ہم نے انسان کو اچھی تقویم میں پیدا کیا ہے۔ پس ہر عضو اور آلہ کو اُس نے ایک شکل عنایت کی ہے۔ اور اُس کے مناسب ہیئت اُس کو بخشی ہے تاکہ اس شہر کی بنیاد مضبوط اور پورے انتظام کی ہو۔ ہم مختصر طور پر ان سب آلات کی ہیئتیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں۔ اس کو سمجھو۔ اور یاد رکھو۔ پہلا آلہ دماغ ہے۔ اس کے اندر چند جوف ہیں۔ جن کو بطون دماغ کہتے ہیں۔ دو جوف مقدم دماغ میں ہیں اور ایک بیچ میں اور ایک مؤخر میں جس کی شکل یہ ہے۔ اور انہیں مجاری سے پس بہت سی مشکل موافق چیزیں ہیں۔ جن کو بعض وقت سخت کر لیتا ہے۔ اور بعض وقت ڈھیلا کر لیتا ہے۔ اور اس میں دو غدود ایسی صورت کے ہیں جیسے عورت کی پستان کی بیٹنیاں اور دماغ میں دو جھلیاں ہیں۔ ایک سخت اور دوسری نرم سخت جھلی کھوپری کی ہڈی سے متصل ہے اور نرم جھلی مغز پر لپٹی ہوئی ہے۔ سخت جھلی میں دو جگہ کثرت سے سوراخ ہیں۔ طب کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

آنکھ سات طبقوں اور تین رطوبتوں سے مرکب ہے۔ پہلا طبقہ صلبیہ ہے۔ یہ ایک موٹی جھلی ہے۔ اس کے بعد طبقہ مشیمہ ہے۔ مشیمہ بچہ دان کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ طبقہ اُس

سے مشابہ ہے۔ اس سبب سے اس کا بھی یہی نام رکھا گیا۔ اس کے بعد وہ جھلی ہے۔ اس کا نام طبقہ شبکیہ ہے۔ یہ طبقہ جال کی صورت کا ہے مراس کے بعد طبقہ عنکبوتیہ ہے اور اس کے بعد طبقہ عنبیہ ہے۔ اور اس کے اوپر ایک جسم کثیف، صاف اور سخت مثل ایک سفید پتھر کے ہے اس کا نام طبقہ قرنیہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شیشے کے ساتھ کوئی رنگ دار چیز لگا دیں تو شیشہ میں سے وہی رنگ ظاہر ہوگا۔ اور اس کے اوپر ایک اور جسم سفید رنگ اور سخت ہے۔ اس کو طبقہ ملتحمہ کہتے ہیں اور یہی آنکھوں کی سفیدی اور رطوبتوں میں سے پہلی رطوبت زجاجیہ ہے۔ دوسری رطوبت جلدیہ ہے۔ تیسری رطوبت بیضیہ ہے مثل انڈے کی سفیدی کے مشابہ۔

ناک کا اوپر کا راستہ دو طرف گیا ہے۔ ایک حلق کے اندر پہنچتا ہے جس کے ذریعہ سے سانس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور دوسرا دماغ کی طرف جاتا ہے۔ جس سے خوشبو و غیرہ دماغ میں پہنچتی ہے۔ کان یہ سننے کا راستہ ہے۔ اور اُتھا نوں کی ایک سخت ہڈی کے پاس ہوتی ہے جسکو صخری کہتے ہیں۔ اور یعنی ہوا اس کے اندر داخل ہو کر قصبہ خارسہ کے پاس پہنچتی ہے۔ جو دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہیں آواز کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

زبان کی ہیئت یہ ہے کہ یہ ایک نرم اور سفید گوشت ہے مہین مہین رگیں اور شریانات اور پٹھے اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔ اور اس کی جڑ میں دو گوشت کی بوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ جن میں سے لعاب نکل کر تمام منہ میں پھیلتا ہے۔ اور اس گوشت کا نام مولد لعاب ہے۔

حلق کے اندر دو راستے ہیں۔ ایک راستہ جو زبان سے زیادہ قریب ہے۔ اس کو نرخرہ کہتے ہیں اور یہی حلقوم ہے۔ اور دوسرا راستہ اس کے پیچھے گُدّی سے زیادہ قریب ہے اس کو مری کہتے ہیں۔ یہ وہ نلکی ہے جس میں سے کھانا پینا معدہ میں جاتا ہے۔ اور حلقوم کے اوپر ایک گوشت کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہے کہ کھانے پینے کی چیز کو اس کے اندر داخل ہونے سے روک دے اس کو کوا کہتے ہیں۔ اور اگر کبھی کوئی چیز اس کی طرف چلی جاتی ہے۔ جب

اکٹھی ہو جاتا ہے۔ اور سانس کی ہوا جو پھیپھڑے سے آتی ہے وہ اُس کو اُڑا کر دماغ کی طرف لے جاتی ہے جسکو کہا کرتے ہیں کہ یہ چیز دماغ کو چڑھ گئی۔ کیونکہ حلقوم کا انتہائی راستہ دماغ میں ہے جس کے ذریعے سے سانس ناک کے اندر آکر باہر خارج ہوتا ہے۔ اور اگر غذا کا کوئی ذرہ پھیپھڑے کی طرف چلا جائے تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ پھیپھڑا غذا کا مقام نہیں ہے۔ یہ محض تنفس یعنی سانس لینے کا آلہ ہے۔ اور نرخرہ اور پھیپھڑے اور سینہ اور اُس کے حجاب اور عضلات سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ آواز تنفس کے ساتھ حلقوم میں پہنچ کر ایک جسم سے متصل ہوتی ہے۔ جو لسان مزمار کے مشابہ ہے۔ اور پھر زبان اور ہونٹوں اور دانتوں کی مدد سے اُس میں حروف پیدا ہوتے ہیں۔

معلوم ہو کہ سینہ کے اوپر کے حصّہ سے لے کر کولہے کی ہڈی تک پیٹ کے اندر دو بڑی تجویفیں ہیں۔ ایک تجویف اوپر کی ہے جس میں پھیپھڑا اور دل ہے۔ اور دوسری نیچے کی ہے۔ جس میں معدہ اور انتڑیاں اور جگر اور طحال اور پتہ اور مثانہ اور گردے اور رحم ہیں۔ اور ان دونوں تجویفوں کی جدا کرنے والی جو جھلی ہے۔ اس کو حجاب کہتے ہیں۔ پھر اوپر کی تجویف کے بھی دو حصّے ہیں۔ اور ان دونوں حصّوں کو جو چیز جدا کرتی ہے۔ اُس کا نام بھی حجاب ہے۔ پس ان تینوں تجویفوں کی یہ صورت ہے۔

اوپر کی تجویف کا نام صدر یعنی سینہ ہے۔ اور اس کے ہر حصّہ کے بہت سے حصّے ہیں۔ اور پھیپھڑے کا آدھا حصّہ سینہ کی دائیں تجویف میں ہے۔ اور آدھا حصّہ بائیں تجویف میں ہے۔

قصبۃ الریہ یعنی نرخرہ کرکری یعنی نرم ہڈیوں سے مرکب ہے۔ جن کی صورت دائرہ کی سی ہے۔ مگر بالکل گول نہیں ہیں۔ دائرہ کی دو تہائی کی مقدار گول ہیں اور ایک نرم جھلی اُن پر منڈھی ہوئی ہے۔ اور صورت اس کی خط مستقیم کی سی ہے

قلب کی صورت صنوبری ہے معکوس نوک اُس کی بدن کے نیچے کی طرف ہے۔ اور موٹا حصّہ اوپر کی طرف اور اُس کے اوپر موٹی جھلی کا ایک غلاف ہے۔ جو اُس کو گھیرے ہوئے ہیں مگر ہمارے قلب پر لپٹا ہوا نہیں ہے۔ فقط جڑ کے پاس ہے۔

قلب سینہ کے بیچ میں لگا ہوا ہے۔ اور پنچے کی نوک اس کی بائیں طرف کو مائل ہے۔ بڑی شریان اس کے بائیں طرف سے پیدا ہوتی ہے۔

قلب کے اندر دو بطن یعنی خانے ہیں۔ ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ اور اُس کی جڑ میں ایک چیز غضروف کے مشابہ لگی ہوئی ہے۔ گویا کہ یہ قلب کا قاعدہ ہے یعنی قلب اسی پر لگا ہوا ہے۔ اور دائیں خانہ میں بائیں خانہ کی طرف منافذ ہیں اور اسی دائیں خانہ میں دو منہ ہیں۔ جن میں سے ایک میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں۔ جو جگر سے آتی ہیں۔ اور انہیں رگوں کے ذریعہ سے قلب کے دائیں خانہ میں جگر سے خون آتا ہے۔ اور دوسرے مُنہ میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں جو پھیپھڑے کی طرف گئی ہیں۔ یہ رگیں غیر ضوارب ہیں یعنی ان میں حرکت نہیں ہے۔ اور ان کے ذریعے سے قلب سے پھیپھڑے کی طرف غذائی خون جاتا ہے۔ اور جو رگیں ضوارب ہیں۔ ان کو شریانات کہتے ہیں۔ یہ بہ نسبت غیر ضوارب کے سخت اور موٹی ہوتی ہیں

قلب کے بائیں خانہ میں بھی دو مونہہ ہیں۔ ایک وہ مونہہ ہے۔ جس میں سے بڑی شریان داخل ہوتی ہے۔ جس کی شاخیں تمام بانھوں میں پہنچی ہوئی ہیں۔ اور دوسرے ... میں وہ شریان داخل ہوتی ہے۔ جو پھیپھڑے سے آتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے پھیپھڑے سے قلب میں ہوا آتی ہے

مری اور معدہ کی ہیئت

ہم اوپر کہہ آئے ہیں۔ کہ مُونہہ میں دو منفذ ہیں۔ ایک منفذ سانس کا ہے جو پھیپھڑے کو گیا ہے۔ جسکو نرخرہ کہتے ہیں۔ اور دوسرا منفذ کھانے کا ہے جسکے ذریعہ سے کھانا پینا معدہ میں پہنچتا ہے۔ اس کو مری کہتے ہیں۔ یہ حلق سے لیکر نیچے تک پہنچی ہوئی ہے اور معدہ کی صورت بالکل لمبی گردن والے تونبے کی سی ہے۔ اس کے تین حصے ہیں ایک مری جس کا بیان اوپر ہوا۔ دوسرا فم معدہ۔ تیسرا معدہ یعنی اس کی تہ۔

جس وقت کھانا یا پانی معدہ کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ معدہ کا منہ بند ہو جاتا ہے۔

* غضروف یعنی کرکری یا نرم ہڈی ہے

یہانتک کہ کھانا یا پانی کوئی چیز اُس کے اندر سے باہر نہیں نکل سکتی یہانتک کہ ہضم ہو جائے یا بدہضمی ہو۔ پھر ہضم کے بعد کھانا انتڑیوں میں پہونچتا ہے۔

انتڑیوں کی ہیئت

انتڑیوں کے کئی طبقے ہیں۔ اور داخلی طبقہ پر لزوجات ہیں۔ کل چھ انتڑیاں ہیں تین پتلی جو اوپر کی ہیں۔ اور تین موٹی جو نیچے کی ہیں۔ اوپر کی انتڑی جو معدہ کے نیچے کے حصہ سے متصل ہے۔ اس کو اثنا عشری کہتے ہیں۔ اور اُس کے پاس کی انتڑی کا نام صائم ہے۔ پھر اُس کے پاس کی دقاق ہے۔ پھر اس کے پاس کی اعور ہے۔ یہ انتڑی بہ نسبت اوروں کے کشادہ ہے۔ پھر اُس کے پاس قولون ہے۔ اور اسکے پاس کی انتڑی مستقیم ہے۔ اور اس کے نیچے دبر ہے۔ دبر پر ایک فضلہ ہے۔ جو خروج ثفل کو مانع ہوتا ہے۔ یہانتک کہ طبیعت اپنے ارادہ سے اُس کو مطلع کرتی ہے۔ اُس وقت مقام کھل جاتا ہے۔ اور ثفل یعنے فضلہ یا پاخانہ خارج ہوتا ہے۔

جگر دائیں طرف اوپر کی پسلیوں کے نیچے لگا ہوا ہے۔ شکل اس کی ہلالی ہے۔ اور پشت جگر کی پسلیوں سے متصل ہے۔ اور اِس کا پیٹ معدہ سے ملا ہوا ہے۔ اور نیچے کا حصہ اس کا کوہلے سے لگا ہوا ہے۔ اور اوپر کا حصہ اس کا حجاب صدر سے ملحق ہے اور یہ بہت سے رباطات سے بندھا ہوا ہے اور یہ رباطات اس جھلی سے پیدا ہوتے ہیں جو اس پر لپٹی ہوئی ہے۔ اور جگر کے اندر سے ایک رگ نکلتی ہے۔ مگر اس کے اندر خون نہیں ہوتا۔ پھر ان سب قسموں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض رگیں وہ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے کھانا معدہ سے جگر کی طرف آتا ہے۔ اور بعض اور انتڑیوں کی طرف جاتی ہیں۔

طحال کی صورت مستطیل ہے۔ اور یہ بائیں طرف رباطات سے بندھی ہوئی ہے۔ اور رباطات اس جھلی سے متصل ہیں۔ جو اس پر منڈھی ہوئی ہے اور طحال ایک طرف سے معدہ سے متصل ہے۔ اور اُس کے اندر سے دو رگیں نکلتی ہیں۔ ایک جگر

میں ملتی ہے۔ اور دوسری نم معدہ سے۔

پتہ جگر سے ملا ہوا ہے۔ اور اس کے اندر دو راستے ہیں۔ ایک جگر کی طرف گیا ہے۔
اور دوسرے کی کئی شاخیں ہو کر معدہ کے نچلے حصے اور اوپر کی انتڑی میں پہنچتی ہیں۔ دونوں
گردے دونوں پہلوؤں میں جگر سے قریب لگے ہوئے ہیں۔ اور دایاں گردہ ذرا اوپر کو ہے
اور ہر گردہ کی دو گردنیں ہیں۔ ایک اوپر جو اس بڑی رگ میں مل گئی ہے جو جگر سے آئی ہے اور
دوسری نیچے یہ مثانہ میں ملتی ہو ان گردوں کا کام یہی ہے۔ کہ مثانہ میں پیشاب جمع کرتے ہیں۔
اور مثانہ پیشاب کا خزانہ ہے جگہ اس کی دبر اور عانہ کے درمیان میں ہے اور یہ دو طبقوں سے
مرکب ہے۔ اس کے منہ پر ایک پٹھا ہے جو اس کو بند کر لیتا ہے۔ اور پیشاب کو اس میں سے
نکلنے نہیں دیتا۔ وقت حاجت تک۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور قضیب اور انثیین
اور رحم وغیرہ کا بیان گذر چکا ہے۔ اور ہر عضو کے متعلق پوری تشریح اطبا کی کتابوں میں
موجود ہے۔ ہم نے یہ مختصر بیان محض اظہار صنعت الٰہی کے واسطے کیا ہے تاکہ تجھ کو غفلت
کی نیند سے جگا دے۔ اب تجھ کو اپنے دل میں غور کرنا چاہیے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ کو
بیکار نہیں پیدا کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا
تُرْجَعُوْنَ۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ کیونکہ
وہ ایک چیز کو ان ہئیات مذکورہ کے ساتھ مرکب پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کی بنیاد کو منہدم
کر کے بالکل اس کا نشان مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے اس فعل کا کوئی روکنے والا نہیں۔
ہے۔ پس یہ حکمت اسی کو لائق ہے۔ اور اسی نے اس کام سے اپنی قدرت کو ظاہر کیا
ہے۔ اور بندوں پر اپنی بینائی کو لازم کر کے دنیا میں ایک عرصہ تک کے واسطے ان کو مہلت
دی ہے۔ پھر ان کو مارتا ہے۔ اور پھر قیامت کے روز سب کو قبروں سے اٹھائے گا۔
اور دلوں کی باتوں ظاہر کی جائینگی۔ اور ایک منادی جس کی ندا ایسی ہوگی آواز دیگا ثُمَّ رُدُّوْٓا
اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ یعنی پھر لائے جائینگے۔ خدا کے حضور میں جو ان کا مولیٰ حقیقی ہے۔

ل کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے۔ اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے پس خدا تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے۔ وہ فضول باتوں سے بری ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش بزرگ کا مالک ہے۔

پس اے وہ شخص جو سراسر خدا کی صفتوں سے پر ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ اپنی خواہش کی بیہودگی میں سرگرداں نہ ہو۔ اور اپنی رائے اور جہالت سے ربوبیت خداوندی کا انکار نہ کر اور جان لے کہ شریعت کا ہر ایک رکن بمنزلہ ایک عضو کے ہے تیرے بدن سے۔ مثلاً اگر تیرے بدن کے کسی عضو جگر یا طحال یا قلب یا دماغ کو کوئی آفت یا بیماری لاحق ہو تو اُس کے سبب سے اُس عضو کی حالت بھی خراب ہوگی۔ اور تیری زندگانی بھی تنگ ہوگی اور تو جہانتک تجھ سے ممکن ہوگا۔ اس بیماری کے دفع کرنے میں کوشش کرے گا۔ پس اسی طرح جب شریعت کا کوئی رکن فاسد ہو جائے تو اُس کا تدارک بھی اسی طرح تجھ پر لازم ہے۔ کیونکہ شریعت آخرت کا راستہ ہے۔ اور آخرت ہی دار القرار ہے۔

نظر غور سے دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قلب اور دماغ اور جگر کی پیدائش کس طرح رکھی ہے اور کس طرح اُس کے مجاری میں غذا کو جاری کیا ہے اور تیرے اعضاء رئیسہ پر کس طرح غذا کی تقسیم کی ہے۔ تاکہ تجھ کو قوت پہنچے اور تیری روح باقی رہے۔ اور اس چھوٹے سے آلہ کی بدولت تیرا نفس تھوڑی مدت میں علم و معرفت کا کمال حاصل کرلے۔ پس تجھ پر فرض ہے۔ کہ ایک پلک زدن خدا سے غافل نہ ہو۔ اگر احیاناً تجھ سے حقوق الٰہی میں سے کوئی حق فوت ہو گیا تو اُس کا بدلہ بغیر اُس کے ادا کیے نہیں ہو سکتا۔ وَ الْفَوْتُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ۔
پس اپنے اعضا کی حقیقت میں فکر کرو اور ارکان شریعت میں اُن کی مثال ڈھونڈو۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے واسطے عجیب و غریب نشانیاں ہیں۔

دوسرا باب

ہڈیوں اور رگ پٹھوں کی تشریح میں

(اس میں چار فصلیں ہیں)

پہلی فصل عضلات کی تعداد اور اُن کی وضع کے بیان میں۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ

نے انسان کے بدن میں عضلات اس واسطے پیدا کیے ہیں۔ کہ ہڈیوں کے باہمی جوڑ بندھے رہیں۔

عضلات گوشت اور پٹھے اور رباطات سے مرکب ہیں اور یہ حرکت ارادیہ کا آلہ ہیں یعنی تمام اعضا میں انہیں کے ذریعہ سے حکم پہونچتا ہے۔ ان کی شکلیں موقع اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہیں عضلات ہر طرف سے ہڈی کی حفاظت کرتے ہیں اور اوتار کی معاونت سے جسم کو حرکت دیتے ہیں۔ پس جو عضلہ کہ بڑے عضو کو حرکت دیتا ہے۔ اس میں سے ایک یا کئی اوتار نکل کر اس عضو سے متصل ہوتے ہیں جس کو یہ عضلہ حرکت دیتا ہے۔ اور بعض جگہ بہت سے عضلات ایک ہڈی کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو عضلے اوپر کی پلکوں کو حرکت دیتے ہیں یہ بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں اور ان میں اوتار نہیں ہیں۔ اور جو عضو ارادی حرکت کرتا ہے۔ اس کے واسطے ضرور کوئی ایسا عضو ہوتا ہے جس سے اس کی حرکت وابستہ ہے۔

کل اعضاء بدن کی ارادی حرکتیں یہ ہیں۔ پیشانی کی حرکت۔ آنکھوں کی حرکت۔ رخساروں کی حرکت۔ ناک کے نتھاروں کی حرکت۔ ہونٹوں کی حرکت۔ زبان کی حرکت۔ سر کی حرکت گردن کی حرکت۔ شانہ کی حرکت۔ بازو کے جوڑ کی حرکت۔ کلائی کے جوڑ کی حرکت۔ پہنچے کی حرکت۔ انگلیوں کی حرکت۔ ان کی پوروں کی حرکت۔ سانس لینے کے واسطے سینہ کی حرکت۔ قضیب کی حرکت۔ پیشاب روکنے اور خارج کرنے کے واسطے مثانہ کی حرکت۔ پاخانہ روکنے اور خارج کرنے کے واسطے معاء مستقیم کی حرکت۔ ران کے جوڑ کی حرکت۔ پنڈلی کے جوڑ کی حرکت۔ پیر کی حرکت۔ پیر کی انگلیوں کی حرکت۔ ان کی پوروں کی حرکت۔ بس ان سب حرکتوں کے واسطے ان کے مناسب عضلات ہیں۔ جن کے ذریعہ سے یہ اعضا متحرک ہوتے ہیں۔ اب ہم اس کا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔

چہرہ میں ۵۴ عضلات میں جن میں سے ۲۴ آنکھوں اور پلکوں کو حرکت دیتے ہیں اور ۲۱ جبڑوں کو حرکت دیتے ہیں۔ اور ۹ چہرہ کے باقی اعضا کی حرکت کے واسطے ہیں۔

سر اور گردن کو حرکت دینے والے عضلات ۲۳ ہیں اور زبان کے حرکت دہندہ ۱۹ ہیں اور ۳۲ عضلات حلق اور حلقوم کی حرکت کے واسطے ہیں اور سات عضلات ہر شانہ کو حرکت دیتے ہیں اور تیرہ تیرہ عضلات ہر طرف بازوں کی حرکت کے واسطے ہیں اور ۴ عضلات خاص بازو پر لگے ہوئے ہیں۔ اور ۱۶ عضلات ہر کلائی پر ہیں اور ۱۸ عضلات ہر شانہ پر ہیں۔ اور ۱۷ عضلات سینہ کی حرکت کے واسطے ہیں۔ اور ۸ عضلات پیٹ پر کھینچے ہوئے ہیں۔ اور چار عضلات ذکر کو حرکت دیتے ہیں۔ اور چار عضلات خصیوں میں ہیں۔ اور ایک عضلہ شانہ کے موہنہ پر ہے۔ اور ۴ عضلات مقعد کو ضبط کرتے ہیں۔ اور ۲۶ عضلات پنڈلیوں کو حرکت دیتے ہیں اور رانوں سے اُن کو ملاتے ہیں۔ اور ۲۹ عضلات پیر کی حرکت کے واسطے ہیں اور ۲۲ عضلات پیر کی انگلیوں کے واسطے ہیں اور پیر سے ان کو ہلاتے ہیں۔

پس کل عضلات جالینوس کی رائے کے موافق ۵۲۹ ہیں۔ اور ہر عضلہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندہ کے واسطے ایک قید ہے۔ جو اس کو جہالت سے معرفت کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف کھینچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جسم انسان کی بنیاد اور اس کی دیواروں کو عضلات کے ساتھ مستحکم کیا ہے اور حرکات ارادیہ کا اُن کو اسباب مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ ہر ایک عضو جداگانہ حرکت کر سکے اور باقی جسم کو اس کے ساتھ حرکت نہ ہو۔

اے طالب اسی بات پر غور کر کہ اللہ تعالیٰ نے بعض دلوں میں اپنی عمدہ حکمتیں رکھی ہیں اور بعض میں نہیں رکھی ہیں۔ کیونکہ بعض دلوں کو لغزش کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت کرنے سے روکتے ہیں۔ اور بعض دلوں کو ادراک کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ پس جیسے کہ بدن کی حرکتیں عضلات کے ساتھ ہیں۔ ایسے ہی روح کی حرکتیں خطرات کے ساتھ ہیں اور عالم عبودیت میں بندوں کی حرکتیں اوامر اور نواہی کے ساتھ ہیں جو شارع علیہ السلام کی طرف سے صادر ہوئے ہیں اور شارع بھی گویے جو عضلات پر بمنزلہ حرکتیں ہیں پس خداوند حق کے کل اوامر و نواہی

بمنزلہ عضلات کے ہیں۔ ثواب اور عذاب کے قالب ہیں جن سے نیکی و بدی کی رکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ پس اب تم اپنے عضلات میں غور کرو۔

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری مصلحت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ پس جیسا کہ وہ تمہارے قالب کی مصلحتوں کی حفاظت کرتا ہے اسیطرح تم کو بھی اس کے احکامات کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور اگر تمہارا قدم جادۂ حق سے لغزش کر گیا۔ تو ہر عضلہ تمہارے عضوں میں تمہارے واسطے عذاب کی قید ہوگا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی ظالم بندہ کی خواری چاہتا ہے اُس کو خاص اُسکے نفس کے ساتھ عذاب کرتا ہے نہ اور کسی کے ساتھ پس عضلات کی حفاظت کرو۔ اور غفلتوں کی قید سے رہائی پاؤ جھوٹی اور بیہودہ باتوں میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر حرکتوں اور پوشیدہ خطروں سے واقف ہے۔ اور بیشک وہ برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ مٹا دیتا ہے۔

دوسری فصل ہڈیوں کی تشریح میں

معلوم ہو کہ کھوپری کی شکل مستدیر ہے۔ مگر بالکل گول نہیں ہے۔ اور اس میں بہت سے سوراخ ہیں جن میں سے اس کے اندر عروق اور شرائین داخل ہوتے ہیں۔ اور اس کے مقدم اور مؤخر میں ایک گڑھا ہے اور اس کے نیچے کی ہڈی میں ایک سوراخ سب سے بڑا ہے جس میں سے سنک یا ریڑھ نکلتی ہے۔ اور یہ بہت سے ٹکڑوں سے مرکب ہے۔ اور اس کے متصل اوپر کا جبڑا ہے جس میں رخسارے اور آنکھیں اور کان اور اوپر کے دانت لگے ہوئے ہیں اور اس میں بہت سے ٹکڑے ہیں۔ پھر اس کے نیچے کا جبڑا ہے۔ اور یہ دانتوں کے علاوہ دو ہڈیوں سے مرکب ہے۔ اور کھوپری کے نیچے کے اوپر ایک اور ہڈی ہے جس کو وتد کہتے ہیں پس کل سر کی ہڈیاں دانتوں کے علاوہ ۲۳ ہیں جن میں سے چھ خاص کھوپری کی ہیں اور ۱۴ اوپر کے جبڑے اور ۲ نیچے کے جبڑے کی اور ایک وہی وتد ہے۔ اور ہر جبڑے میں سولہ سولہ دانت ہیں جن میں دو دو کچلیاں اور دائیں بائیں پانچ پانچ ڈاڑھیں ہیں۔ اور کبھی واہر یہ بہلہ

بھی ہوتی ہیں داڑھوں کی جڑیں اوپر کی طرف تین تین ہیں۔ اور نیچے کی طرف دو دو ہیں۔ اور باقی دانتوں کی ایک ہی ایک جڑ ہے۔ پس اس حساب سے سر کی سب ہڈیاں پچپن ہوئیں۔ اور سر کے پیچھے اس سوراخ کے پاس جس میں سے ریڑھ نکلتی ہے۔ گردن کی سات ہڈیاں ہیں اور پھر اس کے نیچے پشت کی سات ہڈیاں ہیں۔ اس ہڈی کے علاوہ جو حلقوم میں ہے اور یونانی کتابوں میں اس کی صورت لام کے مشابہ لکھی ہے۔ اس طرح ∧ اور ایک ہڈی قلب میں ہے جس کو بعض لوگ غضروف بھی کہتے ہیں۔ اور چھوٹی ہڈیاں جن کو سُسامیہ کہتے ہیں۔ یہ بدن میں ایسی ہیں جیسے مکان میں کڑیاں تعمیر کی درستی کے واسطے ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت کے ساتھ اس ہیکل عجیب کو ہڈیوں کے اجزا سے مرتب کیا ہے اور یہ ترکیب از روئے کیفیت کے اپنے ہم مثلوں میں نہایت عظیم الشان ہو حالانکہ وہ اس بنا کا محتاج نہ تھا اور نہ مدح و ثنا کا طالب تھا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے جود و کرم سے جس چیز کا اظہار اور ایجاد چاہتا ہے اُس کو فیض وجود اور صورت عنایت کرتا ہے پھر اپنے بندوں کو دنیا میں ایک عرصہ تک مہلت دیتا ہے۔ تاکہ اُس کے اوامر و نواہی بجالائیں اور قانون شرعی اُس نے احکام طاعت بجالانے کے واسطے بندوں پر قائم کیا ہے۔

پس انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ دینا لازم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنَ ابْنِ اٰدَمَ صَدَقَۃٌ یعنے آدم کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے اور صدقہ سے اُس جوڑ کو عبادت الٰہی میں حرکت دینا مراد ہے۔ یا مسلمانوں کی امداد میں کام میں لانا پس جو شخص حکم الٰہی کی تعظیم اور اس کی مخلوق پر شفقت کے خیال سے ہڈیوں کا صدقہ ادا کریگا۔ اس کی ہڈیاں مرنے کے بعد بھی بوسیدہ نہ ہونگی۔ اور جو ذکر الٰہی سے اعراض کریگا۔ اُس کی ہر ہڈی اُس کے واسطے بمنزلہ قید کے ہو جائے گی۔ اور خداوند تعالےٰ نے جیساکہ اس مکان کو اپنے جود و کرم سے تعمیر کیا ہے۔ ویسا ہی اپنی غیرت و جبروت سے اس کو منہدم کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جبار منتقم ہے۔ پس وہ زندوں کو مردہ کر کے ہڈیوں اور اعضا کو بوسیدہ کر دیتا ہے۔ اور اجزا کو پریشان کرتا ہے۔ تاکہ نفوس اس بات کو

جان لیں کہ وہ تمام عالموں سے غنی ہے ✤
مگر وہ کل موجودات کو بالحقیقۃ فنا نہیں کرتا ہے بلکہ بالمعنے فنا کرتا ہے قالبوں کو متغیر
کر کے صورت کو بدل دیتا ہے۔ پھر اس فنا کے بعد ہر ایک عضو بلکہ ہر ایک ذرہ ذرہ اس صورت
کے ساتھ جمع کیا جائیگا۔ جو اُس کے اعمال کے لائق ہے۔ یعنی جیسے اُس کے نفس نے اعمال
کئے ہیں۔ ویسی ہی صورت میں اُس کو زندہ کیا جائیگا۔ اور جو مردوں کے زندہ کیے جانے کا
انکار کرتا ہے اُس کی مذمت اس فرمان آلٰہی میں موجود ہے قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ
قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ط یعنی یہ منکر کہتا ہے کہ ہڈیوں کو
جبکہ وہ بوسیدہ ہو جائینگی کون زندہ کریگا۔ کہہ وہ وہی زندہ کریگا جس نے اُس کو پہلی مرتبہ پیدا
کیا ہے۔ اور وہ کل مخلوق کا علم رکھتا ہے۔ یعنی تمہارے قالبوں میں دوبارہ جان ڈال کر اُن کو
زندہ کرنا ضروری ہے۔ پس اسی سبب سے نشاۃ ثانیہ کے وقت تمہارا زندہ کرنا ضروری ہے۔
تاکہ نہایت رجوع الی البدایۃ ہو جائے۔ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے ایجاد کیا ہے۔ وہ درحقیقت
معدوم نہیں ہوتی۔ اب تم جان لو کہ تمہاری ہڈیوں کو بھی خداوند تعالےٰ بوسیدہ ہونے کے
بعد زندہ کریگا اور اُن کے پریشان ذروں کو اکٹھا کر دیگا۔ اسی واسطے تمہارے لیے ضروری
ہے کہ اپنی معرفت کی ہڈی کو قہر جہالت کے ساتھ نہ توڑو۔ بلکہ ذکر آلٰہی اور حسن طلب میں مشغول
ہو فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

تیسری فصل پٹھوں کی تشریح میں

معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے پٹھے کو قوی اور نرم ہڈیوں کا محافظ پیدا کیا اور تمام
اعضاء بدن کو ان کے ساتھ جکڑ دیا ہے ✤
پٹھوں کا منبت دماغ ہے اور نخاع سے بھی پیدا ہوتے ہیں اور نخاع مؤخر دماغ سے
شروع ہو کر عظام عصعص کے پاس پہنچتا ہے۔ ان کا ذکر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں نخاع سے
دو پٹھے نکلتے ہیں۔ ایک دائیں طرف جاتا ہے۔ اور دوسرا بائیں طرف جاتا ہے اور ان
پٹھوں کا زوج ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ دنیا میں زوجیت ہی اس شئے کے بقا

کا سبب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ یعنی ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ کل پٹھے زوج ہو کر ایک پٹھا آخر میں فرد رہجاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے تاکہ کل اعداد ایک ہی طرف رجوع کریں۔ جس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ واحد ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اُس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے پس ہڈیوں اور اعضا کا قوام بدن انسانی میں اعصاب پر موقوف ہے ایسے ہی دین میں انسان کی بقا دنیا میں رکعاتِ نماز کی حفاظت پر منحصر ہے۔ چنانچہ نماز فرض و سنت کی رکعتیں بمنزلہ زوج اعصاب کے ہیں اور وتر جو نہایتِ نماز شب ہے بمنزلہ وتر عصب کے ہے۔ پس اے طالب فرض اور سنت نمازوں کی محافظت کر اور اعدادِ رکعات کے پٹھوں کو مضبوط بنا اور جیسا کہ اعصاب کا منبت دماغ اور نخاع ہے۔ ایسے ہی نماز بھی انہیں نفاعوں سے ادا ہوتی ہے۔ اور تم کو لازم ہے۔ کہ اہل معصیت سے اپنے تعلق کے پٹھے کو قطع کرلو۔ اور اہل معصیت وہ لوگ ہیں۔ جو خدا اور رسول صلعم کی مخالفت کرتے ہیں۔

معلوم ہو کہ وہ اعصاب جو ملت اور شریعت کے محافظ ہیں۔ وہ خلفاء راشدین ہیں۔ اور یہ زوج ہیں۔ جب ان میں سے ایک قضا کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا قائم کرتا ہے جیسے بادشاہ اور ولی عہد کیونکہ ہر چیز کی بقا زوجیت سے ہے۔ پس زوجیت ہی سے کل احکام اور حلال و حرام ظاہر ہوئے ہیں۔ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

چوتھی فصل عروق اور شرائین کے بیان میں

معلوم ہو کہ رگیں جگر کی جانب محدب سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور جگر کی شکل محدب ہے۔ اور جو جانب کہ باہر کی طرف سے محدب ہے وہی اندر کی طرف سے مجوف ہے۔ پس موضع محدب سے ایک بڑی رگ پیدا ہوئی ہے جس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ ایک بڑی ہے جس کے

ل بابرکت ہے اسم تیرے رب کا جو جلال اور بزرگی والا ہے۔

ذریعہ سے نیچے کے اعضاء بدن کو خون پلایا جاتا ہے۔ دوسری شاخ اوپر کو گئی ہے۔ تاکہ اعضاء عالیہ کو خون پہنچائے اور یہ رگ حجاب صدر کے پاس ہو کر گذری ہے۔ اور یہاں پھر اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ پھر جب یہ دونوں شاخیں حجاب کو طے کر کے آگے چلی ہیں۔ وہاں ان میں سے چھوٹی چھوٹی بہت سی رگیں پیدا ہوئی ہیں۔ اور قلب کے غلاف سے مل گئی ہیں۔ پھر اُن میں سے ایک بڑی شاخ قلب کے دائیں طرف آکر تین شاخوں میں منقسم ہو گئی ہے ایک شاخ قلب کے دائیں تجویف میں داخل ہو گئی ہے۔ اور دوسری قلب کے گرد چکر لگاتی ہے اور تیسری سینہ کے نیچے کی جانب سے متصل ہوئی ہے۔ پھر قلب سے گذر کر یہ رگ براہ راست ترقوتین کے مقابل پہونچی ہے۔ اور یہاں بھی اس کی بہت سی شاخیں ہو گئی ہیں۔ پھر بغل کے مقابل ہو کر ایک بڑی شاخ اس کی بغل کے رستہ سے ہو کر ہاتھ میں گئی ہے۔ اس کو باسلیق کہتے ہیں۔ اور جس وقت یہ رگ ترقوہ کے بیچ مقابل میں پونہچتی ہے۔ وہاں بھی اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں، ایک دائیں طرف جاتی ہے دوسری بائیں طرف۔

پھر اُن دونوں شاخوں سے دو دو شاخیں نکلتی ہیں۔ جن میں سے ایک ایک شاخ شانہ پر سے گذر کر ہاتھ میں آتی ہے۔ اس کا نام قیفال ہے۔ اور ایک شاخ جسم کے اندر گھستی ہوئی گردن میں پہنچتی ہے۔ اور وہاں سے کھوپری کے اندر داخل ہوتی ہے۔ تاکہ اعضاء دماغی کو غذا پہنچائے۔ اور گردن سے گذرنے کے وقت اس کی بہت شاخیں ہو گئیں ہیں۔ اور باقی ایک شاخ سامنے کی طرف آکر چہرہ اور گردن اور ناک پر سے گذر کر سر میں پہنچتی ہے۔ تاکہ ان اعضاء کا تسقیہ کرے۔ ان دونوں رگوں کو ودجین کہتے ہیں۔ وہ دونوں رگیں جو شانوں کے اوپر سے گذرتی ہیں۔ ان میں سے چھوٹی چھوٹی بہت سی شاخیں ہو کر جسم کو غذا پہنچاتی ہیں۔ ایسی ہی وہ دونوں رگیں جو بغل میں سے گذری ہیں۔ ان کی دو چھوٹی شاخیں اندر کے جسم کو خون پہنچاتی ہیں۔ اور جبکہ بغل اور شانہ کی دونوں رگیں کہنی کے جوڑ کے پاس پہنچتی ہیں۔ اور وہاں سے نیچے اترتی ہیں۔ تب ان میں سے ایک شاخ پیدا ہوتی ہے جس کا نام اکحل ہے۔ اور ایک دوسری شاخ کلائی کے اوپر سے ہو کر پہنچتی ہے۔ اس کا نام حبل الزراع ہے۔ اور بغل کی رگ میں سے ایک چھوٹی شاخ کلائی کے اندر سے ہو کر پہنچے پر پہنچتی ہے۔ پھر

اُس میں سے ایک شاخ خنصر اور بنصر کے بیچ میں جاتی ہے۔ اس کا نام اُسیلم ہے۔

وہ رگ جو بدن کے نیچے کیطرف جاتی ہے۔ اس میں سے پہلی شاخ گردوں میں آتی ہے۔ اور وہاں اُس کے دو حصے ہو کر گردہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو شاخیں خصیوں میں جاتی ہیں اور دو شاخیں دونوں طرف سے گذر کر اعضاء قریبہ کو مثل رحم اور مثانہ وغیرہ کے غذا پہنچاتی ہیں۔ پھر اسی بڑی رگ کی دو شاخوں میں سے ایک شاخ دائیں پیر کی طرف اور دوسری بائیں پیر کی طرف جاتی ہے۔ اور ان میں سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر رانوں کو خون پلاتی ہیں۔ اور جب یہ رگ گھٹنہ کے جوڑ کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں اس کی تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شاخ پنڈلی کی مچھلی کا تسقیہ کرتی ہے۔ اُس کا نام مابض ہے اور ایک شاخ پنڈلی کے اندر گھس کر ٹخنہ کے پاس ظاہر ہوتی ہے اُس کا نام صافن ہے۔ اور تیسری پنڈلی کے اوپر سے ہو کر ٹخنہ کے باہر کی طرف سے گذرتی ہے۔ اُس کا نام عرق النسا ہے۔ پھر ان تینوں شاخوں میں سے قدم کے پاس آکر بہت سی متفرق شاخیں ہوگئیں ہیں۔ وہ شاخ جو خنصر اور بنصر کی طرف ہے۔ عرق النسا سے آئی ہے۔ اور جو انگوٹھے کی طرف ہے صافن سے آئی ہے۔

شرائن کا بیان

جملہ شرائن قلب کی بائیں تجویف سے نکلی ہیں۔ ان میں ایک سب سے چھوٹی ہے۔ جو پھیپھڑے میں داخل ہوئی ہے۔ اور وہاں اس کے بہت سے حصہ ہو گئے ہیں۔ اور ایک سب سے بڑی ہے۔ اس کی دو شاخیں ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک قلب کی دائیں تجویف کی طرف آئی ہے۔ اور یہ چھوٹی ہے۔ اور دوسری قلب کے گرد پھرتی ہے۔ پھر ان دو شاخوں کے علاوہ دو شاخیں اور ہیں جن میں سے ایک بدن کے نیچے کے حصے میں آئی ہے۔ اور ایک اوپر کے حصے میں گئی ہے۔ اوپر جانے والی شاخ کی پھر دو شاخیں ہوئی ہیں۔ اور اُن میں سے ایک شاخ اعضا پر سے گذرتی ہوئی بغل کے مقابل پہنچی ہے وہاں

۱؎ شرائن یعنی حرکت کرنیوالی رگیں۔ اور عروق وہ رگیں ہیں جو حرکت نہیں کرتی ہیں۔

اُس میں سے ایک شاخ نکل کر بغل کی رگوں کے ساتھ کہنی تک آئی ہے۔ اور یہاں سے پھر اوپر کو چڑھ گئی ہے۔ بعض لوگوں کے بدن میں یہ رگ اوپر سے معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بغل کی رگ سے ملی ہوئی نیچے کو اترتی ہے۔ پھر بدن کے اندر گھس کر ایک شاخ کلائی کے جوڑ کے پاس ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب کلائی سے آگے بڑھتی ہے۔ تب پہنچے کے پاس اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک پہنچے کے اوپر سے گذرتی ہے جس کو حکیم دیکھتے ہیں۔ اور دوسری پہنچے کے نیچے سے آتی ہے۔ اور یہ چھوٹی ہے۔ پھر ہتھیلی میں آن کر یہ شرائین متفرق ہو جاتی ہیں۔

اور وہ شریان جو ہاتھ کے پاس دو شاخوں پر منقسم ہوئی تھی۔ اُس میں کی ہر شاخ کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک وہیں سے گذر کر کھوپری کے اوپر پہنچتی ہے اور جب اُس کے اندر داخل ہوتی ہے۔ وہاں اس کی عجیب شکل ہے۔ اس شکل کو اطباء شبکہ کہتے ہیں یعنی مثل جال کے بچھی ہوئی ہے۔ پھر وہاں سے واپس ہو کر اس میں سے برابر کی دو شاخیں نکلتی ہیں۔ اور دماغ کے اندر چلی جاتی ہیں۔ اس شریان کی دوسری شاخ جو چھوٹی ہے۔ گردن اور چہرے اور سر کی طرف آتی ہے۔ اس کی کوئی کوئی شاخ کان کے پیچھے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اور وہ شاخ جو بدن کے نیچے حصہ میں اترتی ہے۔ وہ پشت کی طرف جا کر دو شاخوں پر تقسیم ہوتی ہے۔ ایک دائیں طرف دوسری بائیں طرف پھر ان میں سے ایک شاخ پھیپھڑے کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک شاخ اس عضلہ کی طرف جاتی ہے جو پسلیوں کے بیچ میں ہے اور دو شاخیں حجاب کی طرف آتی ہیں۔ اور معدہ اور جگر اور طحال پر سے گزرتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شاخ نکل کر باہر کے عضلہ کے پاس پہنچتی ہے۔ پھر پشت سے نیچے آن کر ان سب شاخوں میں سے دو شاخیں رہ جاتی ہیں۔ جو ایک ایک پیر کا راستہ لیتی ہیں۔ اور عروق کی طرح ان کی بھی شاخیں نکلتی ہیں مگر یہ بدن کے اندر گھسی ہوئی ہوتی ہیں۔ کوئی کوئی ان میں سے ایڑی کے پاس ٹخنہ کے نیچے ظاہر بھی ہو جاتی ہے۔ اور پیروں کی پشت پر بھی ظاہر ہوتی ہے۔ عروق اور شرائین کی یہ مختصہ

تشریح ہی ہے جس کی تفصیل اطبا کی کتابوں میں موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان عروق اور شرائین کو جسم میں اس طرح پیدا کیا ہے جیسے زمین پر نہریں ہیں۔ اور خون بھی ان میں اسی طرح بہتا ہے جیسے نہر میں پانی۔ اگر یہ پانی صاف ہوگا تو اعضا کی ٹہنیاں اور اطراف کی شاخیں اچھی طرح نشو و نما پائینگی۔ اور اگر نہر میں پانی کسی سبب سے رک گیا۔ اور اس کی صفائی باقی نہ رہی تب بغیر اس پانی کے خارج کیے چارہ نہ ہوگا۔ ورنہ یہ پانی بسبب رکنے کے حد اعتدال سے بڑھکر نہر کے کنارے توڑ دیگا۔

یہ خون جو رگوں میں جاری ہے۔ اسی کے ابخروں سے زیادتی کے وقت قوت شہوانی اور غضبی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَلشَّیْطَانُ یَجْرِیْ فِیْ بَنِیْ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ یعنی شیطان بدن انسان میں رگ رگ کے اندر پھرتا ہے پس جیسے کہ رگیں بدن کی نہریں ہیں۔ ایسے ہی خواطر نفس کی نہریں ہیں حق کی طرف ان کے اندر صاف پانی بہتا ہے اور اس کی امداد سے مبنت فکر میں درخت بصیرت پیدا ہوتا ہے۔

اب واجب ہے کہ خون کے اعتدال کی رعایت سے زیادہ خاطر کے اعتدال کی رعایت کی جائے۔ کیونکہ خون فاسد بدن کا مفسد ہے اور بجز اس کے خارج کرنے کے اور کوئی تدبیر اس کی اصلاح کی نہیں ہے ایسے ہی فکر فاسد جس پر کدورت غالب ہوگئی ہے یعنی ذات الٰہی میں فکر کرنا یہ نفس کا مفسد ہے مثل خون فاسد کے پس اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کی رگیں اور شاخوں کو صحیح قلب سے بالکل کاٹ کر جڑ سے اکھیر دیا جائے۔ اس لئے کہ فکر کا فساد خون کے فساد سے بدرجہا بڑھکر ہے۔ خون کثیف اور ردّی غذاؤں کے کھانے سے فاسد ہوجاتا ہے۔ اور فکر انسانی جاہلوں کی جھوٹی باتوں اور گمراہوں کی گفتگو سے فاسد ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اسی حکمت سے خداوند تعالیٰ نے خبائث کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ[1] اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیتا ہے۔ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ حلال چیزوں کو کھاؤ یعنی کلمات حق سنو۔ اور قول صدق کی پیروی کرو اور یہ وہ کلام موزون ہے۔ جس کو عقل قبول

---

[1] یعنی شیطانی وسوسوں کی پیروی نہ کرو۔

کرتی ہے۔ اور شرع نے اسی کا حکم فرمایا ہے بخلاف اقوال ملحدین اور جہال کے کیونکہ یہ فکر اور خاطر کو فاسد کرتے ہیں۔ اور وارد غیب ان کے سبب سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور حرم نفس اور ذات قلب کو نقصان پہونچاتے ہیں۔

خواطر کے اندر فکر اس طرح جاری ہوتا ہے جیسے رگوں میں خون۔ کہتے ہیں کہ طبیب وہی ٹھیک ہو جو فصاد بھی ہو۔ کیونکہ جس وقت بیمار کے پاس آئے۔ اور خون کا غلبہ دیکھے فوراً فصد کھول دے اور فصد کھولنے کے متعلق سب سامان اُس کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ اسیوقت فصد کی جگہ کو درست کر دے اور فاسد خون کے خارج ہونے کے بعد باقی خون کو ادویہ مسکنہ سے روک دے۔ کیونکہ جب خون فاسد ہوتا ہے۔ اور پھر فصد کھولی جاتی ہے۔ تب فصد کے بعد بھی فساد کا اثر باقی خون میں قائم رہتا ہے۔ مگر فصد کے سبب سے کم رہجاتا ہے جس کی تدبیر ادویہ مسکنہ و ملطفہ سے کرتے ہیں

بالکل یہی بارکی ہے۔ جس کے سبب سے مرشد کامل اپنے مرید کو سخت ریاضت اور مشقت کا حکم فرماتے ہیں۔ اور ترددات سے خاطر کے بچانے اور فکر کو راہ حق کے انحراف سے محفوظ رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور قلب سے بشری وسواس اور شیطانی خطرات اور فکر سے حبّ دنیا کے نکالنے کا ارشاد کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں بمنزلہ خون فاسد کے ہیں جس کو رگوں سے تنقیہ کے بعد نکالا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کو ذکر الٰہی کی مداومت کا حکم کرتے ہیں۔ جو بمنزلہ اس فاسد خون کی تسکین کے ہے جو رگوں میں باقی رہ گیا ہے۔

پھر جب یہ خون ذکر کی کثرت سے تسکین پاکر عمدہ ہو گیا۔ اُس وقت اس کو عالم غیب میں فکر کرنے اور عالم شہادت کے ساتھ اعتبار کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ جب مرض فصد و تنقیہ کے ساتھ زائل ہو گیا۔ اور پرہیز کے دن بھی گذر گئے۔ تب اس کے بعد اپنے مطلوب کی درمیانی چال سے کوشش کرنی چاہیئے۔

پس اے طالب ہماری اس طب میں تأمل کر اور جان لے کہ فکر کا فساد بہت بڑا

ہے۔ تیرا فکر اُس سُوء مزاجی سے پیدا ہوگا۔ جو تیرے ذہن میں ظاہر ہوئی اور سوء مزاجی کثیف اور خبیث کھانے اور ایسی غذا سے پیدا ہوتی ہے۔ جو طبیعت کے موافق نہیں ہوتی پس تجھ کو فضول باتوں کا قلب سے خارج کرنا ضروری ہے۔ جیسے کہ فصد سے رگوں کا خون خارج کیا جاتا ہے۔ اور جب دماغ یا سر میں حرارت ہو جاتی ہے۔ تب قیفال کی فصد کا حکم کرتے ہیں۔ اسی سبب سے خداوند تعالیٰ نے بھی تجھکو حواس کے تئیں محرمات سے محفوظ رکھنے اور اپنی خطاؤں پر رونے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ رونا بمنزلہ قیفال ہے۔ اور جب تمام بدن کے تنقیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تب اکحل کی فصد لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ نہر بدن ہے۔ اسی واسطے شرع شریف نے بھی تم کو حب دنیا جو سب خطاؤں کی سردار ہے۔ اُس کو اپنے دل سے جو نہر بدن ہے خارج کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور حرص کے خون فاسد کو توکل اور قناعت کی نشتر سے نکال ڈال۔ پھر خواطر ردیہ اور اخلاق خبیثہ کو مسکنہ ادویات سے دفع کر جیسے تسلیم اور رضا بالقضا اور یقین اور احکام آلہی پر نظر رکھنا ہے۔ معلوم ہو کہ تمام عروق اور شرائین مع اپنی کل اقسام کے اطبار کے نزدیک تین سو ساٹھ کے قریب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کر کے اس کے برجوں کے بھی تین سو ساٹھ حصے کئے ہیں۔ چنانچہ احکام انہیں آسمان کے درجوں سے جاری ہوتے ہیں۔ اور خون تیرے رگوں کی نہروں میں نہر قلب سے جاری ہوتا ہے۔ یعنی قلب ہی سے خون بواسطہ عروق و شرائین تمام بدن میں پہنچتا ہے۔ اے طالب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو نظر آلہی کے ساتھ مفسدات کے تسکین دینے سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنظُرُ اِلٰی قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ ثَلٰثَمِائَۃٍ وَّسِتِّیْنَ نَظْرَۃً فِیْ کُلِّ نَظْرَۃٍ یُبْدِئُہٗ وَیُعِیْدُہٗ یعنے اللہ تعالیٰ ہر مومن کے قلب کی طرف روز مرہ تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر نظر میں ابتدا اور اعادہ کرتا ہے۔ اور یہ محض اُس کی اپنی مخلوق کے ساتھ محبت کا باعث ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ خدا کی نظر محدود یا منقطع یا متصل نہیں ہے بلکہ اُس کی مثال درجات فلک کی سی ہے۔ کیونکہ فلک کے وجوہ فوائد اور تاثیرات کے ساتھ منقسم ہیں اور اُن کے خطوط منجمین کے ذہنوں میں تقسیم کے ساتھ جمع ہوئے ہیں۔ حالانکہ

حقیقت میں فلک انقسام اور تجزی کے قابل نہیں ہے۔ پس اسی طرح نظر الٰہی کے فوائد تیرے قلب میں تیرے خون کے ساتھ منقسم ہو کر تیری رگوں میں جاری ہوتے ہیں۔ اور ان رگوں ہی ذریعے سے نظر الٰہی کا فائدہ تیرے بدن کے تمام اعضاء کو پہنچتا ہے۔

نظر الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ قلب کو زندہ کرنا اور روح کو مدد پہنچا کر جوہر نفس کو اسباب مذکورہ اور آلات مشہورہ کے ساتھ کامل کرنا۔

تیرے قلب کو خداوند تعالیٰ نے عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اس کو ایک حکمت عظیمہ کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور بدن انسانی کی ترکیب میں جس قدر عروق اور عضلات اور اعصاب رکھے ہیں۔ وہ سب تعداد میں کواکب آسمانی سے موافق ہیں۔ یا ان سے زیادہ ہیں۔ اور ہڈیوں کو بدن کی کڑیاں بنایا ہے۔ پھر تجھ سے بندگی کی خواستگاری کی ہے۔ اور میدر ربوبیت میں مفاصل کے ساتھ تجھ کو مقید کیا ہے۔

پس اے طالب حکمت الٰہی میں غور سے دیکھ کہ روح لطیف کو اس نے کس واسطے اس ہیکل کثیف میں رگ پٹھوں کی زنجیروں کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور پھر ان قفلوں کو کس طرح سے اس نے اغیار کے کھولنے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور بے شک یہ قفل اس نے اپنے اسم اعظم کے ساتھ لگائے ہیں۔ پس تو بھی بجز اس کے اسم اعظم کے اور کسی چیز سے اُن کو نہ کھول۔

اور اپنے قلب کی کثرت اور قلت دونوں باتوں سے حفاظت کر کیونکہ خون کی قلت حرارت غریزی کو بجھا دیتی ہے۔ اور خون کی کثرت اصلی حرارت کو فاسد کر دیتی ہے چنانچہ ان دونوں حالتوں میں تیرا قلب ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس اعتدال کے ساتھ اس کی حفاظت کر یعنی بیماریوں کی گفتگو سے پرہیز کر اور اطاعت خدا اور رسول کے حلقہ میں اپنی صحت کو محفوظ کر کیونکہ صحت اور غنیمت کا یہی ایک راستہ ہے۔ باقی اس کے سوا سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اگر تو اس راستہ کو اختیار کریگا۔ تو بجز حسرت اور ندامت اور محرومیت کے اور کچھ تجھ کو حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر اس سے تو پرہیز کرے گا۔ تو بیشک جنت میں داخل ہو کر روح و ریحان اور نعیم رضواں پائے گا۔

تیسرا باب

نبض اور اسکی کمیت اور کیفیت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل نبض کے بیان میں معلوم ہو کہ اللہ تعالی نے جب ہیکل انسانی کو مرکب کیا اور اس کے قالب کی عمارت کو تیار کیا سلطان روح کو تخت قلب پر متمکن کیا اور قلب کو سرچشمہ زندگانی ٹھہرایا۔ اور حس و حرکت کی قوتیں اس سے ظاہر فرمائیں۔

معلوم ہو کہ باطن یعنی ظاہر جلد کے ساتھ پوشیدہ ہے اور دونوں قلب کے ساتھ متعلق ہیں۔ کیونکہ قلب ہی بادشاہ ہے اور جگر بمنزلہ وزیر کے ہے۔ اور حواس اور اطراف اور اعضاء اور آلات سب بمنزلہ رعایا یا خدم کے ہیں۔ اور باطن یعنی اندرون جسم ہی میں خیر اور شر اور نفع اور ضرر اور الم و صحت اور تغیر و استحالہ وغیرہ کے کل معاملات واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب ان انفعالات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو قلب اور جگر پر اخلاط اربعہ کے اختلافات احوال سے حادث ہوتے ہیں اور صحت کو حفظ بدن کی اور مرض کو دفع ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر جو چیز کہ اندرون جسم میں واقع ہوگی۔ طبیب معالج کے حواس اس کو کیسے دریافت کر سکینگے اور جب تک کہ وہ مرض کو نہ معلوم کرے۔ علاج کیسے کر سکتا ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالی نے اپنی حکمت لطیف اور کمال رحمت سے ظاہر جسم میں باطن جسم کا حال معلوم کرنے کی دو دلیلیں ظاہر قائم کیں۔ اور دو عادل گواہ مقرر کیئے تاکہ طبیب کل حالات معلوم کرنے کے واسطے ان کی طرف رجوع کرے۔ اور حقائق افعال کی ان سے خبر لے اور وہ دونوں گواہ نبض اور قارورہ ہیں۔ قارورہ جگر کی خبر دیتا ہے اور نبض قلب کی خبر دیتی ہے۔ مگر نبض قارورہ سے افضل ہے۔ اور قارورہ کو تفسیرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ احوالات جگر کی تفسیر کرتا ہے۔ اور اس کے اوصاف و امراض و اعراض سب کو بیان کرتا ہے۔

قارورہ کے واسطے دلائل اور کمیات اور کیفیات الوان واوضاع وغیرہ سے بہت ہیں۔ اور اس کی حرقت اور حدّت اور غلظت اور رقت اور مقدار یہ سب دلائل ہیں جو ایک حالت مخصوصہ کو ظاہر کرتے ہیں تفصیل اس کی نہایت طویل ہے۔ جس کو منظور ہو۔ قانون میں دیکھ لے۔

نبض قلب کی شاہد ہے۔ اُسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اُسی کی حالت بیان کرتی ہے اور یہ ایک رگ ہے جو قلب سے پیدا ہو کر تمام بدن میں رہتی ہے۔ اس کی شاخیں بہت ہیں۔ اور سب شریانات ہیں اور سب کی ابتدا قلب سے ہے۔ ان میں سے دو شاخیں پیروں کے نیچے چلی گئیں ہیں۔ اور دو دماغ کے اوپر چڑھ گئی ہیں۔ اور دو ہاتھوں کی طرف گئی ہیں اور اور بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ان میں سے نکلی ہیں۔ اور ان سب شرائن میں زیادہ قوی اور ظاہر اور قلب کے حال کی بتلانے والی یہی دو رگیں ہیں۔ جو ہاتھوں کے اوپر حرکت کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں جو کچھ حال ہو بتلاتی ہیں اور ان کا فائدہ ظاہر اور ان کی دلالت نہایت زبردست ہے۔ یہ دونوں قلب سے پیدا ہو کر ہاتھوں کی طرف جاری ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ جب یہ ہاتھ کے سر پر پہونچیں جو نبض دیکھنے کی جگہ ہے وہاں ان کی حرکت رحمت خدا سے ظاہر ہوئی تاکہ ان کے ذریعہ سے قلب کا حال معلوم ہو۔ اور طبیب مرض کی حالت ان سے معلوم کرلے اور طالب کو ان سے قلب کے اخبار کی خبر پہنچے۔ پس نبض عمدہ دلیل اور زبردست احساس کرنے والی ہے۔ باطن قلب سے خبر دیتی ہے۔ اور قارورہ عمدہ شاہد ہے۔ جو جگر کے اسرار کھولتا ہے۔ اور جگر ہی طبیعت کا محل ہے اور قلب روح کا منبع ہے۔ اور نبض قلب کی وکیل ہے۔ اور قارورہ جگر کا وکیل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ چھوٹی چیز سے بڑی چیز کی خبر دیتا ہے یہی اس کی وحدانیت کی دلیل ہے اور اس کی معرفت کا شاہد ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

ـــــــ

۱؎ قانون شیخ الرئیس بو علی سینا ؒ

عارف جب نبض کے حال میں تامل کرتا ہے۔ اور اس کی حرکات کو پہچانتا ہے۔ تو جان لیتا ہے کہ ایک ضعیف رگ خفیف حرکت کرنیوالی کثیف کس طرح اپنی حرکات مختلفہ سے پوشیدہ احوال کی خبر دیتی ہے۔ جس سے توحید کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ نبض قلب کی دلیل ہے۔ اور قلب عالم کی نبض ہے۔ پس جس طرح کہ قلب کا حال نبض سے معلوم ہوتا ہے۔ اسیطرح عالم کا حال قلب سے معلوم ہوتا ہے۔

حکیم شیخ الرئیس فرماتے ہیں۔ قلب تمام بدن کا شریان ہے۔ اور شریان قلب عضو ہے پس ایسے ہی شریان عنوان قلب ہے۔ اور قلب عنوان عالم ہے۔ چنانچہ علم ظاہر میں نبض قلب پر دلالت کرتی ہے۔ اور علم حقیقت میں قلب تمام مخلوقات پر دلالت کرتا ہے۔ پس وہ کائنات کی نبض ہے۔ اور اسی طرح سورۂ یٰس نبض قرآن ہے جو تمام قرآن شریف کی خبر دیتی ہے۔ چنانچہ انہیں معنوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ فِیْ جَسَدِ الْاٰدَمِیِّ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ بِھَا سَائِرُ الْبَدَنِ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ یعنی جسم انسان میں ایک پارۂ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو اس کے سبب سے تمام بدن درست ہوتا ہے۔ جان لو وہ پارۂ گوشت دل ہے۔ پس نبض کی حرکات مثل ہیجان قلب کے ہیں۔ جو بدن کے تمام احوال سے خبر دیتی ہیں۔ ایسے ہی قلب کا ہیجان احوال ملکوت کی خبر دیتا ہے۔ نبض کی جگہ دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اور قلب کی جگہ (رحمٰن کی) دو انگلیوں میں ہے۔

طبیب جب نبض دیکھے تو اُس کو ہاتھ کے کنارہ پر نبض کی رعایت کرنی واجب ہے ایسے ہی طالب کو مراقبہ کے وقت صحیح قلب پر خواطر کا تتبع کرنا لازم ہے۔ پس قلب بدن کی نبض ہے۔ اور خواطر اس کی اقسام حرکات ہیں۔ اگر یہ تمام باطن کی خبر دینے والی نبض نہ ہوتی تو آفتیں غالب ہوکر قالب کو امراض داخلہ کے ساتھ تلف کر دیتیں۔ اور اُس وقت نہ معالج کا علاج چلتا نہ طبیب کی طب بکار آمد ہوتی۔

پس حکمت الٰہی کو دیکھو کہ اُس نے کس طرح بدن کے اندر سے دو نہریں ہاتھوں کی طرف جاری کی ہیں۔ اور پھر اُن میں قلب سے خون جاری کیا ہے۔ تاکہ خون صمیم قلب

یں اس طرح حرکت کرے جیسے دریا میں پانی لہریں مارتا ہے۔ اور حیاۃ اس کے اندر سمندر کے پانی کی طرح سے لہریں مارے۔ تاکہ خون کی کثرت پیدا ہو جیسے کہ دریا کے جوش سے موجیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور نبض کے مقام پر جزر و مد کی طرح سے اضطراب اور اختلاف ظاہر ہوں جیسے کہ تموج کے وقت دریاؤں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور نفس میں قبض و بسط کا ہونا بالکل دریا کے جزر و مد کی مثل ہے۔ اور بعض کا ہاتھ بعض کے اوپر ہے۔ اور ظاہر باطن کی خبر دیتا ہے۔ اور سب اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ بیشک اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی کے قبضہ میں آسمان و زمین کا ملک ہے۔ اور اسی کی طرف کل امر کا رجوع ہے پس اُس کی عبادت کر۔ اور عبادت پر قائم رہ اور اسی پر بھروسہ کر اور (جان لے کہ) تیرا رب بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے۔

دوسری فصل اُس کی کمیّات اور کیفیّات میں

معلوم ہو کہ قلب ایک روشن چراغ ہے جس میں زندگانی کی آگ روشن ہوتی ہے اور یہ آگ ہمیشہ اسی بات کی محتاج ہے۔ کہ اُس کو باہر سے تسکین دی جائے۔ اگر یہ تسکین منقطع ہو جائے تو شدۃ حرارت سے قلب جل جائیگا۔ اور یہ تسکین سانس کے ساتھ باہر سے ٹھنڈی ہوا کا جذب کرتا ہے۔ ہوا بھی بمنزلہ پانی کے غذا میں داخل ہے۔ پانی اس واسطے ہے کہ اس کے سبب سے طعام لطیف و رقیق ہو کر جگر کی رگوں میں پہنچایا جائے اور اندرون جسم کو فضلات ردّیہ سے دھو کر صاف کر دیا جائے اور طبیعت کو تسکین دی جائے ایسے ہی ہوا قلب کے استنشاق اور سینہ کو فضلات خبیثہ سے دھونے اور روح کو ٹھنڈک پہونچانے اور حدت حیاۃ کو تسکین دینے اور قلب کی آتش مشتعلہ کے اعتدال کی حفاظت کرنے کے واسطے ہے اور جس طرح کہ کھانا معدہ سے جگر میں پانی کی وساطت سے پہونچتا ہے۔ ایسے ہی شرائین میں خون قلب سے پہنچکر سانس کی وساطت سے حرکت کرتا ہے۔ سانس کی پیدائش پھیپھڑے میں ہوتی ہے۔ اور یہ اس ہوا سے پیدا ہوتا ہے۔ جو موُنہ کے راستہ سے قلب کے اندرونی حصہ میں پہنچتی ہے پس یہ سانس کی آمد برآمد ہی رگوں میں خون

کا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اور انقباض و انبساط کی دو حرکتیں اس سے حادث ہوتی ہیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ جو چیز ایک حال سے دوسرے حال کی طرف حرکت کرے گی۔ پس اُن دونوں حرکتوں کے درمیان میں سکون ضرور ہوگا۔ پس اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ کہ انقباض اور انبساط کی دونوں حرکتیں مع ان کے سکون کے ایک حرکت ہے۔ اور یہ روح سے جو مرکب ہے۔ انقباض اور انبساط ہے۔ اور نظر اس میں بالکلی طور سے ہے یا جزوی طور سے۔ جیسا کہ اطبار نے بیان کیا ہے۔

اطبا نبض کے حالات دس اجناس سے معلوم کرتے ہیں۔ ایک جنس وہ ہے۔ جو مقدار انبساط سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو کیفیت قرع حرکت سے انگلیوں کو معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو ہر حرکت کے زمانہ سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے۔ جو قوام آلہ سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے۔ جو خلار اور امتلار سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو نبض کے گرم یا ٹھنڈا معلوم ہونے سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس نبض کے استوا اور اختلاف سے اور ایک جنس نبض کے نظام میں اختلاف یا نظام کے چھوڑ دینے سے لیجاتی ہے۔ اور ایک جنس وزن سے لیجاتی ہے۔

وہ جنس جو مقدار نبض سے لیجاتی ہے۔ وہ اپنی تینوں مقداروں یعنی طول اور عرض اور عمق سے دلالت کرتی ہے۔ پس یہ نبض کے نو حالات بسیط ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے طویل۔ قصیر معتدل عریض۔ ضیق۔ معتدل منخفض۔ مشرف۔ معتدل۔ اور جو نبضیں کہ ان سے مرکب ہوتی ہیں۔ اُن سے بعض کے نام ہیں۔ اور بعض کے نام نہیں ہیں۔ پس طویل وہ ہے۔ جس کے اجزار طول میں زیادہ ہوں۔ اور جس کے اجزا طول اور عرض اور ارتفاع میں زیادہ ہونگے۔ اس کا نام عظیم ہے۔ اور جو نبض ان سب باتوں میں کم ہے اس کا نام صغیر ہے۔ اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ معتدل ہے اور جو نبض عرض اور ارتفاع میں زیادہ ہے۔ اس کا نام غلیظ ہے۔ اور جو عرض و ارتفاع میں کم ہے۔ وہ دقیق ہے۔ اور جو ان میں درمیانی درجہ کی ہے۔ وہ معتدل ہے۔

اور وہ جنس جو زمان حرکت سے لی جاتی ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ سریع

بطی۔ معتدل۔ اور وہ جنس جو کیفیت قرع عرق سے لیجاتی ہے۔
اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ قوی ضعیف معتدل۔ اور وہ جنس جو قوام آلہ سے لی جاتی ہے
اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ لین۔ صلب۔ معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے خلاء اور امتلاء
سے لیجاتی ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں ممتلی خالی معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے گرم
یا ٹھنڈا معلوم ہونے سے لیجاتی ہے۔ اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ حار۔ بارد۔ معتدل
اور وہ جنس جو زمان سکون سے لیجاتی ہے۔ اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ متواتر۔ متفاوت
معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے استوا اور اختلاف سے لیجاتی ہے۔ وہ یا تو مختلف مستوی
ہے۔ یا مختلف غیر مستوی ہے۔ اور وہ جنس جو نظام اور غیر نظام سے لیجاتی ہے۔ وہ یا مختلف
منتظم ہے یا مختلف غیر منتظم اور جب تم جنس مستوی اور مختلف کو جان لوگے تو دسویں جنس
کا حال خود تم کو معلوم ہو جائیگا۔

یہ بھی جان لینا چاہیے۔ کہ نبض میں موسیقاری طبیعت ہے یعنی جس طرح کہ قانون موسیقی
راگ کے آثار چڑھاؤ اور حدت وثقل سے مرکب ہوتا ہے اسیطرح نبض کا حال ہے۔ پس
نبض کی نسبت زمانی سرعت اور تواتر میں راگ کی نسبت ایقاعی ہے۔ اور نبض کا مقام
میں قوی یا ضعیف ہونا راگ کی نسبت تالیفی ہے۔ پس جیسے کہ راگ کے ایقاع اور نغموں
کی مقدار کے زمانے کبھی متفق اور کبھی غیر متفق ہوتے ہیں ایسے ہی نبض کے اختلافات کبھی
منتظم اور کبھی غیر منتظم ہوتے ہیں۔

اور نیز قوت اور ضعف اور مقدار میں نبض کے حالات کبھی متفق اور کبھی مختلف ہوتے
ہیں تفصیل ان کی طویل ہے جس کو منظور ہو قانون میں دیکھ لے۔ اور وہ جنس جو وزن
سے لیجاتی ہے۔ وہ بقیاس چاروں زمانوں کی نسبت مقدار سے ہے۔ جو دونوں حرکتوں اور
دونوں وقفوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

نبض مرکب کی اقسام یہ ہیں عوالی یہ وہ نبض ہے جس کی حرکت جزو واحد کے
اختلاف سے پیدا ہوتی ہے۔ نملی یہ بہت ہی چھوٹی نبض ہے اور تواتر اس میں زور کے
ساتھ ہوتا ہے۔ منشاری یہ موجی کے ساتھ شہوق اور عرض اور تقدیم وتاخیر میں اختلاف

اجزا اس کے ساتھ مشابہ ہوتی ہے۔ اور انہیں مرکبات میں سے ایک ذنب الفار ہو اور منتلی ہو اور ذوالقرعین ہے۔ اور ذوالفترہ ہے جو وسط میں واقع ہوتی ہے۔ اور انہیں میں سے نبض مسنح اور نبض مرتعش اور نبض ملتوی ہے۔ یہ سب نبضیں نبض کلی کی جزویات ہیں جو شخص نبض کلی کو جانتا ہے وہ ان کا بھی عالم ہے۔ پھر ان کی تدبیریں ان کے اختلاف اخزار کے موافق مختلف ہوتی ہیں۔ نبض کی اصل محض انقباض اور انبساط ہے۔ جن کے درمیان میں قلب کا خون شریان کے اندر موج زن ہوتا ہے۔

اکثر اطبا ایسے ہیں کہ فقط مرض کو معلوم کر کے نبض کی حقیقت کو محسوس نہیں کرتے بلکہ اسرار علم سے غافل ہو کر اپنے ظاہر علم پر قناعت کر لیتے ہیں۔ عقلمند کو چاہیے کہ طبیب حاذق نبض کے حالات اور اس کی کیفیات وکمیات کے جاننے والے ہی کے قول پر اعتماد کرے۔ نیم حکیم خطرہ جان کے قول کو ہرگز نہ مانے۔ کیونکہ علم طب میں خطا کا واقع ہونا بڑی بھاری اور سخت آفت ہے۔ بہ نسبت اور علموں کے خطا کے سوا ایک علم شریعت کے کیونکہ علم شریعت اور علم طب قریب قریب ہیں۔ علم شریعت علم ادیان ہے۔ اور علم طب علم ابدان ہے۔ اور ابدان ہی مواضع ادیان ہیں۔ یعنی ابدان ہی ادیان کی جگہ ہیں اور ادیان اس کے اندر موضوع ہیں جب تک جگہ کی حفاظت نہ ہوگی۔ اس کا موضوع کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

تیسری فصل نبض کی حقیقت اور اس کے اشارات میں

معلوم ہو کہ قلب کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے یعنی ایک نام ہے اور ایک حقیقت ہے پس ظاہر قلب جو چیز ہے۔ وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو سینہ میں بائیں طرف لگا ہوا ہے۔ یہی حیات کا سرچشمہ اور روح حیوانی کا محل اور مقام ہے اور اسی سے تمام اعضا میں حس وحرکت جاتی ہے۔ اور قلب کی حقیقت وہی عقل ربانی جوہر لاثانی موضوع ہے اور وہی خدا کا خلیفہ اور رتبہ انسانیہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی نفس ناطقہ اور نفس مطمئنہ ہے اور اسی سے حدس اور ہمت اور فکر برابر ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے گوشت کے ٹکڑے یعنی ظاہر قلب میں نبض کو پایا ہے جو اس کے حالات پر دلالت کرتی ہے

اور اس کے واسطے علامات اور کمیات ہیں ایسے ہی حقیقت قلب کو بھی ہم نے حقیقت ایمان کی نبض پایا ہے۔ اور اس کی بھی اوقاتِ مختلفہ کی رُو سے مختلف کیفیات و کمیات ہیں۔ اور جیسے کہ بدن کی نبض کے احوال وقت اور عمر کی حیثیت سے مختلف ہوتے ہیں یعنی بچپن اور جوانی اور بڑھاپے میں اور شہروں اور اقلیموں کے حساب سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا ایک خاص حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ شہر کی نبض وہاں کی ہوا کے تابع ہوتی ہے۔ اور ہوا کا حال وہاں کے لوگوں کی نبض سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر شہر کی نبض اپنی آب و ہوا پر دلالت کرتی ہے۔ اور نیز مرد اور عورت کی نبض بھی ضعف اور قوت کے ساتھ مختلف ہوتی ہے۔ پس ایسے ہی جواہر قلوب اور ضربان نفوس عالمِ ملکوت میں ادراکات علوم اور استقاضاتِ غیب کے اندر اختلاف اوقات کے ساتھ مختلف ہوتے ہیں۔ کسی وقت خون محبت کے جوش زن ہونے سے اُس کی قوت تیز ہو جاتی ہے۔ اور کسی وقت قہر خشیۃ اور شدۃ ہیبت سے اُس پر ضعف طاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے۔ کہ خوف الٰہی صحت ایمان کی دلیل ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی نبضیں مضطرب ہو کر شدت شوق کے ساتھ حرکت کرتی ہیں وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا اور جب اُس کی آیتیں اُن پر پڑھی جاتی ہیں۔ اُن کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں یہ زیادتی کی حرکت بسط کی ہے۔ اور وہ خوف کی حرکت قبض کی تھی۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ انقباض و انبساط کی دونوں حرکتوں کے درمیان میں سکون کی حالت ہے۔ اور نبض کا اسم حرکت اور سکون دونوں حالتوں پر صادق آسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اب یہاں نبض کی اقسام کو اس طرح معلوم کرنا چاہیے کہ جنس نبض طویل یہاں قلب کا خوف ہے۔ اور اُس کی تین قسمیں ہیں نبض وجل (یعنی خوف) نبض رجا (یعنی امید) نبض توکل۔ پس نبض وجل قصیر سریع ہے۔ اور نبض رجار طویل شاہق ہے۔ اور نبض توکل

ان دونوں کے درمیان میں معتدل ہے۔ نبض وجل بچوں کی نبض پر دلالت کرتی ہے۔ اور نبض رجا بوڑھوں کی نبض پر اور نبض توکل جوانوں کی نبض پر جو فصل ربیع کے مقابلہ میں ہیں یعنی جیسے کہ فصل ربیع میں موسم معتدل ہوتا ہے۔ ایسے ہی جوانوں کا مزاج بھی معتدل ہے۔

نبض کی حقیقت قلب کا عزم ہے۔ اور قلبوں میں تفاوت ہے۔ اور تفاوت میں اختلاف ہے اس سبب سے نبضوں میں بھی اختلاف ہے۔ اور اسی صورت سے نبض مرکب پیدا ہوتی ہے۔ یہی قول اسلام کا ہے۔ اور نبض بسیط قلب کی تصدیق ہے۔ جس سے دس قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے فصل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

عزم نبض طویل ہے۔ تمنا نبض قصیر ہے۔ ہمت نبض قوی ہے۔ حرص نبض ضعیف ہے اور عقل کا حس پر غالب ہونا اور علوم خفیہ کے حقائق کا ظاہر ہونا اور توکل جو بین الخوف و الرجا ہے اور تسلیم جو قدر اور جبر کے وسط میں ہے اور رضا بالقضا جو خیر و شر کی دونوں حالتوں میں کے بیچ میں ہے اور میزان شرع میں حرکات کا وزن اور جیسا کہ تم جان چکے ہو کہ نبض اور حرکات اوتار میں موسیقی مناسبت ہے۔ پس یہی حقیقت باطن قلب ہیں روح کے سماع کے ساتھ لذت حاصل کرنے کے وقت پائی جاتی ہے۔ اور یہی ضربان قلب کی نسبت ہے حرکت اوتار کے ساتھ اور ادراکات قلب اور نغمات موسیقی میں موافقت حفظ نقل اور آلہ موسیقی کے بجانے اور طول اور قصر اور ضعف اور قوت کی خواطر قلب کے اندر حفاظت کرتے ہیں ہے۔ کیونکہ ہم بعض قلب ایسا پاتے ہیں جو پل زدن سے بھی پہلے ملکوت کی سیر کر لیتا ہے۔ اور بعض قلب ایسا ہوتا ہے کہ تمام عمر میں بھی اس کو ایک نظر نصیب نہیں ہوتی۔

پس نبض کی جنسیں بھی دس ہیں۔ اور قلب کی خواطر بھی دس ہیں اور ان کی مرکبات بھی دس ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اسلام کے دس حصے ہیں جس کو ان میں سے ایک حصہ بھی نہ نصیب ہوا۔ وہ نہایت نقصان والا ہے۔ یہ حدیث کتابوں میں پوری منقول ہے۔ پس جیسے کہ مردہ کی نبض حرکت نہیں کرتی۔ ایسے

ہی جاہل کے دل میں خدا کا خطرہ نہیں گزرتا۔ کیونکہ جہالت موت سے زیادہ سخت ہے اور خطرہ نبض سے زیادہ تیز ہے۔ اور علم زندگانی سے بہتر ہے یعنی بہائم کی زندگانی سے کیونکہ انسانی زندگانی بغیر علم کے حاصل نہیں ہو سکتی اور علم کی روح معرفت کو خاطر کی رگ میں پہونچا دیتی ہے۔ کیونکہ خاطر قلب کی شریان ہے اور قلب ہی سے نسبت خداوندی اُس کے اندر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرکت سے توفیق آتی ہے اور معرفت کی صحت اور فکر کا مرض سب اسی سے معلوم ہوتا ہے اور زندہ آدمی کی نبض کی طرح اس کی حرکت کے ضعف اور قوت کا اختلاف بھی ہوتا رہتا ہے۔ جاہل کے قلب میں خاطر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مردہ کی مثل ہے جس کی نبض نہیں ہوتی پس یہ مردار ہے۔ اُس کا کھانا حلال نہیں مگر اُس شخص کو جو سخت فاقہ میں گرفتار ہو فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ یعنی جو شخص کہ مخمصہ میں گرفتار ہو اور گناہ کا قصد نہ رکھتا ہو اُس کو مردار کا کھانا جائز ہے۔ مگر شکم سیر ہو کر نہ کھائے۔ بلکہ رفع اشتہا کرلے۔ تاکہ زندگانی قائم رہے چنانچہ تمام علوم بمقابلہ علم حقیقت کے مثل مردار کے ہیں۔ ان کا حاصل کرنا محض رفع ضرورت کے واسطے جائز ہے۔ اور یہ علم یعنی علم حقیقت بغیر نبض معتدل کے حاصل کیے جو مستوی اور مختلف کے درمیان میں ہے حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ نبض بغیر شرک خفی کے معدوم کیے حاصل نہیں ہوتی۔ اور شرک خفی نبض نملی سی حرکت کرتا ہے۔ جس سے ظن اور شک کے درمیان میں علم کا تردد مراد ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت میں شرک اندھیری رات میں چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوگا۔ پھر جب یہ علم حقیقی حاصل ہوا۔ اور قلب کی آنکھ کھل گئی۔ تب وہ اشیاء کی حقیقت دیکھ لیگا۔ اور جہالت کے ہاویہ سے نجات پائیگا۔

پس اے طالب تحقیق حق کے حرص کرنیوالے ہم نے جو نبض کے حالات ذکر کیے ہیں ان کو اعتبار کر اور فرض ونفل میں تمیز حاصل کر اور طول وعرض میں غور کر۔ اور جان لے کہ قلب بدن کا بادشاہ ہے اور نبض اس کی معرفت ہے اور اسکی صحت کی مدعی ہے۔ اور اعمال صالحہ نبض حقیقی سے صادر ہونے والی دلائل ہیں وہ نبض حقیقی جو خواطر

نفسیہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور خواطر نفسیہ بحر عقل میں علم و معرفت کے موجزن ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ نبض انقباض اور انبساط کی دونوں حالتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس نبض کو تلاش کرو۔ اور صبر کی تعلیم دو۔ اور خدا سے ڈرو تاکہ فلاحیت پاؤ۔

چوتھا باب

امراض اور ادویہ کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل جسمانی امراض اور ان کی دوائیں کے بیان میں اور اس فصل میں دو طرفیں ہیں

پہلی طرف علل اور امراض کلیہ کے بیان میں معلوم ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو دو مختلف جوہروں سے پیدا کیا ہے۔ ایک جوہر جسمانی ہے۔ جو استحالہ اور فساد اور تحلل و تخلل کے قابل ہے۔ اور اسی پر امراض اور آلام اور علل کے عوارض وارد ہوتے ہیں اور دوسرا جوہر روحانی لطیف کامل عاقل عالم ناطق ہے۔ اس کے امراض بھی روحانی ہیں جن کو ہم عنقریب بیان کرتے ہیں۔ جسمانی امراض بعض ایسے ہیں۔ جو ظاہر جسم میں واقع ہوتے ہیں۔ اور بعض باطن جسم میں اور بعض ظاہر و باطن دونوں میں واقع ہوتے ہیں۔ وہ امراض جو ظاہر جسم میں باطن جسم کی مشارکت سے واقع ہوتے ہیں مثل زخم اور پھوڑے پھنسی وغیرہ کے ہیں اور وہ امراض جو باطن جسم میں ظاہر جسم کی مشارکت سے واقع ہوتے ہیں مثل درد سر اور درد جگر وغیرہ کے ہیں اور وہ امراض جو ظاہر اور باطن دونوں میں واقع ہوتے ہیں۔ مثل گرم و سرد بخار کے ہیں اور جس بخار کے شروع میں گرمی محسوس ہوگی، وہ صفراوی یا دموی ہوگا اور جس کے شروع میں سردی محسوس ہوگی وہ بلغمی ہوگا۔ مگر اُن کی تفصیل کا بیان کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ میرا مقصد روحانیات کے متعلق بحث کرنا ہے۔ چنانچہ ان کے مقابلہ میں حسب موقعہ اُنکی تفسیر کرونگا اور باطنی بخار کا بھی اُس کی جگہ میں ذکر کرونگا۔

جسم انسانی میں جس قدر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اُن اعضا کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جن سے اُن کی ابتدا ہوتی ہے۔ پس ہم پہلے سر کی بیماریوں کو بیان کرتے ہیں کیونکہ سر سب اعضا میں اشرف اور بلند مرتبہ ہے۔ اور اُس میں نقص کا واقع ہونا اوحد خطرناک ہے۔ کیونکہ محض ایک سَر اکثر حواس کو شامل ہے۔ اور بہت سے قوائے انسانیہ اس کے اندر ہیں۔ اور اس کی آفات بھی بہت ہیں۔ بعض جزویہ اور بعض کلیہ جزویہ تو وہ ہیں جو سر کے اندر کسی خاص جگہ پیدا ہوں سارے سر میں نہ ہوں۔ مثلاً آنکھ میں تکلیف ہو جائے اور ناک میں نہ ہو یا ناک میں ہو اور آنکھ میں نہ ہو داخل سر میں کوئی جزوی آفت پہنچے مثلاً فکر کا آلہ بیکار ہو جائے یا ذکر کا بیکار ہو جائے۔ اور باطن دماغ میں کلی آفت پہنچے۔ جن سے تمام قوی اور حواس میں خلل پڑ جائے مثلاً صرع یعنی مرگی کی بیماری ہو۔ کیونکہ صرع والے کو جب دورہ ہوتا ہے۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ اور کوئی عضو اُسکا حرکت نہیں کر سکتا ایسے ہی دیوانہ جس کے آلات عقل میں فتور آ گیا ہو۔ اُس کی عقل کا نور زائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ بالکل حیران اور سرگشتہ رہتا ہے۔ ایسے ہی درد سر سے بھی حواس گم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ شخص اپنے کاموں سے بیزار ہو جاتا ہے اور سر حیران ہو کر اپنے خاص کاموں سے معذور ہو جاتا ہے * درد سر کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دائیں طرف ہوتا ہے۔ اور ایک بائیں طرف ہوتا ہے۔ اور ایک تمام سر میں ہوتا ہے۔ اور اکثر اس کی پیدائش گرمی اور خشکی کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ پوری تفصیل اس کی کتب طب میں مذکور ہے *

اس کے بعد سینہ کے امراض مثلاً کھانسی نزلہ۔ ورم الصدر۔ ضیق النفس۔ پھیپھڑے کی خرابی۔ حلق کا دکھنا۔ حلق میں زخم کا ہونا وغیرہ اور اس کے بعد معدہ کے امراض ہیں مثلاً درد شکم۔ گرمی سے ہو یا سردی سے۔ معدہ کے مونہہ کا کھل جانا یا بند ہو جانا۔ معدہ کے مونہہ میں درد ہونا۔ جگر میں درد ہونا۔ مثانہ میں درد ہونا اور ورم ہو جانا اور رگوں کا بند ہونا طحال کا بڑھ جانا قلب میں ضعف ہونا۔ یہ ایک علیحدہ مرض ہے۔ اور اسکی حرارت یا برودت دونوں بذاتہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ ان سب امراض کی اصل حرارت دمویہ صفراویہ ہے۔ اور اوپر کے جسم میں اکثر یہ امراض صفرا اور خون ہی کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اور نیچے کے جسم میں اکثر بلغم اور سودا سے پیدا ہوتے ہیں۔ خون جب جوش کھاتا ہے۔ تو اوپر کی جانب چلا جاتا ہے۔ اور جب سوختہ ہو جاتا ہے۔ تو نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور بواسیر شقاق المقعد اور انتڑیوں اور فرج و ذکر میں زخم اور پھوڑے پیدا ہوتے ہیں

ہر مرض کے سبب جداگانہ ہوتے ہیں۔ اور ہر سبب کی ایک علامت ہوتی ہے۔ اور ہر علامت کا معالجہ ہوتا ہے۔ اور ہر مرض کی دوا ہے۔ مگر موت اور بڑھاپے کی کوئی دوا نہیں اور بدن انسانی ان امراض جسمانی سے خالی نہیں ہوتا۔

مرض ایک حالت ہے۔ جو بدن میں ہیئت اصلی کے خلاف پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مرض تو وہ ہے جو اصل فطرت میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی پیدائشی مثلاً کسی آلہ یا عضو میں نقصان ہو۔ یہ مرض معالجہ اور طب بشری سے دفع نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا مرض وہ جو فطرت میں داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ فساد مزاج سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مزاج اپنے اعتدال طبعی سے خارج ہو جائے۔ اور اس سے مرض پیدا ہو پہلے مرض کی مثال یہ ہے۔ کہ مثلاً کوئی شخص اندھا یا گونگا یا ہاتھ پیر کا ناقص پیدا ہو۔ تو یہ مرض اس کا علاج سے دفع نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص صحیح اور تندرست پیدا ہوا پھر اس کے ہاتھ یا پیر میں کچھ درد ہو تو وہ علاج سے زائل ہو سکتا ہے۔ بدن میں اعضاء رئیسہ تین ہیں۔ دماغ قلب اور جگر۔ ان تینوں اعضا میں سے جس عضو میں مرض واقع ہو گا۔ اس کا فساد بہت سخت ہو گا۔ اور زندگانی کے متعلق سب سے زیادہ سخت آفت قلب کی ہے ایسے ہی عقل کے متعلق دماغ کی آفت بہت شدید ہے۔ کیونکہ دماغ عقل سے وہی مناسبت رکھتا ہے۔ جو زندگانی قلب سے رکھتی ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ جگر کے ساتھ مشغول رہتی ہے اس سبب سے یہ بھی اعضاء رئیسہ میں سے ہے۔ اور خصیے بھی اعضاء رئیسہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ بعض اطباء کا قول ہے کہ وہ روح جو خصیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ مثل روح حیوانی کے ہے جو قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اور روح طبعی کے جو جگر میں پیدا ہوتی ہے۔ اور روح نفسانی کے جو دماغ میں پیدا ہوتی ہے۔ غرض کہ سب اعضاء سے اشرف قلب اور دماغ ہیں۔ اور انہیں میں مرض جلد سرایت کرتا ہے۔ گو سر کا درد قلب کے درد

سے انسان ہے۔ اور مرض اسی بات کا نام ہے کہ عضو اپنی اس ہیئت سے جو اُس
کے ساتھ مخصوص ہے۔ خارج ہو جائے۔ اور صحت یہ ہے کہ پھر وہ عضو اُس ہیئت
کی طرف رجوع کر آئے جو مرض سے پہلے تھی۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم امراض جزویہ کا بیان کریں
بلکہ ہم تو کلیات پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ جزئیات کا بیان نہایت طویل ہے۔

جالینوس کہتے ہیں۔ انسان کے بدن کی تین حالتیں ہیں۔ ایک صحت یہ وہ حالت
ہے۔ جو انسان کے مزاج اور اس کی ترکیب سے مشابہ ہو یعنی کل افعال انسانی اُس سے
صحیح و سالم صادر ہوں۔ دوسری حالت مرض ہے۔ اور یہ وہ ہیئت ہے جو اُس کے برخلاف
ہو۔ اور ایک حالت وہ ہے جس کا نہ صحت میں شمار ہے نہ مرض میں۔ بلکہ دونوں کے
درمیان میں ہے جیسے بوڑھوں اور بچوں کی حالت ہے۔

شیخ الحکیم فرماتے ہیں۔ امراض کی کل چار قسمیں ہیں۔ امراض خلقت، امراض مفرد، امراض
عدد۔ امراض وضع۔ پھر امراض خلقت کی بھی چار قسمیں ہیں۔ امراض شکل اور وہ یہ ہے کہ عضو
کی شکل اپنی صورت اصلی سے متغیر ہو جائے۔ مثلاً سیدھا عضو ٹیڑھا ہو جائے اور
ٹیڑھا سیدھا ہو جائے۔ دوسرے امراض مجاری ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ
مجاری اپنی اصلی اندازہ سے زیادہ وسیع ہو جائیں۔ مثل آنکھ کے انتشار کے۔ یا مجاری بند
ہو جائیں جیسے جگر کی رگیں بند ہو جاتی ہیں۔ تیسرے امراض اوعیہ و تجاویف ہیں۔ انکی
چار قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اوعیہ وسیع یعنی کشادہ ہو جائیں۔ جیسے انثیین بڑھ جاتے ہیں
یا تنگ ہو جائیں جیسے معدہ تنگ ہو جاتا ہے۔ یا بطون دماغ صرع کے دورہ کے وقت
تنگ ہو جاتا ہے یا بالکل بند ہو جاتا ہے جیسے بطون دماغ سکتہ میں ہو جاتا ہے۔ یا خالی ہو جائے
جیسے قلب خون سے خالی ہو جاتا ہے۔ از حد خوشی یا از حد رنج کے سبب۔ جس سے
ہلاکت ہو جاتی ہے چوتھے امراض [illegible] اعضا ہیں۔ اور امراض مقدار دو قسمیں ہیں
ایک وہ امراض ہیں۔ جو مقدار کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثل داء الفیل
وغیرہ کے اور ایک وہ ہیں۔ جو مقدار کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے دُبلا
پن وغیرہ۔

اور امراض عددکی بھی دو قسمیں ہیں - ایک وہ جو عدد کی زیادتی سے ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ زیادتی جو طبعی ہو جیسے پانچ انگلیوں کے ساتھ چھٹی انگلی بھی ہو اور یا یہ زیادتی غیر طبعی ہو جیسے سنگ گردہ - اور دوسرا مرض عدد وہ ہے جو عدد کی کمی سے ہو چاہے یہ کمی طبعی ہو یا غیر طبعی مثلاً کسی شخص کی پیدائشی چار انگلیاں ہوں یا کسی کی ایک انگلی کٹ جائے -

اور امراض وضع یہ ہیں کہ کسی شخص کا عضو اپنے جوڑ سے اتر جائے یا اپنی جگہ سے زائل ہو جائے - یا اس میں کوئی حرکت غیر طبعی پیدا ہو جائے مثل رعشہ وغیرہ کے یا عضو اپنی جگہ کو ایسا پکڑے کہ وہاں سے حرکت نہ کر سکے

یہ کل امراض جسمانیہ بمقابلہ روحانی امراض کے نہایت سہل ہیں - کیونکہ یہ جسمانی امراض محض جسم کی ہلاکت تک محدود ہیں - اور روحانی امراض روح اور قلب کو تلف اور ہلاک کر دیتے ہیں - اس لحاظ سے وہ نہایت سخت اور دشوار ہیں اور جب تم نے اس بیان کو معلوم کر لیا - تو پھر سر سے پیر تک کل امراض تمکو معلوم ہو گئے

استسقاء کا علاج

مرض استسقار کا علاج یہ ہے - جب پیٹ بڑا ہونے لگا اور اس سے پہلے درد جگر اور بخار بھی تھا - اور ناف کا سوراخ باریک اور سفید ہو گیا - اور اسی انتشار میں پیٹ کے اندر سے حرکت اور آوازیں بھی معلوم ہوتی تھیں - پس اگر اس حالت کے ساتھ پیشاب بھی سرخ تھا - تو اس میں مرض رجا تھوڑا ہے - اور اگر بول زیادہ ہو - اور پیٹ خشک ہو - تب حب ریوند جو مازریون سے مرکب ہوں کھلاویں - حب ریوند کی ترکیب یہ ہے -

ریوند عصارہ غافث تخم کاسنی ہر ایک سہ درم غاریقون ۵ درم مازریون دس درم ان کی گولیاں بناکر ایک ہفتہ ڈھائی درم نوش کریں - اور اگر پیٹ میں انحلال ہو - تو اقراص [illegible] کھلائیں - اور شوربا کھانے کو دیں اور اگر پیٹ میں نرمی زیادہ ہو - تو فقط یہی کاڑت کھلائیں اور اگر ان علتوں کے ساتھ پیشاب میں سرخی اور حرارت نہ ہو - تو یہ گولیاں کھلانی چاہیئے - مازریون ۷ درم - نمک ہندی ایک [illegible] ورق الحمام ایک دانق گولیاں استسقار کے پانی کو جذب کر لیں گی - استسقاء زقی کے واسطے یہ ضماد نہایت مفید ہے - جو کا آٹا سعد بکری کی پرانی مینگنی بورق گل ارمنی

ہموزن لیکر پیٹ پر لیپ کریں۔ اس سے پانی خشک ہوجائیگا۔ اور اگر پلکوں اور اطراف میں نرم ورم ہو اور خصیے بھی سوجے ہوئے ہوں۔ اور سارا بدن اور چہرہ دبلا ہوگیا ہو تو یہ استسقاء لحمی ہے۔ اس کے واسطے اقراص ایک بار الاصول کے ساتھ دینے چاہئیں۔ اور ہر ہفتہ میں حب ریوند کا مسہل دینا چاہیے۔ اور اُس شخص کو لازم ہے کہ گرم ریت میں لوٹا کرے۔ اور ریاضت میں مشغول ہو۔ پیاس اور بھوک کو ضبط کرے۔ اور اگر پیٹ پھولا ہوا ہو اور کھنچا ہوا ہو کہ اگر اسپر ہاتھ ماریں تو طبل کی سی آواز ہو پس یہ استسقاء طبلی ہے۔ اس مرض والے کو ہر ایک نفخ کرنیوالی چیز سے پرہیز چاہیئے۔ مثلاً ساگ وغیرہ اشیاء سے اور پچھنے ا[illegible] لگائے جائیں۔ اور جاورس کا لیپ کیا جائے۔ اور نفخ کی تحلیل کرنے والے ادویات کا استعمال کرایا جائے۔

بہق ابیض یعنی سفید دھبوں کا علاج یہ ہے۔ شاہترہ ہندی تخم فجل ہینگ کندش رائی ان سب کو ہموزن لیکر تیز سرکہ میں ملاویں۔ اور دھوپ میں بیٹھ کر لیپ کریں۔ اگر اس سے فائدہ ہوجائے تو بہتر ورنہ دو درم اطریفل صغیر ایک درم تربد ایکدرم ایارج فیقرا ربع درم شحم حنظل ان سب ادویات میں سے مہینہ میں چار بار اور فقط اطریفل روزانہ تین درم نوش کریں۔ برص کا بھی بعینہٖ یہی علاج ہے۔ مگر اس میں قے بھی ہونی چاہیئے۔ اور خشک کرنیوالی دواؤں کا استعمال اور یہ طلا لگانا ضرور ہے زرارنج شیطرج کبیکج سیوبرج ہموزن لیکر ہینگ کے جوش دیئے ہوئے پانی میں ملائیں۔ اور لیپ کریں۔ اور اس سے پہلے اُس جگہ کو موٹے کپڑے سے خوب مالش کریں۔ اور اگر برص کے دھبے کو سیاہ مرغ کے خون سے لیپ کرکے ملیں۔ تو یہ بھی نافع ہے۔ اور اگر دھبہ چھوٹا ہو۔ تو اُسکو داغ دیں جب داغ اچھا ہو جائے۔ پھر اُس پر موبرج ہینگ دردی ضمغ مقرہ کشبت ان سب کا بہت دفعہ لیپ کریں۔ اس علاج سے بیس روز کے اندر آرام ہوجائے گا۔

سیاہ برص کا علاج یہ ہے کہ اُس شخص کی فصد لی جائے۔ اور کئی بار افیتموں کے مسہل دیے جائیں۔ اور یہ لیپ لگایا جائے تخم فجل کندش اور حمام میں جاکر غسل کیا کرے۔

اور ٹھنڈی غذا کھائے۔

تشنج کا علاج یہ ہے کہ اگر ایک عضو یا کئی اعضا میں اینٹھنیاں ہوتی ہوں اور اعضا کھنچتے معلوم ہوتے ہیں۔ تو اس کو تشنج کہتے ہیں یہ تشنج یا تو یکبارگی ہوتا ہے اور یا تھوڑا تھوڑا شروع ہوتا ہے۔ اگر یکبارگی ہو تو اس کا علاج **مثل فالج کے** ہے۔ روغن قسط کی خوب زور کے ساتھ مالش کریں اور وہ تشنج جو آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ یہ بخار یا دستوں کے پیچھے واقع ہوتا ہے۔ اور یہ بہت ردّی ہے۔ اس کا اچھا ہونا نہایت دشوار ہے۔ اس مریض کو لازم ہے کہ ماء الشعیر اور روغن شوربا پیوے۔ اور خالص میٹھے پانی میں بیٹھا کرے۔ اور روغن بنفشہ اور روغن کدو کی بدن پر مالش کرے۔ اور ٹھنڈی غذاؤں کا استعمال رکھے۔

کان میں ثقل کا پیدا ہونا۔ اگر کان میں بھاری پن ہو جائے۔ اور آواز اچھی طرح سنائی نہ دیتی ہو تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ کان میں میل ہے یا نہیں۔ اگر میل ہو تو اس کو کان میلے سے نکلوا دے۔ اور اگر اس سے نہ نکلے تو بذریعہ دوا کے خارج کرے۔ اور اگر میل نہیں ہے۔ بلکہ کسی زخم یا مرض سے یہ بھاری پن ہو گیا ہے۔ تب یہ بھپارہ لینا چاہیئے۔ مرزنجوش افسنتین۔ قیصوم جو ان سب چیزوں کو جوش دے کر جس ترکیب سے ممکن ہو۔ اس کی بھاپ کان کے اندر لیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو ان سب دواؤں کو جوش دے کر ایک لمبی گردن کی شیشی میں بھریں۔ اور پھر اس کے مونھہ پر کان رکھ لیں اور سب طرف سے کپڑا اڑھا نا کے لیں۔ تو اس صورت میں خوب بھپارہ ہو گا۔ اور اگر اس علاج سے بھی فائدہ نہ ہو تو ان دواؤں کو کان کے اندر ڈالیں۔ شحم حنظل ایک درم بورق تین درم جندبیدستر افنف درم زریوند مدحرج نصف درم عصارہ افسنتین نصف درم فرفیون ایک دانق۔ گائے کا پتہ قسط چار درم پتہ میں ملا کر کان میں ٹپکائیں۔ اور اوپر سے روئی رکھ لیں۔ اور اگر یہ مرض بسبب مشقت اور روزہ رکھنے اور جاگنے کی کثرت سے پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں حمام کے اندر جانا اور عمدہ غذا کھانی اور کان میں تیل ڈالنا اور خالی پانی سے سر دھونا لازم ہے۔

زبان کا بھاری پن۔ جب فقط زبان بھاری ہو جائے۔ علاوہ اور اعضا کے اس کا علاج

کو بخار ہو اور کوئی گرمی کی علت نہ ہو تب نوشادر فلفل زنجبیل رائی عاقرقرحا مویزج . ورق صعتر نمک ہندی کلونجی مرزنجوش خشک ان سب کو پانی میں جوش دیکر غرغرہ کرے اور گھونٹ نگلنے سے پرہیز کرے ۔ اور اگر زبان کے ساتھ اور کل حواس میں بھی ثقل ہو تو مثل فالج کے اس کا علاج کیا جاوے ۔ اور اگر گرم بخاروں کے ساتھ فقط زبان ثقیل ہو اور ورم کر آوے ۔ اور تشنج بھی ہو تب گدی کو تیل کی مالش کریں اور موتھہ میں بھی خالص تیل رکھکر کلی کریں ❖

جوع کلبی جب انسان کو ہر وقت بھوک معلوم ہوتی ہو ۔ اور ہر چند کھاتا ہو ۔ مگر سیری نہ ہوتی ہو ۔ تو ایسے شخص کو مرغن کھانا کھلانا چاہیئے ۔ اور پرانی شراب پلائیں ۔ اور اگر کھانے کے بعد سیری ہو جاتی ہو مگر بہت کھاتا ہو تو ایسے شخص کو گائے کا گوشت اور دودھ چاول کھلاویں ۔ اور شراب پلائیں ۔ اور ٹھنڈا پانی پلائیں اور ٹھنڈی ہوا میں بٹھائیں ۔ اور اس بیمار کو کھٹی اور قابض یا تیز چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے چکنی اور میٹھی چیزیں خوب کھائے ۔

بخار کا بیان ۔ بخار کی بہت قسمیں ہیں ۔ ایک وہ ہے جسکو اطبا حمیٰ یومی کہتے ہیں ۔ یہ بخار فقط ایک ہی دن آتا ہے ۔ اور اس کی خاص علامتیں ہیں ۔ اس میں پھریریاں آتی ہیں نہ انگڑائیاں ۔ اور اس سے پہلے ضرور کوئی ایسا سبب عادت کے مخالف ہوتا ہے جس سے یہ بخار پیدا ہوتا ہے ۔ مثلاً سخت مشقت کا متحمل ہونا یا سخت غصہ آنا یا رنج پہنچنا یا تیز شراب پینا یا کثرت سے شراب پی جانا یا دھوپ میں دیر تک بیٹھا رہنا یا گرم ہوا میں رہنا یا بدن کو چوٹ اور صدمہ پہنچنا وغیرہ وغیرہ یہ بخار ایک ہی دفعہ آتا ہے ۔ اور اس کا علاج حمام میں میٹھے پانی سے غسل کرنا ہے ۔ مگر چاہیے کہ بیچ میں دروازہ کے پاس بیٹھے تاکہ رگوں کے مسامات نہ بالکل کھل جائیں اور نہ اُن میں حرارت مشتعل ہو ۔ پھر اپنے جسم پر پانی ڈالے اور غسل کے بعد تر میوہ اور چوزوں کا شوربا نوش کرے ۔ اور اگر اس کو شراب نوشی کی عادت ہو تو عادت کی مقدار سے کم شراب بھی پی لیوے اور اگر شراب کی عادت نہ ہو تو شکر طبرزد اور گلاب کا جلاب نوش کر لے ❖

حمیٰ غبّی یہ وہ بخار ہے جو ایک روز آتا ہے ۔ اور ایک روز نہیں آتا ۔ اسمیں کچھ سردی

بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور انگڑائیاں بھی آتی ہیں۔ اور جلدی سے بدن گرم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کو ہاتھ لگائے۔ تو اُس کے ہاتھ کو سوزش معلوم ہوتی ہے۔ اور اس بخار میں پیاس اور دردِ سر بھی ہوتا ہے اور بعض دفعہ غشی اور کرب اور صفراوی قے ہونے لگتی ہے۔ اور کبھی دست آنے لگتے ہیں۔ گرم و خشک مزاج والوں کو اکثر یہ بخار آتا ہے۔ اور جو شخص مشقت اور جاگنے اور روزہ رکھنے کا عادی ہو یا جس نے گرم غذائیں کھائی ہوں یا گرم ملکوں اور گرم وقتوں میں پرانی شراب پی ہو۔ وہ بھی اس بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ بخار بارہ گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اس سے کم ہی چار یا آٹھ گھنٹہ کے اندر اُتر جاتا ہے۔ پس جب یہ علامتیں پائیں جائیں۔ تو جان لو کہ یہ حمّیٰ غبی ہے۔ اور اس بخار والے کو بخار کے روز سے پہلے بیس درم بڑی ہڑ ایک رات دن پانی میں جوش کرکے جب وُہ خوب مہرا ہو جاوے صاف کرکے بیس درم ترنجبین کے ساتھ پلائیں اور ایک درم سقمونیا انطاکی اوپر سے کھلاویں۔ اور اگر بیمار بہت کم زور ہو تو ہر روز شام کے وقت دس درم املی اور بیس آلو بخارے سیر بھر پانی میں جوش دے کر خوب ملکر چھان کر دس درم شکر طبرزد ڈال کر سوتے وقت پلائیں۔ اور صبح کو آب جو پلائیں۔ اور ککڑی کھیرے کا گودا کھلا کر کدو کا عرق پلائیں۔

حمّےٰ محرقہ جسکو تپ محرقہ کہتے ہیں۔ یہ بھی حمّےٰ غبی ہی کی قسم ہے مگر اس میں اُس سے زیادہ سخت حرارت ہوتی ہے۔ اور یہ بخار اترتا نہیں۔ بلکہ ایک دن بیچ کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس میں انگڑائیاں بھی نہیں آتیں اور پسینہ بھی نہیں آتا۔ مگر اُترنے کے وقت باقی کل باتیں حمّیٰ غبی کی اس میں زیادتی کے ساتھ ہوتی ہیں اور زبان پر سیاہی یا زردی اور خشکی ہو جاتی ہے۔ علاج اُس کا وہی ہے۔ جو حمّیٰ غبی میں ہم بیان کر چکے ہیں اور بارا نشعیر اور اقراص کافور کی ملازمت کی جائے اور عرق کدو عرق تربوز کے ساتھ ملاکر کھیرے ککڑی پلائیں۔

حمّےٰ مطبقہ یہ دموی بخار ہے۔ اس میں انگڑائیاں اور پھریریاں نہیں آتیں گرمی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور آنکھوں اور چہرہ اور کان اور ناک میں سرخی اور کرب

اور سوزش پیدا ہوتی ہے اور سانس بھی بڑے بڑے آتے ہیں۔ اس بخار سے پہلے دن میں بھاری پن اور سستی اور نیند کی زیادتی اور زبان میں بھاری پن پایا جاتا ہے۔ خاص کر پیشانی اور سر بہت بھاری ہوتے ہیں۔

یہ بخار جوانی کی عمر اور ربیع کی فصل میں اکثر آتا ہے۔ اس کے واسطے فصد کی ضرورت ہے تاکہ خون کی زیادتی کم ہو جائے اور بخار کی حرارت میں انطفا واقع ہو اور اگر یہ بخار نہ اُترا یہاں تک کہ زبان سیاہ ہو کر حمّی محرقہ کے آثار ظاہر ہوئے تب اُسی کا علاج کرنا چاہیئے۔ مگر یہ دوائیں بھی اضافہ کریں جیسے لیموں کا رب اور شربت انار اور ریباس اور حصرم ہے اور یہ مسہل پلائیں۔ آب آلو بخارا تمر ہندی شکر طبرزد آب انار ترش جسکو چھلکوں سمیت شکر کے ساتھ کوٹ لیا ہو۔ اور جب بخار اتر جائے تو پورے طور سے تندرست ہونے تک گوشت خوب کھلائیں۔ انہیں بخاروں میں سے اور بہت سے بخار ہیں جیسے حمّےٰ بلغمیہ وغیرہا ہم نے ان میں سے تھوڑا سا ذکر کیا ہے جس کو تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو۔ وہ علم طب کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

خناق یعنی گلا آنا۔ جب یہ مرض گلے میں ہوتا ہے تو گلا بیچ جاتا ہے۔ اور جس قدر گلا زیادہ تنگ ہوتا ہے۔ اُسی قدر مرض سخت ہوتا ہے۔ اگر گلا دکھنے کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں بھی سرخ ہیں تو پہلے قیفال کی فصد لیں اور کچے انار کو چھلکے سمیت کوٹ کر پانی میں جوش کر کے غرغرہ کرائیں۔ اور شربت شہتوت پلائیں یا سُماق کو گلاب میں ملاکر غرغرہ کریں۔ اور اگر بیماری کو تین روز سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ تب زروا بیر کو جوش کر کے اُس کے پانی سے غرغرہ کرائیں۔ اور لُبِ خیار شنبر مار العسل کے ساتھ بطور منضج پلائیں۔ پھر آلو بخارا زالی خیار شنبر ترنجبین کا مسہل دیں اور اگر چہرہ میں سرخی نہیں ہے۔ بلکہ مونہہ سے لعاب بہت جاری ہو اور رطوبت کی علامتیں پائی جائیں تب مسہل قوقایا کا استعمال کریں اور سکنجبین عسلی کے ساتھ غرغرہ کرائیں۔ اور اگر زبان

ملہ سقمونیا ایک بڑا [illegible] ہے۔ اس [illegible] کا چھوٹا [illegible] ہوتا ہے ۱۲ [illegible] اس مرض کے واسطے درد ناک لکھے ہیں بلکہ فنا بھی نہایت ضعیف ہے۔ جس سے افعی سانپ کا [illegible] کو اس کو مار ڈالتا ہو ۱۲

کے نیچے کی رگوں کی فصد لیویں تو یہ بھی مفید ہے۔ اور گردن میں پچھنے لگانا بھی فائدہ کرتا ہے اور غسل بلادر سے گردن کا لیپ کرنا۔ اور یہ سفوف حلق میں لگانا بھی نافع ہے۔ رائی نوشادر، عقرقرحا حلیتیت تنظروں فلفل فوتنج

دوران کا علاج۔ اگر انسان کو اپنے گرد کی چیزیں چکر کھاتی معلوم ہوں اور آنکھوں میں اندھیرا ہو جائے اور گرنے کا قصد کرے۔ دوران باتوں کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں گرم ہو جائیں۔ اور کان کے پیچھے کی رگیں پھول جائیں۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ گدی اور پنڈلیوں پر پچھنے لگائیں ماورا گر چہرہ میں سرخی بھی ہو تو باسلیق کی فصد کھولیں اور پنڈلی پر پچھنے لگائیں۔ اور ایک علاج اس کا یہ بھی کہ سر پہ سرکہ شراب اور روغن گلاب کی مالش کریں اور بڑی ہڑ کے عرق کے ساتھ جس کا صداع میں ذکر ہو چکا مسہل دیں۔ اور اگر دوران کے ساتھ تخمہ اور کرب بھی ہو اور چہرہ پہ سرخی نہ ہو۔ تو اول طبیت اور بخرو سے دماغ تنقیہ کریں اور معدہ کو قوت پہنچائیں۔ اور قابسے شربت توقابا استعمال کریں اور ساتھ پیروں کو گرم پانی میں رکھیں۔ تاکہ مادہ اوپر سے نیچے کی طرف کھنچ آوے اور شربت یا تمر ہندی اور آلو بخارا اسبغول کے ساتھ پینا بھی نافع ہے

ذات الجنب یعنی درد پسلی۔ اگر انسان کی پسلیوں کے نیچے درد ہو۔ اور اس کے ساتھ بخار اور خشک کھانسی بھی ہو۔ پس اگر درد اوپر کی پسلی کے کنارے پر ہو تب اسی طرف کے باسلیق کی فصد کھولیں جس طرف درد ہو۔ مگر جسوقت بدن میں امتلاء بہت ہو تب جانب مخالف سے فصد کھولیں یعنی جس طرف درد نہ ہو۔ اور اگر پسلی کے نیچے کے کنارے میں پشت کی طرف درد ہو تو اس سطبوخ کے ساتھ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں مسہل دیں۔

زکام اگر زکام میں کھانسی بالکل خشک ہو تو جیرہ بنفشہ آب جو کے ساتھ پلائیں۔ اور جب ریزش نکلنی شروع ہو۔ تو ہر روز آب جو سے پہلے وہ جو شاندہ جو زکام میں پلایا جاتا ہے پلائیں۔ اور اگر بخار کو تسکین ہو۔ اور بیمار زور سے سختی کے ساتھ پھونک مارتا ہو تب مریض کو وہ دوا پلائیں۔ جو ربو کے بیان میں مذکور ہے۔ اور اگر ریزش سیاہ یا بہت

زرد ہو۔ اور اسی حالت پر رہے۔ اور بخار اور حرارت کو سات روز تک تسکین نہ ہو تو اس مرض سے خوف ہے۔ اور اگر اس کے پہلو میں باہر سے سرخی پیدا ہو اور جب اُس پر ہاتھ سے دبائیں۔ تو درد ہوتا ہو۔ پس اس پر پچھنے لگائیں۔ اور انجیر اور رائی کا لیپ کریں۔

رمد چشم جب آنکھیں سُرخ ہو جائیں۔ اور آنسو بہنے لگیں۔ اور گوشہ چشم میں گیج آویں۔ تو بیشک رمد چشم ہو گیا۔ اور جس قدر یہ سب باتیں زیادتی کے ساتھ ہونگی اُسی قدر رمد بھی زیادہ ہو گا۔ اور زیادہ خوفناک وہ رمد ہے جس میں آنکھ کی سفیدی اس قدر پھول جائے کہ سیاہی کے اوپر چڑھ آئے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے قیفال کی فصد لیں اسی ہاتھ سے جو چشم بیمار کی طرف ہو۔ اور کثرت سے خون نکالیں پھر اسکے بعد بڑی ہڑ اور ترنجبین اور ماء الفواکہ کا مسہل دیں گوشت شراب میٹھی اور ثقیل غذا سے پرہیز کریں اگر یہ علاج کافی ہو تو خیر ورنہ شیاف ابیض کو لڑکی والی کے دودھ میں حل کر کے آنکھ کے اندر ڈالیں۔ اور پیشانی اور پپوٹوں پر اس لیپ کا لگانا بھی مفید ہے۔ جس کی ترکیب یہ ہی مامیثا۔ ورد۔ صبر۔ عفص۔ صندل سرخ۔ فوفل۔ زعفران۔ ان سب کو ہموزن لیکر پیسیں اور گولیاں بناکر رکھ چھوڑیں۔ اور بوقت حاجت ایک گولی دھنیے یا کاسنی یا گلاب کے عرق میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں۔ اور شیاف ابیض کی ترکیب یہ ہے۔

سفیدہ مغسول دس درم۔ انزروت تین درم۔ نشاستہ ایک درم کتیرا افیون نصف درم۔ ان سب کا شیاف بنایا جائے +

زکام کا باقی بیان گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد جب انسان سر کھلا رکھے۔ اور شمالی سرد ہوا اُس کو لگ جائے۔ تو اس سے ناک میں کھجلی اور دغدغہ پیدا ہو جاتا ہے اور چھینکیں بھی آتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ کپڑے کو گرم کر کے دماغ پر رکھیں یہانتک کہ دماغ کو اُس کی گرمی محسوس ہو۔ اور مشک و کلونجی وغیرہ گرم چیزیں سونگھیں پانی بہت کم پیویں اور چت نہ سوویں۔ غذا بھی کم کریں۔ شراب بالکل چھوڑ دیں۔ پس اگر اس طریقہ سے فائدہ ہوا تو بہتر ہے۔ ورنہ قیفال کی فصد لیں اور اس مطبوخ کے ساتھ مسہل لیں۔ صفت اس مطبوخ کی یہ ہے یعنی جوشاندہ جو زکام اور کھانسی

کے واسطے مفید ہے عناب ۲۱ عدد سپستاں ۳۰ عدد مویز منقی دس درم بنفشہ ۱۰ درم
ملٹھی ۵ درم زرد انجیر ۳ عدد ان سب کو ڈیڑھ سیر پانی میں اس قدر جوش دیں کہ آدھ
سیر رہجائے۔ پھر سات درم املتاس کا گودا اور دس درم ترنجبین اس میں ملا کر نوش
کریں۔ اور اگر فصد اور اس مسہل سے فائدہ نہ ہو۔ بلکہ زکام سینہ کی طرف رجوع کرے کھانسی اور
بخار میں شدت ہو۔ تب اس وقت فصد لینی ضرور ہے۔ اور گوشت کے کھانے سے
بالکل پرہیز چاہیئے۔ اور آب جو کے ساتھ گل بنفشہ جوش کرکے نوش کریں۔ پس اگر اس
علاج سے بخار کو تسکین ہو۔ مگر کھانسی بدستور رہے اور کھانسی میں ریزش نکلنی شروع ہو
تب یہ جوشاندہ ہر روز خمیرہ بنفشہ کے ساتھ استعمال کریں یہانتک کہ سینہ صاف ہوجائے
اور آواز بھی صاف ہو۔ اس مطبوخ کی صفت یہ ہے۔ انجیر زرد ۵ عدد عناب دس عدد۔
سپستاں بیس عدد سپید منقی دس درم ملٹھی کوفتہ ۵ درم ان سب ادویہ کو اس قدر
جوش دیا جائے کہ گل کر آدھا ہوجائیں پھر صاف کرکے تین اوقیہ کی مقدار روزانہ
خمیرہ بنفشہ کے ساتھ نوش کریں۔

مرض سرسام (یہ لفظ فارسی مرکب ہے سر اور سام سے۔ سام کے معنی ورم کے
ہیں یعنی سر کا ورم) جب انسان کو حمی مطبقہ دامنگیر ہو اور اس کے ساتھ سر میں اور
آنکھوں میں بھاری پن اور سرخی اور سر میں سخت درد ہو اور روشنی بری معلوم ہوتی
ہو۔ اور نبض میں تیزی ہو۔ تو یہ سب سرسام کی نشانیاں ہیں۔ اور جب زبان سیاہ
یا زرد ہوگئی اور عقل میں فتور آگیا اور نیند نہیں آتی۔ اور ہذیان شروع ہوگیا۔ تو ان علامات
سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرسام پورا ہوگیا ایسے مریض کے واسطے لازم ہے کہ ان علامتوں
کے پورا ہونے سے پہلے اس کی فصد لیں اور ماء الفواکہ کا مسہل دے کر طبیعت کو صاف
کریں اور دن بھر میں ایک یا دوبار صرف ماء الشعیر بجائے غذا کے کھانے کو دیں جیسے کہ
صحت کی حالت میں اس کو کھانے کی عادت ہو۔ اس کے سر پر سرکہ شراب اور روغن
گلاب کی مالش کریں۔ اور اگر نیند بالکل نہ آتی ہو تو اس دوا کا استعمال کریں گل بنفشہ
پوست خشخاش شعیر مقشر بذر الخس بیخ تفاح ان سب کو ایک برتن میں جوش

کرکے گرم پانی سے اس کے سر کو ایک طشت میں دھوئیں پھر اس دوا کے استعمال سے
اس کا جاگنا بالکل دفع ہوجائیگا۔ اور خوب سوئے گا۔

شقاق المقعدۃ (یعنی مقام براز کا پھٹ جانا) بطخ کی چربی سے۔ جو قیروطی بنائی ہو۔
اس کو اور زوفا تر اور اونٹ کی نلی کے گودے سے اس کا علاج کریں اور اگر یہ گودا نہ ملے
تو گائیں کی نلی کی چربی موم اور روغن سوسن یا روغن نرگس میں ملاکر لگائیں اور اگر مقام میں
حرارت زیادہ ہو تو مرہم سفیدا کا بھی اس میں اضافہ کریں۔ اگر قبل (یعنی عورت کی پیشاب گاہ)
میں شقاق یا پھٹن ہو تو یہ دوا استعمال کریں کہ ایک سیسہ کا ٹکڑا لیکر اس کو بقلۃ الحمقاء کے
عرق یا ماء الخس میں اس قدر گھسیں یا لعاب اسبغول میں کہ سیسہ سب حل ہو کر گاڑھا ہو
جائے۔ پھر اس میں روغن گلاب ملاکر استعمال کریں یہ دوا اس پھوڑے کے واسطے بھی
مفید ہے۔ جو عورت کے رحم وغیرہ مقامات میں پیدا ہوتا ہے۔

صداع اور شقیقہ (یعنی سارے اور آدھے سر کا درد) اگر صداع اور شقیقہ کے ساتھ
سرخی اور کھچن اور چہرے اور آنکھوں میں بوجھ بھی ہے۔ اور ہاتھ لگانے سے سر اور
چہرہ گرم معلوم ہوتا ہے اور نبض میں بھاری پن ہے۔ تو اس کا علاج اس طور سے
ہے کہ پہلے قیفال کی اس ہاتھ سے نبض لیں جس کی طرف سر میں درد ہے پھر اس کے
بعد گلاب اور روغن گلاب اور سرکہ شراب کو ایک شیشی میں آمیز کرکے برف کے اندر ٹھنڈا
کریں پھر مریض کے سر پر پالش کریں گوشت شراب اور گرم چیزوں سے اس مرض میں
پرہیز چاہیے۔ ٹھنڈی ترکاریاں اور میوے خوب کھائے اور اس مسہل سے طبیعت بے
مرض کی صفائی کرے۔ بڑی ہڑ آلو بخارا املی شکر طبرزد۔ اور اگر اس علاج سے بھی آرام نہو
تو خطمی کو شراب میں پیس کر سر پر لیپ کریں۔ اور اگر صداع کے ساتھ نبض میں سرعت اور
ہاتھ لگانے سے سر میں گرمی محسوس ہو۔ مگر آنکھوں اور چہرہ میں سرخی نہ ہو۔ اور نہ کھینچی
ہو۔ تب اس کا علاج مسہلات سے کرنا چاہیئے۔ اور روغن بنفشہ یا روغن کدو شیریں
کی ناس لیں یا روغن نیلوفر غلاف ناک میں ٹپکائیں۔ اور اگر خون میں غلظت ہوگئی ہو تب
صداع پیدا ہوجائے گا۔ اس کے واسطے اس دوا کا استعمال کرے۔ افیون کافور ہم وزن

ان کو پیسکر روغن خلاف میں ملائے۔ اور مریض کے ناک کان میں ٹپکائے۔ اور اگر صداع کے ساتھ ان علامتوں میں سے کوئی علامت نہ ہو تب علاج کو اسہال کے ساتھ شروع کریں۔ اور یہ مسہل قوقایا نہایت مفید ہے اور مجرب ہے یا یارج فیقرا دس تولہ شحم حنظل ۳ تولہ سقمونیا ۲ تولہ تربد ۵ تولہ اسطوخودوس ۵ تولہ ان سب دواؤں کی دس خوراکیں بنائیں اور مسہل کے بعد روغن بان و روغن زنبق کی سر اور پیشانی پر مالش کریں۔ اور صداع حار میں یہ نسخہ استعمال کرنا چاہیئے۔ بذرالخس شیاف مامیثا صندل سرخ صندل سپید فوفل افیون ان سب دواؤں کو پیسکر سرکہ اور گلاب میں ملائیں اور سر پر لیپ کریں۔ اور لیپ کے اوپر ایک کپڑا سرکہ اور عرق گلاب میں تر کرکے رکھیں۔ پھر جب وہ خشک ہو جائے پھر اس کو تر کر دیں۔ اور اگر دردِ سر دھوپ میں رہنے سے ہوا ہے۔ تو روغن گل اور سرکہ شراب کو برف میں ٹھنڈا کرکے اسی کا لیپ کریں۔

ضعف بصر (یعنی بینائی کی کمزوری) اگر ضعف بصارت کے ساتھ غلبہ رطوبت کی بھی نشانیاں ہوں مثلاً بھوک اور محنت کے وقت آنکھ سے اچھا دکھائی دیتا ہو اور اور وقتوں میں ایسا نہ دکھائی دیتا ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رطوبت کا غلبہ ہے۔ پس اس مریض کو بلاناغہ شربت فوقلایا پلانا چاہیئے۔ اور قے سے تنقیہ کریں۔ اور یہ سرمہ لگائیں اور اگر ضعف بصر کے ساتھ بدن میں خشکی بھی ہو۔ تو مریض کو مقوی غذا کھلائیں اور سر پر خالی پانی ڈالیں۔ سرمہ کی ترکیب یہ ہے۔ یہ سرمہ رطوبت کے غلبہ سے کمزور ہونے والی آنکھ کو خوب تیز اور روشن کرتا ہے۔ توتیا مغسول مجفف ۳ تولہ کو پیسکر رکھ لیں پھر مرزنجوش تر کو نچوڑ کر اس کا عرق نکالیں اور ایک رات رہنے دیں صبح کو صاف کرکے توتیا اسکے اندر ڈالیں اور خشک ہونے تک رہنے دیں۔ پھر زنجبیل اور فلفل اور دار فلفل اور میرا ہر ایک دو دو تولہ اگر توتیا ۲۰ تولہ ہو نوشادر دو تولہ ان سب کو عرق رازیانج میں حل کرکے خشک کریں اور پھر حل کرکے کام میں لائیں

آنکھ میں سرخ دانہ پڑنے کا علاج جب آنکھ میں ضرب یا کسی اور سبب سے سرخ دانہ یا تل پڑ گیا ہو۔ اور اس میں درد ہو تو اس کے تحلیل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ پس چاہیئے۔ کہ ہڑتال سرخ (یعنی منسل) کندر

مر اشق[۲] ان سب اجزا کو ہم وزن پسیکر عرق دھنیا میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں اور اگر پھر بھی درد ہو تو انڈے کو روغن گل میں ملا کر جاگتے میں آنکھ پر لیپ کریں۔

آنکھ میں ناخونہ پڑ جانیکا علاج - جب تم کو آنکھ میں ناک کے پاس کے گوشہ سے لیکر سیاہی یعنی پتلی تک ایک جھلی سی معلوم ہو تو یہی ناخونہ ہے۔ اس کا نقصان بہت بڑا ہے اگر یہ پتلی کی طرف آجائے جبتک یہ جھلی پتلی رہتی ہے۔ اس کا علاج شیاف اخضر اور شیاف قلقند سے ہو سکتا ہے۔ اور جب عرصہ کے بعد سخت اور موٹی ہو جاتی ہے۔ تب لوہے کے اوزار سے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ شیاف اخضر کا نسخہ یہ ہے۔ زنجار ۳ تولہ قلقطار محرق ۹ تولہ زرنیخ احمر ا تولہ بورق ا تولہ زبد البحر ا تولہ توسادر ۶ ماشہ اشق اشقال ان سب ادویات کو عرق سداب میں حل کر کے چھان لیں عجیب نفع کی چیز اور مجرب ہے۔ اور شیاف قلقند جو ناخونہ کے واسطے نافع ہے۔ اس کا نسخہ یہ ہے۔ روسختج ۵ تولہ زنگار ۲ تولہ نوسادر ا تولہ بورق ا تولہ زرنیخ مصور ا تولہ ان سب کو پیس کر حل کریں۔ اور کئی ہفتہ تک چھوڑ رکھیں۔ پھر صاف کر کے ناخونہ پر لگائیں۔

عسر بول یعنی چبنگ) جب پیشاب رک رک کر تھوڑا تھوڑا آوے اور اس کے ساتھ زیر ناف انتفاخ نہ ہو۔ اور نہ درد ہو نہ پیٹ میں ثقالت ہو پس ایسے موقعہ پر پیشاب بہانے والی ادویات کا جلدی سے استعمال کرنا چاہیے ورنہ اس مرض سے استسقا کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے پیشاب جاری کرنیوالا نسخہ یہ ہے۔ بذر کرفس انسالیوں اسیارون نانخواہ تخم رازیانج سنبل بادام تلخ صمغ ابہل قوہ[۳] سب کو ہموزن لے کر بمقدار دس درم کے جوش کر کے پیویں۔ اور یہ دوسرا نسخہ بھی نہایت مفید ہے فرآریج کے سر اور پر جدا کر کے ایک درم لیں اور تین درم اشق کو شراب میں حل کر کے دوا مذکور اس میں ملا کر گولیاں بنالیں۔ اور ایک درم سے تین درم تک استعمال کریں یہ دوا نہایت سریع الاثر

[۱] مرہٹی میں اس کو بول کہتے ہیں۔ یہ ایک درخت کا گوند ہے تیسرے درجہ میں گرم اور دوسرے میں خشک ۱۲

[۲] اشق ایک گوند ہے زرد رنگ کا دوم یا سوم درجہ میں گرم اور اول میں خشک ۱۲

[۳] قوہ یعنی مجیٹھ۔ ایک جڑ ہے سرخ رنگی مائل اور پختہ ہونے پر سیاہ ہو جاتی ہے۔ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے ۱۲

ہے۔ اور اگر عسرِ بول کسی ضرب یا صدمہ سے جو زیر ناف یا پیشاب گاہ پر پہنچا ہوا ہے۔ تو اس کے واسطے باسلیق کی فصد کھولیں اور گرم پانی سے مقام کو دھاریں دوپہر تک پھر مریض سے کہیں کہ پیشاب نکالنے کی کوشش کرے۔ اور اگر عسرِ بول کے ساتھ مثانہ بھی بھرا ہوا ہو اور اس کے بعد خون بھی پیشاب میں آنے لگتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ اس مریض کو ایسی دوائیں دینی چاہییں جن سے خون کی حدت بند ہو چنانچہ یہ نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔ قردمانا[1] ورم دوہ الصمغ واہیل واشق وحلتیت۔ اشق کو پہلے حل کر کے سب اجزا اس میں ملائیں اور گولیاں بنا کر روزانہ چار بار استعمال کریں۔ اس جوشاندے بذورات کے ساتھ جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

زبان کے نیچے غدود۔ جب زبان کے نیچے غدود پیدا ہو کر تکلیف دیں۔ تو انکو نوسادر اور رازو سے مالش کریں۔ اگر فائدہ ہو تو بہتر ورنہ اُن دواؤں کا استعمال کریں جو کوّے کو فائدہ کرتی ہے۔ اور وہ نسخہ یہ ہے۔ زرنیخ احمر زرنیخ اصفر۔ زرعفص پھٹکری سب اجزا کو ہموزن پیسکر سرکہ میں ملا کر قرص بنائیں اور بوقت حاجت ایک دانق کے مقدار پیسکر غدود پر ملیں جیسے کہ کوّے پر زور سے ملتے ہیں۔ اور کوّے کے مرض میں روغن گل بھی مونہہ میں لیتے ہیں۔ اور غدود کے واسطے نمک سرکہ میں ملا کر اس سے کلی کرے۔

فالج جب انسان اپنے کسی عضو یا کئی اعضا کو حرکت نہ دے سکے یا اُن سے حس بھی نہ کر سکے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اسکو فالج ہے ایسے مریض کو پہلے وہ گولیاں کھلانی چاہئیں جن کا نسخہ محمد بن زکریا رازی نے تیار کیا ہے اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ نسخہ یہ ہے۔ ایارج فیقرا دس درم شحم حنظل ۵ درم قنطوریون دقیق عصارہ قثاء الحمار ہر ایک پانچ درم فرفیون ڈھائی درم جند بیدستر فلفل حلتیت سکبینج جاؤشیر شیطرج ہندی۔ خردل ایک ایک درم پہلے جس قدر گوندیں ہیں ان کو عرق سداب میں حل کر لیا جائے۔ بعد ازاں سب ادویات کو ملا کر گولیاں بنالیں۔ اور ایک روز پلا کر تین روز آرام دیں

[1] قردمانا اس کو قردماقی اور قردامون بھی کہتے ہیں ایک قسم کے نبات ہے۔ تیسرے درجے میں گرم خشک ہے

اور ان تین روز میں ہر روز صبح کو آب نخود زیت اور رائی کے ساتھ پلا دیں۔ پھر ان گولیوں
کی دوسری خوراک دیں۔ پھر تین روز آرام کرائیں غرضیکہ اسی طرح تین بار کرنا چاہیئے۔ اور گرم
قلیوں یا چوزوں کے ساتھ غذا دینی چاہیئے۔ اور بدن پر روغن قسط کی مالش کریں جسکی
ترکیب یہ ہے۔ قسط ایک اوقیہ فلفل تین اوقیہ اسی قدر عاقرقرحا اسیقدر فرفیون جند بیدستر
نصف اوقیہ۔ اور پھر ان سب ادویات کا نصف رطل روغن خیرو یا روغن سرخس میں تیل
بنائیں۔ اور استعمال کریں۔ اور اگر فالج کسی ضرب یا صدمہ سے پیدا ہوا ہو۔ پس اگر فوراً ہی درد
پیدا ہوا اور اسی حال پر قائم ہو گیا۔ تو اس کو آرام نہ ہوگا۔ اور اگر فالج تھوڑا تھوڑا پیدا ہوا
ہے۔ پس لائق ہے۔ کہ اس جگہ پر جہاں ضرب واقع ہوا ہے۔ یہ لیپ لگا دیں لیپ کا نسخہ
یہ ہے۔ آرد حلبہ حب البان حب النخلہ حب الخروع مقل اشق بطخ کی چربی موم۔
روغن سوسن ان سب دواؤں کا لیپ بنا کر لگا دیں۔ یہ ایک نسخہ فالج اور لقوہ اور
رعشہ کو نہایت مفید ہے۔ زنجبیل عاقرقرحا حبۃ السودا قسط فلفل دار فلفل وج
سب چیزیں دس دس درم فر ورق السداب یابس حلتیت حنطیانا زراوند حب الغار
جند بیدستر شیطرج خردل عسل بلادر ہر ایک پانچ پانچ درم ان سب کو روغن جوز میں ملا کر
شہد میں گوندھیں اور دو درم کے انداز میں نوش فرما دیں۔

قولنج جب پیٹ کے درد کے ساتھ طبیعت کی بندش اور غشی ہو۔ اور بخار و حرارت
کچھ نہ ہو۔ تو چاہیئے کہ بیمار کو ایسی دوا دیں جس سے اس کو دست آجائیں۔ مگر قے نہ ہو
جیسے جوارش السک ہے اور اس کا نسخہ یہ ہے مصطگی قرنفل فلفل دار فلفل زنجبیل
قرفہ جوز بوا سک دس دس درم سقمونیا تازہ جند بیدستر دس دس درم ان سب ادویہ
کو کوٹ پیس اور چھان کر تیار رکھیں۔ پھر بہی کا شیرہ بقدر ضرورت نکالیں۔ اور اس
کے برابر شہد اس میں ملا کر آگ پر رکھیں یہاں تک کہ جب وہ تھوڑا تھوڑا گاڑھا ہونے لگے
اس وقت اس میں ادویات مذکورہ ڈالکر قوام تیار کریں۔ اور بوقت ضرورت کام میں لائیں
مقدار خوراک اس کی درم سے ڈھائی درم تک ہے۔ اور اگر مریض کو غشی نہ ہو۔ تو اس کو
حب القولنج کا استعمال کراؤ جس کا نسخہ یہ ہے۔ تخم حنظل دس درم اس کی گولیاں

بنا کر ایک مثقال روز نوش کریں دفع قولنج میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ اور اگر قولنج سخت ہو۔ اور ادویہ مسہلہ سے کچھ فائدہ نہوتا ہو تب مریض کو یہ شافہ دینا چاہیئے نسخہ اُس کا یہ ہے۔
بورق المحروش درم سقمونیا ڈھائی درم شحم حنظل ڈھائی درہم ان سب ادویہ کے لمبے لمبے شافہ بنا کر مریض کو دینے چاہیئیں۔ اور اگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہو۔ تب اس حقنہ کا استعمال کریں تدبیر اس کی یہ ہے دس درم شحم حنظل ۵ درم آرد حلبہ دو درم تخم مرمیہ ایک درم عوطیشان قوتینج سداب۔ ہر ایک چھوٹی ہتھیلی کی مقدار ان سب کو ڈیڑھ سیر پانی میں اس قدر جوش کریں کہ ڈیڑھ پاؤ پانی رہجائے۔ پھر اس کو صاف کر کے یہ دوائیں اُس کے اندر اضافہ کریں۔ تین درم قطران اسیقدر شہد ایک درم جندبیدستر ایک درم سکبینج ایک درم جاؤشیر اور ایک مثقال اشیاف سے اس کے اندر ملائیں اور حقنہ لیں۔ اور اگر مریض کو درد کے ساتھ نفخ اور قراقر اور امتداد بھی معلوم ہوتا ہو تب اُس کو حب الغار کھلانی چاہیئے جس کا نسخہ یہ ہے۔ سداب خشک کے پتے دس درم نانخواہ کمون کلونجی کا شحم صغیر کرویا قطر اسالیون بادام تلخ فلفل دار فلفل قوتینج فرانج حب الغار جند بیدستر ہر ایک دو دو درم سکبینج چار درم ان سب ادویہ کو شہد میں ملا کر گولیاں بنائیں اور دن میں کئی بار شراب کہنہ ایک اوقیہ با ماءالاصول کے ساتھ استعمال کریں نہایت نافع ہے۔
کابوس جب انسان سوتے سوتے ڈر جائے اور خواب میں دیکھے کہ گویا ایک بڑی بھاری چیز اُس پر گر پڑی اس کو کابوس کہتے ہیں۔ اس کے علاج سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ مرگی کا پیش خیمہ ہے۔ اس بیماری میں اگر چہرہ سُرخ ہو۔ اور رگیں بھری ہوئی معلوم ہوتی ہوں تو پس چاہیے کہ صافن کی فصد لیں۔ یا پنڈلیوں پر پچھنے لگائیں اور شراب اور میٹھی چیز کا استعمال ترک کریں اور کل چیزیں جو خون کو کثرت سے کرتی ہیں اُن کا کھانا چھوڑ دیں اور اگر امر بالعکس ہو۔ تب قوقایا کا مسہل کئی بار دیویں۔ اور نیچے کے اعضا کی خوب مالش کریں۔
لقوہ جب انسان کا چہرہ ٹیڑھا ہو جائے اور وہ اپنی کسی آنکھ کے بند کرنے پر قادر نہ ہو اور جب تم اُس کو دیکھو اور اُس سے کہو کہ پھونک مار پس جب اس نے پھونک

ماری اور تم نے دیکھا کہ ایک طرف سے پھونک نکلتی ہے اور ایسے ہی جب کلی کراؤ۔ تو سیدھی کلی نہیں کر سکتا۔ پس ایسے شخص کو ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کو لقوہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ پہلے اس شخص کو شروع مرض میں **محللات** کا استعمال کرائیں جیسے جوز بوا اور عاقرقرحا وغیرہ ہیں انکو چبایا کرے۔ اور غذا اس کی وہی ہونی چاہیے جسکو ہم فالج میں بیان کر آئے ہیں ۔

مالیخولیا۔ جب انسان کے اندر خیالات فاسد خودبخود پیدا ہوکر ان سے رنج وغم لاحق ہو۔ تو یہ مالیخولیا کی ابتدا ہے۔ پھر جب یہ خیالات اس درجہ قائم ہو جائیں کہ گفتگو میں انکو ظاہر کرنے لگے اور انہیں کے مطابق افعال بھی اس سے سرزد ہوں پس مالیخولیا خوب مستحکم ہو گیا۔ اس واسطے چاہیے کہ جس شخص میں خیالات فاسد اور رنج وغم کی ابتدا شروع ہو۔ وہ فوراً ان کا علاج کرے کیونکہ جب وہ خیالات قوی ہو جائینگے۔ ان کا علاج دشوار ہوگا۔ پس اگر مالیخولیا کیساتھ پیٹ میں درد اور نفخ بھی ہو تب باسلیق اور اسیلم کی فصد لینی چاہیئے بائیں ہاتھ میں سے پھر اگر تم دیکھو کہ فصد میں سے سیاہ رنگ کا خون نکلا ہے۔ تو خون کو زیادہ نکالو اور اس کے بعد طبیخ افتیموں جو کتابوں میں مذکور ہے اس کو پلائیں اور اگر مالیخولیا کے ساتھ یہ علامتیں نہیں ہیں۔ یا سرسام کے بعد پیدا ہوا ہے۔ یا دھوپ میں زیادہ چلنے یا سر میں چوٹ لگنے سے ہو گیا ہے۔ تب قیفال کی فصد کھولیں۔ اور جو تدبیریں گذر چکی ہیں۔ سب عمل میں لائی جاویں۔ اور غذاؤں میں سے اس کے واسطے بکری کا قورمہ اور رشیدہ کے پراٹھے اور شراب رقیق مناسب ہے۔ یہ گولیوں کا ایک نسخہ ہے۔ اس سے سودا بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کا استعمال بہت سہل ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص طبیخ افتیموں کو نہیں پی سکتا ہے۔ اجزاء اس کے یہ ہیں افتیموں بیس درم بسفائج دس درم غاریقون دس درم۔ خربق سیاہ، نمک ہندی پانچ درم اسطوخودوس سعد ایارج فیقرا پانچ پانچ درم ان سب اجزا کو ملا کر گولیاں بنائیں۔ اور تین درم روز نوش کریں۔

نفث الدم۔ اگر تھوک کے ساتھ کچھ خون آتا ہو تو بیمار کے واسطے کچھ خطرے کی بات نہیں ہے۔ گلے کے دکھنے میں جن دواؤں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان سے غرغرہ کرے اور اگر قے کے ساتھ خون آوے۔ تو اس میں بھی کچھ زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ فصد کھول

دیں - اور قابض ادویات مثل سماق وحیضرم وغیرہ کا استعمال کریں -
اور نگل ادمنی - صمغ عربی - جلنار دم الاخوین - کندر تین تین درم - خالص بہی کے
مربہ کے ساتھ نوش کریں +

وجع المعدہ اگر درد معدہ کے ساتھ کرب اور غشی بھی ہو - تب مریض کو خالص پانی پلاکر
قے کرانی چاہیئے - اگر قے سے آرام ہو جائے فبہا - ورنہ ایارج فیقرا کا مسہل دیں اس کا نسخہ یہ
ہے - گلاب مصطگی سنبل عیدان بلسان دارچینی سلیخہ اسارون ہر ایک پانچ پانچ درم - صبر
سقوطری سب دواؤں سے دگنا پہلے سب کو جدا جدا پیس کر ملائیں اور پھر پیس کر چھانیں
اس کی خوراک ایک مثقال سے دو مثقال درم تک ہے اور اگر درد کے ساتھ ڈکاریں بھی
آتی ہوں - تب اُن معجونوں کا استعمال کرے جو ریاحوں کو توڑتی ہیں - جن کا قولنج میں ذکر
ہو چکا ہے +

ہیضہ جب انسان اپنے پیٹ میں غذا کا فساد معلوم کرے - تو لازم ہے - کہ گرم پانی پی
کر جھٹ پٹ قے کر ڈالے - اور کئی بار قے کرے اور غسل کرے اور جب اشتہا بہت
غلبہ کرے تو خفیف غذا کھائے - اور اگر قے اور دست شدت سے شروع ہو جائیں -
اور ہولناک آثار پیدا ہوں - تب اقراص کندر کا برف کے پانی کے ساتھ استعمال کرے -
اور اس کے اوپر انار کا رب نوش کرے - پھر اگر حد سے زیادہ قے ہو - تو مریض کے بازو
اور رانوں کو خوب مضبوط باندھ دیں - اور برف کا ٹھنڈا پانی اُس کی پنڈلیوں پر بہائیں
اور عرق گلاب میں صندل اور گلاب اور کافور اور سک پیسکر پیٹ پر لیپ کریں -
اور شراب کہنہ کو انار کے رب میں ملاکر تھوڑا تھوڑا پلائیں - اقراص کندر کی صفت یہ
ہے - طین خراسانی دس درم کباب چینی چھوٹی الائچی ہر ایک ایک درم ونصف کا فور
یک دانق سک یک دانق قرنفل یک دانق میں سب کو ملاکر اقراص بنا لیے جائیں -
ایک مثقال قے کے واسطے نہایت نافع ہے - اور اگر اس سے بھی قے بند نہ ہو - تب
معدہ پر سنگی لگائیں +

یرقان - اگر یرقان کے ساتھ مریض کو بخار بھی ہو - تب یہ نسخہ پلائیں - کاسنی
کو مار الشعیر اور کسیلا انگور کا شہد یا غذا میں دیں اور سکنجبین ترش پلاویں اور صندل سپید

صندل سرخ کا جگر پر لیپ کریں اور شکر کے ساتھ آلو بخارے کے آب زلال سے مسہل دیں۔ پس اگر اس علاج سے نفع ہو گیا تو بہتر ورنہ اقراص کافور انار ترش کے عرق کے ساتھ استعمال کرائیں اقراص کافور کا نسخہ یہ ہے۔ کافور زرشک ہر ایک تین درم طباشیر تین درم گلاب سرخ رنگ تین درم۔ تخم کاسنی۔ تخم کدو۔ تخم خیار خس بقلۃ الحمقا صندل زرد۔ ہر ایک یکدرم۔ ان سب دواؤں کے قرص بنالیں دو درم کی مقدار ہیں اور ایک قرص ایک رتی کافور کے ساتھ نوش کریں۔ اگر یرقان بخار میں ہے تو اس دوا سے آرام ہو جائیگا یہ گولیاں بھی یرقان کو بہت نافع ہیں۔ نسخہ ان کا یہ ہے صبر سقوطری یک درہم غاریقون ایک درم کی دو تہائی۔ عصارہ غافث تین درم ان سب ادویات کو شیرہ کاسنی میں ملا کر گولیاں بنائیں۔ یہ گولیاں یرقان کو از حد مفید ہیں۔ اور تین ہفتہ برابر دہی کے پانی کا پینا بھی بہت نفع کرتا ہے۔ یہ تمام وہ امراض کلیہ ہیں۔ جو بدن انسانی میں واقع ہوتے ہیں۔ اور ہر مرض کی ایک حقیقت فطری ہے جو ہر قلب کے اوپر۔ اور معلوم ہو۔ کہ امراض روحانی کا فساد ان امراض جسمانی سے کہیں زیادہ اور نقصان دہندہ ہے۔ اور ان کی ادویات بھی بمقابلہ امراض جسمانی کی ادویات کے زیادہ کار آمد اور فائدہ رساں ہیں۔ ہم ان روحانی امراض سے عنقریب بحث کرینگے۔ مثلاً تم کو معلوم ہو کہ قلب کا ایک سر ہے جس کو تذکر کہتے ہیں۔ اور صداع اس کے تذکر کا اس سے نکل جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس بحث سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مختصر طور پر چند مفرد دواؤں کا بھی ذکر کریں اگرچہ یہ ہمارا ذکر کرنا کچھ کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر حرف میں صرف ایک دو دواؤں کو ذکر کیا ہے۔ مگر تاہم اس مضمون سے بھی کتاب خالی نہ رہے۔ اور جسکو ادویات کا حال مشرح طور پر دیکھنا ہو وہ علم طب اور خواص کی مبسوط کتابوں میں ملاحظہ کرے۔

ف

حب الالف اقحوان[1] سرد خشک ہے۔ کھجلی اور خارش کو نفع کرتی ہے اور انثیین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اور بڑی ہڑ سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور بہتر اس میں سے بڑی بڑی ہوتی ہے۔ مقدار شربت اس کا پانچ درہم ہے۔

افسنتین مزاج اس کا گرم خشک ہے۔ مرہ صفرا کے واسطے مسہل اور معدہ کو مفرح ہے اور

[1] فارسی میں بابونہ گاؤ ۱۲

انیسوں اس کی مصلح ہے۔ بہتر قسم اس کی زرد اور ردی ہے۔ مقدار شربت اس کی چار درم ہے۔

حرف الباء بقلۃ الحمقا۔ مزاج اس کا سرد تر ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ صفرا کی سوزش کو رفع کرتی ہے۔ اور انتڑیوں کو نقصان پہنچاتی ہے مصطگی اس کی مصلح ہے بہتر اس میں وہ ہے جس کے پتے چوڑے ہوں۔ اسکے پتہ کے عرق کی مقدار شربت دس درم ہے

حرف التاء توت۔ اس کی طبیعت معتدل ہے خاصیت اس کی صفرا اور خون کی حدت کو نفع کرنا اور مثانہ کو نقصان پہنچانا۔ بہتر قسم اس کی سیاہ ہے۔ اس کے عرق کی مقدار شربت دس درم ہے

حرف الثاء ثمرۃ الطرفا معتدل ہے خاصیت اسکی بھیڑے کے زخموں کو نفع پہونچانا اور سر کو نقصان کرنا۔ مصلح اسکی زوفرا ہے۔ بہتر اسمیں وہ ہے جو بڑا ہو۔ مقدار شربت اسکی تین درم۔

حرف الجیم جاؤشیر گرم وخشک ہے۔ خاصیت اس کی عرق النسا اور وجع المفاصل کو نفع کرنا اور انثیین کو نقصان پہنچانا۔ مصلح اس کی مرماحور ہے۔ بہتر اقسام اس کی وہ ہے جو نہایت بدبودار ہو۔ مقدار شربت اس کی ایک مثقال

حرف الحاء حضض سرد خشک اور قابض ہے۔ خاصیت اسکی یہ ہے کہ درد جگر کو نفع کرتی اور طحال کو نقصان پہنچاتی ہے مصلح اس کی افیون ہے۔ بہتر اسکی وہ ہے جو مکی ہو۔ مقدار شربت ایک درم

حرف الخاء خشخاش سرد خشک ہے۔ پیٹ چلنے کو نفع کرتی ہے۔ اور پھیپھڑے کو نقصان پہنچاتی ہے مصلح اسکی مصطگی ہے۔ اور بہتر قسم اس کی سفید ہے مقدار شربت اس کا ڈھائی درم ہے

حرف الدال دار فلفل گرم خشک ہے خاصیت اس کی یہ ہے کہ بدن کو فربہ کرتی ہے اور سر اور معدہ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اور سر کو مضر ہے مصلح اس کا صمغ عربی ہے۔ بہتر اس میں وہ ہے جو صاف اور سفید ہو مقدار شربت ایک درم

حرف الذال ذراریح گرم خشک اور تیز ہے۔ خاصیت اس کی مثانہ اور گردہ کی پتھری کو توڑنا اور زیادہ استعمال سے نقصان پہنچاتی ہے۔ جب کہ مثانہ میں پتھری نہ ہو مصلح اس کا کتیرا ہے۔ بہتر اس کا وہ ہے جو تیل میں بریاں کیا گیا ہو۔ مقدار شربت دو دانق

حرف الراء ریوند معتدل ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے کہ درد جگر کو نفع کرتا ہے اور

معدہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا صمغ عربی ہے۔ بہتر اس کا وہ ہے جسکی بو تیز ہو مقدار شربت نصف درم

حرف الزاء زعفران گرم خشک ہے۔ بلغم اور نسیان کو نفع کرتی ہے۔ اور ضرر اس کا یہ ہے۔ کہ عقل کی خفت پیدا کرتی ہے مصلح اس کا شہد ہے۔ بہتر اس میں وہ ہے جو نئی اور خوشبودار ہو۔ مقدار شربت ایک درم

حرف السین سعد (موتھ) گرم خشک ہے۔ دانتوں کے درد کو نفع کرتی ہے۔ اور پھیپھڑے کو نقصان کرتی ہے۔ مصلح اس کا انیسوں ہے۔ بہتر اس میں سے وہ ہے جو سرخ ہو۔ مقدار شربت دو درم

حرف الشین شیطرج - اس کی طبیعت گرم خشک ہے۔ پرانے درد دل کو نفع کرتی ہے اور درد پہلو کو بھی فائدہ پہونچاتی ہے پھیپھڑے کو مضر ہے۔ مصلح اس کی مصطگی ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے۔ جو کاسنی کے کھیت سے اکھیڑی جائے۔ مقدار شربت دو درم

حرف الصاد صدف محرق (یعنی سیپ سوختہ) سرد خشک ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ درد دل کو نفع کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا شہد ہے۔ بہتر اس کی قسم میں سے وہ ہے۔ جس میں سے سچا موتی نکلتا ہو۔ مقدار شربت ایک درم

حرف الضاد ضفدع یعنی مینڈک مزاج اس کا تر ہے ورم کو نفع کرتا ہے اور سرا اور جذام کے واسطے بہت عمدہ چیز ہے۔

حرف الطاء طباشیر مزاج اس کا سرد ہے۔ خاصیت اسکی یہ ہے کہ درد جگر کو فائدہ کرتی ہے اور پھیپھڑے کو مضر ہے۔ مصلح اس کا سرخ گلاب ہے۔ اور بہتر قسم اس کی سپید اور ہلکی ہے۔ مقدار شربت نصف درم **حرف الظاء ظلف** پا بس دار تعلب کے لیپ میں نہایت کارآمد ہے۔ خاصکر ظلف الحمار سرکہ کے ساتھ بہت جلد فائدہ کرتا ہے **حرف العین عود** اس کی طبیعت گرم خشک ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ معدہ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اور پیٹ کے حبس کو دور کرتی ہے۔ مقعد یعنی مقام براز کو مضر ہے۔ مصلح اس کی گلاب ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے جو جزائر ہند سے لائی جاتی ہے۔ مقدار شربت نصف درم

حرف الغین غافث[1]- اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ صفرا محترقہ کو نفع کرتی ہے۔ اور طحال کو مضر ہے۔ مصلح اس کا انیسوں ہے۔ بہتر قسم اس

[1] ایک قسم کی گھاس ہے ۱۲

بہتر قسم اس کی وہ ہے۔ جو سیاہی کی طرف مائل ہو مقدار شربت دو درم
حرف الفاء فرفیون مزاج اس کا گرم و خشک ہے۔ اور خاصیت اسکی یہ ہے کہ بلغم لزج یعنی لیسدار کو نفع کرتی ہے۔ اور انثیین کو نقصان پہنچاتی ہے مصلح اس کا کتیرا ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے۔ جو سفید ہے۔ مقدار شربت دو درم **حرف القاف قبیل** اس کی طبیعت گرم خشک ہے۔ اور خاصیت یہ ہے۔ کہ پیٹ میں سے کینچوے اور کدو دانہ کو دستوں کے ساتھ خارج کرتی ہے۔ اور انتڑیوں کو نقصان پہونچاتی ہے مصلح اس کا شیح ارمنی ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے جس میں سختی نہ زردی ہو۔ مقدار شربت دو درم **حرف الکاف کہربا** اس کی طبیعت گرم و خشک خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ نکسیر اور خون حیض کو روکتی ہے۔ اور سر کو مضر ہے۔ مصلح اس کا ارز فارسی ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے۔ جو موم کی رنگت ہو یعنی زردی مائل مقدار شربت دو درم
حرف اللام لولو یعنے موتی سرد و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ درد قلب کو فائدہ کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے مصلح اس کا شکر ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے جو نرم ہو مقدار شربت دو دانق **حرف المیم مسک** یعنے مشک مزاج اس کا گرم خشک ہے خاصیت اس کی یہ ہے کہ معدہ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اور ذہن کو صفائی بخشتی ہے اور ضرر اس کا یہ ہے کہ بسبب انتہا درجت کے خفت عقل پیدا کرتی ہے مصلح اس کا شہد ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے جو ختن سے لائی جاتی ہے۔ مقدار شربت اس کا ایک رتی۔
حرف النون نیلوفر اس کی طبیعت سرد تر ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ درد شقیقہ اور وارم سر اور صداع کو نفع کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کی شکر ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے۔ جس کو اسمانی جونی کہتے ہیں۔ مقدار شربت تین درم
حرف الواو وج اس کی طبیعت گرم و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہی کہ جذام کو فائدہ کرتی۔ اور مثانہ کو مضر ہی مصلح اس کا شہد ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے۔ جو سپید ہو۔ مقدار شربت تین درم **حرف الہاء ہلیلج** اس کی طبیعت سرد و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ صفرا کی مسہل ہے۔ اور مقعد کو نقصان کرتی ہے مصلح

اس کا آب عناب ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے جس کا رنگ زرد ہو۔ مقدار شربت اسکی دس درم ہے۔ ف الیاء یاسمین یعنی چنبیلی سفید بہ نسبت زرد کے زیادہ تیز ہے۔ اور فراج اس کا گرم و خشک ہے۔ چہرہ پر کی چھائیوں کو نفع کرتی ہے۔ اور نقصان اس کا یہ ہے کہ خفت عقل پیدا کرتی ہے۔ بوڑھوں کے سرد امراض کے واسطے مفید ہے۔ اگرچہ ہر حرف کے ساتھ بہت سی دوائیاں ہیں۔ مگر ہم نے طول کلام کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے مطلب کے واسطے یہی کافی ہے۔

اے حق کے طالب تحقیق حق پر حرص کرنیوالے تجھکو لازم ہے کہ محض طب جسمانی پر قناعت نہ کرے اور نہ نباتی اور حیوانی دواؤں کی طرف التفات کرے کیونکہ یہ چیزیں غیر حقیقیہ ہیں خداوند فرماتا ہے۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ یعنے اے رسول ہم نے جو دنیا والوں کو ان کی آزمائش کے واسطے زینت اور رونق کے سامان دیئے ہیں تم ان کی طرف نگاہ نہ کرنا اور اپنی آنکھوں کو مرض اور دوا کی حقیقت سے بھی باہر نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مرض کی حقیقت کیا ہے طبیعت کا غلبہ اور دوا کی حقیقت کیا ہے۔ شریعت کے احکام۔ اور انبیاء علیہم السلام روحانی طبیب ہیں۔ وہ جسموں کا علاج نہیں کرتے بلکہ روحوں کا علاج کرتے ہیں۔ ایسا علاج جس سے جسم بھی صحیح اور تندرست ہو جاتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے طاعات کے احکامات کا حکم فرمایا۔ اور فرائض اور سنتیں مقرر فرمائیں۔ اور یہ ایسی دوائیں ہیں۔ جن سے جسم اور روح دونوں کو صحت ہوتی ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا طبیب نہیں ہے۔ جو مردہ کو زندہ کر سکے سوا انبیاء علیہم السلام کے پس یہ بیشک جہالت کے مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اور جنمی نابینا اور کوڑھی کو تندرست کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح سے حکایت فرمائی ہے وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی مسیح علیہ السلام نے فرمایا میں جنمی اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور مردہ کو حکم الٰہی سے زندہ کرتا ہوں پس اسی واسطے تمکو شریعت کی متابعت اور پیروی لازم ہے تاکہ حقیقی دوائیں تمکو حاصل ہوکر ان کے ذریعہ

سے صحت کلی نصیب ہو اور خداوند تعالیٰ تمکو ایسی زندگانی عنایت کرے جس کے بعد موت نہیں ہے۔ اور وہ صحت میسر ہو جس میں کبھی مرض نہیں ہوتا۔ اور کل قلبی اور روحانی امراض سے جو نہایت ہی بدترین امراض ہیں تم نجات پاؤ۔

دوسری فصل امراض روحانی اور ان کی ادویات کا بیان

معلوم ہو کہ شریعت میں قلب بمنزلہ ایک قالب کے ہے۔ اور صرف قلب ہی پر علول ہے اور جو امراض کہ ہم نے اجسام کے متعلق ذکر کئے ہیں۔ انہیں کے مثل قلب کے بھی امراض ہیں۔ کیونکہ قلب انسانی حقیقی ہے اور اس کے اعضائے حقائق اور اشیا کی صورتیں بغیر آلہ اور عضو اور جارحہ کے ہیں قلب بدن کا بادشاہ ہے۔ اور بدن اس کی رعیت اور سلطنت ہے پس جب رعیت کے اعضا ہیں جیسے سر اور ہاتھ اور پیر اور پیٹ اور پیٹھ وغیرہا قالب کے واسطے بھی ان کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اس کی سب سے بہتر اس کے واسطے شرع شریف ہے۔ قلب کا ایک سر ہے جس سے اس کی زندگانی ہے جیسے کہ بدن کا سر ہے اگر اس سر کو کاٹ لیں تو بدن زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایسے ہی اگر قلب کا سر کاٹ لیں تو اس کی زندگی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ قلب کا سر اس کا لطائف غیب کو ادراک کرنا ہے پھر اس کے اندر پانچ قسمیں ہیں جیسے کہ سر میں پانچ حواس ہیں بصیرت تذکرہ مراقبہ تمیز تفکر پس بصیرت قلب کی آنکھ ہے۔ اور تذکر قلب کی زبان ہے۔ اور مراقبہ قلب کا سننا یعنی اس کے کان ہیں۔ اور تفکر قلب کا خیال ہے۔ اور تمیز قلب کا تجربہ اور اس کا فعل ہے۔ جب خداوند تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے یعنی نیکی کی اسکو توفیق دیتا ہے۔ تو اس کے قلب کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ اور اس کی زبان کو کھولتا ہے اور اس کے کانوں کو سنا تا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر اور برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور ادراک سے اس کو باز رکھتا ہے۔ جیسے کہ مرض جسمانی سے دماغ کے ادراکات رک جاتے ہیں۔ پس قلب کے ان ادراکات کا رک جانا یعنی اس کی آنکھ کان اور زبان کا بیکار ہو جانا بھی مرض روحانی ہے۔ اور اسی

سے صدراع القلب کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ مرض اور ترقی کرتا ہے۔ تو اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور غفلت قلب کیواسطے بمنزلہ صداع کے ہے یعنی جیسے کہ بدن پر صرع کے دورہ سے غشی طاری ہوتی ہے۔ اور مثل مردہ کے گر پڑتا ہے۔ اور اعضا بالکل بے حس وحرکت ہو جاتے ہیں ایسے ہی جب قلب پر غفلت کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو غفلت کی صرع سے اس کے ادراکات پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور سکتہ والے کی طرح فنا کی جگہ میں گر پڑتا ہے۔ اور کچھ حس وحرکت اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ اور فاسد گمانوں کا قلب پر غلبہ کرنا بمنزلہ مالیخولیا کے ہے یعنے جیساکہ مالیخولیا سر کو خراب کرتا ہے ایسے ہی فاسد گمانوں کا غلبہ قلب کو خراب کرتا ہے جب انسان مالیخولیا کی علت میں مبتلا ہوتا ہے اُس کے حواس خبط ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے اقوال مختلط ہو جاتے ہیں یعنی کہتا کچھ ہے۔ اور منہ سے نکلتا کچھ ہے۔ اور کرتا کچھ ہے۔ اور ہوتا کچھ ہے۔ اس کے کل کام بدنظمی اور نامناسبت سے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی قلب میں جب ظنون فاسدہ اور خیالات فاسدہ کی کثرت ہوتی ہے۔ تب اس میں بہت سے تخبطات یعنی خبط الحواسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کے کل کاموں میں تشویش پڑ جاتی ہے۔ اور اپنے بڑے بڑے کاموں سے باز رہتا ہے مثل دیوانہ اور مجنون کے حیران وار معرفت الٰہی سے اور خدا کے ساتھ حسن ظن سے رُک جاتا ہے۔ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلب سے اس مرض کے دفع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ خدا کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ کیونکہ خدا کے ساتھ نیک گمان رکھنا جنت کی قیمت ہے ؎

قلب کا طمع کی فضولیات سے بھر جانا بھی استسقاء القلب ہے یعنی جیسے کہ استسقاء والے کی پیاس پانی سے نہیں بھرتی ایسے ہی طمع والے کا دِل مال ودولت دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔ پس حرص قلب کے واسطے ایسی ہے جیسے استسقاء۔ چنانچہ اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اگر آدمی کے پاس دو جنگل سونے سے بھرے ہوئے ہوں تب بھی وہ تیسرے کو تلاش کریگا۔ اور آدمی کے پیٹ

کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی ہے۔ غفلت کا دھواں بصیرت کو اندھا کر دیتا ہے۔
کیونکہ جب بصیرت اُس کے سبب سے اندھیری ہو جاتی ہے۔ تو اُس کا نور بھی ہوا کے
دھوئیں سے کم ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ دنیا میں آنکھیں دھوئیں سے اندھیری ہو جاتی ہیں
اور کثرت گریہ قلب کے واسطے ایسی ہے جیسے قالب کے واسطے مدرات بول یا فصد
کھولنا اور جیسے کہ فصد کے ذریعہ زیادہ خون لینے سے بدن میں ضعف پیدا ہوتا ہے
ایسے ہی گریہ کی کثرت سے قلب میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اگر عقلمند کوشش کرے۔ تو
امراض قلب کو عین بصیرت کیساتھ دیکھ لے۔ پھر معلوم ہو کہ ہر مرض کے واسطے شفا ہے
اور ہر دار کی دوا ہے۔ بعض دوائیں عقلیہ ہیں اور بعض شرعیہ ہیں۔ جن کو حضرت شارع
علیہ السّلام نے اپنے نور نبوت سے ظاہر فرمایا ہے۔ اور جس نے قلب کے امراض اور ان
دواؤں کو معلوم نہ کیا وہ انسانیت سے خارج ہے کیونکہ انسانیت اسی کا نام ہے۔ کہ
ظواہر اشیاء اور اُن کی حقائق کا علم ہو۔ اور مذمومات کو دور کر کے محامد کو حاصل کرے
جس قلب نے امراض روحانی کو معلوم کر کے ان کی دوائیں حاصل کیں اور ان کی
ترکیب کے موافق جس طرح کہ حکیم نے اس کو حکم دیا ہے ان کا استعمال کیا۔ وہ کل امراض سے
نجات پائیگا۔ اور صحت کلی اس کو حاصل ہوگی اور حیات سرمدی سے سرفراز ہوگا۔
اپنی ذات کے ساتھ کامل اور صفات کے ساتھ زندہ ہو جائیگا۔ اور خداوند تعالیٰ اس کے
قلب کو ایک آئینہ بنادیگا جس میں جبروت کے آثار اُس پر ظاہر ہونگے۔ اور لاہوت کے
انوار یہ اُس کے اندر ملاحظہ کریگا جیسے کہ حضرت رائضہ اسدی سے روایت ہے۔ کہتے ہیں
میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوا تاکہ خیر و شر کی نسبت
آپ سے سوال کروں اور لوگوں پر پھلانگتا ہوا آپ کے نزدیک پہنچا۔ جب آپ ص سے
نزدیک ہوا تو فرمایا اے رائضہ۔ تو مجھ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہے۔ میں تجھ کو
بتلادوں وہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ بتلائیے۔ فرمایا تو مجھ سے
خیر و شر اور نیکی اور گناہ کی نسبت سوال کرنے آیا ہے۔ پھر آپ نے اپنی انگلی میرے سینہ میں
مار کر فرمایا اے رائضہ جو بات ہو اپنے قلب سے پوچھ لے کیونکہ نیکی وہی ہے جس کا نفس

کو الہام ہو اور دل اُس کی طرف قرار پکڑے اور اسپر اطمینان کرلے اور بدی وہی ہے جو دل میں کھٹکتی رہے۔ اس کو چھوڑ دے۔ اگرچہ فتوی دینے والے اُس کا تجھ کو فتوے دیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اِن صحابی کے قلب کی صحت اور حیات معلوم تھی۔ اسی سبب سے اُن کا فتوی اُن کے قلب کے سپرد کیا کیونکہ جو قلب صحیح ہے۔ وہ ہر ایک بات کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اور جو بات قلب کے علم سے فوت ہو جاتی ہے۔ وہ محض اس قلب کی بیماری سے فوت ہوتی ہے۔ ورنہ جو قلب صحیح اور ہر ایک علت سے سالم ہے۔ اس پر معلومات ملکوت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ قلب صحیح حق کا وطن ہے جیسا کہ اس نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے مَا وَسِعَنِیْ شَیْءٌ مِّنْ مَلَکُوْتِیْ وَلٰکِنْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے ملکوت میں سے کسی چیز میں میری سمائی نہیں ہے۔ مگر میرے مومن بندہ کے دل میں میری سمائی ہے۔ پس حق تعالےٰ جس قلب میں ہو اُس قلب کے نگینہ میں تمام علوم خداوندی منتقش ہو جاتے ہیں اور معلومات غیب و شہادت میں سے کوئی بات اُس قلب پر پوشیدہ نہیں رہتی۔ پھر جب قلب کی ذات صحیح و سالم ہو گئی اور کمالات اشیاء کا اُس کو علم ہو گیا تب وہ قلب امراض و علل سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اپنی صحت کے قیام کی کوشش کرتا ہے اور جان لیتا ہے۔ کہ سب سے مقدم اور مہتم بالشان یہی علاج ہے۔ کہ شریعت غرا کی پیروی کی جاوے کیونکہ شریعت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ یہی دوا اعظم اور معجون نافع کل مزاجوں کے موافق ہے کیونکہ شریعت کی معجون سے نہ مریض مخالفت کر سکتے ہیں۔ نہ تندرست اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کل دواؤں کو شامل ہے۔ جسمیں صرع قلب کا علاج بھی ہے اور روح کی گرمی کے تسکین دینے کا بھی اور استسقاء کے دور کرنے کا بھی اور صداع اور سکتہ قلبی کا بھی۔

کسل اور سستی قلب کی فالج ہے اور غیبت سکتہ ہے اور غفلت صرع ہے اور فضول صداع ہے۔ اور حرص اس کی گرمی ہے۔ اور طمع استسقاء ہے۔ اور طبیعت کے موافق ہونا اس کا فساد مزاج ہے۔ اور گمان فاسد مالیخولیا ہے۔ اور جھوٹی رائیں اور خیالات

اس کی بصیرت اور سماعت کا نقص ہے۔ اور محبت دنیا کی اس کا یرقان ہو۔ اور خواہش اس کی برص ہے۔ اور حسد اس کی دق ہے۔ کیونکہ حاسد کا دل ہمیشہ جلتا اور پگھلتا رہتا ہے۔ جیسا کہ جوان آدمی کا جسم مرض دق سے گھل جاتا ہے۔ ان امراض میں سے ہر ایک مرض کا علاج ہے اور دوا ہے۔ جو ازالہ مرض میں اعانت کرتی ہے۔

حضرت رسول خدا صلعم نے بہت سی عبادتوں کو مرکب کر کے اُن سے معجونیں بنائی ہیں۔ اور طاعات کی نافع دوائیں مقرر کی ہیں مریض پر واجب ہے۔ کہ اگر اس میں حب دنیا کی حرارت ہو۔ تو پہلے فصد کھولے یا مسہل لے۔ اگر اس کے اندر اخلاق کے فضلات بھرے ہوئے ہیں۔ اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرے کیونکہ انسان کے اسلام کی عمدگی یہی ہے۔ کہ غیر ضروری باتوں کو ترک کر دے پھر اس فصد اور مسہل اور پرہیز کے بعد اپنی مزاج کے موافق نماز روزہ وغیرہ ادویات کا استعمال کرے۔ اور شب و روز ذکر الٰہی میں مشغول رہنا بھی اس کی ایک بڑی دوا ہے۔ اور تندرست وہ شخص ہو۔ جو فواحش اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اگرچہ وہ طریقہ علاج اور دواؤں کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ اور نہ ان کی کیفیات افعال سے واقف ہے۔ مگر طبیب کی بات مانتا ہے۔ جس نے اس کو دوا بتائی ہے۔ اور اسیقدر علم پر قناعت کر کے عمل میں مشغول ہوتا ہے کیونکہ دوائیں مریض کے جسم میں صحت پیدا کرتی ہیں۔ اگرچہ مریض اُن کے حقائق سے واقف نہ ہو۔ اور اگر مریض اس بات کا انتظار کرے کہ اس کو ماہیات ادویہ سے واقفیت ہو اور معالجہ کی کیفیت کو معلوم کرے۔ تو اکثر اس انتظار ہی انتظار میں مریض مر جاتے ہیں۔ اور علم کے حاصل ہونے سے پہلے مرض کی شدت ہو جاتی ہے۔ پس عاقل کا راستہ یہ ہے کہ اگر خود نہیں جانتا ہے۔ تو حکیم کے کہنے پر عمل کرے اور جس ترکیب سے حکیم علاج بتائے اس کو عمل میں لائے۔ اور عاقل کامل وہ ہے جو علم رکھتا ہے۔ اور علم کے موافق عمل کرتا ہے۔ تاکہ اُس کے نفس کو صحت اور قلب کو قوت حاصل ہو۔ اور امراض مزمنہ سے نجات پائے۔ جیسا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جسنے علم حاصل کر کے اُسپر عمل کیا۔ اس کو خدا ان چیزوں کا علم دیگا جن کو یہ نہیں جانتا تھا۔ اسے طالب تو

یہ نہ سمجھ کہ شریعت کی پیروی محض مرض ہی کو اچھا کرتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ مردہ کو بھی زندہ کرتی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ یعنے اے ایمان والو خدا اور رسول کی نصیحت مانو۔ کیونکہ وہ تم کو اسیواسطے بلاتے ہیں کہ تم کو روحانی زندگی کے ساتھ زندہ کریں۔ خود اس نے حکم فرمایا ہے۔ کہ اس کے نبی مردہ کو زندہ کرنے والے ہیں یعنی جہالت اور شرک کے مردہ کو پھر رسولوں کے سوا اور کون سا طبیب ہے جو مردہ کو زندہ کر سکے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا کیا اچھا کلام ہے۔ فرماتے ہیں۔ مادر زاد نابینا اور کوڑھی کو میں نے اچھا کیا اور مردہ کو میں نے زندہ کیا۔ اِن باتوں سے میں نہ تھکا۔ مگر جاہلوں کے معالجہ سے میں تھک گیا۔ کیونکہ جہل سب مرضوں سے سخت اور بدتر ہے۔ اور ایسے ہی علم سب دواؤں سے بہتر ہے۔ پس تم کو چاہیئے۔ کہ اپنے مزاج کی تبدیل کرو۔ اور جہالت کی ظلمت سے اُس کو علم کے نور کیطرف لاؤ۔ سب سے پہلے تمکو محبت الٰہی کی حرارت غریزی حاصل کرنی چاہیئے۔ اور علوم حقائق کی حرص لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ یعنے اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ اے طالب ہم عنقریب تم سے کلیات اِن اقوال کا حفظ صحت کے باب میں ذکر کرینگے

اب ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے امراض جسمانی کو ترتیب وار ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہم امراض روحانی کو بھی ذکر کریں۔ پھر ان کے بعد ہم ادویہ روحانیہ کو ذکر کرینگے۔ اور امراض روحانی کو آسانی کے لحاظ سے حروف معجمہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں۔ عالم کو چاہیئے کہ ان کو سمجھ لے۔ اور ان کی ترکیب سے واقف ہو جائے۔ کیونکہ جس کو مرض کا علم ہو اور دوا کو بھی اُس نے پہچان لیا۔ تو اب اس کو لائق ہے۔ کہ معالجہ میں مزاج کے موافق دوا کے اجزا اور اُن کی مقدار تجویز کرے۔

الاَصَلُ یہ ایک روحانی مرض ہے۔ اور قدرت آلٰہی اور اُس کے بندوں کے ساتھ کمال عنایت میں شک لانے اور جہالت سے پیدا ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ یعنے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ مہربان ہے جسکو چاہتا

ہے۔ رزق دیتا ہے اور وہ صاحب قوت اور صاحب عزت ہے اور موت کے ساتھ اُنپر قہر کرنے اور اجل کے پہنچانے پر قادر ہے۔ اور جیسے کہ اُس نے بندوں کی روزی مقدر کی ہے۔ ایسے ہی اُن کی موتیں بھی مقدر کی ہیں۔ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ یعنی جب بندہ کے دل کی چشم بصیرت قدرت الٰہی کی طرف سے اور اپنی حقیقت موت سے اندھی ہوگئی۔ اور خداوند تعالیٰ کے اس فرمان سے غافل ہوگیا۔ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ جہالت کے ساتھ تناہی احوال سے اور تمناؤں کے دریا میں ڈوب گیا۔ پھر یہ امید کرتا ہے۔ کہ میں ہمیشہ زندہ رہونگا۔ دار آخرت سے غافل ہوگیا۔ یہانتک کہ جب موت اس کے پاس آئی تو سب طرف سے آتی ہوئی اس کو معلوم ہوئی۔ اور یکایک موت نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ وہ امل جو جہل سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی رگ کو موت کے مطالعہ کی تلوار سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ موت کو سامنے رکھنا امل کی بنیاد کو ڈھا دیتا ہے۔ اس لئے کہ اجل کل کی دشمن ہے۔

اَلْبَغْضَاءُ یہ بھی ایک روحانی علت ہے۔ اور پیدائش اس کی امل سے ہے۔ کیونکہ جب قلب میں امل کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہونگا اسواسطے مال و جاہ سے وہ محبت کرتا ہے۔ پھر اس ضمن میں اس کی ابناء دنیا سے جنگ ہوتی ہے۔ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے جس شخص میں یہ بیماری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ زندوں کے مارنے اور لوگوں کے ہلاک کرنے کی کوشش اور فکر کرتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگوں کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے۔ وہ سب اس کے پاس آجائے۔ یہ مرض بخل نفس امارہ کے خبیث ترین اخلاق میں سے ہے۔ جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور محبت کی تندرستی جو اس کے اور مومنوں کے درمیان میں تھی وہ بالکل منقطع ہو جاتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ امل کا مرض جو قلب کے اندر ہے پہلے اُس کا استیصال کیا جائے۔ پھر نفس کو مسلمانوں سے جو تکلیف پہنچے۔ اس کے صبر کرنے پر مجبور کرے۔ اور ان سے محبت کرنے پر صابر بنائے۔ تاکہ بغض محبت سے مبدل ہو۔ کیونکہ بغض جماعت کو متفرق کرتا ہے۔ اور شہروں کو اجاڑتا ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ نے شراب کو مسلمانوں پر اسی سبب سے حرام کیا ہے کہ اس کے پینے سے بغض پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ یعنی بیشک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے اندر شراب خوری اور قمار بازی کے ذریعہ سے عداوت اور بغض پیدا کرے۔ پس معلوم ہوا کہ بغض شیطانی اخلاق میں سے ہے۔ اور انہیں روحانی امراض میں سے ایک مرض بخل یعنی مال کا بندگان خدا کے منافع اور فوائد سے روک لینا اور ایسی چیز کو جو فنا ہونے والی ہے۔ حرص کے سبب سے مقید کرنا۔ نفس جب اس مرض کے ساتھ بیمار ہوتا ہے۔ جنت کی خوشبو تک اُس کو نصیب نہیں ہوتی کیونکہ بخل جہنم میں ایک درخت ہے۔ جس کی ٹہنیاں دنیا کے اندر ہیں جس نے ان میں سے ایک ٹہنی بھی پکڑ لی وہ اس کو جہنم میں کھینچ لیتی ہے ۔

جہل یہ روحانی مرض ہے سب مرضوں کی جڑ اور سب کا سردار ہے۔ جو مرض علمی ہے وہ جہالت سے کم ہے۔ اور اُس کا علاج بھی سہل ہے۔ اور جہل جہنم کا درک اسفل ہے۔ اللہ تعالیٰ خبیث روحوں کو اس کے ساتھ اس کے سبب سے عذاب کرتا ہے جیسے کہ طیب روحوں کو علم کے سبب سے ثواب دیتا ہے۔ اور یہ جہالت کیا چیز ہے دل کی آنکھ کا اندھا ہو جانا۔ اُس کے کانوں کا بہرہ ہو جانا۔ اِس کی زبان کا گونگا ہو جانا۔ کیوں کہ جہل جب قلب پر غالب ہوتا ہے۔ معارف کے انوار قلب سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور کمال کے حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے۔ حواس قلب کے بالکلیہ گم ہو جاتے ہیں یہانتک کہ مثل پتھر کے بنجاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ خداوند تعالیٰ جاہل کی عبادت قبول نہیں کرتا اور نہ اُس کی دعا کو سنتا ہے۔ نہ اُس کی ندا کا جواب دیتا ہے۔ یہ مرض جہل عقل کا دشمن اور علم کی ضد ہے۔ اور نہایت ہی مہلک مرض ہے جس وقت یہ مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اُس وقت اُس کا علاج ممکن نہیں ہوتا اور اسکے اور بھی زوائد ہیں جیسے

اَلْجُبْنُ روحانی امراض میں سے بزدلی بھی ایک مرض ہے۔ کیونکہ جاہل کا قلب بزدل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ قضا و قدر کے رازوں سے واقف نہیں ہوتا۔ راہِ خدا میں قدم رکھنے سے بزدلی کرتا ہے۔ علاج اس مرض کا تقوےٰ ہے۔ کیونکہ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے جس نے خدا تعالیٰ سے تقویٰ کیا وہ قوت کے ساتھ زندگانی بسر کرتا ہے اور اپنے دشمن کے ملکوں میں امن کے ساتھ پھرتا ہے۔ جہل کا علاج یہ ہے کہ علم دین حاصل کرے کیونکہ تعلیم علم حق میں مشغول ہونے والا وہی مرض جہل کا علاج کرنیوالا ہے۔

اَلْجَفَاءُ امراض روحانی اور جہل کے زوائد میں سے ایک مرض جفا ہے۔ جاہل دوسرے پر کیونکر نہ جفا کریگا۔ حالانکہ جب خود اس نے جہالت کے ساتھ اپنے نفس پر جفا کی ہے اور جہل سے بڑھکر اور کون سی جفا ہو سکتی ہے۔ پس جاہل کی سب سے بڑی جفا یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو جہالت کی قید میں بند کر رکھا ہے۔ اور تعلیم کے انوار سے محروم کر دیا ہے۔ جہل کی اور بھی بہت خرابیاں ہیں۔ جن کا ذکر کرنا نہایت طویل ہے۔ غرضیکہ جہل ایک کانٹوں دار درخت ہے۔ ہر جز اور ہر حصہ اس کا کانٹا ہے جو قلب میں چبھ جاتا ہے۔ اور اسکے دامن کمال کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اَلْجَاھِلُ عَدُوِّیْ وَالْعَاقِلُ صَدِیْقِیْ یعنے جاہل میرا دشمن اور عاقل میرا دوست ہے

اَلْھَوٰی - یہ امراض روحانی میں سے ایک مرض کلی ہے۔ جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ تب اس میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ یعنے کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس ہویٰ یعنی خواہش وہ مرض ہے۔ کہ اس مرض کے سبب سے مصالح قلب کی بصیرت سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر قلب جسوقت مصالح سے حجاب میں ہوا۔ اور مہمات سے رک گیا اس کے آسمان میں چار طرف سے ہوٰی کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ اور وہ جادہ معرفت سے منحرف ہو جاتا ہے۔ اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ ہوٰی ہدایت کی ضد ہے۔ اور ہوٰی کا علاج ہدایت خداوندی ہے یہ تمام آفتیں جو دنیا کے ہر گوشہ اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جس نے ملکی انتظام میں خلل ڈال رکھا ہے۔ یہ سب ہوٰی ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ ہوا ئے جب قلب پر غالب ہوتی ہے۔ تو اُس کو انصاف کے راستہ سے روک دیتی ہے

اور شریعت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بہر کچھ کاٹتے ہے باز رہتی
پس ہر شخص اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔ اور اپنی خواہش سے اپنی نجات تلاش
کرتا ہے۔

پس اے طالب یقین الٰہی میں غور کر اور اس فرمان نبی کو ہ لیہ قد ضلوا واضلوا عن
سواء السبیل یعنی خود گمراہ ہوا۔ اور اوروں کو بھی سیدھے راستہ سے گمراہ کیا۔ پس خواہش
باری جل شانہ میں شک کرنا اور بتوں کی پرستش کرنا اور شرک کرنا اور نبوت سے منکر ہونا
اور عبادت میں سستی کرنا اور احکام کی مخالفت اور خواہش کا ارتکاب یہ سب ہوا کے
لوازم ہیں جس وقت ہوی ایسے قلب پر مستولی ہوتی ہے۔ جو اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے
اور جس بات کا اس کے خیالات تقاضا کرتے ہیں۔ اُس کے ساتھ تمسک کرتا ہے یہاں تک
کہ خدا کے شریک بنا لیتا ہے۔ اور خدا کے سوا دوسروں کو معبود ٹھہراتا ہے اسی واسطے
خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے بریت ظاہر کی اور اُن سے اعراض
فرمایا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام رب
انھن اضللن کثیرا من الناس۔ اے پروردگار مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے
بچا کہ ہم بتوں کی پرستش کریں اے پروردگار بے شک ان بتوں نے بہت سے
آدمیوں کو گمراہ کیا ہے۔ ہوی کی بہت سی شاخیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک ایسی مختلف
اور متفرق ہوسیں ہیں۔ جو جاہلوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ہموم فاسدہ ہیں
جو جاہلوں کے سینہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور حق کی طلب اور صدق کی پیروی سے ان کو
باز رکھتے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جاہل جاہل کی پیروی کر لیتا ہے۔ اور ایک دوسرے
کو لے مرتا ہے۔ پس ہوسات فاسدہ ہوی کا ایک کنارہ ہیں۔ اور ہوی ہاویہ کا دروازہ ہے
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس طرح علم کو نہ اٹھائے گا
کہ محض علم ہی کو اٹھالے بلکہ علما کی وفات کر کے علم کو اٹھائیگا (یعنی قیامت کے قریب
علم اٹھ جائیگا۔ مگر یہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا لکھا بھول جائیں بلکہ یہ ہوگا کہ جو علما ہوں گے
اُن کی وفات ہو جائیگی۔ اور پھر لوگوں کو علم کے حاصل کرنے کی رغبت نہ ہوگی۔ اس

صورت سے علم اٹھ جائیگا۔ یہانتک کہ جب دنیا میں ایک عالم بھی نہ رہیگا۔ تب لوگ جاہلوں کو اپنا مفتی بنائینگے۔ اور اُن سے مسئلے پوچھینگے۔ اور وہ بغیر علم کے اُن کو فتویٰ دینگے پس خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے گمراہ کرینگے چنانچہ اسی طرح کے فرقے اسلام میں پیدا ہوئے ہیں جیسے خارجی رافضی معتزلی زنادقہ قدریہ جبریہ وغیرہم ان کے اصول و فروع سب اہل ہوسی اور اصحاب ہوس کے ہیں۔ جن کو خداوند تعالیٰ نے جادہ حق سے محروم کرکے خواہش کا پیرو کیا۔ اور اپنے واضح راستہ سے باز رکھا پس درحقیقت اُنہوں نے خواہش کی پیروی کرکے اپنے نفسوں پر آپ ظلم کیا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ خبردار۔ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔ اگر ہوا کے پردے لوگوں کی آنکھوں پر سے اُٹھ جائیں تو بیشک حق کا جمال قلب کے نور سے دیکھ لیں اور کل مخشش امراض اُن سے دور ہو جائیں۔ مگر خدا نے اُن کو اس واسطے روک دیا ہے۔ تاکہ اُن کو عذاب کرے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ یعنے اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اسکی ہدایت عنایت کرتے۔ مگر ہمارا فرمان صادر ہو گیا ہے کہ جہنم کو جن و انسان دونوں سے پر کرینگے +

وسواس روحانی امراض میں سے ایک مرض وسواس ہے یہ مرض قلب میں حق کے راستہ سے خاطر کے پریشان ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور فاسد اور جھوٹے گمان اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور ہوا بھی اس کو مدد پہونچاتی ہے۔ اس مرض سے قلب کے اعمال میں خبط الحواسی واقع ہوتی ہے۔ جیسے کہ مالیخولیا سے دماغ کا حال ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات یہ وسوسہ باہر سے بھی قلب کے اندر جاتا ہے۔ مثلاً شریر شخص کسی غریب شاگرد کو بہکائے اور فاسق سلیم مبتدی کے دل میں وسوسہ ڈالے اور عبادت سے اُس کو روک دے اور کبھی یہ وسواس قلب کے اندر سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ قلب اندر رحمت الٰہی اور اس کی وسعت اور مغفرت کا خیال پیدا ہوکر خوف سے روک دے اس قلب میں شیطان اس صورت سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہ جو چاہے کر۔ خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ تجھکو بخشش دیگا۔ یہانتک کہ بُرے بُرے افعال

کراتے کراتے دوزخ میں اُس کو گرا دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسی وسواس کی نسبت فرماتا ہے مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ۔ یعنی کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں خداوند تعالیٰ سے شیطان کے وسوسے سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور نظر نہیں آتا۔ اور انسان اور جنات دونوں کے وسوسوں کے شر و فساد سے۔ شارع علیہ السلام نے اس سخت مرض کی دوا بھی مہیا کر دی ہے یعنی اِسۡتِعَاذَہ جیساکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ۔ اور کہو اے رب میرے میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے شیطانی وسوسوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں۔ اور استعاذہ کے پڑھنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ یعنی خدا سے شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگ اس طرح اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے ساتھ شیطان مردود کے شر سے پس استعاذہ یہ ہے کہ قلب کو ان وسوسوں سے مراقبہ اور ذکر الٰہی کی مواظبت کے ساتھ پاک وصاف کیا جائے۔ اور خدائے تعالیٰ کی بندگی و طاعت میں کوشش کی جائے۔ انہیں امراض میں سے ایک یہ بھی مرض ہے۔ کہ نمازی کی نماز میں وسوسے واقع ہوتے ہیں۔ اور وہ نماز میں بھول جاتا ہے۔ یہانتک کہ بعض دفعہ اُس کو دوبارہ نیت باندھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ الغرض یہ مرض وسواس ایک حیلہ شیطانی ہے۔ اور اس مرض میں وہ قلب مبتلا کیا جاتا ہے۔ جو خواہش کے دھوئیں میں پوشیدہ ہو گیا ہے۔ ایسے مریض کے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کَالَّذِی اسۡتَھۡوَتۡہُ الشَّیٰطِیۡنُ فِی الۡاَرۡضِ حَیۡرَانَ لَہٗۤ اَصۡحٰبٌ یَّدۡعُوۡنَہٗۤ اِلَی الۡھُدَی ائۡتِنَا ؕ قُلۡ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الۡھُدٰی ؕ وَ اُمِرۡنَا لِنُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

نُزۡعَارَتۡ یہ ایک مرض ہے جو قلب میں ناشکری کے غالب ہونے اور پرہیزگاری کی قلت اور جہالت کے غلبے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مرض شرک خفی سے مشابہ ہے۔ اور اس کے پھل ایسے ہیں۔ جیسے اندرائن کا پھل کڑوا۔ اور زہر قاتل کیونکہ اُس

مرض کے اثر سے قلب ہر کام میں زیادتی کا طالب ہوتا ہے۔ اور اعتدال کا راستہ اس سے چھوٹ جاتا ہے۔ پس جیسے کہ ہر کام میں نقص اور کمی مخل ہوتی ہے ایسے ہی زیادتی بھی مخل ہوتی ہے۔ اور بوجہ اس زیادتی کے ساتھ انسان فضولیات میں پڑ جاتا ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اکثر اوقات ان فضولیات ہی سے فواحش میں بھی گر جاتا ہے۔

تہوّر۔ یہ مرض قول میں بھی ہوتا ہے۔ اور فعل میں بھی۔ اور اصل اس کی طلب فضول کی حرص اور اپنے رائے فاسد کو اچھا سمجھنا اور اپنی خواہش کے شبہات میں پھنس جانا ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہر ایک قول و فعل میں زور کے داخل ہونے سے پروا نہیں کرتا۔ اور آخر کو یہ مرض اس کو ہلاک کر کے راہِ حق سے روک دیتا ہے۔

حسد۔ نہایت مہلک مرض ہے محسود کو ضرر پہنچنے سے پہلے حاسد کو ہلاک کر دیتی ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے۔ پس حسد ایسی آگ ہے کہ حاسد کی نیکیاں اور محسود کے گناہ جلا دیتی ہے۔ یہ مرض انسان کے قلب میں ایسا ہے جیسے جسم میں برص ہوتی ہے۔ برص والے سے سب لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ ایسے ہی حاسد کے دل سے فرشتوں کو نفرت ہوتی ہے۔ وہ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کرتے ہیں۔ یہ مرض برص ہی کی طرح سے بڑھتا جاتا ہے۔ اور ان دونوں مرضوں کے واسطے بجز داغ دینے کے اور کوئی حیلہ نہیں ہے جسمانی برص کے واسطے آگ سے داغ دیا جاتا ہے۔ اور اس قلب کی برص کو جہنم کی آگ سے داغ دیا جائیگا۔ حاسد کو نہ کھانا خوش گوار ہوتا ہے۔ نہ پینا کیونکہ ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات اُس کا حسد اس کی جان تلف کروا دیتا ہے۔ یہ مرض نہایت مہلک ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ اور اصل اس کی جہالت ہے۔ اور حقد اس کی ایک شاخ ہے۔ اور سبب اس کا حرص ہو یعنی جب طبیعت غیروں کی چیزیں حاصل ہونے کی طرف رغبت کرتی ہے۔ اور نفس امارہ اُس کو ابھارتا ہے۔ مگر کوئی راستہ

اُن کے حصول کا پیدا نہیں ہوتا۔ اُس وقت یہ حسد کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حرص اُس کو ایسا خراب کرتی ہے کہ مثل کتے کے بن جاتا ہے۔ اسی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ ابن آدم کے پیٹ کو بجز مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھرتی۔ پس یہ حسد ایسا مرض ہے کہ جب انسان پر مستولی ہوتا ہے۔ تمام طاعتوں اور راحتوں سے اُس کو روک دیتا ہے اور ساری عمر اس کی حسرتوں میں برباد ہوتی ہے۔ جب اپنے محسود یعنی اس شخص کو جس سے اس کو حسد ہے۔ کسی نعمت اور آسائش میں دیکھتا ہے۔ اس کا مرض دگنا اور چوگنا ہو جاتا ہے۔ اور سخت بےچینی اور اضطراب اس کو لاحق ہوتا ہے پھر جب لوگوں پر اس کے حسد کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کی حاسدانہ طبیعت سے مطلع ہو جاتے ہیں تو اس کی طرف سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور عام طور پر دلوں کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ کسی مسلمان کو اس پر اطمینان نہیں رہتا۔ اس مرض لا دوا کا علاج یہ ہے کہ قضاء الٰہی اور قدرت لم یزلی پر شاکر ہو جائے اور احکامات الٰہی مثل عدل وفضل وغیرہ کو پیش نظر رکھے اور عالم غیب وشہادت میں غور کرے۔ اور اس قسم کی آیات میں فکر کرے۔ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اسی مضمون میں ایک یہ آیت ہے۔ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔ یعنی ہر چیز کو اُس نے اُس کا وجود عنایت کیا پھر اُس کو ہدایت کی۔ اور یہ حدیث شریف بھی اسی مرض کے معالجہ میں وارد ہے۔ حضور علیہ التحیۃ والسلام فرماتے ہیں۔ لَا یَبْلُغُ اَحَدُکُمْ حَقِیْقَۃَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ وَحُلْوِہٖ وَمُرِّہٖ یعنی تم میں سے کوئی ایمان کی حقیقت کو نہ پہنچیگا جب تک کہ قدر کے خیر وشر اور میٹھے کڑوے پر ایمان نہ لائیگا۔ پس جب یہ تدبیر کیجائے گی اور حاسد اس بات کو جان لیگا۔ کہ قضاء الٰہی کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس کی بخشش کو کوئی روک سکتا ہے پس اس پر منکشف ہو جائیگا کہ حسد ایک امر محال ہے۔ اور یہ ایک عذاب الٰہی ہے۔ جو حاسد پر نازل ہوتا ہے۔ محسود کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا خداوند تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں حاسدوں کی مذمت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنے کیا حاسد لوگ اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ خدا نے اُن کو اپنے فضل سے عنایت کیا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ یعنے کیا حاسد تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں ہو سکتی) ہم نے خود اُن کی معیشت کو اُن کے آپس میں تقسیم کیا ہے۔ (پھر حاسدوں کا اس میں کیا چارہ ہے)

حرص امراض روحانیہ میں ایک سخت مرض حرص ہے۔ اس کا اندرونی سبب حسد ہے۔ جب دل میں دنیا کی محبت اور حرص پیدا ہوتی ہے پھر دوسروں کے واسطے اسباب دنیا کو موجود اور مہیا دیکھتا ہے۔ تب حسد کرتا ہے اور حسد کی آگ اُس کے دل میں شعلہ زن ہوتی ہے۔ پھر یہ آگ بباعث جہالت اور چشم بصیرت کی نابینائی کی ساعت بساعت قوی ہوتی جاتی ہے۔ حرص کا علاج بھی یہی ہے۔ کہ قضاء الٰہی پر راضی ہو جائے اور کل کام تقدیر کے حوالے کر دے اور جان لے کہ حرص رزق کو زیادہ نہیں کر سکتی اور نہ کسی کے بُرا چاہنے سے کسی کا رزق کم ہو سکتا ہے اور اس آیت شریفہ کا ورد رکھے مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ یعنے خداوند تعالیٰ لوگوں پر جو رحمت کشادہ کرتا ہے۔ اُس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور جس کو وہ روک دیتا ہے۔ اُس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے۔ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس قسم کے امراض کا بہتر معالجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کو پیش نظر رکھے اور جان لے کہ خدا کے ہاں اُس کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہے۔

اچھی طرح سے جان لو کہ اگر خدا کے ہاں دنیا کی مچھر کے پر کے برابر بھی قدر ہوتی تو کسی کافر کو اُس میں پانی کا گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ اور نیز اس مرض کے واسطے ان ادویات کا مسہل لینا چاہیئے۔ قناعت۔ تسلیم مکروہات پر صبر۔ تفویض الامور الی اللہ یعنے کل اپنے کام خدا کو سونپنا۔ رضا بقضاء الٰہی۔ احکامات قضا و قدر پر نظر رکھنا۔ ان دواؤں کو اُس پانی میں حل کرنا چاہیئے جو اس چشمہ سے برآمد ہوتا ہے قَوْلُهٗ عَلَیْهِ اَفْضَلُ التَّحِیَّاتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ قَدَّرَ الْمَقَادِیْرَ قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِاَرْبَعَةِ اٰلَافِ سَنَةٍ یعنے حضور صلی اللہ

علیہ السلام فرماتے ہیں۔ تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے چار ہزار برس پہلے مقدر کی گئی ہیں۔ پس اس پانی یعنی اس حدیث شریف کے مفہوم میں ان دواؤں کو حل کرنا چاہیے پھر اس کے بعد یہ سقمونیا اس میں شامل کرلے۔ حدیث قدسی ہے۔ إِنِّي أَنَا اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَضَائِي وَصَبَرَ عَلَى بَلَائِي وَشَكَرَ عَلَى نَعْمَائِي كَتَبْتُ اِسْمَهٗ فِي دِيْوَانِ الصِّدِّيْقِيْنَ وَمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَائِي وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَى بَلَائِي وَمَنْ لَّمْ يَشْكُرْ عَلَى نَعْمَائِي فَلْيَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِي یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جسنے میری قضا کو تسلیم کیا اور میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر کیا۔ اور میری نعمتوں پر شکر کیا میں اس کا نام صدیقوں کے دفتر میں لکھتا ہوں۔ اور جو میری قضا کے ساتھ راضی نہ ہوا اور نہ اُس نے میری بلا پر صبر کیا اور نہ میری نعمتوں کا شکر بجا لایا۔ پس اُس کو چاہیئے کہ میرے سوا کوئی اور اپنا رب تلاش کرلے۔ یہ سقمونیا ان ادویات میں ملا کر نوش کرے اور معوذتین کو اپنا وظیفہ مقرر کرکے ان کلمات کی تکرار کیا کرے مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں ان عورتوں کے شر سے جو پھونک پھونک کر گرہیں لگاتی ہیں اور پناہ مانگتا ہوں میں حاسدوں کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔ یہ مریض جس وقت ہمارے اس طریقہ کے موافق علاج کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُسپر خیرات و برکات کے دروازے کھول دیگا۔ اور حرص کی مشقت سے اس کو راحت دیگا اور حسد کی آگ جو اُس کے دل میں شعلہ زن ہے اُس کو بجھا دیگا۔ یہانتک کہ اُس کا دل حسد کی تنگی و تاریکی سے رضا اور مصالحت کے میدان میں آجائیگا۔ عام نفرت جو اس کی طرف سے دلوں میں پھیلی ہوئی تھی دور ہوجائیگی اور یہ عیش و خوشی کی زندگانی بسر کریگا۔ حقد و حسد کی رگیں۔ اس کے دل کی جڑ میں سے نکل جائینگی اور یہ سب کدورتوں سے پاک صاف ہوجائیگا۔

اور اگر بالفرض مریض نے ان ادویات کا استعمال نہ کیا حسد کا مرض اس سے دور نہ ہوگا اور نہ حقد کی جڑ اکھڑیگی بلکہ اس کے باطن میں حرص کی آگ ہمیشہ شعلہ زن رہیگی۔

طمع روحانی امراض میں سے طمع نہایت موذی مرض ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ یہ مرض طاعون سے بھی زیادہ ایذا رسان ہے۔ فی الحقیقت یہ مرض شریعت میں طاعون

ہی کی مثل ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ طمع کا مرض قلب سے حقائق ایمانی کو بالکل کھو دیتا ہے۔ اور احسان کی رگوں کو عرفان کی جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔ اور یہ بھی حرص کے درخت کی ایک شاخ ہے۔ اس کے اندر کانٹے بہت ہیں جن سے اسلام کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور اس مرض طمع سے آزادوں کی روح کو ایسی ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسے آگ کے کانٹوں سے۔ کسی نے کیا اچھا قول کہا ہے۔ اَلْحُرُّ عَبْدٌ اِذَا طَمِعَ وَالْعَبْدُ حُرٌّ اِذَا قَنَعَ یعنے آزاد شخص جب طمع کرے۔ تو وہ غلام ہے۔ اور غلام جب قناعت کرے تو وہ آزاد ہے یہ حدیث قدسی مشہور میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ رَضِیَ عَنِّیْ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الرِّزْقِ اَرْضٰی عَنْہُ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الْعَمَلِ یعنی جو شخص میرے تھوڑے رزق کے ساتھ راضی ہوتا ہے میں بھی اُس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوتا ہوں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق وارد ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے ابتدا میں مرض طمع کا علاج آسان ہے۔ مگر جب اس مرض سے مزاج فاسد ہوجاتا ہے۔ اُس وقت اس سے شفا پانا ناممکن ہے۔ اور بخاروں کا زور شور ہوجاتا ہے۔ جو کبھی اترتے نہیں یہ بخار طاعونی ہے۔ جسوقت اسکا دورہ ہوتا ہے۔ ہلاک کر دیتا ہے۔ شارع علیہ السلام کا حکم ہے۔ کہ جس شہر میں طاعون ہو اُس میں نہ جانا چاہیے۔ نہ وہاں سے نکلنا چاہیئے۔ تاکہ طاعونی وبا اسی شہر میں بند رہے۔ فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوْا اَرْضَ الطَّاعُوْنِ وَلَا تَخْرُجُوْا مِنْھَا یعنے نہ تم طاعون کی جگہ میں جاؤ۔ اور نہ وہاں کے لوگ اُس میں سے نکلیں۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ طماع سے مصاحبت اور دوستی یا اُس کے پاس آمدورفت نہ چاہیے۔ کیونکہ طمع مصاحبت کو مکدر کر دیتی ہے۔ اور طماع اپنے مصاحب کی چیزوں میں طمع کرتا ہے۔ اس واسطے مصاحبت منہدم ہوجاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ طمع مصاحب کی بھی آفت اور مصاحبت کی منہدم کرنیوالی فساد طبیعت کی موجب قلب کی طاعون حرص کی علامت حسد کی عنوان حقد کی سبب اور جہل اور حماقت کی علت ہے۔

علاج اس کا قناعت اور طمع کی چیزوں سے اعراض کرنا اور اوامر الٰہی میں مشغول ہونا ہے اور سب سے بڑا علاج اس کا یہ ہے۔ کہ دنیا میں زہد اختیار کرے۔ اور طبیعت کو تحصیل

اسباب دنیا سے باز رکھے اور دل کو اُس کی محبت سے پاک کرے کیونکہ دنیا کی محبت سے خطاؤں کی سردار ہے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ۔ شَرُّ النَّاسِ مَنْ طَمَعَ مَا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ یعنی بدترین خلقت وہ شخص ہے جو لوگوں کی چیزوں میں طمع کرے۔ دوا اس کی یہی ہے۔ کہ دوسروں کی چیز سے دل کو جدا کرے اور ہرگز اُس کی طرف خیال نہ لیجائے حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْ مَا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ یعنی دنیا میں زہد اختیار کر خدا تجھ سے محبت کرے گا۔ اور اُن چیزوں کے حاصل کرنے میں کوشش نہ کر جو لوگوں کے پاس ہیں لوگ تجھ سے محبت کرینگے۔

یاس امراض روحانیہ میں سے ایک مرض یاس یعنی ناامیدی ہے روح کے واسطے یہ مرض سخت آفت ہے۔ اور غلبۂ جہالت اور ذات وصفات الٰہی میں شک لانے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اُس کی خبر دی ہے۔ لَا تَيْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے ہیں مگر کافر۔ پس یہ ایسا سخت مرض ہے۔ کہ علت کفر اور نہایت خسران کو شامل ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ رحیم رحمٰن کریم حلیم غفور شکور ستار ہے۔ وہ اُس کی رحمت اور مغفرت سے ناامید نہیں ہوتا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو ناامیدی سے ممانعت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ یعنی اے رسول کہدو اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کیں ہیں۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک خدا سب گناہ بخش دیگا بیشک وہ بخشنے مہربان ہے۔ پس یاس ایسا مرض ہے۔ جو روح کی اس صحت کو جو رحمت الٰہی کی امید سے پیدا ہوتی ہے۔ روک دیتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ حسن ظن کو قائم نہیں رکھتا علاج اس کا یہ ہے۔ کہ علوم علمیہ کی امداد کے ساتھ قلب سے وسوسے دور کیے جائیں۔ اور رحمت الٰہی کی وسعت پر نظر کی جائے۔ اور اس مرض کا

سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ کلام الٰہی میں سے اس دوا کو استعمال کیا جائے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فرماتا ہے بیشک میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور فرماتا ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو فرض کیا ہے۔

کسل امراض روحانیہ میں سے سستی بھی ایک مرض ہے۔ اور یہ مرض نفسانی ہے۔ دل میں یہ اس طرح پیدا ہوتا ہے جیسے جسم میں زمانت یعنی اپاہجگی ظاہر ہوتی ہے جیسے ہاتھ پیر کا بیکار ہونا کہتے ہیں یہ مرض قلب کو علم و عمل میں کوشش کرنے سے روک دیتا ہے اور اس رگ کو جس سے نیک کاموں کی نیت صالحہ مراد ہے کاٹ دیتا ہے جیسے کہ اپاہج آدمی مکان میں حرکت کرنے پر قادر نہیں ہوتا ایسے ہی سست آدمی خلوص ایمان کے ساتھ خدا کی عبادت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ کسل بھی کفر کا ایک جز ہے۔ اور روحوں کے واسطے نہایت فاسد اور مفسد علت ہے۔ سعادت ابدیہ کے حاصل کرنے سے ان کو روک دیتی ہے

کبر امراض روحانیہ میں سے ایک مہلک مرض تکبر ہے۔ تکبر کی بنیاد کفر ہے۔ اور کفر کے بعد یہی مرض بدترین امراض ہے۔ اور اسی سے کسل پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان تکبر کرتا ہے اور تکبر کی گرمی اُس کے قلب پر غالب ہوتی ہے تب اُس کے قلب کے اندر کسل پیدا ہوتی ہے اور وہ اس درجہ ضعیف ہوجاتا ہے۔ کہ حقوق الٰہی کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ بندوں کے حق اُس سے ادا ہوتے ہیں۔ پس ایسا سمجھنا چاہیے کہ کفر بمنزلہ سرسام اور دوران کے ہے جس سے قلب کی رگوں کے منافذ بند ہوجاتے ہیں۔ اور ایمان کے دروازے مسدود ہوجاتے ہیں۔ اس مریض کا سر اپنے فضولی خیالات کے گرد چکر کھایا کرتا ہے۔ اور دین کے حقائق اُس پر شتبہ ہوجاتے ہیں۔ سوار کیروں اور کپڑے ٹکڑوں کے اور کچھ پڑا ہوا اُس کو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ تکبر کی بیماری قلب کے واسطے ایسی ہی جیسے بدن کے واسطے خناق اُس کے باعث سے قلب کا جو غیب کی طرف راستہ ہو وہ بند ہوجاتا ہے۔ اور اس کا پیٹ غرور سے پُر ہو کر یہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ کیونکہ مرض خناق میں خون کا غلبہ ہو کر سانس کے منافذ بند ہوجاتے ہیں۔ اور سانس سختی سے آنا جاتا ہے۔ ایسے ہی تکبر قلب کا خناق ہے۔ خدا کی طرف

سے جو اسرار و انوار قلب پر نازل ہوتے ہیں۔ اُن کو روک دیتا ہے۔ اور امداد الٰہی کو قلب سے منقطع کرتا ہے۔ اسی سبب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ لَا یَجْتَمِعُ الْاِیْمَانُ وَالْکِبْرُ فِیْ جَوْفِ عَبْدٍ اَبَدًا کسی بندے کے دل میں کبھی ایمان اور تکبر دونوں جمع نہیں ہوتے۔ مرض کفر لعنت کے ساتھ ذلت کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ابلیس علیہ اللعنت کے ساتھ ہوا کہ پہلے وہ مرض کفر میں گرفتار ہوا۔ اور پھر اسی مرض کے سبب سے تکبر کی بیماری اُس پر غالب ہوئی چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ یعنے اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور کافروں میں سے ہوگیا مطلب یہ کہ جب اس نے حکم الٰہی کے بجالانے میں سستی کی خداوند تعالیٰ نے اس سے فرمایا۔ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یعنی تجھکو کس چیز نے اس بات سے منع کیا کہ تو اُس کو سجدہ نہ کرے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ کیا تو نے تکبر کیا یا اپنے تئیں بڑا سمجھا۔ اس نے یہ جواب دیا جس میں اس نے اپنے کبر نفس اور اپنے تئیں بہتر سمجھنے کی طرف اشارہ کیا ہے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ یعنی میں اُس سے بہتر ہوں (جسکو تو نے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا ہے) مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اُس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اُس کو سرزنش کی۔ اور اس پر لعنت فرمائی چنانچہ اس کے تکبر اور کسل کے مرض نے اُس کو کفر تک پہنچا دیا۔ اور رحمت کا طبیب اُس کے معالجہ سے ناامید ہوگیا چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی تجھ پر لعنت ہے قیامت تک۔

کذب انہیں امراض نفسانیہ میں سے ایک مرض جھوٹ ہے جب دل کا منہ فاسد ہوتا ہے۔ تب جھوٹ زبان کی گفتگو پر غلبہ کرتا ہے۔ کذب قلب میں ایسا ہے جیسے قالب میں حیض یعنی کذب مردوں کا حیض ہے جیسے کہ حیض کے سبب سے عورتوں کا دین اور عقل ناقص ہوتی ہے۔ ایسے ہی مردوں کا دین اور اُن کی عقل کذب کے سبب سے ناقص رہتی ہے جب نفس اِس جھوٹ کے مرض میں گرفتار ہوتا ہے۔ تکبر کی پیدائش اس میں شروع ہوتی ہے۔ اور کسل و سستی کا غلبہ ہونے لگتا ہے

یہانتک کہ آخر کو خداوند تعالیٰ جھوٹے کو ایمان کے احاطہ سے نکالکر کفران کی جہنم میں قید کرتا ہے۔ کمال کا لباس اُس سے اتار لیتا ہے۔ اور ہلاکی اور زوال کا حکم اُس کے حق میں صادر فرماتا ہے۔ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ یعنی جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے پس اُس کے اُس ارادہ کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور نہ اُن لوگوں کے واسطے سوا اُس کے کوئی والی ہے ٭

اَلْجَاجَۃُ یہ بھی امراض روحانی میں سے انسان کے واسطے ایک آفت ہے سخت غصہ کے وقت یہ آفت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ زبان اس کے ساتھ بھر جاتی ہے۔ اور سبب اس کا یہ ہے۔ کہ حق اس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اصل اس کی انسان پر باطل کا غالب ہونا ہے۔ روایت ہے کہ رسول خدا صلعم سے دریافت کیا گیا کہ بدترین آدمیوں کا کون شخص ہے۔ فرمایا اَلْاَلَدُّ الْخِصَامُ یعنی سخت جھگڑالو۔ یہ آفت اُن لوگوں پر زیادہ مستولی ہوتی ہے۔ جو علم کلام اور بحث مباحثہ میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ دلیل وحجت کی پیروی کرتے کرتے سخن پروری کے عادی ہو جاتے ہیں اور جناب حقیقت سے محرومیت نصیب ہوتی ہے۔ وہم وخیال کے دریا میں عمیق وقت یہ غوطہ کھاتے ہیں۔ جدال اور لجاج ان کے دلوں پر غالب ہو جاتی ہے۔ پس یہ لوگ بیمار ہیں۔ تندرستوں کی صورت میں۔ خدا ان کے حال پر رحم کرکے ان کے دلوں سے لجاج اور جدال کا شروع فرمائے

مَکْر یہ ایک نہایت ہی خبیث مرض ہے۔ اور نفس کی خباثت سے پیدا ہوتا ہے۔ قلب کی سختی اس کو مدد اور تقویت پہونچاتی ہے۔ جب یہ مرض قلب پر غالب ہوتا ہے۔ تو مہربانی اور محبت سے اُس کو بالکل روک دیتا ہے ٭ (اور امراض حرص وحسد وغیرہ سے بھی اس مرض کا تعلق ہے) علاج اس کا یہ ہے۔ کہ علم کی تحصیل کی جائے۔ اور اس بات کو جانا جائے کہ سب سے بڑا مکر کرنے والا خدا ہے۔ جس کے آگے کسی کا مکر نہیں چلتا۔ بلکہ اس کی تدبیر خفیہ میں۔ یہ بڑا لطف ہے کہ جس کے ساتھ وہ مکر کرتا ہے۔ وہ اپنی جہالت جبلی سے کبھی اُس مکر سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور اس مرض کے گرفتار کو لازم ہے کہ اس

قسم کی آیات کو پیش نظر رکھے وَمَکَرُوا وَمَکَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ یعنی انسانوں نے بھی مکر کیا (اور اپنے خیال ناقص میں خدا کو دھوکا دیا) اور خدا نے بھی تدبیر کی۔ اور خدا سب سے بہتر اور زبردست تدبیر کرنیوالا ہے (کہ مکر کرنیوالوں کے مکر کو اُنہیں پر اُلٹا کر دیتا ہے) اور اس آیت شریفہ کو بھی غور سے سنئے اِنَّهُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا فَمَهِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بیشک یہ کافر اپنے مکر کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔ پس اے (پیغمبر) ان کافروں کو مہلت دو (اور زیادہ نہیں بلکہ) تھوڑی ہی سی مہلت دو۔

جب مکر کرنیوالا اس بات کو جان لیگا۔ کہ خدا کا مکر اُس کا قہر ہے یعنی جسکے ساتھ وہ مکر کرتا ہے۔ تو گویا اُس پر قہر کرتا ہے۔ اور یہ قہر اُس کا سب مکر کرنیوالوں پر حاوی اور محیط ہے۔ تو اس کے دل سے مکروفریب کی بنیاد اُکھڑ جائیگی۔ اور اُس کا دل اس مہلک مرض سے نجات پائیگا۔ اور اس مرض کا غلبہ طبیعت کی شدت اور فساد اور عقل کی قوت میں فتور آجانے سے ہوتا ہے۔

نِفَاق - امراض روحانیہ میں سے اوّل درجہ کا مہلک اور بدترین مرض ہے یہانتک کہ فساد مادہ اور تغیر اخلاط میں مرض کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس مرض کی پیدائش کے دو سبب ہیں۔ ایک جہالت کا غلبہ دوسرے نور معرفت کا منقطع ہو جانا۔ یہ مرض ایک نہایت سخت اور قوی آفت ہے۔ سعادت کے چہرے پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نیکبختی سے محجوب رکھتا ہے۔ جب اس منحوس مرض کا قلب پر غلبہ اور تسلط ہو جاتا ہے اُس وقت قلب کا اس کے پنجہ سے نجات پانا اور صحت کا منہ دیکھنا دشوار ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا یعنی اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں دونوں کو اکٹھا جہنم میں جمع کریگا۔ یہ مرض نفاق دو سببوں سے مرکب ہے۔ ایک ضعف ایمان دوسرے قوت کفر سے اور اسی سبب سے اس کا نام نفاق رکھا گیا ہے۔ کیونکہ نفاق نافقاء سے مشتق ہے۔ اور نافقاء جنگلی چوہے کے بل کے منہ یعنی دروازے کو کہتے ہیں۔ اس کے بل میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ ایک نافقاء دوسرے قاصعاء جب نافقاء کی طرف

سے اس کو پکڑنا چاہیں تو قاصعاء سے بھاگ جائیگا۔ اور جب قاصعاء سے پکڑنا چاہیں۔ تو نافقاء سے بھاگے گا۔ یہی حال منافق کا ہے کہ مومنوں میں مومن اور کافروں میں کافر ان کو بھی خوش رکھتا ہے۔ اور ان کو بھی۔ اور دونوں کی اذیت سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ خدا دلوں کے راز سے واقف ہے۔ اس مرض کی مثال اس بیماری کی سی ہے۔ جو دو اسباب سے مرکب ہو مثلاً حرارت اور برودت۔ سے کہ جب ایک کا علاج کیا جائے تو دوسری غالب ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کو کم کیا۔ تو وہ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی سبب سے اس مرض نفاق سے صحت پانا دشوار ہے۔ کیونکہ یہ مرض بھی مثل تپ کہنہ اور ذات الجنب قدیم امراض مزمنہ کے ہے۔ منافقوں کے واسطے بجز دوزخ کے کوئی ٹھکانا نہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ منافق دوزخ کے بھی سب سے نیچے درجہ میں ہونگے

سَفَہٌ (یعنی جہالت کی بیوقوفی یا حماقت) روحانی امراض میں خفیف اور نہایت ناپاک ہے پیدائش اس کی کبھی تکبر سے ہوتی ہے کبھی نفاق سے شروع شروع میں اس مرض کا علاج آسان ہے۔ اس قسم کی دواؤں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ تورع یعنی پرہیزگاری حفظ لسان یعنی غیبت اور جھوٹ و بہتان وغیرہ خرافات و مزخرفات سے زبان کو محفوظ رکھنا۔

قمع ھَوٰی یعنے خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنی اور دل سے اُسکو بالکلیہ نکالکر پھینکنا ان دو اثر ادویات کے استعمال سے یہ مرض ابتدائی حالت میں دفع ہو جاتا ہے۔ مگر جب یہ مرض قدیم ہو گیا۔ اور طبیعت اس سے پر ہو گئی۔ اس وقت اس کا علاج دشوار ہے کیونکہ یہ موذی مرض قلب میں اس طرح گھس جاتا ہے جیسے دق کی حرارت خون میں سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اُس کا خارج ہونا ممکن نہیں اور اس سے غضب (یعنی غصہ) کا بخار شروع ہوتا ہے۔ تب چاہیئے کہ حلم سے اس کا علاج کریں تاکہ غضب کا بخار اتر جائے اور سفہ کی حرارت قلب سے منطفی ہو۔

عُجب امراض روحانیہ میں سے عجب یعنی خود پرستی و خود بینی عجب نالائق مرض ہے۔ یہ مرض کفر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کفر کی انتہا اسی پر ہے (اور تجبر یعنے اتراہٹ وغیرہ امراض اس سے پیدا ہوتے ہیں) علاج اس کا یہ ہے۔ کہ اپنی نظر میں اپنے

نفس کو نہایت ذلیل و حقیر جانے۔ اور اپنے دل میں اپنے تئیں سب سے چھوٹا اور بیچارہ سمجھے یہ مرض انتہا درجہ کا مہلک اور برباد کرنیوالا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَّهَوًى مُّتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ۔ یعنی تین چیزیں ہلاک کرنیوالی ہیں بخل اطاعت کیا گیا۔ اور خواہش پیروی کی گئی اور آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ خوش ہونا یعنے اپنے تئیں بہتر اور افضل سمجھنا۔ چونکہ اس مرض کا سبب کفر ہے۔ اور اسی کے مادہ سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا علاج بھی وہی ہے۔ جو کفر کا علاج ہے۔ مگر یہ دوائیں بھی اس نسخہ میں اضافہ کرنی چاہئیں **استماع الشتم** یعنی دشمنوں سے بُرا بھلا اور گالیاں سننے اور پھر اُن پر صبر کرنا اور ہر ایک سخت بات اور معاملہ کی سہار کرنا اور جواب دینے سے خاموش ہو جانا **قہر طبع** یعنی طبیعت کو ان باتوں پر مجبور کرنا **کسر نفس** یعنی اپنے نفس کو کسی سے اچھا نہ سمجھنا اور نہ کسی سے اِس طرح بات کرنا کہ جس میں اس کی حقارت اور اپنی عزت سمجھی جائے بلکہ جس سے گفتگو کرے تو اس طرح سے کہ اپنے نفس کی حقارت متصور ہو جسوقت یہ مرض قلب پر مستولی ہوتا ہے۔ ایمان کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔

عشق یہ مرض نفسانی ہے۔ ہوسوں کی کثرت اور وسوسوں کے تراکم و ترادف سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ہوسیں اور وسوسے بُرے خیالات کے دوام سے پیدا ہوتے ہیں اور شہوت کے ساتھ نظر کرنے سے اِن کو قوت ہوتی ہے۔ بعض حکما کا قول ہے۔ کہ مرض عشق قلب کو کمزور اور ضعیف کر دیتا ہے۔ اس مرض کا عارض ہونا نفس کو ناقص اور علم حق سے غافل کر دیتا ہے۔ اس مرض عشق کی ابتدا وسواس اور انتہا افلاس ہے اِس کی پیدائش کا سبب نظر ہے یعنی نظر کے وسیلے سے یہ مرض قلب پر مستولی ہوتا ہے پھر فکر اس کو قوی کرتا ہے۔ اور خیال اس کو امداد پہونچاتا ہے۔ اور علت اس ناقص مرض کی غلبہ شہوت ہے۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ معشوق کی صورت کی قباحت اور بدنمائی اور اُس کے عیوب کا خیال جمائے اور قلب سے اُس کی خوبیوں کا دھیان نکال دے اور قلب کو ہرگز اُس کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اور ایسی باتوں کا خیال جمائے کہ ایک

روز یہ معشوق ضرور مجھ سے جدا ہوگا۔ پس آج وہی دن ہے۔ اور معشوق مر کر مجھ سے جدا ہوگیا ہے۔ اب گھبرانے اور بےچین ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس مریض کو اس قدر صبر کرنا چاہیے۔ کہ یہ عادی ہو جائے اور رفتہ رفتہ قلب اُس کا معشوق کے ذکر و فکر سے غافل ہو۔ یہ مرض قلب کے واسطے ایسا ہے جیسے کابوس کا مرض قالب کے واسطے ہے۔

علاج اس کا وہی طریقہ ہے۔ جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں محققین نے عشق کی حقیقت میں عجیب لطائف فرماتے ہیں۔ اور امراض کے مرتبہ سے اس کو علیحدہ کر کے ادویہ کے درجہ میں شامل کیا ہے۔ میرے نزدیک عشق مرض بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ موافق لوگوں کے حالات یعنی کسی شخص کو یہی عشق اعلےٰ مقامات اور اقصے الغایات میں پہنچاتا ہے۔ اور کسی کو اسفل الدرکات اور ابعد الدرجات کا راستہ دکھاتا ہے۔ جن لوگوں نے اس عشق کے درخت کی آب عفت و حیا سے پرورش کی اور زمین مجاز سے اُس کے سر کو آسمان حقیقت پر پہنچایا وہ اُس کے ثمرات شوق نہایت ذوق سے نوش کرتے ہیں اور لذت وصل پاتے ہیں۔ پس یہ عشق اُن کے واسطے ایک تریاق سریع النفع ہے۔ جو ہر قسم کے زہریلے مادے اور غلبہ سودا و حرارت صفرا کو دور کر کے مزاج کو معتدل اور روح کو یکسوئی بخشتا ہے۔ جس سے حیات ابدی اور بقاء سرمدی اُن کو نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ اِس بات کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ ہمیشہ کیواسطے اُن کی صحت قائم ہو جائے اور قید کون و فساد اور تغییر و احداث سے نجات پا کر فضاء قربت میں آزادی سے زندگی بسر کریں اور جن لوگوں نے اِس عشق کو بےحیائی کا ذریعہ اور بدنامی کا وسیلہ ٹھہرایا اور خیالات فاسدہ کی پیروی کی ان کے واسطے یہ عشق خسر الدنیا والاخرۃ ہے۔

محسوسہ نہایت مہلک اور مضر مرض ہے۔ مگر جب اس کو معانی معقولہ اور احکام شرعیہ سے متعلق کیا جاوے تو نہایت عمدہ اور نافع دوا ہے۔ اس کا ذکر ہم نے مجمل کیا ہے +

فسوق روحانی امراض میں سے یہ مرض نہایت خبیث اور ناپاک ہے۔ جب یہ مرض قلب میں پیدا ہو تو گویا قلب کی موت آگئی۔ یہ مرض علاج کو بہت کم قبول کرتا

ہے۔ اور امتثال اوامر الٰہی سے اس کو بالکل روک دیتا ہے۔ شہوت کی حرارت قلب میں اسی مرض سے پیدا ہوتی ہے جس کا ہیجان قلب کی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا کر دیتا ہے۔ اس مرض کی پیدائش قلت ورع سے ہے یعنی جب احتیاط کے ساتھ پرہیزگاری پر قیام نہیں ہوتا جو قوانین صحت کا اصل اصول ہے تب یہ مرض پیدا ہوتا ہے اور غلبہ ہوائے اسکو تقویت پہونچاتا ہے جب اس موذی مرض کا مادہ مستحکم اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ تب قلب کو اس سے وہی نقصان پہونچتا ہے۔ جو جسم کو جنون کے مرض سے پہنچتا ہے یعنی جس وقت مجنون پر جنون کا غلبہ ہوتا ہے۔ شرم وحیا کی اُس کو کچھ خبر نہیں رہتی اور نہ اچھے برے میں تمیز کرتا ہے۔ کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرتا ہے اور نجاسات وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ یہی حال اس قلب کا ہوتا ہے۔ جو فسق کی مرض میں گرفتار ہے ننگ وناموس کو بالائی طاق رکھکر خواہش کے پیچھے دیوانہ وار پھرتا ہے۔ عیبوں کو ہنر سمجھتا ہے جس کے باعث آخر کو ذلت وخواری کی موت نصیب ہوتی ہے۔ اس سخت مرض کا علاج یہ ہے۔ کہ مراقبہ کے مسہل سے خلط سوداوی کا اخراج کرے۔ اور ذکر الٰہی کی معجون مقوی سے قلب کے اعضاء روحانی کو قوت پہنچائے۔ اور عبادت کے باغ میں تفریح کے واسطے اس کو سیر کرائے۔ تاکہ صحت کلی نصیب ہو۔

صلف امراض روحانیہ میں سے یہ بھی ایک آفت ہے۔ اور تکبر سے یہ پیدا ہوتی ہے اس کا قلب پر یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ اخلاق حسنہ حاصل کرنے سے اُسکو روک دیتی ہے۔ اور بہت دفعہ نفس میں ایسے ارادے پیدا کرتی ہے۔ کہ جو باتیں اُس میں نہیں ہیں اُن کو وہ ظاہر کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَا يَنَالُ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ یعنی وہ شخص جو ایسی چیز سے پیٹ بھرا ہوا ظاہر کرے جسکو اُس نے نہیں پایا ہے اس شخص کی مثل ہے۔ جو جھوٹ کے دونوں کپڑے پہنتا ہے سر سے پیر تک سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔

صُعُوْبَۃُ الْخُلُقِ۔ امراض روحانیہ میں سے بد خلقی بھی ایک مرض ہے یعنی انسان سخت قلب اور بد خلق ہو کہ کسیکے دکھ درد میں شریک نہ ہو۔ اور نہ کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ

بات کرے۔ یہ علت نفس کی خباثت اور جہالت کے غلبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اصلی مادہ اس کا ہوئے ہے۔ اور سبب اس مرض کا عجب اور کبر ہے۔ اس مرض کی مثال اُن پھوڑوں اور دنبلوں کی سی ہے۔ جو کھال کے اوپر سے صحیح اور تندرست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اندر سے بالکل پیپ اور کچ لہو بھرا ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ مرض ہے۔ کہ جو شخص مرض والے کی صورت دیکھے گا۔ ایک معقول انسان خیال کرکے اُس سے گفتگو کی طرف متوجہ ہوگا۔ مگر جس وقت اُس سے بات کریگا۔ اسکی بداخلاقی اور کج ادائی سے نہایت متنغص ہوگا۔ اس مرض کا علاج یہ ہے۔ کہ تواضع کے استعمال کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ اور جو دوائیں تکبر کے بیان میں مذکور ہوئی ہیں۔ ان کا استعمال کرے۔ اور اس مرض بدخلقی کا یہ بھی علاج ہے۔ کہ علم اخلاق کی تحصیل کرے اور محامد اخلاق کے ساتھ آراستہ ہوکر اخلاق خبیثہ کو بالکل ترک کردے۔ اپنی عادات کو اخلاق شرعیت کے مطابق بنائے۔ اور اُن نیک حکایات پر کاربند ہو تاکہ تکلیفات شریعت کا عادی بنے ✦

قَسْوَةُ الْقَلْبِ امراض روحانیہ میں سے سخت دلی بھی ایک شدید مرض ہے۔ یہ مرض جہالت اور حماقت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور تمام قلب کو سیاہ مطلق کر دیتا ہے۔ اور قلب میں انتہا درجہ کی سختی اور درشتی پیدا ہوجاتی ہے۔ وَالْقَلْبُ الْقَاسِيْ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ اِلَى الشَّيْطَانِ اور سختی والا قلب خدا سے دور اور شیطان سے نزدیک ہے۔ پس جاہل کا دل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ اور بہادر کا دل سختی اور صلابت میں پہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔ مگر دین کی صلابت دوا رہے بخلاف قسوت کے۔ کیونکہ وہ بیماری ہے۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ اس مرض کے جوہر کو اُن آیات سے جو اس کے متعلق وارد ہیں ملین کرکے خوف کے تیزاب میں اس کو گلا دیا جائے ✦ اس کے پگھلانے کی دوائیں یہ ہیں۔ خدا پر توکل کرنا۔ کلمات الٰہی کا سننا ذکر الٰہی کی مداومت کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت عبادت اور اطاعت میں مشغول ہونا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا۔ ان ادویات سریع النفع کے استعمال سے بہت جلد یہ سخت مرض دفع ہوگا۔ اور صحت کلی حاصل ہوگی۔ مجرب ہے

رعونت - امراض روحانیہ میں سے یہ مرض نہایت خبیث ہے - جب ہوی قلب پر غلبہ کرتی ہے - تو یہ مرض پیدا ہوتا ہے - اور عجب اور کبر سے اس مرض کو تقویت پہنچتی ہے اور یہی مرض ریا کی جڑ ہے - کیونکہ ریا کی آفت اسی مرض سے پیدا ہوتی ہے - اور ریا دو مرضوں سے مرکب ہے - فخر اور کبر سے - اور رعونت حماقت سے مشتق ہے - علاج اس مرض رعونت کا یہ ہے - کہ سامان عیش میں کمی اختیار کرے اور لباس فاخرہ سے اجتناب کو لازمی سمجھے - اور ریا کا علاج یہ ہے - کہ خدا کے قہر سے آگاہ رہے - اور مکر سے خوف کرے اور جان لے کہ خدا تعالیٰ بجز اخلاص کے کوئی عمل قبول نہیں کرتا - حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ غَیْرِیْ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ " یعنے بیشک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آدمی سے فرمائیگا کہ جس نے ایسا عمل کیا ہو کہ جس میں میرے غیر کو شریک کیا ہو (یعنی کسی کے دکھلانے کے واسطے کیا ہو) پس میں اُس عمل سے بری ہوں یعنی مجھ سے اُس عمل کا کچھ تعلق نہیں نہ میرے ذمہ میں اس کا ثواب دینا ہے - اور اس حدیث شریف کو بھی پیش نظر رکھے اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْکٌ " یعنی بیشک تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے (ریا کی مذمت میں کثرت کیساتھ حدیثیں ہیں جنکو اُن کے ملاحظہ کرنیکا شوق ہو ترغیب[1] و ترہیب وغیرہ حدیث شریف کتابوں میں ملاحظہ کرے) پس رعونت یہ مرض ہے - کہ نفس اسباب زینت کی طرف مائل ہو - اور اُن کے حاصل ہونے سے غرور کرے - اور اُن کے قریب میں آجائے - یہ مرض ریا کی مرض سے متصل ہے - اور یہ شرک سے پیدا ہوتا ہے - اور شرک ایسا مہلک مرض ہے جس سے زندگانی کی امید تک باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنے یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا ہے کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے - اور اُس کے ماسوا جس کو چاہے بخشتا ہے - پس رعونت بمنزلہ بت پرستی کے ہے - اور ریا بمنزلہ شرک کے -

شہوت - امراض روحانیہ میں سے خبیث ترین امراض ہے - اور قلب کے واسطے یہ مرض بدترین آفت ہے - قلب کے حواس کو یہ مرض بالکلیہ مکدر کر دیتا ہے اور سر سام قاتل سے

[1] یہ کتاب ہمارے ہاں مترجم مع متن استطور چھپ رہی ہے ۱۲ عبدالرحیم ؒ

بالکل مشابہ ہے جب یہ مرض قلب پر غلبہ کرتا ہے۔ آدمی کی اس سے نجات مشکل ہو جاتی ہے اور جب تک پورے طور سے اس کا معالجہ نہ کرے۔ اس کے زور کو نہیں توڑتا۔ اس کے شر سے مطمئن نہیں ہوتا۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ نماز روزہ کی مداومت کے پانی سے اسکی حرارت کو منطفی کیا جائے۔ یہ مرض شہوت مرض ہوا کے استحکام سے پیدا ہوتا ہے پھر قوت قلب اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور مضرت اس مرض کی نفس کیطرف رجوع کرتی ہے۔ اس مرض کو ایسا سمجھنا چاہیئے۔ جیسے درندہ جانور جس کو دیکھتا ہے کھالیتا ہے اور جسکو پاتا ہے پھاڑ ڈالتا ہے۔ یہ مرض دفع نہیں ہوتا۔ یہانتک کہ اپنے مریض کو ہلاک نہیں کرلیتا۔ علاج اس کا یہ ہے کہ اتباع شریعت کا استعمال کیا جائے۔ اور اتباع طبیعت سے پرہیز کرے۔ اور لذتوں سے باز آئے۔ اور اپنی مرادوں کو اس سے روک دے۔ اس مرض شہوت کی بہت شاخیں ہیں جن سے ایک شرہ ہے یعنی لالچ یا حرص یہ بمنزلہ کتے کے کاٹنے کے ہے اور ایک ان میں شدۃ الجوع ہے۔ اس کا علاج روزہ ہے۔ اور انہیں میں سے ایک شح ہے یعنی بخل یہ مرض قلب کے مزاج کو فاسد کردیتا ہے۔ اور دین کی سعادت سے روک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یعنے جو لوگ کہ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے۔ پس وہی خلاصیت والے ہیں۔ شح کا مرض بخل کے مرض سے بھی زیادہ موذی ہے۔ کیونکہ بخل لازمی مرض ہے۔ اور یہ مرض متعدی ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہیئے کہ شح بمنزلہ خارش کے ہے۔ اور یہ شرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جو بمنزلہ کھجلی کے ہے۔ اور یہ دونوں مرض زائل نہیں ہوسکتے۔ جب تک کہ اُن کے واسطے تنقیہ اور اسہال نہ کیا جائے۔

تفاخر۔ امراض روحانی میں سے ایک بڑا مرض فخر کرنا ہے۔ اس مرض کی پیدائش تکبر سے ہے۔ اور یہ عُجب کی ایک شاخ ہے۔ اور سبب پیدائش اس مرض کا دولت و جاہ کی محبت ہے۔ اور خواہش کا غلبہ کرنا۔ اور یہ مرض بمنزلہ جدری کے ہے یعنی سیتلا کے دانوں کے۔ اس مرض کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مثلاً تکاثر تباغض تحاسد

تباعد اور یہ سب اپنے مریض کو نقصان کرتی ہیں بعض دفعہ مریض ان سے صحت پا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ اُس کو قتل کر دیتی ہیں۔ علاج ان کا تکبر کے بیان گذر چکا ہے اور علاج ان کا عجب کے علاج سے آسان ہے ❊

ثرثرۃ۔ یعنی زیادہ گوئی یہ مرض بھی امراض روحانیہ میں سے نہایت مضرت رساں ہے اور قلب کو سخت نقصان پہونچاتا ہے اصلیت اس کی یہ ہے کہ قلب کے حکم سے زبان باہر ہو جائے اور ایسی باتیں بولے جن کا قلب نے حکم نہ کیا ہو یعنے ہذیان کی حالت ہو جائے جس کو کہتے ہیں کہ سوچا نہ سمجھا جو منہ میں آیا بک دیا۔ یہ مرض مقدمات صرع سے مشابہ ہے اور سبب اس کا جہالت اور عقل کی قلت ہے۔ کیونکہ عقل جب کامل ہوتی ہے تب انسان کم کلام کرتا ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اَلصَّمْتُ حِکْمَۃٌ وَ قَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ یعنے خاموشی حکمت ہے۔ اور اس کے کرنیوالے کم ہیں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔ اَبْغَضُ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰہِ الثَّرْثَارُوْنَ الْمُکْثَارُوْنَ یعنے خدا کے نزدیک سب سے بُرے بندے وہ ہیں جو زیادہ گوئی کرتے ہیں۔ **علاج** اس کا یہ ہے کہ زبان کو ذکر الٰہی کے ساتھ مقید کرے اور جبراً زیادہ گوئی سے اُس کو باز رکھے۔ یہانتک کہ جب زبان کو ذکر الٰہی کی عادت ہو جائیگی ہذیان کی آفت اُس سے دور ہو جائیگی۔ اور قلب کی اطاعت کریگی وہی بات بولے گی جس میں اس کی بھلائی ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کُلُّ کَلَامٍ لَیْسَ بِذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ لَغْوٌ یعنے جس کلام میں ذکر الٰہی نہیں پس وہ کلام لغو ہے ❊

خیانت روحانی امراض مزمنہ میں سے ایک آفت خیانت ہے۔ قلت دیانت سے یہ آفت پیدا ہوتی ہے۔ اور قسوت قلب اور غلبۂ خواہش سے اس کو مدد پہنچتی ہے۔ یہ مرض نفاق کی علامات سے ہے جب یہ علت قلب پر غالب ہوتی ہے۔ اُس کی حیا کی چادر کو جلا دیتی ہے۔ اور اکثر اوقات اپنے زہریلے اثر سے اپنے مریض کو آناً فاناً ہلاک کر دیتی ہے۔ غرضکہ نہایت موذی علت ہے۔ اس کے علاج کے واسطے بہت جلد کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ نسخہ اس کے واسطے نہایت مفید اور مجرب

ہے خشیۃ الٰہی دوزخ کا خوف عار کا خیال کرنا بے غیرتی سے ڈرنا۔ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثَۃٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ یعنے منافق کی یہ تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کا خلاف کرتا ہے۔ اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو اُس میں خیانت کرتا ہے۔ اور یہ بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ذَنْبٌ امراض روحانیہ میں سے ایک بہت بڑا مرض گناہ ہے۔ یہ مرض غلبہ خواہش اور قلت حیا سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دل میں گھس کر نیت اور قلب کو خراب کر دیتا ہے۔ ابتدا اس کی شیطانی وسوسوں سے ہوتی ہے۔ اور علاج اس کا یہ ہے کہ خواہش کی مخالفت کیجائے۔ اور گناہ پر شرمندگی اور ندامت حاصل ہو۔ اس تدبیر سے یہ مرض دفع ہو جائیگا۔ اور اگر یہ تدبیر نہ کی گئی اور مرض بڑھ گیا۔ تب یہ ایمان پر غالب ہو جائیگا۔ اور قلب کو اعتدال شرعی سے خارج کر دیگا۔ اور جو حرکت انسان کی جادۂ شریعت کے خلاف ہوتی ہے وہ معصیت ہوتی ہے۔ اور معصیت ہی ذنب ہے۔ اور ذنب آفت ہے۔ اور آفت قلب کے مزاج کو متغیر کر دیتی ہے۔ پس ذنب آفت کی ابتدا ہے۔ اور معصیت ذنب کے مستحکم ہو جانے کا نام ہے۔ ذنب کا علاج ندامت ہے۔ اور معصیت کا علاج توبہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو۔ کہ ذنب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قولی ہے۔ جیسے جھوٹ اور فحش اور گالی گلوچ وغیرہ۔ اور ایک قسم فعلی ہے۔ جیسے ظلم خیانت خلاف دین کام کرنا۔ اور ایک قلبی ہے جیسے طاعت کی نیت نہ کرنا اور عقائد میں فرق لانا وغیرہ۔ سب گناہوں سے بدتر وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے صادر ہوتا ہے۔ اور سب سے سہل وہ ہے جو بغیر دل کے قصد کے صادر ہو۔ پھر ان گناہوں میں سے ہر ایک گناہ کا جداگانہ علاج ہے مثلاً زنا کا معالجہ اُس کی حد لگانا ہے۔ اگر کنوارا مرد یا عورت ہو۔ تو اُس کے واسطے سو دُرّے اور اگر شادی والا مرد یا عورت ہے۔ تو اُس کو پتھروں سے مار ڈالنا۔ اور چوری کا معالجہ یہ ہے۔ کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ چوری کا مرض ایک ایسا زخم ہے

جو ہاتھ کے پٹھے کو خراب کر دیتا ہے۔ اور جب پٹھا خراب ہو جاتا ہے۔ تو سوا کاٹنے کے اور کوئی اُس کا علاج نہیں بعض گناہ قاتل ہیں اور بعض محض مُضر ہیں یعنی ہر ایک جُدا گانہ طبیعت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بخاروں کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ کہ بعض بلغمی ہوتے ہیں۔ اور بعض حُمّی غبی ہوتے ہیں۔ اور بعض محرقہ ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے مقابلہ میں گناہ ہیں۔ چنانچہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ اَلذُّنُوْبُ ذَنْبَانِ ذَنْبٌ بِاللِّسَانِ وَيَرْتَفِعُ بِالتَّوْبَةِ وَذَنْبٌ بِالْقَلْبِ وَهُوَ الشِّرْكُ وَلَا يَغْفِرُ اللّٰهُ الشِّرْكَ یعنے گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک گناہ زبان کا ہے۔ جو توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ اور ایک گناہ دل کا ہے۔ جو شرک ہے۔ اور شرک خداوند تعالےٰ نہیں بخشتا۔

ضُعفِ قلب۔ امراض روحانیہ میں سے قلب کا ضعیف ہونا بھی سخت مرض ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اُس قلب کا ضعیف ہونا جو سرچشمہ حیات ہے۔ اس ضعف سے روح ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور حس و حرکت کو فاسد کرتا ہے۔ اور دوسرا ضعف قلب کی حقیقت کا ہے۔ یعنی نیت میں فتور ہونا اور عقل کے نور اور معرفت کی روشنی کا پردہ پوش ہو جانا یہ ضعف ایمان ہے۔ اور یہ قلب کی نظر بصیرت کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور توحید سے باز رکھتا ہے۔ یہ دوسری قسم پہلی قسم سے بہت زیادہ مضرت رساں ہے۔ یہ مرض اکثر اُس شخص کو عارض ہوتا ہے۔ جس کی حرارت غریزیہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ اس کی قلت سے بھی حادث ہوتا ہے۔ اور علاج میں یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ ہر مرض کی دوا مرض کی ضد ہوتی ہے۔ اور روحانی ضعفِ قلب یہ ہے۔ کہ معرفت کم ہونے کے سبب سے خواہش عقل کے نور پر غالب ہو جائے۔ کیونکہ عقل کا نور جب کم ہو جاتا ہے۔ تو قلب کی ذات ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے کہ قلب حق کی طلب نہیں کر سکتا۔ اور جب عقل کا نور کامل طور سے ہوتا ہے۔ اُس وقت قلب بھی تقوےٰ اور معرفت کے ساتھ قوی ہوتا ہے جب یہ ضعف قلب کا مرض عارض ہوتا ہے۔ تو اُس سے بہت سی آفتیں حادث ہوتی ہیں جیسے خوف جو بخل کا

ایک حصہ ہے۔ اور سوء ظن وغیرہ آفات سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اور جب یہ ضعفِ قلب برطرف ہو جاتا ہے یہ آفات بھی زائل ہوتی ہیں *

ظُلم امراض روحانیہ میں سے ظلم بھی ایک عظیم آفت ہے۔ اور اس کی پیدائش شرک سے ہے۔ اور جہالت اور قسوۃ قلب اس کو مدد پہنچاتی ہے۔ کیونکہ جہالت کے ساتھ جو قلب قاسی ہوتا ہے۔ وہ ظلم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور ظالم دنیا و آخرت میں ملعون ہے ظلم کی آفت کفر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور ظلم قیامت کے روز ظالم پر ظلمات ہوگا۔ کیونکہ ظلم کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اُس کی غیر کی جگہ میں رکھنا۔ اور یہ ایسا نامعقول مرض ہے کہ اس کا اثر دوسرے شخص کو پہنچتا ہے۔ مگر اُس کا وبال ظالم ہی کی جان اور اُس کے ایمان پر ہے۔ اور ظلم ہی میں سے یہ بھی امراض ہیں خیالات فاسدہ کا انوار قبولات پر مسلط ہو جانا اور حق کا باطل کے ساتھ مشتبہ ہونا۔ خداوند تعالیٰ اپنے اس کلام پاک میں ان لوگوں سے خبر دیتا ہے جو اس ظلم کی مرض سے تندرست ہیں چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو اُنہوں نے ظلم کیساتھ خلط ملط نہ کیا اُنہیں کے واسطے امن ہے اور وہی ہدایت والے ہیں۔ اور ان آیات میں ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ یعنی حق کو باطل میں نہ لاؤ۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ پس ظلم بمنزلہ سوء مزاج کے ہے۔ جو بدن میں واقع ہوتا ہے۔ اور کل آفتیں سوء مزاج اور خروج اعتدال ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے ہی دینی اور روحانی آفتیں ظلم سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو سوء مزاج حقیقی ہے۔ اس کا علاج انہیں دواؤں سے کیا جائے جو اعتدال کو قائم کرکے عدل پیدا کریں۔ اور سوء مزاج کو برطرف کردیں۔

غضب امراض روحانیہ میں سے یہ بھی ایک نفسانی علت ہے۔ اسکی قوت شہوات کے احتباس اور قلب کے اندر فضلات خبیثہ کے مجتمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور سبب اس کا نفس امارہ اور اس کا اعتدال سے خارج ہونا ہے۔ یہ مرض آتش سوزندہ اور حیوان درندہ کے مشابہ ہے۔ اور یہ مرض اکثر اوقات سفک و فتک اور

اور ظلم و بغی کو پیدا کرتا ہے۔ اور کل فواحش کا موجب ہوتا ہے۔ شدت غضب سے بہت سے امراض جسمانی اور روحانی پیدا ہوتے ہیں جسمانی جیسے سوءِ مزاج اور حرارت کی شدت اور بخار اور درد سر وغیرہ اور روحانی جیسے حرارت غریزیہ سے خون کا محترق ہو جانا اور دین کی روشنی کا قلب سے منقطع ہونا اور چشم بصیرت کا کور ہو جانا اور حق کا چشم بصیرت سے پوشیدہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ غضب کا مرض بمنزلۂ قولنج کے ہے جب سخت ہوتا ہے۔ تو اپنے مریض کو قتل کر دیتا ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ باطن کا تنقیہ کیا جائے کل فواحش سے اور ضمیر کو تمام قبائح سے پاک کیا جائے۔ اور خواہشوں کی کثرت کو قلب سے نکال دیا جائے۔

غرور امراض روحانیہ میں سے ایک مرض غرور ہے یعنی قلب کا خواہشوں کے دھوکے میں آجانا۔ اللہ تعالیٰ اس سے منع فرماتا ہے۔ لَا یَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا یعنی اے لوگو دنیا کی زندگی تم کو فریب اور دھوکا نہ دے (یعنی تم اس کے دھوکے میں نہ آجانا) یہ مرض غضب کی شدت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ قلب میں مستحکم ہو جاتا ہے تو اس سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس میں سے تکبر کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے جس سے چشم بصیرت مکدر ہو جاتی ہے۔ اور اس سے غرور کے دورے پیدا ہوتے ہیں اور قلب اپنے قبائح کے ساتھ متغیر ہو جاتا ہے۔ غرور کا علاج یہ ہے کہ معاملات قیامت اور خدا کی سرزنش کو پیش نظر رکھے۔ چنانچہ وہ قیامت کے روز انسان سے مخاطب ہو کر فرمائیگا۔ یَا اَیُّہَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ یعنی اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے پروردگار کریم کی خدمت میں جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ نافرمان اور گستاخ کر دیا۔ اور پھر اس وقت شرمندگی اور استغفار سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ غرور کا علاج یہ ہے کہ گذرے ہوئے لوگوں کے حالات دیکھے۔ اور اُن سے نصیحت حاصل کرے۔ اور موت کو ہر وقت یاد رکھے۔

غفلت امراض روحانیہ میں سے ایک مرض خبیث غفلت ہے۔ یہ غرور کی شدت سے ہے۔ کیونکہ قلب جب اپنی خواہشات میں مغرور ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا

ہے غفلت گویا ایک بادل ہے۔ جو عقل پر گھر آتا ہے۔ یا صرع کا عارضہ ہے۔ جو دین کے مزاج کو فاسد کردیتا ہے۔ اور یہ ایک پردہ ہے۔ جو عرفان کی روشنی کو روک دیتا ہے۔ مادہ اس مرض کا غضب کا مجتمع ہونا ہے۔ علاج اس مرض کا یہ ہے۔ کہ تنقیہ کیا جائے۔ اور عذاب الٰہی سے خوف زدہ رہے۔ اور اُس کے دُکھ دینے والے عذاب سے ڈرتا رہے۔ اور اُس کے غصہ اور غضب کو پیش نظر رکھے۔

یہ جس قدر امراض اور علتیں ہم نے ذکر کی ہیں۔ ان کی علامات اور ابتدا و انتہا کی تشریح نہایت طویل ہے عقلمند پر کچھ پوشیدہ نہیں ہم نے کتاب کی درازی کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ کسی علم کے کل حصے ایک کتاب میں نہیں سما سکتے اور ان امور کی شرح کے واسطے جو ہم نے اس کتاب میں بیان کی ہیں۔ ایک کتاب علیحدہ چاہیئے کیونکہ ہر مرض کے واسطے سبب اور عرض اور علامات اور ابتدا اور انتہا اور علاجات اور ادویہ جداگانہ ہیں۔ پھر بعض ادویہ مفردہ ہیں اور بعض مرکب ہیں۔ دراصل جسمانی امراض بھی روحانی امراض ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر کم عقل طبیبوں نے تشریح امراض جسمانیہ میں روحانی امراض کو شامل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ان کا علاج ان کے قبضہ سے باہر تھا۔ حالانکہ ان کا علاج نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ امراض دنیاوی ہیں اور وہ امراض دینی ہیں۔ اور دینی امراض کی آفت زیادہ ہوتی ہے پس اے طالب ہم نے اس کتاب میں تیرے واسطے امراض روحانیہ کے جو کلیات تھے۔ وہ بیان کئے ہیں اور مختصر طور پر اُن کے اسباب اور معالجات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اگر تو اس میں پورے طور سے تامل کریگا تو جزئیات کے دروازے بھی تجھ پر کھل جائینگے۔ اور تو طبیب حاذق ماہر امراض روحانی کا معالج بن جائیگا۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ مجاہدہ جو نفس کے واسطے بہترین معالجہ ہے اختیار کرے تاکہ تیرا پروردگار تجھ کو صحت کے راستہ کی ہدایت فرمائے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ یعنی جو لوگ ہمارے راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنا راستہ بتلاتے ہیں اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتا ہے طالب تجھ کو چاہیئے کہ اپنی جسمانی صحت پر مغرور ہو کر قلب کی

امراض سے غافل نہ ہووے۔ کیونکہ کل آفتیں قلب ہی کے بیمار ہونے سے پیدا ہوتی ہیں اور اگر تو قلب کے مرض سے غافل ہوا یہانتک کہ قلب بالکل سیاہ ہوگیا یا سوءمزاجی اُس میں ظاہر ہوئی تو پھر وہ علاج قبول نہ کریگا اور نہ دونوں جہان میں اُسکو صحت نصیب ہوگی پس اسی واسطے تجھ کو نصیحت کیجاتی ہے کہ قلب کے صحیح رکھنے میں کوشش کر اور اور اُس کے مرض کو جلد زائل کردے۔

ادویہ روحانیہ کا بیان

معلوم ہو کہ قلب کی تندرستی اور کامل صحت بغیر کلام آلہی کے حاصل نہیں ہوسکتی جسکی شان میں وہ خود فرماتا ہے۔ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی یہ قرآن شریف نصیحت ہے تمہارے رب کے پاس سے اور شفا اُن امراض کی جو سینہ میں ہیں اور ہدایت اور رحمت مومنوں کیواسطے۔ اور فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یعنے ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ آیات یا مضامین جو شفا اور رحمت ہیں مومنوں کے واسطے وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ اور نہیں زیادہ کرتا ہے ظالموں کو مگر نقصان میں۔ پس قرآن شریف موافق کیواسطے دوا اور منافق کے واسطے مرض ہے۔ مومن اس میں سے شفا پاتا ہو۔ اور کافر کو اسمیں بلا اور مصیبت دکھائی دیتی ہے۔ پس اے طالبو تم کو لازم ہے۔ کہ کتاب آلہی میں شفا تلاش کرو اور اُس کی حبل عطاب کو مضبوط پکڑو تاکہ اُس کے خطاب سے سرفراز ہو اور اس کے عذاب سے نجات پاؤ۔ اور اب جو ہم امراض روحانیہ کے ذکر سے فارغ ہوئے ہیں تو ادویہ روحانیہ مفردہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جو نفوس کا علاج ہیں۔ اور جن میں قلوب کی شفا ہے تجھکو لازم ہے کہ ان ادویہ کو معلوم کرکے اپنا عمل کرے پھر جو مفرد استعمال کرنیکے لایق ہو اسکو مفرد استعمال کرے۔ اور جس کے مرکب استعمال کرنے کی ضرورت ہو اس کو مرکب استعمال کرے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے

اُلفت ادویہ روحانیہ میں سے ایک نہایت موافق اور ہر خاص و عام کے لئے مفید دوا

الفت ہے۔ بشرطیکہ اعتدال شریعت سے اس کو خارج نہ کیا جائے۔ اور یہ الفت رحمۃ الٰہی میں موجود ہے جیسے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا وَلَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ یعنے اگر تم زمین کے اندر جو کچھ مال و دولت ہے وہ سب بھی خرچ کر دیتے جب بھی اُن کے دلوں میں محبت نہ ڈال سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے آپس میں محبت ڈال دی ✦

پس یہ الفت اسلامی مصلحت اور شرعی نعمت اور عقلی دوا ہے مخالفت اور تنافر کے امراض اس سے زائل ہوتے ہیں۔ اور دین و دنیا کی مصلحتوں پر یہ شامل ہے ✦

اَلْبِرُّ روحانی دواؤں میں سے بر یعنی نیکی بھی عجیب سریع الاثر اور پرتاثیر دوا ہے۔ کل امراض کی اس سے اصلاح ہوتی ہے۔ اور اس کی اقسام میں بہتر یہ قسم وہ ہے جو اوامر شرعیہ کے قیام کے ساتھ ہو اور خود اللہ تعالیٰ نے اس دوا کے استعمال کا حکم فرمایا ہے۔ اور بر کے معنی کیا ہیں یعنی سب لوگوں کو بر بغیر تمیز اور التفات کے جانے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی (اے لوگو) یہی فقط نیکی نہیں ہے کہ تم اپنا مونہہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی اُس شخص کی ہے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو ✦

تَقْوٰی روحانی دواؤں میں سے یہ دوا نہایت نافع ہے اور مومن کے واسطے قلب کے مغلوب کرنے اور اس کی اذیت دور کرنے کے واسطے نہایت مفید ہے اور اہل عقل کے سینہ کے واسطے شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے استعمال کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ یعنی اے اہل عقل مجھ سے تقویٰ کرو۔ اور فرماتا ہے وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ یعنی توشہ حاصل کرو اور بیشک بہتر توشہ تقویٰ ہے ✦

اَلتَّوَكُّلُ یعنے خدا پر بھروسہ کرنا سب سے بہتر دوا اور نہایت قوی الاثر ہے سینہ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اور قلب کو قوت پہونچاتی ہے۔ یہ دوا مفرح نافع کل دکھوں کی دافع اور مرضوں کے دور کرنیوالی ہے۔ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ہر حال میں خدا کیطرف منقطع

ہو جانا اور اس کی جناب میں رجوع کرنا حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنِ انْقَطَعَ اِلَى اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ كُلَّ مُؤْنَةٍ جو شخص خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ خدا اس کی ہر ایک سختی کو کفایت کرتا ہے۔

جہاد یعنی نفس کشی عجیب دوا ہے۔ شر اور شہوت کو بالکل روک دیتی ہے۔ اور غضب کو قلب سے نکال کر اصلاح کرتی ہے۔ اسکے ساتھ معالجہ کرنے کا بھی خداوند تعالی نے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ یعنی جہاد کرو اللہ تعالی کی راہ میں جیسا کہ اُس کے جہاد کا حق ہے۔ اور نیز فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو ہمارے راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنا راستہ بتاتے ہیں یعنی ان کے دلوں کو اپنے مشاہدہ سے صحت عنایت کرتے ہیں۔ اور فراق اور دوری کا مرض ان سے دور کرتے ہیں۔

حیا نہایت نافع دوا ہے۔ کل قبائح اور فواحش سے باز رکھتی ہے۔ جو شخص احکامات الٰہی کی مخالفت سے شرم کرتا ہے۔ خداوند تعالی اُس کے عذاب سے شرم کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ یعنی حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

خوف ادویات روحانیہ میں سے ایک عجیب دوا ہے جفا اور فجور وغیرہ امراض کو دور کرتی ہے۔ اور گناہوں کی تکلیف اور دکھ قلب کو پہنچنے نہیں دیتی اور یہ وہ دوا مسک ہے جو اپنے استعمال کرنے والے سے عذاب کو دفع کرتی ہے۔ خداوند تعالی نے اس دوا کے ساتھ معالجہ کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی مجھ سے خوف کرو اگر تم مومن ہو۔

دین سب دواؤں سے افضل اور بہتر دوا ہے اور یہ دوا ہر ایک پیر و جوان کے واسطے مفید ہے اور مرد و عورت سب کو فائدہ کرتی ہے۔ اور دین کیا چیز ہے۔ گمراہی سے نکلکر ہدایت پر آ جانا خداوند تعالی فرماتا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى یعنی دین میں زبردستی

نہیں ہے بیشک ظاہر ہوگئی ہے ہدایت گمراہی سے پس جس نے کفر کیا بتوں کے
ساتھ اور خدا پر ایمان لایا پس بیشک اُس نے محکم رستی کو مضبوط پکڑا

اَلذِّکْرُ یہ دوا مسہل ہر زبان کے فضلات اور ناکامیابی کے بخار کو دور کرتی ہے۔ اور
دلوں کو اس سے اطمینان پہونچتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ
قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ یعنے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے
دل ذکر الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں خبردار (اس بات کو خوب سن لو) کہ ذکر الٰہی ہی سے
دل اطمینان پاتے ہیں

ذکر بہترین ادویہ اور سب سے زیادہ نافع ہے۔ اور اس قدر بیماریوں کو نفع کرتی ہے
حُبِّ دنیا حُبِّ ریاست و دیگر شہوات دنیا اس دوا کی فضیلت خداوند تعالیٰ نے قرآن
شریف میں جابجا فرمائی ہے۔ اور ایمان کو اس سے بہت بڑا تعلق ہے چنانچہ فرماتا ہے
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا
بیشک مومن وہی لوگ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُن کے دل خوف زدہ ہوجاتے
ہیں۔ اور جب اُس کی آیتیں اِن پر پڑھی جاتی ہیں۔ اُن کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں
اور نیز فرماتا ہے۔ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً
وَّاَجْرًا عَظِیْمًا یعنے خدا کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں ان کے واسطے
اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور ثواب کثیر تیار کر رکھا ہے۔

رِیَاضَت روحانی ادویات میں یہ دوا عجیب و غریب اثر رکھتی ہے تمام امراض کے
فاسد مادہ اور اخلاط کے فضلوں کی مسہل ہے نفوس کا رذائل سے بالکل تنقیہ کردیتی ہے۔
قلوب کو فواحش سے پاک و صاف کرتی ہے کسی کا کیا اچھا قول ہے اَلرِّیَاضَةُ رَیْحَانَةٌ
مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ یعنے ریاضت جنت کے باغ کا ایک پھول ہے اور ریاضت کیا چیز ہے
بھوک پیاس کا ہمیشہ رہنا اور لذات دنیا سے اعراض کرنا خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان پر اہل ریاضت کی خبر دی ہے چنانچہ حضور فرماتے
ہیں اَھْلُ شُغْلِ اللّٰهِ فِی الدُّنْیَا ھُمْ اَھْلُ شُغْلِ اللّٰهِ فِی الْاٰخِرَةِ یعنے جو لوگ دنیا

میں خدا کے کاموں میں مشغول ہیں وہی آخرت میں خدا کے مشاہدہ و دیدار میں مشغول ہونگے اور حضرت یوسف ؑ کے قصہ میں فرماتا ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ یعنی حضرت زلیخا[1] فرماتی ہیں میں اپنے نفس کی بریت ظاہر نہیں کرتی بیشک نفس برائی کا حکم کرنے والا ہے۔

اَلزُّھْدُ روحانی دواؤں میں زہد بھی ایک لاثانی دوا ہے۔ نفع اس کا نہایت بیّن اور ظاہر ہے یعنی تھوڑے استعمال ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے حرص کی حرارت اور طمع کے بخار کو بہت جلد دُور کرتا ہے۔ اور زہد کیا چیز ہے دنیا و مافیہا کو نظرِ حقارت سے دیکھنا اور قلب سے اس کی محبت کو دور کرنا اللہ تعالیٰ اس کے استعمال کی طرف اپنے بندوں کو ترغیب دلانے کے واسطے فرماتا ہے۔ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ یعنی تمہارے پاس جو کچھ مال و متاع دنیا ہے یہ ایک روز فنا اور ختم ہو جائیگا اور اللہ کے پاس جو چیز ہے وہ ہمیشہ باقی رہیگی۔

اَلسَّکِیْنَۃُ ادویات روحانیہ میں سکینۃ یعنے اطمینان قلب بہت عمدہ دوا ہے مومنوں کے سینوں کو اس سے شفا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں فرماتا ہے۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ یعنے خدا کی ذات پاک وہی ہے جو سکینۃ یعنے اطمینان کو مومنوں کے دلوں میں نازل کرتا ہے تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ کرے۔ پس یہ سکینت کی دوا بمنزلہ انشرو دیطوس کے ہے۔ جو حرارت غریزیہ کو زیادہ کرتی ہے۔ یعنی ایمان کو

اَلشَّوْقُ روحانی دواؤں میں عجیب سریع الاثر دوا ہے۔ طلب لقا میں مردوں کی ہمت کو بڑھاتی ہے اور امید کی منزل گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ جو شخص خدا سے ملنے کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اس کی ملاقات کے سامان کرے کیونکہ خدا کا مقرر کردہ وقت ضرور آنیوالا ہے۔

اَلصِّدْقُ یہ ایسی دوا ہے کہ مرض کذب کے تمام زہریلے اثر دور کر دیتی ہے اور چغلخوری غیبت مکر و فریب اور دغابازی سب کو دور کرتی ہے۔ فساد کی رگوں اور اعمال کی قباحتوں کا استیصال کر دیتی ہے۔ اور اس کے استعمال سے صحت اور سلامتی

[1] یہ مترجم کی رسائی ذہن ہے ورنہ سیاق قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے ۱۲- امیر محمد مصحح

اور کامیابی کی زندگی نصیب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ اس کے استعمال کی ترغیب قرآن شریف میں فرماتا ہے چنانچہ اس کا کلام ہے هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یعنی قیامت کے دن کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ وہ دن ہے جس میں سچ بولنے والوں کو اُن کا سچ فائدہ کرتا ہے۔

اَلضَّرُوْرَةُ - یہ دوا مغفرت کی موجب اور ناکامیابی کو دور کرنیوالی ہے اور حالت اضطرار میں صبر کرنا نہایت نافع اور تریاقی شفا کا موجب ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ یعنی خدا کے سوا کون ہے جو مضطر کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور برائی کو اُس سے دور کرتا ہے اور دوسری جگہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی مردار کے گوشت کھانے کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص انتہار فاقہ اور ناداری کے باعث مضطر ہو اور کھانے کو اس نے کچھ نہ پایا۔ پس اگر وہ مردار کے گوشت کو اس معذوری سے کھائے نہ حکم الٰہی سے سرتابی کے قصد سے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور بیشک خدا اُس کو بخشنے اور اس پر رحم کرنیوالا ہے۔

اَلطَّهَارَةُ روحانی دواؤں میں سے یہ دوا نہایت پاکیزہ اور نفیس ہے۔ اس کے استعمال سے نفس کی تمام خباثتیں اور کثافتیں دور ہوجاتی ہیں۔ گویا کہ یہ فواحش کے قولنج کو کھول دیتی ہے۔ اور ہر سدہ کو رفع کرتی ہے۔ طہارت کی دوا محبت الٰہی کو جذب کرتی ہے۔ اور یہ کئی دواؤں سے مرکب ہے جیسے اعضاء ظاہری کا دھونا پاک پانی سے اور خواص باطن کا میٹھے اور صاف پانی یعنی علم سے پاک کرنا۔ خداوند تعالیٰ نے اُن لوگوں سے خبر دی ہے جو اس کے استعمال سے شفا پاتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ یعنے بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور طہارت حاصل کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

اَلظَّنُّ الْحَسَنُ یعنے نیک گمانی یہ دوا خاص کر بدگمانی کے مرض کیلیے نہایت مفید اور زود اثر ہے۔ اور اس مرض کا اس دوا کے ساتھ علاج کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ

ورنہ یہ نالائق مرض بہت جلد ہلاک کر کے دارین کی قباحت کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اَلظَّآنِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَیْہِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَلَعَنَہُمْ وَاَعَدَّ لَہُمْ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا یعنے مشرک لوگ جو خداوند تعالیٰ کے ساتھ بدگمانیاں رکھتے ہیں (خود) انہیں پر برائی اور مصیبت کے چکر ہیں اور خدا نے اُن پر اپنا غضب نازل کیا ہے۔ اور اُن کو لعنت کی ہے۔ اور اُن کیواسطے جہنم جو بہت برا ٹھکانا ہے تیار کر رکھا ہے۔ نیک گمانی کا ثواب جنت ہے اور یہ دوا گویا ایک معجون مرکب ہے ان ادویات نافعہ سے رحمت الٰہی کی وسعت کا خیال کرنا۔ خدا پر بھروسہ رکھنا۔ اُس کے فضل کا اعتماد کرنا۔ اُس کی عنایت کے ساتھ تمسک کرنا۔ اُس کی کمال بخشش اور جود و کرم کو جان لینا اُس کی مغفرت کو محیط سمجھنا۔ اس کے کمال اور اپنے بشریت کے نقص کو پیش نظر رکھنا پس جب یہ سب دوائیں جمع ہو گئیں۔ تب ان سب سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ کا کیا اچھا قول ہے مَنْ اَحْسَنَ ظَنَّہٗ بِاللّٰہِ اَحْسَنَ اللّٰہُ نَظَرَ اِلَیْہِ بِعَیْنِ الرَّحْمَۃِ وَغَفَرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ یعنے جو شخص خدا کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے خدا اُس کی طرف رحمت سے اچھی نظر کرتا ہے اور اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیتا ہے۔

اَلْعِفَّۃُ روحانی ادویات میں سے یہ دوا ازالہ امراض کے واسطے نہایت بھروسہ کی ہو کر بڑے سے بڑے مرض کو دور کر دیتی ہے۔ اس کے استعمال سے مرض ہوے کی قوت اور مرض غضب کی شدت بالکل جاتی رہتی ہے۔ اور اس سے حیا اور وقار اور عیش کی راحت اور طمع کی قلت پیدا ہوتی ہے۔ اور عفت کیا چیز ہے۔ قلب کا ماسوائے سے روگردانی کرنا اور گناہوں سے باز رہنا۔ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جس نے عفت اختیار کی خداوند تعالیٰ اس کی سب مشقتیں دور فرماتا ہے۔

تَحَمُّلٌ ادویہ روحانی میں سے ایک عجیب الاثر دوا ہے۔ پیدائش اس کی غصہ اور غضب کے پیچھے ہوتی ہے۔ یعنی غیظ و غضب جس وقت اعتدال پر قائم ہوتا ہے اور اُس حرارت اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو روحانی اور طبعی مصلحتوں کی محافظ ہے۔

اسی وقت اس کو غیرت کہتے ہیں۔ غیرت برائیوں اور قباحتوں سے روکتی ہے اور فواحش سے باز رکھتی ہے۔ اور چونکہ ان باتوں سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس واسطے یہہ غیرت بھی اچھی ہر اسی سے۔ جورو بچوں اور جان مال کی حفاظت کیجاتی ہے اور بہت سے اس میں فوائد ہیں (اور بعض موقعہ میں یہ غیرت جہالت سے بھی پیدا ہوتی ہی جس سے خلاف شریعت کام سرزد ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ غیرت بُری ہی اسکو دور کرنا چاہیے

فہم یعنی ہر چیز کو اُس کی حقیقت کے ساتھ سمجھنا یہ نہایت نافع دوا ہے۔ کیونکہ اکثر روحانی امراض جو نفس پر طاری ہوتے ہیں جیسے شک اور بدمزاقی اور غم کبر وغیرہ یہ اکثر سور فہم ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور سور فہم بمنزلہ سور مزاج کے ہے اور فہم بمنزلہ حقیقت علم کے ہے۔ جسکو اعتدال مزاج کہنا چاہیئے۔ اور اعتدال مزاج ہی اصل صحت اور سب دواؤں کا سردار ہے۔ پس جب قلب نے حقائق اشیاء کو حاصل کرلیا۔ تو گویا اُن کو اُس حالت پر دیکھا جیسے خداوند تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ اور اُن کا بیان فرمایا ہے۔ پس اُس وقت قلب شکوک کی آفات اور ظنون کی بلیات سے نجات پائیگا۔ اسی فہم کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا فرمائی تھی اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ یعنی اشیا جیسی کہ وہ ہیں (یعنی اُن کی حقیقت) مجھکو دکھا اور نیز یہ بھی حضور نے دعا فرمائی ہو اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ یعنی اے اللہ ہم کو حق بات دکھلا (ایسا نہ ہو کہ ہم حق کو باطل سمجھیں) اور ہم کو اس کے اتباع کی توفیق دے۔ اور باطل ہم کو باطل دکھلا (یعنی ہم باطل کو حق نہ سمجھ لیں) اور ہم کو اُس سے پرہیز کرنے کی توفیق دے۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے شہر کوفہ میں سر منبر فرمایا مرد کے واسطے دین کی خوبی اسی بات میں ہے۔ کہ کتاب اللہ میں اُس کو فہم اور سمجھ دی جاوے + اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرے پاس کتاب اللہ کے فہم اور اس میری تلوار کے میان میں جو کچھ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ہے۔ وہ خدا پر افترا پردازی کرتا ہے (یعنی ان دونوں چیزوں کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں۔ آپ کی تلوار کے میان میں ایک کاغذ رہتا تھا جس میں جہاد اور قصاص

کے احکامات لکھے ہوئے تھے یہ کاغذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو عنایت کیا تھا (مترجم) قرآن شریف میں بہت جگہ اس قسم کی آیات ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یعنی بیشک اس میں نشانیاں ہیں اہل عقل کیواسطے وَلِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ وَلِقَوْمٍ یَّتَذَکَّرُوْنَ اور اہل علم کیواسطے اور اُن لوگوں کے واسطے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ پس ان سب آیات کا مفہوم فہم اشیاء ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ یعنی قرآن شریف کا پڑھنا بھی ادویہ روحانیہ میں سے ایک معجون کبیر ہر ہر خاص و عام کو فائدہ کرتی ہے۔ اور بیمار و تندرست دونوں کی مقوی ہے۔ اس سے بہتر قلب اور روح کیواسطے کوئی دوا نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی نصیحت ایمان والوں کو فائدہ کرتی ہے۔ پس کلام الٰہی نصیحت ہے۔ اور یہ ایسا دوا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت سخت امراض کو شفا دیتا ہے۔ اگر پڑھنے والا قرآن شریف پڑھتا ہے اور اس کے مضامین کو سمجھتا ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی دوا سے اپنا علاج کرے جس کے افعال و خواص سے خود واقف نہ ہو۔ اور اگر پڑھنے والا اس کے مضامین کو نہیں سمجھتا تب وہ اس مریض کی مثل ہے۔ جو طبیب کے حکم کے موافق علاج کرتا ہے۔ خود دوا سے کسی قسم کی واقفیت نہیں رکھتا بہرحال دونوں طرح سے دوا کا استعمال کرنا صحت کا موجب ہے اور شفا اس سے حاصل ہوتی ہے مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ سقمونیا مسہل صفرا ہے اور ایک شخص نہیں جانتا ہے پھر دونوں اسہال صفرا کے واسطے سقمونیا کا استعمال کریں دونوں کو برابر فائدہ ہوگا۔ بلکہ جو جاہل ضرورت کیوقت دوا کا استعمال کرے وہ اُس عالم سے بہتر ہے جو بوقت ضرورت استعمال نہ کرے پس جو شخص قرآن شریف کے معانی و مضامین کا عالم ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے وہ نور علیٰ نور ہے اور جو پڑھتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے مگر جانتا نہیں ہے وہ نور کا طالب ہے یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ جسکو خداوند تعالیٰ چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے اور جو شخص پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا نہ اُسکو سمجھتا ہے۔ وہ مثل مفقود کے ہے یعنی جس کی چیز گم ہو گئی ہو اور رحمت و مغفرت کا امیدوار ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ میں اپنے بندہ کے گمان کیساتھ ہوں جیسا میرے

ساتھ کرے (یعنی اگر بندہ بخشش کا گمان رکھتا ہے۔ تو میں اُسکو بخشش دونگا) اور فرماتا ہے
وَاَنَا مَعَہٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ یعنے اور میں بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے
اور جو شخص نہ قرآن شریف پڑھتا ہے نہ اسپر عمل کرتا ہے۔ وہ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ
میں گھرا ہوا ہے۔ نہ اس کا دنیا میں کچھ حصہ ہے نہ آخرت میں حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ یعنی جس نے
کتاب الٰہی میں سے کچھ پڑھا اس کے واسطے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ہے
میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف
ہے اور میم ایک حرف ہے اور ان تینوں حرفوں کے بدلے اُس کے واسطے تیس (۳۰)
نیکیاں ہیں۔

اَلْکَفُّ عَنِ الْمَعَاصِیْ یعنی گناہوں سے رُکنا بھی روحانی دواؤں میں سے ایک
بڑی نایاب دوا ہے جیسا کہ یہ دوا عذاب کے مرض کو دور کرتی ہے۔ کوئی دوا نہیں کرتی عقاب
کی سختی حساب کی مشقت سب اس سے ہلکی اور دفع ہو جاتی ہیں صحت یعنی ثواب کے
فوائد اس سے بڑھ جاتے ہیں چنانچہ حضرت شارع علیہ السلام سے مروی ہے مَا تَرَكَ عَبْدٌ
مِّنْ عِبَادِهٖ مَعْصِیَةً مِّنْ مَّعَاصِی اللّٰهِ خَشْیَةً مِّنَ اللّٰهِ اِلَّا غَفَرَ لَهٗ مَا عَمِلَ فِیْ عُمْرِهٖ یعنی جس
بندہ نے خدا کے گناہوں میں سے کوئی گناہ محض خدا کے خوف سے ترک کیا خداوند
تعالیٰ اُس کی تمام عمر کے گناہ بخشدیتا ہے۔

اَللِّیْنُ یعنی نرمی روحانی دواؤں میں سے یہ دوا تسخیر کا نسخہ ہے۔ اس کے استعمال سے خود بخود
سب لوگوں کے دل اُس کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس کی محبت کی کشش ہر طرف سے
اُن کو کھینچ لاتی ہے۔ اس دوا کا حُب کے باب میں بڑا دخل ہے۔ یہ پیدائش اس کی
رحمت الٰہی سے ہے۔ جیسا کہ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے خداوند تعالےٰ
مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ یعنے اے رسول مقبول تم رحمت الٰہی ہی کے سبب سے ان لوگوں کے
واسطے نرم ہوئے ہو اور اگر تم جاہل طبیعت اور سخت قلب ہوتے تو یہ لوگ تمہارے

پاس سے بھاگ جاتے۔ اب نرمی کی حقیقت کا بیان آیت کے اس آخری حصہ میں ہے فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ یعنے پس اِن لوگوں کی خطاؤں اور ناواقفیت کی گستاخیوں سے درگذر کرو۔ اور ان کے واسطے مغفرت مانگو اور ہر ایک کام میں اِن سے مشورہ لیجئے اور جب قصد مصمم کرو تو بس خدا ہی پر بھروسہ کرو بیشک خداوند تعالیٰ بھروسہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ مطلب اِس کا یہ ہے کہ جو لوگ ناواقف ہیں۔ ان کی خطاؤں سے درگذر چاہیئے۔ اور جو گنہگار ہیں۔ اُن کے واسطے دعا مغفرت چاہیے۔ اور جو عقلمند ہیں اُن سے مشورہ لینا چاہیے۔ تاکہ اُن کے دل خوش رہیں یہ مطلب نہیں کہ تمہاری رائے ناقص ہو۔ اس سبب سے کہ تم کو مشورہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ محض اِن کی خوشی کیواسطے اُن سے مشورہ لینا چاہیئے۔ اور جب تم کسی کام کا مصمم قصد کرلو تب پھر تم کو کسی کے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ درحقیقت فقط تمہاری ہی رائے کافی ہے۔ پس اس وقت خدا کی رحمت پر بھروسہ کرو کیونکہ جہاں تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے۔

یہ نرمی کا عمل محبت اور دلوں کے جذب اور تسخیر کرنے اور ثنا اور ثواب کے حاصل کرنے میں عجیب بے نظیر خاصیت رکھتا ہے۔ اور یہ ایسی دوا ہے کہ تن تنہا ہی بہت بڑا کام کرتی ہے۔ کسی دوسری دوا کے ساتھ اس کے ملانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اِس کے استعمال کرنے سے عونِ الٰہی اور عنایت خداوندی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حضور رسول کریم علیہ وعلی آلہ التحیات والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی امداد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی مسلمان کی امداد میں رہتا ہے۔

نبالۃ[1] اَلنبالۃ صحت نفسانیہ کے کمالات میں سے یہ ایک کمال ہے۔ اور یہ کمال اِن دوائوں کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے کاموں میں اُن کی نیابت[2] کرنی۔ اور ضرورت کے وقت دل و جان سے اُن کی امداد کرنا اور اُن کے کاموں

[1] نبالت کے معنی تیز خاطر اور آگاہ اور بزرگ ہونا۔ [2] یعنے ان کے سرِ کوہ ہو کر اُس کو پورا کر دینا۔

کی درستی میں ہمہ تن کوشش بلیغ کرنا آخرت کے کاموں میں جہانتک ہو سکے مشقت اٹھانی حقائق علوم اور تہذیب اخلاق کو حاصل کرنا۔ جسوقت یہ سب دوائیں ملا کر استعمال کی جاتی ہیں اُسیوقت نبالت کیحالت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ حالت صحت اور راحت کا کمال ہے۔ ہمارے حضور سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الرَّجُلَ النَّبِیْلَ الْوَرِعَ یعنے اللہ تعالیٰ پرہیزگار نبیل شخص کو دوست رکھتا ہے جیسے شرعی کاموں میں ورع کا اعلےٰ درجہ ہے ایسے ہی طبعی کاموں میں نبالۃ کا افضل رتبہ ہے۔ غرض یہ کہ یہ دوا نہایت ہی نافع ہے جو شخص فضولیات میں مستغرق ہو اُس کو اس کی از حد ضرورت ہے جیسے کہ طبیعت کو طیلہ زرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ اس دوا کا مزہ تلخ ہے۔ مگر نفع بہت رکھتی ہے۔ اور فائدہ بھی اس کا ظاہر ہے۔ جب حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو وصیت فرمائی ہے۔ تو اُس میں ورع کا حکم فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ کُنْ وَرِعًا تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ یعنے اے ابوہریرہ ورع اختیار کر سب لوگوں سے زیادہ عبادت گذار ہو جائیگا

اَلْھِدَایَۃُ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک شفا ہے۔ جو بندوں کو ہر ایک دوا کے تردد اور سامان سے بے پرواہ کرتی۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد معالجات کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ خداوند تعالیٰ کبھی بلا واسطہ ہدایت کرتا ہے جیسے اپنے رسول حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمائی چنانچہ اس ہدایت کی حقیقت سے وہ خود خبر دیتا ہے۔ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا یعنے اے رسول ہمارے ہدایت کرنے سے پہلے تم نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کو ایک نور بنایا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ واسطہ سے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ واسطہ خیر البشر شفیع روز محشر سید السادات وصاحب السعادات حضرت محمد بن عبد اللہ نبی ہاشمی مطلبی ہیں۔ جن کی شان میں فرماتا ہے وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ۔ یعنے بیشک اے رسول تم سیدھے رستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ سیدھا رستہ اس خدا کا جسکے واسطے ہیں کل چیزیں آسمان و زمین کی خبردار خدا ہی کیطرف کل کام رجوع ہوتے ہیں۔ اور نیز حضور علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ یعنے بیشک میں کی ہوئی رحمت ہوں ٭

الغرض جب بندہ ہدایت میں سے اپنا پورا حصہ لے لیتا ہے۔ پھر اُس کو معالجے کی ضرورت نہیں رہتی بس اُس کے واسطے یہی ضروری ہوتا ہے کہ طبیعت کے موافق چیزوں سے اپنی صحت کو قائم رکھے۔ اور حفظ صحت کے قوانین سے پورے طور پر تمکو آگے واقفیت ہوگی

اَلْیَقِیْنُ ۔ روحانی دواؤں میں سے یہ دوا یقیناً فائدہ مند ہے۔ اِس کو ایسا خیال کرنا چاہیے جیسے اکلیل الملک تمام دکھ درد اور تھکان اور قلب کی تنگی اور پھیپنی اور سانس کے پھولنے کو فائدہ کرتی ہے۔ اس دوا سے بہت سے امراض دور ہوتے ہیں۔ ہم نے اس وقت تک جس قدر دوائیں ذکر کی ہیں۔ اُن سب میں یہ دوا اول نمبر کی ہے جس نے اس دوا کو استعمال کیا وہ دین کے حقائق سے مطلع ہوگیا۔ اور تمکین[۱] کی روائح اس کو حاصل ہوئیں اور تلوین[۲] کے امراض سے اُس نے نجات پائی۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بِفَضْلِہٖ وَلُطْفِہٖ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ فِی الرِّضَاءِ وَالْیَقِیْنِ وَجَعَلَ الْھَمَّ وَالْحُزْنَ فِی الشَّکِّ وَالسَّخَطِ یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے خوشی اور فرحت کو امید اور یقین میں رکھا ہے۔ اور رنج و غم کو شک اور غصہ میں رکھا ہے اور اپنی کتاب مقدس یعنی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ یعنی اس میں بیشک نشانیاں ہیں اہل یقین کے واسطے۔ یقین کے بہت سے مراتب ہیں۔ جن کا ہم نے باب الیقین کی نوع اوّل میں ذکر کیا ہے۔ طالب وہاں تلاش کرلے ٭

[۱] تمکین شہود حق میں شوق کا غالب ہونا بغیر وجود حق کے ۱۲

[۲] تلوین حق کا وہ ظہور ہے جو حق پر پردہ ڈالتا ہو اور شاہد کو شاہد سے روک دے ۱۲

روحانی صحت حاصل کرنے کے واسطے اِن دواؤں کے استعمال میں مشغول ہونا چاہیے اور معالج کو اس بات کا معلوم ہو جانا نہایت ضروری ہے کہ شافی حقیقی خداوند تعالیٰ ہے دوائیں شافی نہیں ہیں دواؤں کو محض خداوند تعالیٰ نے شفا کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسی سے ربوبیت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور اسی کے اوپر اساس عبودیت کی انتہا ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ یعنی پس جس شخص کو خداوند تعالیٰ ہدایت کرنی چاہتا ہے اُس کے سینہ کو قبول نور اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ اور جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے اُس کے سینہ کو بہت تنگ و تاریک کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھتا ہے۔

وہ معجون کبیر جس میں کل ادویہ کے اجزا شامل ہیں۔ اور تمام امراض کیلئے نافع اور مفید ہے۔ وہ ایسی معجون ہے کہ اس کی مثل دوسری معجون تیار کرنے سے تمام معالج عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اطبا کی عقلیں اس کی شکل میں گم ہیں۔ علما کے فہم اس کی اصلیت میں حیران ہیں یہ وہ معجون ہے جسکو طبیب الٰہی نے ترتیب دیا ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے اسی سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ یعنی اس قرآن پاک کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور نہیں گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ مگر فاسقوں کو۔ اس دوا کو خداوند تعالیٰ نے طبیعت کی تربت سے نکالا ہے۔ شروع اس کا کلمہ ہے اور آخر اس کا پھل دار درخت ہے جسکی جڑ اور شاخ اور پتے اور پھول اور پھل سب کے سب کامل شفا ہیں اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ یعنی اے رسول کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان فرمائی ہے جیسے کہ ایک پاکیزہ درخت ہے۔ جڑ اُسکی زمین میں مضبوط ہے۔ اور شاخیں اُس کی

آسمان میں پہونچی ہوئی ہیں۔ ہر موسم میں اپنا پھل دیتا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے اس لئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

ایک نفیس نکتہ

اس کلمۂ طیبہ میں دو طرفیں ہیں۔ ایک نفی کی دوسری طرف اثبات کی نفی کی جو طرف ہے وہ کڑوی۔ اور اثبات کی جو طرف ہے۔ وہ میٹھی ہے۔ کڑوی طرف کو ایسا خیال کرنا چاہیے۔ جیسے دوا کا مزہ کڑوا ہوتا ہے۔ اور میٹھی طرف کو دوا کا نفع اور اس کی خاصیت خیال کرنا چاہیے۔ اگر ہم اس دوا کا پورا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔ تو کتاب طویل ہوئی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دوا اپنے خاص بیان کے واسطے ایک بڑی پوری اور ضخیم کتاب چاہتی ہے۔ ہماری اس مختصر کتاب میں اتنی گنجایش کہاں ہے۔ پس اے طالب سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ پہلے تم ان دواؤں کو اچھی طرح سے حاصل کرو۔ بعد ازاں ان کے استعمال میں جہانتک ہو سکے کوشش اور سعی بجالاؤ۔ اور ان کی مقداروں کو خوب اندازہ کرلو۔ کیونکہ جب دوا زیادہ ہوتی ہو۔ تو وہ بھی زہر کا کام کرتی ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ تم اس دوا کو اس کے اندازہ ہی سے استعمال کرو۔ اور استعمال سے پہلے تم محل اور موقع اور زمانہ اور عمر اور بیماری کو خوب غور کرلو۔ پھر اپنی طبیعت کے موافق ادویہ کے ساتھ علاج شروع کرو۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ ان کے استعمال میں کسی کی تقلید نہ کرنا یعنی کسیکو کوئی علاج کرتے دیکھو تو خود بھی وہی علاج کرنے لگو۔ اس سے بڑے خطرہ کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہو کہ تمہاری جان جاتی رہے۔ کیونکہ پھر مرنے کے بعد زندگانی نہیں نصیب ہوتی۔ اور نہ گرفتاری کے بعد نجات ملتی ہے۔

پس اے حریص اس بندۂ ضعیف پر عنایت الٰہی کو دیکھ کہ اُس نے کس طرح میری چشم بصیرت کو حقائق کے ساتھ کھول دیا ہے۔ اور کس طرح حقائق کو ظواہر کے مقابلہ میں رکھا ہے۔ ان ادویہ میں سے ہر ایک دوا اور ان امراض میں سے ہر ایک مرض

کے متعلق ہماری بڑی گفتگو ہے۔ مگر کیا کریں۔ کہ اس مختصر کتاب میں نہیں سما سکتی مینے
اسکو قلب کے خون اور خواطر کی لحد میں پوشیدہ کردیا تاکہ خداوند تعالی اس کو اس روز جس
روز پوشیدہ راز ظاہر ہونگے ظاہر کرے پس لازم ہے کہ شیطانی وسوسوں سے خدا کی پناہ چاہو
اور مرض کو اپنی طرف اور شفا کو اپنی رب کی طرف منسوب کرو۔ اور حضرت ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام کی پیروی بجالاؤ۔ چنانچہ اُن کے کلام کو خدا تعالی نقل فرماتا ہے وَ
الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۙ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۙ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝
یعنے میرا رب وہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی مجھ کو ہدایت کرتا ہے اور وہی
مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔ اس کلام
میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مرض کو اپنی طرف اور شفا کو خداوند تعالی کیطرف
منسوب کیا ہے کیونکہ کل بُرائی کا سرچشمہ نفس ہے اور خداوند تعالی شافی برحق ہے۔ خداوند
کریم نے تم کو اپنی کتاب میں ارشاد کیا ہے۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۖ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ
سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ یعنی جو نیکی تم کو پہنچے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو بُرائی تمکو پہنچے وہ
تمہارے نفس کی طرف سے ہے۔ اور یہ بھی وہ فرماتا ہے وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ
یعنی جو کوشش کرتا ہے وہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بھی اُسی کا فرمان ہے
كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ۙ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ۛ یعنے سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے
ساتھ رہن ہونگے مگر داہنی طرف والے (وہ آزاد ہونگے) پس سارے علاج معالجہ کا سردار
خدا اور رسول کے ساتھ ایمان لانا ہے اور سب دواؤں سے افضل اور بہتر دوا رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور پیروی ہے۔ اور سب معجونوں سے اعلے اور اولے
اور نافع اور مجرب معجون یہ ہے کہ خدا کی محبت اور رسول کی متابعت اور خلیفہ وقت کی
اطاعت کو اپنے دل میں اکٹھا کرے پھر جو اس معجون کو کام میں لائے گا ظالموں کی
دستبرد سے نجات پائیگا۔ السلام علی سیدنا و سید الانام و علی آلہ الکرام و صحابہ العظام۔

لے یعنی قیامت کے روز سب لوگ اپنے اعمال میں گرفتار ہونگے مگر داہنی طرف والوں کے جو متقی اور خدا
کے نیک بندے ہونگے۔ اور جنہوں نے عذاب سے مرض کا پہلے ہی سے علاج کر لیا ہوگا۔

پانچواں باب

حفظِ صحّت کے قوانین میں

اس کے اندر دو فصلیں ہیں

پہلی فصل صحتِ جسمانی کی حفاظت میں معلوم ہو کہ مرض کے دفع کرنیکا طریقہ بالضد ہے اور حفظ صحت کا قاعدہ بالمثل ہے یعنی مثلاً اگر مرض غلبہ حرارت و یبوست سے پیدا ہوا ہے۔ تو اُس کا علاج ایسی دواؤں سے کرنا چاہیئے جن کی مزاج میں برودت و رطوبت ہے - اور حفظ صحت کا یہ قاعدہ ہے کہ جس کا مزاج گرم تر ہے اور سرد خشک چیزیں اُسکے موافق نہیں تو اُس کو گرم تر ہی چیزوں کا استعمال رکھنا چاہیئے۔ تا کہ مزاج اپنی حالت طبعی پر قائم رہے۔ اطبّا نے حفظ صحت کے متعلق جو قوانین بنائے ہیں مثلاً ایسا کپڑا پہنے اور ایسا کھانا کھاوے اور یہ کرے اور وہ کرے یہ باتیں قرین قیاس نہیں ہیں کہ عقل ان کو قبول ہی نہیں کرتی - کیونکہ انسان ہمیشہ سے زمان اور مکان کا تابع ہے مکان کی حالت بھی زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے - اور زمانہ بھی حرکاتِ فلک کے سبب سے مدام تغییر میں ہے۔ اور حرکاتِ فلک بھی اپنی نظرات اور تاثیرات کے اعتبار سے ایک حالت پر قائم نہیں ہیں نہ اُن کا حد و حصر ہو سکتا ہے بلکہ یہ امر خارج عن التناہی ہے قیاس سے بالکل باہر کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ہر روز اُس کا ایک نئی شان میں جلوہ ہے - تُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ - اے پروردگار تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے - یعنی رات کو گھٹا کر دن بڑا دیتا ہے اور دن کو گھٹا کر رات بڑھاتا ہے - یہ سب تیری ہی قدرت کا کرشمہ ہے اور تیری قدرت ہر چیز میں جاری ہے ایک چیز ایک وقت نفع دیتی ہے اور وہی چیز دوسرے وقت نقصان پہنچاتی ہے۔ کسی وقت دوا کا کم کھانا فائدہ پہونچاتا ہے - اور کسی وقت نہیں پہونچاتا - کسی شخص کو ایک بار امر مباشرت سے نقصان پہنچتا ہے - اور کسیکو دس بار سے نہیں

پہونچتا۔ پس جب یہ باتیں ہیں تب کونسی عقل سے طبیعت کی کنہ اور حقیقت معلوم ہوسکتی ہے جس سے اشیاء کی کمیات معینہ پر حفظ صحت کیواسطے حکم لگایا جائے۔ اس واسطے طبیب وقت کو لازم ہے کہ اپنے زمانہ کی حالت اور عنصر اور اختلاف ارکان کی کیفیت اور پھر اس سے اشیاء کی پیدائش کی ماہیت اور فضاء ہوا اور جو کی حالت اور فصلوں کے تغیر اور تبدل اور مکان کی جہات اور طبیعتوں کے غلبہ اور کواکب کے تصرفات اور طبائع انسانی سے اُن کے تعلقات کا خوب اندازہ کرے۔ پھر معالجہ اور حفظ صحت میں مشغول ہو۔ اور مزاج میں جو خلط اور خلطونیر غالب ہے۔ اُس کو معلوم کرے اور اس بات میں بھی غور کرے۔ کہ کس طرح مزاج اصلی حالت پر قائم رہیگا۔ اور اُس وقت مناسب غذائیں تجویز کرے جب یہ سب باتیں کرلے گا۔ اُس وقت شوق سے حکومت کا ڈنکا بجائے اور حفظ صحت کے قوانین پر لوگوں سے عملدرآمد کرائے اور اُسی وقت اُس کی تدبیر بھی اچھی رہیگی۔ اور یہ بات ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص اس طرح سے تمام دنیا کا معالجہ کرسکے بلکہ ہر شہر کے رہنے والوں کو ہر وقت میں ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے۔ جو ان کے معالجہ کے طریقہ سے واقف ہو۔

پہلے زمانہ کے اطبا ان باتوں میں بہت غور و تامل کیا کرتے تھے چنانچہ بقراط سے نقل ہے۔ کہ اُنہوں نے کہا ہمارے شہر میں ایک پرندہ مچھلیاں کھاتا تھا۔ بقراط نے اُس کو دیکھکر خود بھی ایک جزیرہ میں مچھلیاں کھانی شروع کیں اور چونکہ کوئی اور چیز رزق کی قسم سے وہاں دستیاب نہ ہوئی۔ اس سبب سے خوب کثرت سے مچھلیاں کھائیں۔ مگر پھر پاخانہ نہ آیا بقراط پریشان ہوئے۔ اور اُس پرندہ کو تلاش کرکے اُس کے حال کی نگرانی کی کہ یہ پرندہ مچھلی کھاکر کیا ترکیب کرتا ہے جس سے اس کی قضاء حاجت ہوتی ہے چنانچہ دیکھا کہ پرندہ سمندر پر آیا اور اس نے اپنی چونچ میں پانی لیکر اپنی منفعد میں داخل کیا جس سے اُس کو پاخانہ آگیا۔ بقراط نے اسی اصول پر حقنہ کا عمل ایجاد کیا۔ اسی سبب حکما نے مختلف طریقوں سے معالجات کے قوانین ایجاد کیے ہیں۔

طبیب کے واسطے ضروری ہو کہ ہر وقت کے لحاظ سے وہ دواؤں کی مقدار

کم یا زیادہ کرے اپنے وقت اور موقع اور مرض کے مناسب۔

حفظ صحت کے واسطے ضروری ہے کہ انسان اپنی عمر کے حالات میں غور کرے ابتدا سے لیکر اُس وقت تک اور دیکھے کہ کل میری طبیعت کیسی تھی اور آج کیسی ہے پھر اسی انداز سے دوا یا غذا کی کمی اور زیادتی کرے مثلاً اگر صفرا کا غلبہ پائے۔ تو ایسی چیزوں کا استعمال کرے جن سے صفرا کو تسکین ہو یعنی اُس کے زور کو کم کریں۔ اور باقی اخلاط کو قوت پہنچائیں۔ اور جب خون کا غلبہ پائے تب ایسی چیزیں استعمال میں لائے جو اُس کی تلطیف اور تصفیہ کریں اور باقی اخلاط کو قوت دیں اور اگر خون فاسد ہو جائے تب اُس کو بذریعہ فصد کے خارج کریں۔ اور اگر صفرا یا سودا فاسد ہو جائے تب اُنکو بذریعہ مسہلات کے مزاج کی قوت اور ضعف کے موافق اخراج کریں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صفرا کی حدت دور کرنے اور تسکین دینے کے واسطے باسی اور ٹھنڈے پانی کے ایک دو گھونٹ پینے مفید ہیں۔ اور سودا اس کے برخلاف ہے۔ اُس کے واسطے پہلے ایسی دواؤں کی ضرورت ہے جو اُس کے مادہ کو اکھیڑ اکھاڑ کر تیار کر دیں۔ اور پھر بذریعہ مسہلات کے خارج کریں۔ فصد کے واسطے بہتر وقت پہر دن چڑھے کا ہے۔ اُس وقت معدہ خالی ہونا چاہیے۔ اور ماہ قمری سے آدھا مہینہ گذر چکا ہو۔ یعنی چاند کمی میں ہو زیادتی میں نہ ہو۔ اور فصاد یعنی حجام کو لازم ہے کہ فصد کو خوب کشادہ کر کے کھولے تاکہ غلیظ اور فاسد خون نکل آئے۔ ورنہ غلیظ خون تنگ سوراخ میں سے نہ نکلے گا لطیف نکل جائیگا اور فصد سے بجائے فائدہ کے نقصان پہونچیگا۔

اور مسہلات کا استعمال موسم خریف کے اعتدال یعنی درمیان میں کرنا چاہیے۔ جب چاند ان آبی برجوں میں سے کسی برج میں ہو۔ آبی برج یہ ہیں۔ سرطان عقرب حوت۔ اور جسوقت چاند برج جوزا میں ہو۔ تب فصد نہ کھلوانی چاہیے اور جب ثور میں ہو تب پچھنے نہ لگوائے۔ حافظ صحت کے واسطے یہ بات خیال رکھنی چاہیے۔ کہ ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانے کی حرص نہ کرے کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا صحت کا دشمن ہے بلکہ اتنا کھائے کہ قدرے اشتہا باقی رہے۔ اور اُسیوقت کھانا چھوڑ دے۔ اور

کھانے کے بیچ میں پانی نہ پیوے - مگر یہ حکم سخت نہیں ہے جسکے مزاج میں حرارت ہوگی - وہ پانی سے صبر نہیں کر سکتا ہے - میں نے بہت سے بڑے بڑے حکما کو دیکھا ہے - کہ وہ کھانے کے درمیان میں پانی پیتے تھے - میں نے اُن سے اِس کا سبب پوچھا تو انھوں نے بیان کیا - کہ بعض طبیعتوں کے واسطے کھانے کے درمیان میں پانی پینا مضر ہے - اور بعض کے واسطے مضر نہیں - اور کھانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو دن میں تین مرتبہ کھانا کھائے - پہلے روز دوپہر کو - پھر دوسرے روز صبح کو اور پھر شام کو اور پھر تیسرے دن دوپہر کو - اسی ترتیب سے -

جماع کا طریقہ یہ ہے - کہ جب پیٹ بھرا ہوا ور جب پیٹ خالی ہو جماع ہرگز نہ کرے بلکہ پیٹ بھرے ہوئے کی حالت میں جماع کرنا زیادہ نقصان کرتا ہے - اور جس وقت طبیعت جماع کی طرف راغب ہو اُس وقت جماع سے دریغ نہ کرے اور جب طبیعت راغب نہ ہو تو جماع پر اُس کو مجبور نہ کرے بلکہ بہتر جماع وہی ہے جسکے واسطے طبیعت بہت راغب ہو اور کھانا بھی اُس وقت ہضم ہو چکا ہو - اور جان کو راحت ہو یعنی کوئی تکلیف نہ ہو جماع کے وقت لازم ہے کہ عورت چت لیٹ جائے اور مرد اُس کے اوپر آجائے -

جماع کی حالت میں سوجانا مضر ہے - اور ایسے ہی نشہ کی حالت میں بھی جماع کرنا مضر ہے - اور فصد کے روز اور اُس کے بعد کے روز اور مسہلات کے ایام میں اور خوف کی حالت میں اور حمام کے اندر ان سب صورتوں میں جماع کرنا بہتر نہیں ہے ان صورتوں میں جماع کرنے سے جو نقصان پیدا ہوتا ہے - بعض طبیعتیں اُس کی متحمل ہوتی ہیں - اور فوراً اس کا نقصان اُن کو محسوس نہیں ہوتا - اور بعض طبیعتیں متحمل نہیں ہوتیں - اُن کو فوراً اُس کی مضرت محسوس ہوتی ہے - اور جماع کے بعد ہی دوبارہ جماع کرنا مضرت سے خالی نہیں ہے - اور کھانے کے بعد کھانے سے بھی نقصان پہونچتا ہے - ایک کھانا ایک ہی دفعہ کھالینا چاہیئے اور کھانے کے واسطے چاہیئے کہ اپنی طبیعت اور مزاج اور وقت زمانہ میں غور کرکے اُن کے موافق غذا کھائے اور لباس بھی ہر فصل کے موافق جداگانہ یعنے جاڑے کا الگ گرمی کا الگ برسات کا الگ گرم لباسوں کا جوان آدمیوں کو پہننا مضر

ہے۔ خاص کر گرمی کے موسم میں +

کھانے سے چار ساعت بعد تک مشقت کے کام نہ کرنے چاہییں حمام میں جانے کی بھی عادت چاہیئے۔ مگر حمام کیواسطے شرط یہ ہے کہ حمام وسیع ہو اور چھتیں اونچی اونچی ہوں غسل کرنے کے واسطے پانی بھی میٹھا ہو حمام کی نسبت کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ خَیْرُ الْحَمَّامِ مَا قَدِمَ بِنَاءُہٗ وَطَابَ مَاءُہٗ وَاتَّسَعَ فَضَاءُہٗ وَالشَّفَّ هَوَاءُہٗ یعنی اچھا حمام وہ ہے جس کی بنا قدیم ہو اور پانی صاف اور میٹھا ہو اور میدان وسیع ہو۔ اور ہوا شفاف ہلکی ہو دبلے پتلے آدمی کو پسینا نہ لانا چاہیئے۔ بلکہ ٹھنڈا پانی ڈال کر نہلانا شروع کردیں اور جو آدمی فربہ اور چکنا ہو اُس کی پہلے اس قدر مالش ہونی چاہیئے۔ جس سے اسکو پسینہ آجائے پھر گرم پانی ڈالکر نہلائیں۔ حمام سے باہر آنے کے بعد صفراوی مزاج والا ایسی چیزوں کا استعمال کرے جیسے سکنجبین یا شربت انار ہے۔ اور سوداوی مزاج والا سکنجبین عسلی نوش کرے۔ اور بلغمی مزاج والا صرف شربت نوش کرے + اور دموی مزاج والا انار کا عرق اور شربت آلو بخارا نوش کرے۔ حمام میں نہار مونہہ اور کھانا کھا کر نہ داخل ہو بلکہ ایسے وقت جائے کہ کھانا ہضم ہوچکا ہو۔ خاص کر صفراوی مزاج والا اُس کو اس بات کی بات کی احتیاط ضروری ہے۔ گرم مزاج والے کو یہ خوشبوئیں استعمال کرنی چاہئیں جیسے عود اور عنبر اور کافور اور صندل ہے۔ سب کو ملا کر۔ اور مشک کا استعمال نہ کرے اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ سب خوشبوئیں بالوں کی سیاہی کو مضر ہیں مگر قلب کو قوت دیتی ہیں حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خوشبو کو بہت دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے۔ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میری مرغوب خاطر کی گئی ہیں۔ خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں کی گئی ہے۔ اور حفظ صحت ہی کے متعلق خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنے کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ کھانے کے آداب یہ ہیں کہ بسم اللہ کہکر کھانے کو شروع کرے۔ اور خدا کے شکر کے ساتھ ختم کرے۔ اور سیر ہو کر نہ کھائے

نہ جھوٹی بھوک لگنے سے کھانے لگے حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی معالجہ کا اصل اصول احتماؔ اور جوع ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ الصِّدِّیْقِیْنَ یعنی بھوک صدیقوں کا کھانا ہے۔

حافظانِ صحت میں سے جو شخص دوا پیئے اور جلاب لینے کی عادت رکھتا ہو۔ اس کو چاہیئے کہ گلاب اور شکر کا استعمال کیا کرے۔ کیونکہ یہ مقوی اور قلب کو نافع ہے اور حافظ صحت کو قلب اور جگر اور دماغ ہی کی حفاظت زیادہ درکار ہے۔ کیونکہ یہی اعضاء رئیسہ صحیح اور تندرست رہتے ہیں تو تمام بدن ٹھیک ٹھیک رہتا ہے اور جب ان میں سے ایک میں خلل پڑجاتا ہے۔ تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں آگ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اور ایسے ہی گرم کپڑے بھی نہ پہننے چاہئیں۔ اور ٹھنڈی ہواؤں سے سر کی حفاظت رکھے خاص کر خریف کے موسم میں کیونکہ اس موسم میں ٹھنڈی ہوا سے زکام کھانسی اور درد سر پیدا ہوتا ہے۔

حفظ صحت کے واسطے سب سے بڑی دوا قلب سے رنج کا دور کرنا ہے۔ اور مفرحات اور معجونات سے قلب کو تقویت دینا اس لئے کہ رنج روح کا دشمن ہے اور غم قلب کا خصم ہے۔ اگر انسان تمام معالجہ کریگا۔ اور قلب اُس کا غمگین اور رنجیدہ ہے ایک علاج فائدہ نہ کریگا۔ اور اگر اُس کا قلب خوش ہے۔ تو چاہے جس قدر بے احتیاطیاں کرے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حفظ صحت کی جڑ قلب کی فرحت اور قوت کی حفاظت ہے اور اس قلب کی فرحت کی حفاظت کی دو قسمیں ہیں جسمانی اور روحانی۔ جسمانی تو جوارشوں اور معجونوں سے ہوتی ہے۔ غذاؤں اور عمدہ شربتوں سے اور روحانی تقویت اچھی اچھی صورتوں کے دیکھنے اور اچھی اچھی آوازوں کے سننے اور خوشبوؤں کے سونگھنے سے ہوتی ہے اور عمل

ؔ احتما یعنی پرہیز کرنا ۱۲

اس روحانی تقویت کی یہ ہے کہ قضاو قدر پر شاکر ہو کر حرص و ہوا کو چھوڑ دے اور سب کام خدا کے سپرد کر کے اُسی پر بھروسہ کرے غرضیکہ جب قلب کو بے فکری حاصل ہوگی رنج وغم دور ہونگے۔ اور اُس کے واسطے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب جسپر مائل ہو اُس کی مصاحبت میسر ہو اور اس کا وصل ہو جائے۔ تمام رنج و اندوہ سے قلب نجات پائیگا۔ اور صحت کلی نصیب ہوگی۔ پس جو شخص اس دوا کو حاصل کریگا۔ گویا اُس نے مفرح اکبر کو استعمال کیا۔ اے طالب تیرے لیئے ضروری ہے کہ اپنے قلب کا حکیم بنے تمام رنج وغم اُس سے دور کر کے اس کو قانع اور قضاء الٰہی پر راضی بنائے۔ کیونکہ یہی فرحت اور بقا کی کنجی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی حقیقت کو معلوم کر یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور جو ارادہ کرتا ہے وُہی حکم فرماتا ہے۔

دوسری فصل صحّت رُوحانی کی حفاظت میں

حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صُوْمُوْا تَصِحُّوْا[1] معلوم ہو کہ صحت روحانی قلب کا ایمان لانا ہے۔ اور اس صحت کی حفاظت یہ ہو کہ ایمان کے جو اعمال ہیں۔ اُن پر مواظبت رکھی جائے۔

صحت روحانی کا خیال رکھنا صحت جسمانی سے مقدم ہے۔ کیونکہ جسم فنا ہونیوالی چیز ہے۔ اور رُوح فنا ہونیوالی نہیں ہے۔ اسواسطے جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اُس کو امراض کی قید سے نجات دینی زیادہ ضروری ہے۔ اور صحت اُس کی یہ ہے۔ کہ جن امراض کا ذکر ہو چکا ہے۔ اُن کو روح کے جوہر سے دور کیا جائے اور ایمان کی اُس پر محافظت کی جائے۔ ہم یہ بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ کہ حفظ صحت بالمشل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایمان کی مثل ایمان ہی ہے۔ اور ایمان کے ارکان ایسے ہیں جیسے مزاج کے موافق کھانا پینا۔ دنیا کی سب غذا ایسی نہیں ہیں جو تمام حیوانات کے مزاج کے موافق ہوں کیونکہ مخالف نہ ہوں۔ پس ایمان اور اعمال شریعت کی مثال گیہوں

[1] یعنی روزہ رکھا کرو تم کو صحت حاصل ہوگی ۱۲

اور ربانی کی سی ہے۔ جو ہر ایک کے مزاج سے موافق ہے۔ اور کسی کی طبیعت کے مخالف نہیں ہے۔ ہر عالم اور جاہل اور کامل اور عاقل کو ان کی حفاظت ضروری ہے۔ اور انہیں کے ذریعہ سے اپنی صحت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ اعمال اور عبادات بہت کثرت سے ہیں۔ مگر جن عبادات اور اعمال سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صلاحیت اور فلاحیت اور حفظ صحت کے واسطے خبر دی ہے وہ اوروں سے بے پروا کرتی ہیں جب ان کو انسان بجالائے۔ تو پھر اور عبادتوں کی ضرورت نہیں رہتی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ یعنی بیشک فلاحیت پائی اُن مومنوں نے۔ جو اپنی نماز کو خشوع وخضوع سے بجالاتے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے روگردانی کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جو اپنی پیشابگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان شرائط کے ساتھ حفظِ صحت کا حکم فرمایا ہے۔ اور مومنوں کی حالت سے خبر دی ہے۔ کہ وہ نماز کو خشوع وخضوع سے بجالاتے ہیں اس سے مراد خدا کی رویت[1] ہے۔ اور اُس کی حرمت اور ظاہر و باطن کے ساتھ اُس کی طرف رجوع ہونا اور قلب کا اُس کے ماسوا سے قطع کرنا اور زکوٰۃ کا فعل یہ ہے۔ کہ اچھے مال میں سے زکوٰۃ نکالے۔ اور مسلمان مرد و عورتوں کو جو اُس کے مستحق ہیں تقسیم کرے۔ اور امانت اور عہد کی حفاظت یہ ہے کہ خیانت اور بدعہدی کی آفات سے محفوظ رہے۔ اور خدا کے عہد کا پوشیدہ اور ظاہر میں لحاظ رکھے اور پیشابگاہ کا محفوظ رکھنا یہ ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ مثل زنا وغیرہ سے اجتناب کرے۔ یہ دوا سب سے بڑے فائدے کی ہے۔ کیونکہ فرج کی آفت بھی سب آفتوں سے بڑی ہوتی ہے۔ فرج کا آنکھ اور کان سے بھی تعلق ہے۔ پس جو اپنی فرج کو زنا سے محفوظ رکھنا چاہے۔

[1] خدا کی رویت سے یہ مراد ہے کہ یہ خیال کرے کہ میں ہر وقت خدا کو دیکھ رہا ہوں یا خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ جب یہ خیال مستحکم کریگا۔ پھر گناہ اُس سے کیونکر سرزد ہو سکتے ہیں ۱۲ از مترجم سید یٰسین علی نظامی

اس کو لازم ہے۔ کہ آنکھ کی حرام نظر سے اور کان کی ایسی باتوں کے سننے سے جو شہوت کو ابھاریں پرہیز کرے۔ اور اس کام کے واسطے روزہ بڑی عمدہ دوا ہے۔ شہوت کو بالکل توڑ دیتا ہے۔ اور اس کی قوت کو زائل کرتا ہے۔ اسی سبب سے جناب شارع علیہ السلام نے روزہ کے ساتھ صحت طلب کرنیکو معلق فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے صُوْمُوْا تَصِحُّوْا یعنے روزہ رکھو تم کو صحت حاصل ہوگی۔ جب آدمی روزہ کی مداومت کرتا ہے۔ اس کی خواہشیں زائل ہوجاتی ہیں اور شہوت اس کی ضعیف ہوتی ہے۔ اور ایسی کوئی بات وہ نہیں سنتا جس سے اس کی شہوت زیادہ ہو یا کوئی آمادگی پیدا ہو۔ پس قوتِ شہوانی اس کی مقید ہوجاتی ہے۔ بلکہ نفس ہی اپنے عمل سے بیکار ہوجاتا ہے۔ اور نفس کی اس کمزوری سے نقصان کم اور منافع زیادہ پہنچتے ہیں۔ اور اسی سبب سے صحت پیدا ہوتی ہے۔ جس شخص نے خواہشوں کے غلبہ کرنے کے سبب سے روزہ رکھنا اختیار کیا۔ اس کو اس مرض سے صحت بھی حاصل ہوئی اور آخرت بھی حاصل ہوئی۔ اور آخرت میں بہت بڑے ثواب کا بھی مستحق ہوا۔ پس ایمان کے واسطے حفظ صحت یہ ہے کہ شہوت کو بالکلیہ دفع کردے۔ اور خواہشوں کو توڑ دے اور خلافِ شریعت کاموں سے حواس کو محفوظ رکھے۔

حفظ صحت کے قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے کہ کھانے کی حرص ترک کرے اور غضب اور غصہ کو بالکل جدا کردے۔ ایک شخص نے حضور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو وصیت فرمائیے حضور نے اس سے فرمایا تو غصہ نہ کیجو اس نے عرض کیا اگر غصہ آئے تو کیا کروں فرمایا کھڑا ہوجایئو۔ اور وضو کرلو حضور نے اس کو وضو کا اس واسطے حکم فرمایا کہ آگ پانی ہی سے بجھتی ہے غصہ کی برائیاں اور اس کے سبب سے قلب میں حرارت پیدا ہونے کا بیان تم جان چکے ہو۔ پس حفظ صحت کے شرائط میں سے غصہ کا دفع کرنا بھی لازمی ہے۔ اور انہیں میں سے حسد کا دل سے خارج کرنا بھی ایک ضروری بات ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ سب لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کا خیال کرے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس

کے متعلق منقول ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لَا یَسْتَکْمِلُ اِیْمَانُ اَحَدِکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ یعنی تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہ بات نہ چاہے گا۔ جو اپنے واسطے چاہتا ہے۔ اور انہیں حفظ صحت کی شرائط میں سے ایک شرط طاعات کے ادا کرنے پر مواظبت ہے خصوصًا نماز کا قائم کرنا کھانے کے بعد اُس کے متعلق حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔ اَذِیْبُوْا طَعَامَکُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ۔ یعنی ذکر الٰہی کے ساتھ اپنے کھانے کو ہضم کرو۔ اور جب انسان کھانا کھا کر سو رہتا ہے۔ تب اُس سے بہت بہت برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو اس میں کدورت اور سر میں ثقالت ظاہر ہوتی ہے۔ اس واسطے حافظ صحت کو چاہیے کہ کھانے کے بعد نماز میں مشغول ہو خاص کر عشا کے وقت تاکہ شام کا کھانا ذکر الٰہی اور عبادت سے ہضم ہو جائے۔

ہم یہ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ صحت کا اصل اصول قلب کی تقویت ہے ایسے ہی قلب حقیقی کی تقویت بھی اصل صحت ہے۔ اور یہ تقویت مفرح اکبر یعنی علم معقول سے ہوتی ہے۔ پس جب تو نے علم الٰہی کے ساتھ قلب کو تقویت اور فرحت پہونچائی تمام شکوک اور اوہامات اس سے برطرف ہو جائینگے اور ہمیشہ وہ خوش اور مسرور رہیگا۔ پس اے طالب تیرے واسطے بڑی ضرورت ہے۔ کہ سب سے پہلے اُن دواؤں کو حاصل کرے۔ جن سے معرفت الٰہی جیسی کہ چاہیئے حاصل ہو۔ اور علم توحید اور علم ذات وصفات اور علم حشر و قیامت اور علم نفس جو آئینہ ذات الٰہی ہے پیدا ہو۔ اور علم شریعت جس سے تنزیل و تاویل کی نظر مراد ہے۔ اور علم نبوت اور رسالت منکشف ہو۔ پس یہی دوائیں قلب کی تفریح دینے والی ہیں اور وہ معجونیں جن سے قلب کو اعلیٰ درجہ کا نفع پہونچتا ہے۔ وہ قصص قرآنی کے اسرار اور کلمات فرقانی کی رموزات ہیں۔ یہی چیزیں حقیقی حفظ صحت میں نفع دیتی ہیں۔ اور غذا روحانی یعنی اعمال صالحہ فرائض اور نوافل اور اُنکی مقداریں اور اُنکی رکعتوں کی گنتی اور سب عبادتوں کے اوقات وغیرہ سب باتیں تم کو معلوم ہیں۔ پس جب تم ان مہمات سے واقف

ہو گئے تو اب تمہارے اوپر واجب ہے کہ اپنے قلب کی صحت اور تقویت میں کوشش کرو اور ان دواؤں کا استعمال کرو جن کا نام مفرحات ازلیہ ہے۔ اور علم الٰہیات میں ہم نے اُن کا ذکر کر دیا ہے۔

جب تم اس بات کو جو ہم نے کہی جان گئے اور جو ہم نے حکم کیا ہے۔ اُسپر تم کاربند ہوئے۔ تو بیشک نماز میں تم کو خشوع و خضوع حاصل ہوگا۔ اور تم عہد اور امانت کے تم محافظ ہو گے غرضیکہ صالحین کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور اُن لوگوں میں تمہارا شمار ہوگا جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ؕ یعنی وہی لوگ وارث ہیں جنت الفردوس کے اور وہی اُس میں ہمیشہ رہینگے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ جنت کے لوگ ہمیشہ صحیح و تندرست رہتے۔ کبھی وہ بیمار نہیں ہوتے نہ بوڑھے ہوتے ہیں نہ پیشاب کرتے ہیں نہ پاخانہ روزانہ صبح و شام خداوند تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔

معلوم ہو کہ حفظ صحت کے واسطے سب سے بہتر اور افضل معجون حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے اور آپ کے احکامات کو بجالانا کیونکہ طبیب کامل اور نجات دہندہ اور راست کی روحوں کے زخم کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ یعنی اے لوگو اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو ہدایت پاؤ گے۔ اور نیز اُسی کا فرمان ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو کیا میں تمکو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو دکھ دینے والے عذاب سے بچائے تو خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ۔ پس اے طالب اس معجون متابعت اور مفرح حقیقت کا استعمال کر۔ اور امام زمان خلیفہ وقت کی اطاعت اور محبت میں مشغول ہو۔ یہی سب سے اچھی دوا اور عمدہ نسخہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے رسول کہہ دو کہ اے لوگو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ خدا تم کو اپنا محبوب بنائیگا۔

دوسرا مقالہ الٰہیات کے بیان میں

اس میں چھ باب ہیں

پہلا باب

ذات باری کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل توحید اور ذاتِ باری جل شانہٗ کے ذکر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَلِمَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنے جس نے یہ بات جان لی۔ کہ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ یعنی اس بات کو خوب یقین کے ساتھ جان لے کہ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگ معلوم ہو کہ توحید کی دو طرفیں ہیں۔ ایک نفی کی طرف جو اضداد اور اشکال اور امثال اور اشباہ اور کل عوارض کو ذات معبود سے نفی کرتی ہے۔ اور دوسری طرف اثبات کی ہے۔ جو وحدت اور اوّلیت اور ربوبیت کو ثابت کرتی ہے۔ اس طرح کہ وہ صفات کثرت کے ساتھ آمیختہ نہوں اور یہ بھی واجب ہے کہ نفی تعطیل[1] سے خالی ہو اور اثبات تشبیہ[2] سے مجرد ہو کیونکہ تعطیل حقیقتِ نفی کی مفسد ہے۔ اور تشبیہ صفو اثبات کو فاسد کرتی ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نفی و اثبات دونوں سے منزہ ہے جس قدر زوائد ہیں وہ اس کی ذات سے علیحدہ ہیں اُس کی عزت اور ربوبیت کے ساتھ اور منفیہ ہیں اُس کی ہویت کے ساتھ۔ اگرچہ جاہل اس کی ذات و صفات کی نفی کرتے ہیں اس

[1] ایسی نفی نہ ہو جو ذات باری کی صفات باری کو نفی کرے اور نہ ایسا اثبات ہو جس سے ذات باری کیساتھ تشبیہ لازم آئے ۱۲

سے اُس کا کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور عارف جو اس کی عبادت اور مدح سرائی کرتے ہیں نہ اس سے اس کی ربوبیت میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ وہ اپنی ذات کے ساتھ کامل اور صفات کے ساتھ مستکمل ہے۔ نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے نہ مقابل اُس کی ذات وصفات قدیم ہیں۔ اور ذات اُس کی صفات کے ساتھ موصوف ہے جنمیں سے بعض صفتیں ذاتی ہیں۔ اور بعض معنوی ہیں۔ اس کی شرح اور تفصیل ہم صفات کے بیان میں کرینگے اس جگہ فقط ذات کا بیان ہو رہا ہے جس کی حقیقت کے ظاہر کرنے سے عبارت کی زبان عاجز ہے۔ اور بیان کی طاقت سے اُس کا ذکر خارج ہے۔

ذات جناب باری میں لوگوں نے بہت اختلاف کیا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ ذات کے معنی ہویت اور انیت کے ہیں اور اس بات میں کوئی فرد مخلوق میں سے شک نہیں کرتا ہے۔ بلکہ تمام مخلوق اس بات کی گواہ ہے۔ کہ صانع ہی نے سب کو بنایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ یعنے اگر تم اُن سے سوال کرو کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہینگے کہ خدا نے۔ پھر بعض لوگ جادۂ توحید سے منحرف ہو کر احکام وحدت سے بیخبر ہو گئے یہانتک کہ اختلاف اُن میں پیدا ہوا اس وقت بعضوں نے عقل اوّل کو اپنا معبود ٹھہرا لیا۔ اور ان لوگوں کی نظر اُن لوگوں سے زیادہ باریک ہے جنہوں نے فلک اعظم کو معبود بنایا ہے۔ کیونکہ جو لوگ فلک اعظم کو معبود کہتے ہیں۔ انہوں نے صانع کو مجسم قرار دیا ہے۔ اور جو عقل کو معبود کہتے ہیں۔ انہوں نے جوہر کو صانع ٹھہرایا ہے اور جوہر فرد یعنی عقل جسم مرکب یعنی فلک سے اعلےٰ[1] ہے۔ اور بعض نے کواکب کی عبادت اختیار کی ہے۔ اور اُن کو معبود قرار دیا ہے۔ پھر جب کام اور آگے چلا تو بہت سے لوگوں نے زمین میں عبادت گاہیں بنائیں۔ اور اُن میں ستاروں کی صورتیں بنا کر اُن کی عبادت میں مشغول ہوئے جیسے کہ حکماء صابئین اور نصاریٰ نے مشتری اور مریخ وغیرہ ستاروں کی معدنیات وغیرہ سے ہیکلیں تیار کی تھیں اور کہتے تھے

[1] لہٰذا عقل کو معبود ماننے والے فلک پرستوں سے باریک بیں ہوئے حالانکہ دونوں گمراہ ہیں ۱۲

کہ یہ صورتیں اپنے اپنے کواکب کیطرف ہمارے وسائل ہیں۔ اِن کے ذریعہ سے ہم اُن سے امداد چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اِن صورتوں پر اعتکاف کرکے اُن کی تصویریں مشغول ہوتے تھے۔ اور اپنی روحانیت کو اُن کواکب کی روحانیت سے متصل کرکے اُن سے ہر طرح کی امداد اور مُعاونت چاہتے تھے (اس کی مفصل کیفیت کتب سحر و طلاسم مثلاً سرِ مکتوم فخر رازی و کلید اسرار وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اور اگر اس علم کو قانونِ شریعت کے موافق کیا جائے۔ تو نہایت کارآمد ہے۔ جیسا کہ بعض علماء اسلام مثل محمد غوث گوالیری و شیخ شہاب الدین مقتول قدس سرہ و ابو معشر بلخی و ابو نصر فارابی وغیرہم نے کیا ہے۔ مگر ان لوگوں نے کواکب کی پرستش نہیں کی بلکہ محض اپنی روحانیت کو بذریعہ ریاضت کے اس قابل بنایا کہ کواکب کی روحانیت سے متصل ہو گئے۔ اور اُنکے آثار کو حاصل کرکے اُنسے فائدہ اٹھایا مترجم) آمدیم برسر مطلب اور بعض لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم کی صورتیں بنا کر رکھ لیں۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہی ہمارے معبود ہیں۔ پس لوگوں کے خیالات جسمانی چیزوں کی عبادت میں منہمک ہو گئے۔ اور جواہر اور کواکب کے پوجنے والوں کے درجہ سے بھی گر گئے۔ پھر بہت سے لوگوں کی طبیعتیں اس طرف راغب ہوگئیں۔ کہ اُنہوں نے ایک خدا کے دو کر دیے اور بعض نے چار کر دیے۔ ایک قوم یہ کہنے لگی کہ تین خدا ہیں۔ ایک عقل دوسرا نفس تیسرا خدا یہ قول بہت سے فلاسفہ کا ہے۔ اور انہیں کے قائم مقام وہ لوگ ہیں جو اِن تین کے اور نام رکھتے ہیں یعنی عیسےٰ اور مریم اور اللہ یہ قول نصاریٰ کا ہے۔ اور ایک قوم وہ ہے۔ جو دو خدا کہتے ہیں۔ یہ مجوس ہیں۔ یعنی آتش پرست۔ جو عقل و نفس۔ یا نور و ظلمت کو خدا کہتے ہیں۔ اور بعض لوگ چار خدا مانتے ہیں۔ یہ طبعی ہیں۔ اور بعض پانچ خدا مانتے ہیں۔ یہ مجوسیوں کے قریب قریب ہیں۔ اور رافضیوں میں سے بھی ایک سخت فرقہ پانچ خدا مانتا ہے۔ اِن کو مخمسہ کہتے ہیں۔ غرض کہ ذات جناب باری عز اسمہ میں بعید کثرت سے اختلافات ہیں ٭

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ذات باری نور ہے۔ اور اس آیت کو یہ لوگ دلیل

لاتے ہیں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اللہ نور ہے آسمانوں و زمین کا حالانکہ ان لوگوں نے آیت کے سمجھنے کی کیفیت نہیں جانی اور یہ نہ سمجھا کہ نور کے معنی منوّر کے ہیں ۔ یعنے اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو ایجاد کے نور سے روشن کرنیوالا ہے ۔ نور کے معنی آیت میں ایجاد کرنیوالے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو ایجاد کیا ہے ۔ اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے ۔ کہ وہ عقل ہے ۔ اور یہ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں کہ عقل یا جوہر ہے یا عرض ۔ اور جس چیز پر حکم کے اختلاف جاری ہوں وہ ممکن الوجود ہے ۔ کیونکہ حکم کو اس پر اطلاق بھی کر سکتے ہیں ۔ اور اس سے دفع بھی کر سکتے ہیں ۔ صانع کے حق میں یہ بات نہیں ہے ۔ بلکہ صانع کے واسطے یہ بات ضروری ہے ۔ کہ وہ واجب الوجود ہو ۔ پھر اس کے ابداع اور ایجاد سے ممکنات پیدا ہوں حالانکہ عقل دوسری چیز ہے ۔ ذات باری سے اس کو کیا نسبت ہے ایسے ہی جسم بھی اس کی ایک مخلوق ہے ۔ نہ اُس کی ذات ۔ اُس کی ذات ان سب باتوں سے بری ہے تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ اُن باتوں سے جو ظالم جاہل اس کے حق میں کہتے ہیں ۔ عاقل کو چاہیئے ۔ کہ ذات باری کو کیفیت اور کمیت اور مثلیت کے طریق سے ثابت نہ کرے ۔ ورنہ اُسکو اعراض مثل مَتیٰ اور اَیْنَ اور وضع کے لازم آجاینگے اور توحید کی حد سے نکل جائیگا ۔ بلکہ عاقل کو چاہیئے کہ فقط توحید ہی پر اکتفا کرے ۔ اور یہی ذات اور ہویت کا اثبات ہے ۔ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وہ وہی ذات پاک ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین بھی معبود ہے يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو ۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اُسپر روشن ہے ۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ حکمت والا خبردار ہے ۔ مخلوق کو اُس نے عقل[1] اور شریعت کے فتوای کے ساتھ اپنی توحید اور نفی عددیت اور اثبات وحدانیت کا حکم فرمایا ہے ؞

پھر موحدوں نے توحید میں اختلاف کیا ہے ۔ کیونکہ توحید کے کئی مرتبہ ہیں ایک

---

[1] یعنی عقل اور شریعت اسی بات کا حکم لگاتے ہیں کہ وہ ایک ہے ؞

توحید عام ہے۔ اِس سے میری مراد عام لوگوں کی توحید نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں کی جو بمقابلہ اور لوگوں کے خواص ہیں۔ اس توحید کی شرط یہ ہے کہ ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچانا جائے اور اُس کے اسمار اور صفات کو بھی پہچانا جائے جیسا کہ عنقریب ہم اس کا ذکر کرتے ہیں اور اسمار و صفات ایجاب و سلب کی دونوں طرفوں سے باہر نہ کرلے کیونکہ اگرچہ وہ حد و حصر سے باہر ہیں اور اُن کے استخراج اور معانی کثرت سے ہیں مگر حکم درحقیقت ایک ہی معبود پر ہے۔ یعنی جتنے اسما و صفات ہیں سب ایک ہی معبود کے ہیں صفات کے تکثر سے ذات کا تکثر لازم نہیں آتا۔ اور اثبات سے محض استدلالت کا جو اپنی صفات کی جامع ہے ثابت کرنا مقصود ہے۔ اور نفی سے اُن باتوں کی نفی مراد ہے جو ذات کے لائق نہیں اور اثبات سے اُن باتوں کا ثابت کرنا بھی مراد ہے جو کثرت میں ذات کے لائق ہیں۔ موحد کی عبادتوں میں نہ توحید کی حقیقت ہیں۔ اور چونکہ توحید واحد کی طلب میں تعلیل اسباب اور رفع حجاب ہے۔ اس سبب سے یہ توحید بغیر تکثیر اسمائی کے آسان نہیں ہوتی۔ کیونکہ توحید بغیر شرک کے اور ایمان بغیر کفر کے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ اثبات اور نفی کی دونوں طرفیں پوری ہوں۔ (یعنی جب سے لوگوں میں شرک اور کفر شروع ہوا اسی وقت سے توحید کی بھی ضرورت ہوئی اور توحید کا نام پیدا ہوا۔ اور نہ پہلے ایک ہی حق کا مذہب تھا۔ جب لوگوں نے اس میں اپنی راؤں سے غلطیاں کرنی شروع کیں یہاں تک کہ شرک کی حد کو پہنچ گئے۔ اس وقت جو ایمان والے تھے اُن کو اہل توحید یعنی ایک خدا کے ماننے والے کہا گیا۔ اور اہل شرک جنہوں نے کئی کئی معبود بنا لئے تھے۔ وہ اُن کی طرف منسوب ہوئے)۔ اور بعض لوگوں نے صفات باری کو بھی ذات قرار دے کر دو دو اور تین تین ذاتیں مان لی ہیں۔ جیسے مجوس نے ایک معبود صفتِ رحم کو مان رکھا ہے۔ جس کو وہ یزداں کہتے ہیں۔ اور ایک معبود صفتِ قہر کو ٹھہرا رکھا ہے۔ جس کو اہرمن کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ذات واجب الوجود کی صفتیں ہیں۔ اور یہ اُن کی عقل کی غلطی ہے۔ جو انہوں نے ایسا اعتقاد کیا۔ اہل اسلام ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ اور رحم و قہر کو اُسی کی صفتیں جانتے

ہیں یہی سب ہے جو ان کو اہل توحید کہا جاتا ہے۔ مگر یہ توحید اسیوقت سے ظاہر ہوئی۔ جس وقت سے شرک ظاہر ہوا۔ ورنہ سب ایک توحید ہی کی حالت میں تھے۔ اور جب اہل توحید نے اس اعتقاد کا انکار کیا جو اہل شرک رکھتے ہیں۔ پس یہی نفی کہلائی اور جب ذات واحد کا اقرار کیا تو یہی اثبات ہوا۔ کیونکہ ایک ہی ذات پر نفی اور اثبات کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ دونوں آپس میں ضد ہیں اور دو ضدّیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ خلاصہ یہ کہ نفی سے مراد موحّد[1] کے احکام کا باطل کرنا ہے۔ اور اثبات سے مراد واحد کے اوصاف کا باقی رکھنا۔ پس یہی ابطال لا الہ کی طرف میں پایا جاتا ہے اور یہ ابقاء الّا اللہ کی طرف میں موجود ہے۔ اور یہ نفی اور اثبات کے درمیان کی گرہ بغیر کسی گرہ لگانے والے کے نہیں لگ سکتی۔ اور وہ گرہ لگانیوالے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے توحید کی دعوت کی اور لوگوں کو کلمۂ حق تعلیم کیا۔ حالانکہ ہدایت کی کنجی اُن کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور نہ دلوں کا کھول دینا اُن کے اختیار میں ہے۔ بلکہ دل خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہتا ہے۔ اُن کو پھیر دیتا ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقدمہ کی پوری تفسیر سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا بُعِثْتُ دَاعِيًا وَلَيْسَ لِيْ مِنَ الْهِدَايَةِ شَيْءٌ وَّبُعِثَ اِبْلِيْسُ مُزَيِّنًا وَّلَيْسَ لَهٗ مِنَ الضَّلَالَةِ شَيْءٌ یعنے اگرچہ میں لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانیوالا بھیجا گیا ہوں مگر ہدایت کے معاملہ میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے (یعنے جس کو میں ہدایت کرنا چاہوں وہ ہدایت پر آجاوے یہ میرے اختیار میں نہیں ہے) اور شیطان گمراہ کرنے کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ مگر گمراہی میں کچھ اُس کا اختیار نہیں ہے یعنی جسکو وہ گمراہ کرنا چاہے وہ گمراہ ہو ہی جائے بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے۔ وہ گمراہ ہوتا ہے) پس توحید کیا ہے ذات الٰہی کو وحدانیت اور ہویت کے ساتھ پہچاننا۔ اور یہ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ذات کو تم اس طرح مانو۔ کہ نہ وہ مرکب ہے۔ نہ مولف نہ متحیز[2] ہے۔

[1] موحد کے احکام سے مخلوقات کی صفات مثل حدوث و احتیاج وغیرہ مراد ہیں۔ جن کی خالق سے نفی کرنی چاہیے اور خالق کی صفات مثل قدم و خلق وغیرہ کو اُس کے ساتھ ثابت کرنا چاہیئے ۱۲ سید لیسین علی حسینی مترجم کتاب ہذا

[2] متحیز وہ چیز ہے جو جگہ کی محتاج ہو ۱۲

نہ منقسم نہ قابل اَبعاد[1] ہے نہ محل[2] اَعراض اور نہ جسمیت اور جوہریت اور عرضیت کے ساتھ موصوف ہے مکان سے وہ منزہ ہے اور زمان سے بلند ہے۔ حدوث سے خارج ہے وہ واحد ہے بلا ظل ولا وضع نہ اُس کا کوئی نظیر ہے نہ شریک نہ اُس کے کوئی برابر ہے۔ نہ اس کے مشابہ ہے نہ حواس اُس کا ادراک کر سکتے ہیں۔ نہ قیاس اُس پر حکم لگا سکتا ہے جسنے اُس کی ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچان لیا اُس نے اُس کو پا لیا اور جس نے اُس کی توحید بیان کی اُس نے اس کی حمد و ثنا اور توصیف و تمجید کی اور جس نے اُس کی تجبیہ کی اُس نے اُس کو پا لیا اور جس نے اُس کو پا لیا وہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرنے کا وہی رَبُّ الاَرْبَابْ ہے وہی مُسَبِّبُ الْاَسْبَابْ[3] ہے وہی واحد اور وہّاب ہے یہ ظاہری توحید کا بیان ہوا ہے۔ اب رہی باطنی توحید یعنی توحید خواص اس کی بحث اس قدر طول طویل نہیں ہے۔ اور اس کا مختصر بیان یہ ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ کَلَّ لِسَانُہٗ یعنے جس نے خدا کو پہچانا اُس کی زبان گونگی ہو گئی یعنی وہ اس توحید کو بیان نہیں کر سکتا۔ اس واسطے کہ یہ مرتبہ مشاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور مشاہدہ کی بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو مشاہدہ ہی سے سمجھ میں آتی ہیں نہ کہنے والا اُن کو کہہ سکے نہ سننے والا سمجھ سکے حالانکہ اس کے متعلق بھی ہم بہت کچھ لکھ سکتے ہیں۔ مگر اختصار کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور نیز عام فہموں کو اُس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

معرفتِ الٰہی سے یہی مراد ہے کہ جن لوگوں نے اُس کو پہچانا ہے۔ اُن کی جبلت میں اس کی معرفت مرکوز ہے۔ ورنہ اس کی ہویت خاصہ کی معرفت ممکن نہیں ہے سب خاص و عام اس کے اشراق مبادی کے ادراک میں حیران ہیں۔ طالبوں کی عقل اُس کی تلاش میں گم ہو گئی اور جو بندوں کے نفس اُس کے شواہق سے سرگرداں

---

[1] قابل ابعاد جسم کو کہتے ہیں۔ جس میں ابعاد ثلثہ یعنے عرض طول اور عمق پائے جائیں۔ یعنی لمبائی چوڑائی اور گہرائی کوئی جسم ان سے خالی نہیں ہو ۱۲ سید [illegible] دہلوی

[2] محل اعراض بھی جسم ہی ہے جس کے اندر عرض حلول کرتی ہے۔ جیسے کپڑے یا پتھر کے اندر سپیدی۔ سپیدی [illegible] ہے اور کپڑا یا پتھر محل عرض۔ یعنی جسم یا جوہر ہے ۱۲ سید یسین نظامی دہلوی

[3] سب بادشاہوں کا بادشاہ اور اسباب کا مہیا کرنیوالا

ہو گئے مومنوں کے دل اس کے قہر سے خوف زدہ ہو گئے۔ پس اسم الٰہی طالبوں کا ملجا سالکوں کا ماوا مومنوں کا قرارگاہ اور موحدوں کا مسکن ہے۔ پس کلمۂ اللہ کا اشتقاق عقول میں نہیں پایا جاتا بلکہ اسامی کا اشتقاق پایا جاتا ہے۔ خواص کی توحید لاالٰہ الا اللہ سے بھی اعلےٰ ہے کیونکہ ہویت آئینۃ الذات ہے۔ بس اس سے زیادہ بیان ممکن نہیں اور نہ کلام میں طاقت ہے کہ اس کو ظاہر کر سکے۔ وہ فقط ھُوْ ہے جو کل اشارات اور استعارات سے بھی بعید ہے۔ عارف جب اس کی طرف اشارہ کریگا۔ تو محض ھُوْ کہے گا۔ پس اوہام اُس کو کیا خیال کر سکتے ہیں۔ اور حواسوں کو اس میں کیا دخل ہے۔ اور روحوں کے واسطے اِس ھُوْ میں کوئی جگہ نہیں ہے

یہ توحید نہایت باریک ہے اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے اور نہ اس سے بہتر کوئی درجہ ہے۔

اسم اللہ اپنے چار حرفوں کے ساتھ چار باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے علوم۔ اقرار اشارہ عیان۔ اور لفظ ھُوْ صرف دو معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے کمال علم اور نفی اشارہ

حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا و مولٰنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں توحید یہ ہے کہ واحد کو وہم میں بھی نہ لائے۔ اور عدل یہ ہے کہ اُس کو اتہام نہ کرے پس معلوم ہوا کہ توہم سے احتراز اور اتہام سے اجتناب کرنا علم ہویت کا ایک بڑا درجہ ہے۔ اسم اللہ الٰہیت پر دلالت کرتا ہے۔ مگر ہویت بجز ہویت کے کسی چیز پر دلالت نہیں کرتی۔ اور ہویت درجہ میں الٰہیت سے بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ الٰہیت صفات کا اشارہ ہے اور ہویت ذات کا اشارہ ہے۔ جو کامل اور عاقل موحّد ہے۔ وہ پہلے ہویت کو جانتا ہے۔ اُس کے بعد الٰہیت کا اقرار کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ الٰہیت کا درجہ ہویت سے کم ہے جیسے کہ اقرار کا درجہ علم سے کم ہے۔ عوام کی توحید کے واسطے ایک موقف ہے۔ اور خواص کی توحید کے واسطے موقف نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسی توحید کے سبب سے مواقفِ امکانیہ پر جو اسامی اور اشارات کے سبب سے ہیں ترقی کر جاتے ہیں۔ پھر ہویت محضہ کو وحدت حقہ کے ساتھ جان کر توحید کا ایجاب اور تشبیہ کا سلب اور تعطیل

سے احتراز کرتے ہیں۔ پس یہی توحید کی انتہا ہے۔ توحید کی ابتدا یہ ہے کہ قلب کو ماسوا سے مجرد کرے۔ اور انتہا اُس کی یہ ہو کہ حق کی تفرید کل چیزوں سے معلوم کرے۔ جو حدوث اور وجود اور قدم اور ہم کے اندر داخل ہیں۔

دوسری فصل وحدت ذات باری میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ کہہ دو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ اُس کے کوئی قبیلہ ہے۔ معلوم ہو کہ اسم احد اسم واحد سے بھی متمیز اور مخصوص ہے۔ کیونکہ واحد کے مقابلہ میں اثنین ہیں۔ اور احد لاشریک لہ ہے یعنی اس کے سامنے دو نہیں آسکتے کیونکہ اثنین واحد کی ضد ہیں اور واحد ہی اعداد کا منشا اور مبدا ہے۔ اور احد ایک اسم ہے جو ہویت جناب باری کے واسطے وضع کیا گیا ہے۔ تاکہ طباع اور افہام کو حقیقت عرفان سے قریب کردے کیونکہ طبیعتیں خواہش کی کدورتوں میں آلودہ ہیں۔ اور قلوب ظلمت کے ساتھ موصوفہ ہیں۔ مگر جس کو خدائے تعالیٰ ان شرور سے نجات دے اور اُس کے سینہ کو کھول دے۔ پھر جب فاسد گمانوں پر معدودات کا تصور غالب ہوا اور اعداد اور اُنکے مراتب گمانوں کے اندر ثابت ہو گئے اور قرآن کے اندر اُنہوں نے کثرت اور وحدت کو تلاش کیا۔ کثرت کے گمان کیا ہیں اعداد کا اجتماع اور وحدت کیا ہے۔ اسی کثرت کا افتراق اور قلت کا گرنا اور کثرت اضافات کی طرف سے ہے۔ چنانچہ دس بیس سے کم ہیں اور پانچ سے زیادہ ہیں۔ وحدت ہی عدد کا منشا ہے جیسے کہ واحد معدودات کا منشا ہے۔ کیونکہ وحدت واحد کی صفت ہے جیسے اثنینیت اثنین کی صفت ہے اور ہر صفت اپنے موصوف کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اسی سبب سے فاسد گمان کثرت سے ملحق ہوئے اور جاہلوں نے یہ سمجھ لیا کہ کثرت ہی میں قلت سے زیادہ بھلائی ہے اور چونکہ وحدت بھی قلت ہی کے قبیل سے ہے۔ اس سبب سے اُنہوں نے الٰہیت کا نام ان چیزوں پر اطلاق کیا جو عدد کے اندر داخل ہوتی ہے جیسے عقل اور نفس اور فلک اور کواکب

اور طبائع وغیرہ ہیں۔ اور پھر انہیں معانی کو اجسام انسانیہ میں فرض کر لیا مثلاً کہنے لگے کہ مسیح علیہ السلام اور اُن کی والدہ خدا ہیں۔ اور عزیر خدا ہیں۔ اور پھر اس بات نے یہانتک غلبہ کیا کہ بعض لوگ خود دعوٰی خدائی کر بیٹھے۔ اور خواہش نے غالب ہو کر اُن کی چشم بصیرت کو اندھا کر دیا۔ ایک نے کہا اَنَا اللّٰہُ یعنی میں خدا ہوں۔ اور ایک نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی یعنے میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں۔ اور ایک نے کہا اَنَا الْمَلِکُ الْعَظِیْمُ یعنی میں بڑا بادشاہ ہوں۔ پس جب ظن کے مزاج نے یہ دعوٰی ظاہر کیا اور خدا کے ساتھ بدگمانیاں کرنیوالوں پر خواہش کا لشکر غالب ہوا عقل کا ستارہ چمکا اور وسواس اور وہم وخیال کے ستارے ڈوب گئے چنانچہ عقل کے نور نے اعداد کے مراتب کو ظاہر کر کے موجودات کی اقسام پر اُن کو تقسیم کر دیا پس مراتبِ اعداد نے اشیاء مبتدعہ کی طرف رجوع کی اور عقل اوّل بمنزلہ واحد ہوئی اور نفس اوّل بمنزلہ ثانی ہوا۔ کیونکہ وہ عقل اوّل سے استفادہ کرتا ہے۔ پھر ہیولی بمنزلہ ثلثہ ہوا۔ اور طبیعت بمنزلہ اربعہ کے اور حرکت مطلقہ بمنزلہ خمسہ کے۔ اور جسمیت بمنزلہ ستہ کے۔ اور افلاک بمنزلہ سبعہ کے اور اجرام زرائب بمنزلہ ثمانیہ کے اور قسمہ ارکان بمنزلہ تسعہ کے پھر قابلیت روح سے عشرہ کا عدد پورا ہوا۔ پس واحد اثنین کا منشا ہوا۔ اور جوڑ بنا۔ اور اثنین ثلاثہ کے واسطے بمنزلہ والدین کے ہوئے اور چونکہ وحدت واحد سے زیادہ لطیف ہے۔ کیونکہ واحد کا اطلاق عدد میں سے کسی حرف پر نہیں کیا جاتا۔ اور وحدت کا اطلاق ایک عدد پر قلت اور کثرت کی دونوں طرفوں میں کیا جاتا ہے۔ پس وحدت مصحح ہے واحد کے واسطے اور مکملہ ہوا اثنین کے واسطے اور متمم ہے ثلاثہ کے لئے۔ اسی طرح اسکی خاصیت تمام اعداد اور ان کے مراتب و اجزا میں جاری ہے۔ یہ وحدت یا مجازی ہے یا حقیقی وحدتِ مجازی وہ ہے جو اپنے مقابل کو قبول کرتی ہو۔ اور یہ وحدت تمام محدثات میں جاری ہے۔ مثلاً کہتے ہیں جَمَاعَۃٌ وَّاحِدَۃٌ[1] وَّ اُمَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَّمِأَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَّ اَلْفٌ وَّاحِدٌ کیونکہ ایک جماعت کے مقابل میں دوسری جماعت ہے اور ایک الف کے مقابل میں دوسرا الف ہے

[1] ایک جماعت۔ اور ایک ہزار اور ایک گروہ اور ایک سو اور ایک ہزار ۱۲

اور ایک مامہ کے مقابل میں دوسرا مامہ ہے۔ پس جب اس مقابلیت کو قائم رکھا جائے۔ تو واحد کا اسم اس سے منقطع ہو جائیگا۔ بلکہ اُس موضع سے اس کا حکم بھی اٹھ جائیگا۔ بسبب مزاحمت متقابل اور متضاد کے۔ اور وحدت حقیقی وہ ہے جس میں کسی وجہ سے کثرت نہ ہو نہ محسوس اُس میں وضع کیا جاتا ہے۔ اور نہ معقول اُس میں سمجھا جاتا ہے۔ اور جس چیز میں تجزی[1] ہے۔ وہ وحدت کے قابل نہیں۔ بلکہ وہ کثرت ہے۔ اور عدد کے اندر داخل ہے۔ وحدت حقیقی میں وہی چیز داخل ہو۔ جو تجزی کو قبول نہ کرتی ہو۔ اور نہ کثرت میں داخل ہو اور نہ اُس کی ضد اُس کے مقابل ہو۔ اور نہ اُس کے سامنے اُسکا سایہ ٹھہرتا ہو۔ پس یہی ہویت کاملہ شاملہ ہے اپنے مبدعات کی حافظہ ہے اپنی مخلوقات کی غیر منکثرہ ہے۔ متحیرہ اور متغیرہ نہیں ہو۔ نہ اثنینیت اُس کے مقابل ہے۔ بلکہ یہ ہویت ہوا محض ہے اور دیمومیت ہے۔ قیوم دائم کی۔ اِس وحدت میں اعداد کے پر جل جاتے ہیں۔ اور کثرت کے اوصاف اس میں پریشان رہتے ہیں اور اس وحدت کے لواحق اور لوازم کچھ نہیں ہیں۔ پس یہ وحدت نہ داخلہ ہے نہ خارجہ نہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ نہ تجزی اور تغیر کے قابل ہے۔ بلکہ اپنی ذات سے ضدیت کی نفی کرتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ وحدت تھی یا ہوگی۔ کیونکہ یہ وحدت ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہیگی۔ پس یہ وحدت احدیت کی حقیقت ہے۔ اور احدیت کی ہویّت ہے۔ اور احد ادراک میں احدیت سے زیادہ آسان ہے۔ اور احد اور احدیت کی مثال محدثات کے حق میں ہو اور ہویت کی ہے۔ اور صفت اور موصوف متفرق ہو کر کثرت اور قلت اِن میں داخل ہو جاتی ہے۔ افتراق اور اجتماع کے ساتھ ✤

ذات باری میں احدیت اور احد ہُوَ اور ہویت ہے۔ پس اس کے اوصاف کا شمار نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسا اور ایسا ہے۔ چنانچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہو اور واحد اور صمد اور ایسا اور ایسا ہے۔ بلکہ یوں کہینگے هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ یعنی وہی اللہ واحد احد صمد ہے جسنے

[1] یعنی کسی چیز کا اس سے مقابل ہونا اس کے اجزا کا جدا ہونا ۱۲

نہ جنا نہ وہ جنا گیا۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اگرچہ اس طرح کہنے میں بھی وہی اسماء اور صفات ہیں۔ مگر اس میں اشارہ ہے۔ اشارات متواترہ مترادفہ کے ساتھ واحد کی طرف کہ وہی بعینہٖ ہُوَ ہے۔ اور وہی بعینہٖ وَاحِدٌ ہے۔ اور وہی بعینہٖ صَمَدٌ ہے۔ اور وہی بعینہٖ اَحَدٌ ہے۔ اور اور وہی بعینہٖ لَمْ یَلِدْ ہے اور وہی بعینہٖ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ اور وہی بعینہٖ لیس لہ کفوًا وَلَا نظیرًا ہے پس یہ کلمات اگرچہ کثرت سے ہیں۔ مگر سب وحدت محضہ کی تصحیح کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ اُس کا قول احد وحدت کی دلیل ہے۔ اور اُس کے قول صمد سے یہ مراد ہے کہ اس میں فرجہ نہیں ہے۔ اور نہ ظاہر ہے جو مخالف ہو۔ اور نہ باطن ہے۔ جو مغایر ہو مخالف ظاہر ہیں۔ پس یہ بھی اثباتِ وحدت ہی کی طرف راجع ہے۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اس میں بھی وحدت ہی کا اثبات ہے۔ کیونکہ جب اکفاء[1] اُٹھ گئے اور ضدین باقی نہ رہیں تب واحد کے سوا اور کیا رہا۔ پس آیات اگرچہ کثرت سے ہیں۔ اور کلمات اگرچہ مطابق ہیں اور دلائل اگرچہ متراکم[2] ہیں۔ مگر سب خدا وحدہٗ لاشریک سے خبر دیتی ہیں اور اُس کی وحدانیت پر کہ وہی احدیت ہے دلالت کرتی ہیں۔ اور احدیت یہ ہے کہ وہ اَحَدٌ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اور احد یہ ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ پس کون سی عقل ہے جو اُس کو پہچانے اور کونسی زبان ہے۔ جو اس سے تعبیر دے۔ اور کونسا حس ہے جو اُس کی طرف اشارہ کرے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں مقام حدوث میں ٹھہر گئی ہیں۔ اور مراتب اعداد اکائی دھائی اور سیکڑے میں منقطع ہو گئے ہیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جو سبحانہ کہنے سے بھی پاک ہے۔ اور بلند ہے اس بات سے کہ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی آلہ اور علت نہیں ہے۔ اور نہ حدوث سے اُسکا کوئی تعلق ہے۔ اور نہ موجودات کی طرف التفات ہے اور نہ کوئی چیز بغیر اُسکے علم و ارادہ کے ہے۔ اور نہ اُس کو کسی آلہ کی احتیاج ہے نہ اُس کے کنارہ ہے نہ درمیان ہے۔ اُس کی توحید نہیں ہے۔ مگر اُس کی احدیت کا علم اور اس کی احدیت کا علم نہیں ہے مگر اُس کی ہویت کی معرفت۔ اور اُس کی ہویت کی معرفت نہیں ہے مگر اُس کی اثبات

---

[1] اکفاء کفو کی جمع ۔ ہمسر ۱۲ ۔ [2] متراکم سے یہ مطلب ہے ۔ کہ بہت ہیں کثرت کے ساتھ ۱۲

کی تصدیق اور اُس کی انیت اور ماہیت اور عزت اور وحدت اور واحدیت سب اُس کی ہویت کی طرف راجع ہیں۔ اور ہویت اُس کی وہی ذات محضہ ہے العلی العظیم جس نے عقل کو اتنی رسائی نہیں دی کہ اُس کی مثال بیان کر سکے۔ اُس کا فرمان ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ یعنے اللہ کی مثالیں نہ بیان کرو۔ کیونکہ وحدت کے اندر امثال کی کیا طاقت ہے کہ قدم رکھ سکیں۔

اُس واحد کریم معبود رحیم نے اپنے علم کے ساتھ اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے اور اپنی ربوبیت کی مثال کو عارفوں کے دلوں میں اپنی عزت کے سمجھانے کے واسطے بیان فرماتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی اُس کے واسطے ہے بلند مثال اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ اور فرماتا ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ یعنے ان مثالوں کو ہم لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

پس رحمت ربوبیت کی وسعت میں امثال ٹھرتی ہیں اور اشکال حرکت کرتی ہیں۔ اور عقلیں دعوی کرتی ہیں مگر ہویت محضہ اور وحدت صرفہ میں نہ امثال کی مجال ہے نہ اشکال کا ٹھہرنا ہے اور نہ معرفت کو چارہ ہے بجز اس کے کہ عقل عاجز ہو جائے۔ اور قلب انکسار کرے۔ کیونکہ وہ ذات اپنی وحدت کے ساتھ اوہام کی حدود سے اوپر ہے۔ اور افہام کے تصور سے باہر ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ یعنی لوگوں نے خدا کی قدر جیسی کہ چاہیے۔ ویسی نہ کی۔ اس کی شان ایسی ہے۔ کہ وہ سب آسمانوں کو لپیٹ کر اپنی ایک انگلی پر رکھ لے گا اور زمینوں کو بھی لپیٹ کر ایک انگلی پر رکھ لیگا۔ کوئی شخص اُس کی معرفت کے لائق اس کو پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ اُس کی معرفت کا راستہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ اُس کی معرفت سے عاجز ہو کیونکہ عارف جب اپنی معرفت کے دعوے سے عاجز ہوتا ہے اور اُس کے قلب پر معرفت کا نور غالب ہوتا ہے تب اُس کو اس بات کے کہنے سے حیا دامنگیر ہوتی ہے کہ میں نے حق کو پہچان لیا۔ بلکہ وہ یہی کہتا ہے کہ میرا خود کو پہچاننا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ کمال معرفت کا مقام ہے۔

اُس کی احدیت کی نہ صورت ہے نہ حقیقت اور احدیت کی روشنی تمام موجودات کو اُس کا احاطہ کرنا ہے۔ اور اسی کا نام ربوبیت کاملہ ہے جس میں شرکا کے لیے مجال نہیں ہے فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنے خدا ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے۔ پس جدہر تم موُنھ کرو۔ اودھر ہی خدا ہے۔

پس وحدت اور احدیت کی حقیقت ہویت محضہ کی عزت ہے۔ کہ جس سے نہ عبارت ممکن ہو نہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ نہ نگاہیں اُس کا ادراک کر سکتی ہیں نہ مقدار اُس کو گھیر سکتی ہے۔ تنگی اور کشادگی دونوں سے وہ منزہ ہے۔ لَيْسَ هُوَ اِلَّا هُوَ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ

پس صورتِ احدیت کے وقت وہ حق حی قیوم ہے۔ اُس کے سوا سب باطل متغیر متناہی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ یعنے یہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اُس کے علاوہ جن جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں سب باطل ہیں اور حقیقتِ احدیت کے وقت وہ ہویت محض ہے پس وہی حق ہے دینے والا۔ حق اور باطل اُس کی مخلوقات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ ۝ تاکہ حق کو اپنے کلمات کے ساتھ حق ثابت کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے اور فرماتا ہے يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اور اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ پس اے طالب تجھکو معلوم ہو کہ وحدت کی حقیقت کے بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں۔ اور اُس کی ہویت کے ادراک سے فہم قاصر ہیں اور عقل کے لیے اس ذات کے ثابت کرنے کے واسطے کوئی راستہ نہیں ہے۔ جو محق اور مبطل محیی اور موجد ہے۔ بجز اس کے کہ عقل یہ اقرار کرے کہ وہ ہُو ہے۔ اور ہویت اُس کی بلا ابتدا اور بلا نہایت ہے۔ عارفوں کا اُس وحدت اور ہویت سے حاصل اقرار ہے اپنی استعداد کے موافق نہ اُس کے کمال کنہ کے برابر اور موحدوں کا اس سے حصہ عرفان ہے۔ اپنی بصیرت کے موافق نہ اس کے جلال کے برابر کیونکہ وہ کمال اور تمام سے بھی اعلیٰ ہے اور جود و انعام سب اُسی سے ہے ۔

دنیا میں نفوس کے واسطے سب سے بڑی لذت اُس کی تعریف ہے۔ اور آخرت میں اُس کی ملاقات ہے پس اسی واسطے اے طالب تجھکو توحید میں پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جان لے کہ وہی سب چیزوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔ جو دکھائی دیتی ہیں۔ اُن کا بھی اور وہ افق اعلےٰ میں ہے۔ آسمان اور ثریٰ دونوں کی جہت سے یعنی سب چیز کو محیط ہے۔ اور اُس کی احدیت امکان اور وجوب کی قسموں سے خارج ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی بعض مخلوقات کو ممکن الوجود اور بعض کو واجب الوجود بنایا۔ اور اپنے منفردوں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تاکہ وہی موجد اور مبدع اور مقدم اور موخر ہو ہویت اور احدیت کے ساتھ اور وہ منزہ ہے حدوث اور حدود اور حلول اور نزول اور وصول سے اور ان اوصاف سے جو اُس کی مخلوقات میں ہیں۔ پس اے طالب جب تونے احدیت کو یہاں تک معلوم کرلیا اور خالق اور مخلوق میں تجھکو تمیز ہوگئی۔ اور تونے جان لیا کہ جو اوصاف مخلوقات میں ہیں خالق پر اُن کا اطلاق جائز نہیں اور یہ بھی تجھکو معلوم ہوگیا کہ خالق کے وہ اوصاف نہیں ہیں جن کے ساتھ مخلوق متصف ہوتی ہے پس بیشک تونے اپنی طاقت کے موافق اُس کو پہچان لیا اور اُس کی ہویت کو اپنے عقل کے نور سے معلوم کرلیا۔ اور جب تونے حق کو پہچان لیا۔ تو بیشک باطل کی ظلمت سے تونے نجات پائی۔ کیونکہ معرفت الٰہی میں ہی نجات ہے۔ اور معرفت کا کمال یہ ہے۔ جس کی معرفت کی جائے اُس کو اس کی تمام مخلوقات سے یکتا مانا جاوے اور مخلوقات کی صفات کو اُس میں شریک نہ کیا جاوے

امیر المومنین امام المتقین سیدنا و مولٰنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جس نے کہا فی اللہ یعنی خدا کے اندر اُسنے بیشک خدا کا وصف بیان کیا اُس نے شرک کیا اور جس نے کہا فیم اللہ یعنے اللہ کس چیز میں ہے اُس نے اسکو محدود کیا۔ اور جسنے کہا علےٰ ما اللہ یعنے خدا کس چیز پر ہے۔ اُس نے بھی خدا کو محدود کیا اور جس نے خدا کو محدود کیا اُس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ پس توحید میں یہ انتہا کی نظر ہے۔ اس سے آگے کوئی مقام نہیں ہے۔

جن باتوں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ جب تم ان کو سمجھ گئے یعنی توحید اور وحدت کو۔ تو یہ نہ سمجھنا کہ اب میں پورا عارف ہو گیا یا اس کی معرفت کمال کے ساتھ مجھ کو حاصل ہو گئی کیونکہ یہ گمان کفر سے بھی بدتر ہے ٭

معلوم ہو کہ ذات کی معرفت ذات سے زیادہ کسیکو نہیں ہے۔ وہ خود ہی اپنی ہویت کو آپ جانتا ہے۔ اور تو غیر میں داخل ہے۔ تجھ کو وہ معرفت نصیب نہیں ہو سکتی جو خود اُس کو اپنی معرفت ہے۔ وہی اپنا عارف ہے۔ اور وہی معروف ہے۔ وہی معرفت ہے۔ وہی علم ہے وہی عالم ہے وہی معلوم ہے۔ وہی اپنی ذات کا عاشق ہے۔ وہی معشوق ہے خود عشق ہے۔ عاشق کا حصہ اس میں سے یہی ہے۔ کہ اُس کی ہویت کا علم اُس کو حاصل ہو جائے۔ وہ بھی اُس کی استعداد کے موافق۔ اور بیشک وہ ذات پاک تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔ شعر

فَلِوَجْهِهَا مِنْ وَجْهِهَا قَمَرٌ[1] وَلِعَيْنِهَا مِنْ عَيْنِهَا كُحُلٌ

ارسطاطالیس کہتے ہیں یہی مقدار ہم کو اُس کے عرفان سے حاصل ہوئی ہے۔ اور عرفان کی جو لذت ہم نے پائی ہے اُس کے آگے دنیاوی لذتوں کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس عرفانی لذت کو بیان کر سکتے ہیں۔ پس اب دیکھو کہ اس کے شہود میں کس طرح لذت حاصل ہوتی ہے اور پھر دیکھو کہ عرفان کی کیسی کامل لذت ہے۔ اور جب یہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ تو زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ اور نظر سے بینائی جاتی رہتی ہے۔ اور اس کے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں نکلتا۔

یہی حقیقت عرفانی ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شب معراج میں غالب ہوئی تھی۔ اور نور عرفان اور جبروت ہویت جب آپ کے قلب پر مستولی ہوا۔ تو آپ نے یہ جملہ فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی میں تیری ثنا و صفت ادا نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی کہ تو نے اپنی آپ صفت و ثنا کی ہے۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا

[1] اُس کے چہرے کے واسطے اس کا چہرہ ہی چاند ہے اور اس کی آنکھ میں اُس کی آنکھ ہی کا سرمہ ہے ۱۲

وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ پس پاکی بیان کرو اللہ کی جب کہ تم شام کرو اور جب کہ تم صبح کرو اور اُسی کے واسطے ہے حمد آسمانوں میں اور زمین میں اور عشا اور ظہر کے وقت بھی اُس کی پاکی بیان کرو۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ وہی اوّل ہے اور وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ اور وہی ہر چیز کے ساتھ علم رکھتا ہے ؏

دوسرا باب

صفات باری کی تشریح میں

اس کے اندر دو فصلیں ہیں

پہلی فصل اسامی[1] اور صفات کی تشریح کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنی وہی اللہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے۔ منزہ اور پاک سلام ہے مومن ہے۔ مہیمن ہے۔ عزیز ہے جبار ہے متکبر ہے۔ خالق ہے۔ باری ہے مصور ہے۔ اور کل اچھے نام اُسی کے ہیں۔ معلوم ہو کہ صفت کے ثابت کرنے اور خاص صفت کے متعلق لوگوں نے بہت گفتگو کی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ اور بعض صفات کی اُس سے نفی کرتے ہیں۔ اور یہ اختلافات خیالات سے پیدا ہوتے ہیں۔ نہ عقول صافیہ سے۔ کیونکہ اہل عقل ذات باری کو اُسی وحدانیت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں جو اُس کے شایاں ہے۔ اور اہل ظنون یعنے خیالات والے لوگ وہ پردوں کے پیچھے سے جمال عرفان کے منتظر ہیں۔ مگر اُس کی حقیقت کو چونکہ دیکھ نہیں سکتے اس سبب سے خیالات سے کام لیتے ہیں۔ پس کبھی تو ایسی چیز کو ثابت کر دیتے ہیں جس کا ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کبھی ایسی چیز کی نفی کر دیتے ہیں جسکا نفی کرنا نہ چاہیے

[1] اسامی اسم کی اور صفات صفت کی جمع ہے ۱۲

اور یہ ظنی اثبات اور ظنی نفی علم توحید سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ پس معتزلہ اور ایک اور جماعت جو انہیں کی مثل ہیں ذات باری سے صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ وہ ذات کل صفات اور اوصاف سے معرّیٰ ہے۔ اور محض وہ ذات عالم ہے۔ اور علم بھی اُس کو ذات کا ہے نہ صفات کا۔ یہ لوگ فلاسفہ کے قدم بقدم اس مسئلہ میں چلتے ہیں۔ کیونکہ فلاسفہ بھی ذات کے واسطے فقط ایک علم کی صفت جائز رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ذات باری کے واسطے صفات نہیں ہیں۔ وہ ایک وجود محض ہے۔ اور کل اوصاف اور صفات سے منزہ ہے۔ یہ سب طرح طرح کی مختلف گفتگوئیں ظنون قاصرہ[1] سے پیدا ہوتی ہیں۔ ورنہ عقول باصرہ[2] تو اس کو اثبات حد و اور نفی صفت سے خارج کرتی ہیں۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ اُن صفات کے ساتھ موصوف ہے جو اُس کی ذات کے لائق ہیں۔ اور اُس کی ذات اشباہ اور اشکال اور امثال سے منزہ اور پاک ہے ھُوَاللّٰہُ الْوَاحِدُ ذُوالْکَرَمِ وَالْجَلَالِ وہی اللہ واحد ہے کرم اور جلال والا۔ اُسی نے تمام چیزوں کو پیدا کر کے ان کو ترتیب دیا ہے۔ اور اپنی کل مخلوق کو اپنے علم کے ساتھ صورت عنایت کی ہے۔ وہ اُن کے مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اُس کے علم نے کل مخلوقات اور موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا یعنی ہر چیز کی گنتی کو اُس نے معلوم کر رکھا ہے۔ جو لوگ علم حق اور ہدایت میں کامل ہیں وہ اللہ کی تقدیس کرتے ہیں۔ اور اُس کے اندر نوعیت اور جنسیت کو ثابت نہیں کرتے کہتے ہیں وہ اپنی وحدانیت اور ہویت کے ساتھ کل مبدعات اور مخلوقات کا مالک ہے اور اوصاف اور صفات اور اسامی اور مبانی اور معانی سب اُس کے خلق و امر کے نیچے ہیں اور خلق و امر اُسی کے واسطے ہیں لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی یعنے اُسی کے واسطے ہی جو کچھ کہ آسمانوں و زمین کے درمیان میں ہو۔ اور وہ چیز جو تحت الثریٰ میں ہے۔ غرضیکہ اُس کے سوا جو کچھ ہے۔ سب اُسی کا ہے۔ بس یہی انتہا احدیت ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یعنی اللہ کہ نہیں ہے معبود مگر وہ اُسی کے واسطے ہیں۔ اسماء حسنے جیسے

[1] ظنون قاصرہ یعنی کوتاہ خیالات ۱۲ [2] عقول باصرہ یعنی روشن عقلیں ۱۲

کہ اسی کے واسطے اجزاء سفلی اور علوی ہیں۔ اور جس جگہ کہ لَہٗ کہا جاتا ہے۔ وہاں ہو کہنا جائز نہیں ہے یا یکی احدیت جلال اور ہویت کمال میں تحقیق کے ساتھ ہے۔ لیکن گون رُبوبیّت اور وسعت آلہیت میں۔ پس وہی مسمّٰے ہے اسامی کثیرہ کا موصوف ہے صفات کثیرہ کے ساتھ اور بیشک وہی ذات واحد ان اسامی اور صفات کے ساتھ موسوم اور موصوف ہے جیسا کہ اُس نے اپنے ان اسمار اور صفات سے اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔ اور صفات کے ثابت کرنے کے وقت اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صفات ذاتی اور ایک غیر ذاتی۔ پس ذاتی صفات وہ ہیں جن کے ساتھ اُس کی ذات ازلاً اور ابداً وصف کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ صفات ہیں۔ حیات قدرت علم سمع۔ بصر۔ کلام۔ ارادہ۔ پس بیشک وہ حیّ یعنے زندہ ہے اپنی حیات کے ساتھ۔ قادر ہے اپنی قدرت کے ساتھ سمیع ہے اپنے سننے کے ساتھ۔ بصیر ہے اپنے دیکھنے کے ساتھ مرید ہے اپنے ارادہ کے ساتھ متکلم ہے اپنے کلام کے ساتھ علیم ہے اپنے علم کے ساتھ اور یہ صفتیں اُس کی ذات کے واسطے موجب کثرت نہیں ہیں۔ اور نہ اعراض ہیں۔ اور نہ اُس کی ذات کے لواحق ہیں نہ اُس کی ذات کے اجزا ہیں بلکہ یہ صفات ذاتی ہیں یعنے جس وقت کہا جاتا ہے۔ اللہ تو سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسی ذات ہے۔ جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ تاکہ کمال ربوبیت پورا ہو۔ پس وہ علم رکھتا ہے۔ اور جانتا ہے بغیر خاطر اور ضمیر اور رؤیت کے اور بغیر یادداشت کے۔ مگر ہم اصطلاح کا علم نہیں رکھتے اور اُس کے علم میں نہ شک ہے نہ تردد نہ غلطی نہ خطا۔ نہ ایک ذرہ اُس سے پوشیدہ ہے زمین میں نہ آسمان میں اور نہ وہ چیز جو ذرہ سے بھی چھوٹی یا بڑی ہو۔ اور پوشیدہ اور ظاہر سب کو وہ جانتا ہے وہ جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا اور وہ بزرگ اور برتر ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ جانتا ہے جو کچھ کہ مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ کہ اُن کے پیچھے ہو۔ اور نہیں احاطہ کر سکتے ہیں۔ وہ اُس کے علم میں سے کسی چیز کا۔ مگر جس قدر کہ وہ چاہے۔ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا

منہ یعنی مادہ کے حمل میں جو کچھ ہے یعنی بچہ نر ہو یا مادہ ہو اُس کو اللہ ہی جانتا ہے اور رحم کے گھٹنے بڑھنے کو بھی وہ جانتا ہے ۱۲

يَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۔ اور ہر ایک مہین سے مہین آواز اور حرکت کو سنتا ہے ۔ یہانتک کہ اندھیری رات میں چیونٹی کے چلنے کی آہٹ بھی اسکو سنائی دیتی ہے ۔ اور ملاء اعلیٰ میں اپنے مقربوں کی دعا کو بھی سنتا ہے ۔ اور وہی ہے جس نے حضرت یونس کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ کے اندر تین اندھیروں میں سے کی تھی سُنا تھا ۔ ایک اندھیرا رات کا تھا ۔ دوسرا دریا کا تیسرا مچھلی کے پیٹ کا أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم پوشیدہ باتیں اور ان کے مشورے نہیں سنتے ۔ ہاں بیشک ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُن پاس رہ کر سب کچھ لکھ لیتے ہیں غیب اور حاضر میں جو کچھ ہے ۔ سب کو دیکھتا ہے ۔ اور جو کچھ بندوں کے دلوں میں ہے کچھ اُسپر پوشیدہ نہیں ہے أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ کیا اس بات کو نہیں جانتا ہے کہ اللہ دیکھتا ہے ۔ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اسی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے ۔ اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے ۔ اور جو کچھ ثریٰ کے نیچے ہے ۔ نہیں ہے مثل اس کے کوئی چیز ۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۔ وَهُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَبِيَدِهِ مِفْتَاحُ كُلِّ شَيْءٍ اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ۔ اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کنجی ہے ۔ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہہ اے اللہ مالک ملک کے تو جسکو چاہے ملک اور سلطنت دیتا ہے ۔ اور جس سے چاہے ۔ ملک اور سلطنت لے لیتا ہے ۔ اور جس کو تو چاہتا ہے ۔ عزت دیتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے ۔ اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔ متکلم ہے کلام قدیم کے ساتھ جو منزہ ہے ۔ حروف اور لغات اور اصوات سے اور تعاقب کلمات اور ترادف سے اور کل استعارات سے بلکہ وہ کلام کرتا ہے اپنی صفت کے ساتھ ۔ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ بیشک اُس کا حکم یہی ہے ۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے ۔ تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا

پس وہ ہو جاتی ہے فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ پس پاک ہو وہ ذات جس کے قبضہ میں ہے سلطنت ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم واپس کیے جاؤ گے ۔ مُرِیْدٌ ہے اپنے قدیم ارادہ کے ساتھ نہ حادث اور نہ ایسے ارادہ کے جو کسی خواہش سے تعلق رکھتا ہو۔ ارادہ کرتا ہے اُن باتوں کا جو بندوں پر بغیر انفعال اور تغیر اور فساد کے جاری ہوتی ہیں۔ وہ حَیٌّ یعنی زندہ ہے اپنی حیات قدیمہ کے ساتھ نہ اُس حیات کے جو حس و حرکت اور اخلاط و اشباح سے پیدا ہوئی ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ وہ زندہ ہے بغیر روح اور نفس کے اور مُرِیْدٌ ہے بغیر انفعال اور حدوث خواہش کے اور مُتَکَلِّمٌ ہے بغیر زبان اور حرف آواز کے اور سَمِیْعٌ ہے بغیر کان کے اور بَصِیْرٌ ہے بغیر آنکھ کے اور قَادِرٌ ہے بغیر جہلت اور فتور کے۔ اور عَالِمٌ ہے بغیر خطا اور غلطی اور بھول چوک کے۔ پس یہ صفات قدیمہ ہیں نہ ذاتیہ ہیں نہ غیر ذاتیہ نہ ذات سے خارج ہیں نہ اُس کے اندر داخل ہیں سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ پاکی ہو تیرے رب کی جو رب ہے عزت والا اُن کل اوصاف نالائقہ سے جن کے ساتھ جاہل اسکو موصوف کرتے ہیں۔ غیر ذاتی صفات یہ ہیں جیسے خَلْق اور رزق اور قبض اور بسط اور رحمت اور سخط اور رضا وغیرہ جو اسماء حسنٰے میں مذکور ہیں۔ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اِن سے خبر دی ہے فرمایا ہے اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنے بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جس نے اُن کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ مَلِکٌ یعنے اپنی سلطنت کا بلا شرکت غیری بادشاہ ہے۔ نہ اُس کا کوئی وزیر ہے۔ نہ مشیر آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی سب چیزیں اُسی کی ملک ہیں۔ قُدُّوْسٌ پاک اور منزہ ہے۔ اُس کی صفات قدس تشبیہ کے مثل اور تعطیل کی کدورت سے آلودہ نہیں ہیں۔ سَلَامٌ اسی کی طرف مسلمانوں کا اسلام اور متوکلوں کی تسلیم رجوع کرتی ہے۔ اور قیامت کے روز اپنے خاص بندوں کو سلامت رکھے گا۔ مُؤْمِنٌ اپنے بندوں کو اپنی عزت کے ساتھ امن دیتا ہے اور وہ اُس کی وحدت میں قرار پکڑتے

ہیں اور وہ اُن کو اپنے کلمہ اور رحمت کی نعمت کے ساتھ اَمن دیتا ہے۔ مُھَیْمِنُ
یعنے پناہ دینے والا ہے۔ دِل اُس کی مغفرت کی تمنا کرتے ہیں۔ عَزِیْزُ غالب ہے
اُس کے کنہ جلال کو خیال باندھنے والوں کے وہم نہیں پہنچ سکتے اور نہ حیرت کرنیوالوں
کے فہم اُس کو پا سکتے ہیں۔ اور نہ اُس کی عزت گمان کرنیوالوں کی ضمیر میں سما سکتی
ہے۔ جَبَّارُ ہے ظالموں کی گردنیں توڑنے اور مسلمانوں کی شکستہ دلی کا جبر نقصان
دینے کے واسطے مُتَکَبِّرُ یعنی عزت کفاروں کے ذلیل کرنے اور متکبر فاسقوں کو خوار
کرنے کے واسطے۔ خَالِقُ ہے۔ جو کچھ پیدا کیا ہے۔ اُس کا۔ اور جو پیدا کریگا۔ اُس
کا بھی اسی نے مادہ اور صورت اور آلہ اور زمان اور مکان کو پیدا کیا ہے پس وہ خالق ہے
ہر چیز کا خلق اور امر میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے بَارِئُ ہے زمین میں تخم اور
رحم میں نطفہ کو ڈالتا ہے۔ اور پھر اُس سے روئیدگی اور پھل پھلاری نکالتا ہے۔
مُصَوِّرُ ہے رحم کے اندر جیسی چاہتا ہے۔ صورتیں بناتا ہے بغیر تدبیر اور تامل اور
کسی پہلے نمونہ کے غَفَّارُ ہے مومنوں کے گناہ بخشتا ہے۔ اور گنہگاروں کے سروں
پر اپنی مغفرت کا مغفر یعنے خود پہناتا ہے (تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں) قَہَّارُ۔ اپنے
مشرک بندوں پر قہر کرتا ہے۔ یعنی اُن کے اعمال کے بدلہ ان کو عذاب کرتا ہے اور مومنوں
کے گناہوں کو اُن کی توبہ اور اپنی رحمت کے سبب سے بخش دیتا ہے۔
وَهَّابُ بخشندہ ہے بغیر کسی غرض کے دیتا ہے۔ اور بغیر کسی معاوضہ کے عنایت کرتا
ہے جسکو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔
رَزَّاقُ رزق دہندہ ہے۔ تمام حیوانات اور حشرات کو رزق اور کل اُن کی ضرورت
کی اشیا پہونچاتا ہے۔ اوروں کو وہ کھلاتا ہے۔ خود نہیں کھاتا۔ اور جس کو چاہتا ہے
بے حساب رزق دیتا ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ
فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ یعنے آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ کہ تم وعدہ
کیئے جاتے ہو پس قسم ہے آسمانوں و زمین کے رب کی یہ بات بالکل حق ہے۔
فَتَّاحُ رحمت کے دروازے اُس کے اہل پر کشادہ کرتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے

آسمان کے اور جنت کے دروازے کھولتا ہے۔ اور اپنے بندوں کے دلوں کو اپنے ارادہ کے ساتھ مفتوح فرماتا ہے۔ عَلِیْمٌ اس کی طرف ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں۔ قَابِضٌ بَاسِطٌ۔ تنگی کرتا ہے۔ اور فراخی کرتا ہے رزق کی جس کے واسطے چاہتا ہے۔ اور دلوں کو بھی قبض و بسط کرتا ہے۔ چنانچہ اسی کے ارادہ سے دلوں میں قبض و بسط پیدا ہوتا ہے حَافِظٌ ہر چیز کی اس کی جگہ میں نگہداشت اور حفاظت رکھتا ہے۔ اور زندگانی کی زندوں کے واسطے حفاظت کرتا ہے۔ اور اپنے ذکر کا بھی محافظ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ یعنی ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ رَافِعٌ ہر ایک شے کا اس کی مقصد کی طرف بلند کرنیوالا اور اس کی انتہا تک اس کو پہنچانیوالا ہے خَافِضٌ جھکانیوالا وہی ان کو جھکاتا ہے اور وہی اٹھاتا ہے مُعِزٌّ مُذِلٌّ سرکش مشرکین کو ذلت دیتا ہے۔ اور مسکین اور منکسر المزاج مومنوں کو عزت دیتا ہے۔ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ۔ اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حَکَمٌ عَدْلٌ قیامت کے روز لوگوں کا فیصلہ کریگا۔ اور جو حکم لگائیگا وہ انصاف کا ہوگا۔ اور فرمائیگا۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ آج کے دن ہر نفس کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائیگا۔ جو اس نے کسب کیئے ہیں۔ آج کے دن ظلم نہیں ہے۔ بیشک خدا جلد حساب لینے والا ہے۔ لَطِیْفٌ اپنے بندوں پر اپنا قرب عنایت کرنے میں مہربان ہے۔ خَبِیْرٌ ہر چیز سے خبردار ہے۔ اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ حَلِیْمٌ حلم والا ہے۔ متلون مزاج نہیں ہے کہ کافروں کے کفر و فسق سے جلد ہی اسکو غصہ آجائے یا مومنوں کے ایمان سے خوشی کے مارے پھولا نہ سمائے عَظِیْمٌ اس قدر بزرگ ہے۔ کہ اس کے ملک میں سے کوئی چیز اس کی گنجائش نہیں رکھتی اور نہ اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اس میں تفرقہ ڈال سکتی ہے۔ غَفُوْرٌ بڑی مغفرت والا ہے۔ اس کی مغفرت کے آگے بندوں کے گناہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ شَكُوْرٌ تھوڑی سی عبادت بھی جو حضور قلب سے ہو قبول کر لیتا ہے۔ اور طاقت سے زیادہ بندوں کو تکلیف نہیں دیتا۔ عَلِیٌّ اپنی تمام مخلوقات سے بلند ہے۔ اور بلندی سے بھی بلند ہے

اس کے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ **کَبِیْرٌ** نہ مقداریں اس کو قطع کر سکتی ہیں نہ حدود اس کو احاطہ کر سکتی ہیں۔ **حَفِیْظٌ** چھوٹے بڑے سب کی حفاظت کرتا ہے **مُقِیْتٌ** ایک کام اُس کو دوسرے کام سے روک نہیں سکتا **حَسِیْبٌ** اُس کا علم سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ **جَلِیْلٌ** اُس کے احکامات اُس کی مخلوق میں باعظمت ہیں۔
مُجِیْبٌ بے چینوں اور مضطروں کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ **وَاسِعٌ** تمام معلومات اُس کے اندر ہے۔ اور اس کی ذات کے واسطے کوئی جگہ گنجائش نہیں رکھتی۔ **حَکِیْمٌ** ہر کام کو پختگی سے کرتا ہے۔ اور ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہے۔ **وَدُوْدٌ** بندوں سے قریب ہے اور اُن کو اپنا مقرب بناتا ہے۔ **مَجِیْدٌ** بندوں کے ساتھ مہربانی اور محبت کرنے سے اُس کو کوئی مانع نہیں۔ بغیر کسی غرض کے عنایت کرتا ہے۔ **بَاعِثٌ** پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا اور ظاہر کرتا ہے۔ اور مردوں کو قبروں سے زندہ کرکے نکالے گا۔
شَہِیْدٌ اپنے قول و فعل پر اپنا گواہ ہے۔ اور بندوں کی ہر حالت کا نگراں ہے۔ **مَتِیْنٌ**۔ نہ اُس کی ربوبیت میں کچھ خلل پڑ سکتا ہے۔ نہ اس کی عزت پر بٹا لگتا ہے۔ **وَلِیٌّ** مومنوں سے رحمت کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ **حَمِیْدٌ** بندوں کی عبادت بجالانے پر تعریف کرتا ہے۔ اور شاباش دیتا ہے۔ **مُحْصِیْ** ہر چیز کے شمار اور اندازہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ کوئی چیز اُس کے اندازے سے خارج نہیں ہے **مُبْدِئٌ وَمُعِیْدٌ** چیزوں کو اُس نے عدم سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر اُن کو اسی طرح معدوم کر دیگا جیسی کہ وہ پیدائش سے پہلے تھیں۔ جب وہ پیدا کرتا ہے۔ تو اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ اور جب فنا کرتا ہے۔ تب کوئی تغیر نہیں آتا۔ **مُحْیِیْ** اپنے حکم سے چیزوں کو زندہ کرتا ہے۔
مُمِیْتٌ اپنے قہر سے زندوں کو مار ڈالتا ہے۔ **حَیٌّ**۔ اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ **قَیُّوْمٌ** تمام چیزیں اس کے ساتھ قائم ہیں۔ اور وہ بجز اپنی ذات کے کسی چیز کے ساتھ قائم نہیں ہے۔ **مَاجِدٌ**۔ اس کا بھی ذکر گذر چکا ہے۔ **وَاجِدٌ** کسی چیز کو گم نہیں کرتا۔
وَاحِدٌ اس میں کثرت نہیں ہے۔ **صَمَدٌ** بے نیاز ہے۔ کسی کا محتاج نہیں **قَادِرٌ** اس کا ذکر بھی پہلے گذر چکا ہے۔ **مُقْتَدِرٌ** یعنے قدرت اس کی ذاتی صفت ہے کہیں نہیں

اور سے اُس نے حاصل نہیں کی مُقَدِّمُ نیک بختوں کو مہربانی کے وقت مقدم رکھے گا۔ مُؤَخِّرُ بدبختوں کو پیچھے رکھے گا۔ اَوَّلُ اُس کی ابتدا نہیں ہے۔ اٰخِرُ اُس کی انتہا نہیں ہے ظَاہِرُ بالکل ظاہر ہے۔ اُس میں کچھ شک نہیں۔ بَاطِنُ پوشیدہ ہے۔ جو اُس اُس تک گذر نہیں کر سکتے۔ بَرُّ عارفوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے۔ تَوَّابُ گنہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور گناہ سے باز آنے کی اُن کو توفیق دیتا ہے۔ مُنْتَقِمُ دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے۔ اور ان پر قہر کرتا ہے۔ عَفُوٌّ نیکوں کی خطائیں معاف کرتا ہے۔ رَءُوْفٌ اپنے بندوں پر مہربان ہے مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالِی اپنی ولایت اور سلطنت میں تصرف کرتا ہے۔ مُتَعَالِ بلند ہے کوئی اُس کی طرف چڑھ نہیں سکتا۔ مُقْسِطُ ہر کام عدل وانصاف کے ساتھ کرتا ہے۔ جَامِعُ اُس کی جمع کی ہوئیں چیزیں پریشان نہیں ہوسکتیں غَنِیٌّ اس کی تونگری اور بے پرواہی کی انتہا نہیں ہے۔ مُغْنِی بخشش کرنے سے تھکتا ہے۔ اور نہ فقر وفاقہ اُس کے پاس گذر ہی۔ دَافِعُ حدود اور حدوث اور صفات مخلوقات کو اپنی ذات پاک سے دفع کرتا ہے۔ نُوْرُ یعنے مخلوقات کا اپنی ایجاد کے نور سے روشن کرنیوالا اور عدم کی ظلمت سے ان کو نکالنے والا ہے۔ ضَارُّ جو اس کے ساتھ کفر وشرک کرتا ہے۔ اسکو نقصان پہنچانے والا ہے۔ نَافِعُ جو اس کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اور اُس کی توحید پر یقین رکھتا ہے اُس کو نفع پہنچانیوالا ہے۔ ھَادِ اہل قبول کے واسطے اپنے عرفان کی طرف ہدایت کرنیوالا ہے بَدِیْعُ آسمان وزمین اور اُن کے اندر کی سب چیزوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔ بَاقِی مخلوقات کو فنا کر کے خود باقی رہنے والا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ وَارِثُ مخلوقات کے فنا کرنے کے بعد آسمان وزمین کا وارث ہے۔ اور پھر آسمان وزمین کے لپیٹ لینے کے بعد اپنے نفرد کا وارث ہے۔ رَشِیْدُ اپنے دوستوں کو رشد یعنی ہدایت اور نیک بختی عنایت کرتا ہے۔ تاکہ اُس کو جیسا کہ چاہیے پہچانیں صَبُوْرُ جاہلوں کی اذیت اور جفا پر صبر کرنے والا ہے۔ حالانکہ اُن کی جفا کا کوئی ضرر اُس کی ذات کو نہیں پہنچتا۔

یہ اُن اسماء کی تفصیل ہے۔ جو شرع میں وارد ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے۔ کہ اُن میں سے اٹھائیس ۲۸ نام اسماء ذات ہیں اور اٹھائیس ۲۸ اسماء صفاتِ ذاتی ہیں۔ اور چالیس ۴۰ اسماء صفات الفعل ہیں۔ ان اسماء میں سے ہر اسم کی تفصیل بہت طویل ہے۔ جس میں اُس کے کے اشتقاق اور معانی کی تفصیل اور محامل اور مدارج اور تاویلات اور صورتوں اور اشکال کو بیان کیا جائے اِس مختصر کتاب میں اِن کی گنجائش نہیں ہے جسنے مسمّٰی کو معلوم کر لیا۔ اُس پر اسماء کی شرح اور اُن کے معانی کا معلوم کرنا بہت آسان ہے وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ یَوْمَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَسَیُجْزَوْنَ یَوْمَ النَّدَامَۃِ یعنے اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے اسماء حسنیٰ ہیں۔ پس ان کے ساتھ اُس کو پکارو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں الحاد اور کفر کرتے ہیں۔ اُن کو چھوڑ دو عنقریب وہ اُن کو اُس کی سزا قیامت کے روز جو ندامت کا دن ہے۔ دیگا۔

اِن ننانوے ناموں میں سے اکثر نام کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب دیکھی ہے۔ جو میرے ایک دوست کی تصنیف ہے۔ اُس میں اُنہوں نے کچھ اوپر ڈیڑھ ہزار نام ذکر کیے ہیں۔ اور ہر نام کی شہادت میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی پیش کی ہے۔ غرضیکہ یہ کتاب اُنہوں نے نہایت ہی عمدہ لکھی ہے۔ صفات باری میں سو بہت سی صفتیں اُس کے ناموں سے پہچانی جاتی ہیں۔ اور بہت سے اسماء اُس کے علم اور قدرت اور کلام اور سمع و بصر پر دلالت کرتے ہیں جیسے خبیر حکیم حسیب علیم وغیرہ اور بعض اسماء کلام پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے قابض باسط معطی۔ رحیم۔ غفور محی ممیت ہادی رشید وغیرہ اور بعض سمع پر دلالت کرتے ہیں جیسے سمیع مجیب ودود۔ قریب سلام وغیرہ۔ اور بعض بصر پر دلالت کرتے ہیں جیسے رقیب حفیظ وکیل۔ کفیل ولی والی۔ اور بعض اسماء قدرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے خالق رازق جبار ضار۔ نافع۔ صبور۔ شکور۔ ان کے علاوہ باقی اسماء اُس کے افعال پر دلالت کرتے ہیں جیسے صانع باری وہاب مقدم موخر وغیرہ اسامی قدرت سے مستخرجہ ہیں۔ اور صفات سمع و بصر کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ صفتیں صفاتِ کلام سے مستفیدہ ہیں اور کلام علم میں مستقر ہے۔

اور علم اس کا اوّل اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کے ساتھ علم رکھتا ہے۔

اب اے حریص طالب تجھ کو اسماء و صفات میں فرق بھی معلوم کرنا چاہیے۔ کہ کس جگہ کس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس جگہ دونوں بولے جاتے ہیں۔ اسماء سے مراد وہی صفات ہیں کیونکہ موصوف اور مسمّی ایک ہیں۔ جو چیز بمنزلہ اسامی ہیں۔ مگر متکلمین کے نزدیک اسم اور مسمّٰی ایک ہے۔ مگر تسمیہ اسم سے جدا ہے۔ اسواسطے کہ اسم مسمّٰی کے لیے بمنزلہ صفت کے ہے واسطے موصوف کے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی سبب سے اسم مسمّٰی سے جُدا نہیں ہوتا۔ پس اسم مسمّٰے کے ساتھ اور تسمیہ مسمّٰی کے ساتھ مثل صفت کے ہیں ساتھ موصوف کے اور وصف کے ساتھ واصف کے پس وصف بمنزلہ تسمیہ کے ہیں۔ اور صفت بمنزلہ اسم کے پس تسمیہ اگرچہ اسامی میں متعدد ہوتا ہے۔ مگر مسمّی کی ذات ایک ہی ہوتی ہے۔ اور اوصاف بیان صفات میں متعدد ہوتے ہیں۔ مگر موصوف کی ذات ایک ہی ہوتی ہے۔ جب تم اس نکتہ کو سمجھ گئے۔ اور تم نے جان لیا۔ کہ صفات باری نہ ذاتی ہیں نہ معنوی ہیں۔ نہ غیر قدیم ہیں۔ پس جانو کہ کلام خداوند تعالیٰ کی قدیمی صفت ہے۔ جو اُس کی ذات سے جُدا نہیں ہوتی مگر اُس کا کلام مثل کلام مخلوقات کے نہیں ہے یعنی اسمیں نہ آواز ہے نہ حروف ہیں نہ آلہ ہے نہ نغمہ ہے۔ وہ محض کمال ہے۔ اس کے ظہور علم کے لئے اس کے مقتضیات معلومہ ہیں۔ وہ اسباب جن سے کلام کے معنی لفظ اور قول میں ظاہر ہوتے ہیں وہ سب کون کو چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان باتوں سے بالکل منزہ ہے۔ اسی طرح سب صفات کو سمجھنا چاہیئے۔ تاکہ مشرکین کے شبہوں سے نجات میسر ہو کر ہدایت والوں کے زمرہ میں داخل ہو جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے اُن کو دیا ہے۔ اسمیں سے خیرات بانٹتے ہیں۔

دوسری فصل

صفات کے متعلق اور زیادہ تحقیق کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہٗ

لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا (کہدو
اے رسول کہ اے لوگو) اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو سارے اچھے نام اُسی کے ہیں - اور تم
(اے رسول) اپنی نماز کو نہ بہت پکار کر بلند آواز سے پڑھا کرو نہ بہت آہستہ سے - بلکہ
اس کے درمیان میں رستہ ڈھونڈ لو - معلوم ہوا کہ ربوبیت الٰہیت سے نیچے ہے اور
الٰہیت عزت سے نیچے ہے اور عزت وحدت سے نیچے ہے - اور وحدت ہویّت سے
نیچے ہے - عاقل توحید کی حقیقت پر نہیں پہنچتا - تاکہ صفات کے مدارج پر ترقی کرے
بلکہ یہ مہابط اسامی کی طرف منحط ہو کر اُن کے حقائق اور اطلاقات اور مجامع سے واقف ہوتا
ہے - کیونکہ ہر اسم کے لیے ایک خاص معنی ہیں - اور اُس اسم کا مسمّٰی پر اُسی وقت اطلاق
ہوتا ہے - جب وہ معنی اُس پر صادق آتے ہیں چنانچہ اسم خالق کا اطلاق خلق کے ظہور
سے پہلے جائز نہیں - اور نہ رازق کا اطلاق حصول رزق سے پہلے جائز ہے - کیونکہ
اگر یہ کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ ازل الآزال اور ابد الآباد سے خالق اور رازق ہے - تو رزق
اور خلق دونوں قدیم ہونگے اور مخلوقات کی قدامت لازم آئیگی - پس اس سے معلوم ہوا کہ
جب سے خلق ہوئی ہے - جب ہی سے وہ خالق ہوا - اور جب سے رزق دیا تب سے
رازق ہوا علیٰ ہذا القیاس صفات لطف و قہر اور صبر اور غفران ہیں - یعنی جب سے یہ افعال
اُس سے صادر ہوئے جب ہی سے اِن اسمار کا اُس پر اطلاق ہوا - اسی طرح اسم رب کو
سمجھنا چاہیئے - کہ اس کا اطلاق بھی مربوب کے حصول کے بعد ہوتا ہے - اور اس اسم
رب کا اطلاق ذات باری اور دیگر چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے - اور نیز یہ جائز نہیں ہو
کہ ان اسمار کا اطلاق ازلاً اور ابداً کیا جاوے - کیونکہ اسم رب مشتق ہے - رَبَّ يَرُبُّ رَبًّا
فَهُوَ رَابٌّ وَذَالِكَ مَرْبُوْبٌ سے - اور اس سے بھی كُلُّ مَنْ رَبَّ شَيْئًا اَكْرَمَهٗ فَهُوَ رَابُّ
ذٰلِكَ الشَّيْءِ مَرْبُوْبُهٗ یعنے جو شخص جس چیز کی پرورش کرتا ہے - وہ اُس چیز کا اکرام کرتا ہو
پس وہ اُس چیز کا ربّ ہے - اور وہ چیز اُس کی مربوب ہے - اور حدیث شریف میں وارد
ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مِنْ اَمَارَاتِ السَّاعَةِ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ
رَبَّتَهَا یعنے قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے (یعنی جب

لونڈی کا آقا اُس سے ہم بستر ہوگا اور وہ اپنے آقا سے لڑکی جنے گی۔ تو یہ لڑکی چونکہ آقا کے نطفہ سے ہے۔ لہذا اپنی ماں کی بھی آقا ہوگی) اور باپ کو بھی بیٹے کا رب کہتے ہیں۔ اور آقا کو غلام کا رب کہتے ہیں۔ پس اس حساب سے عقل کل نفس کل کی رب ہے۔ اور آفتاب ربیع کا رب ہے۔ اور ربیع نباتات کی رب ہے۔

ربوبیت کا درجہ الہیت سے نیچے ہے۔ کیونکہ رب مربوب کو چاہتا ہے۔ اور الٰہ بندہ کا خواستگار ہے۔ جو شخص کسیکی پرورش کرتا ہو اُسکو بھی رب کہہ سکتے ہیں۔ مگر الٰہ نہیں کہہ سکتے جبتک کہ وہ مربوب سے پرستش نہ کرائے۔ اُس وقت اُسکو الٰہ کہینگے پس الٰہیت ربوبیت سے اوپر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر الٰہ رب ہے۔ اور ہر رب الٰہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی رب ہے تمام آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور اسی کا فرمان ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً یعنی وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے واسطے جائے قرار و سکن اور آسمان کو سقفِ مرتفع وسیع و بلند فرمایا ہے۔ اور اُسی کا فرمان ہے۔ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنی وہی ذات پاک معبود برحق ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں بھی الٰہ ہے۔ پس اسم رب اُس ذات پر واقع ہوتا ہے جس کے مربوب ہوں اور اسم الٰہ کا اس ذات پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جسکے بندے ہوں۔ مگر ہویت الٰہیت اور ربوبیت سب سے اوپر ہے۔ توحید میں اس طرح نہیں کہا جاتا اَللّٰهُ هُوَ اور رَبٌّ هُوَ بلکہ یوں کہا جاتا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تاکہ ربوبیت اور الٰہیت دونوں کی تعریف لفظ ہُو میں حاصل ہو جائے۔ اور ہو کی تعریف اسم ربوبیت اور الٰہیت کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ پس وہ ہُو ہے۔ ازلاً اور ابداً اپنی ذات اور وحدانیت کے ساتھ اور وہ رب ہے۔ اپنی مخلوقات کی حاجات کا اور الٰہ ہے۔ اس لیئے کہ اس نے اپنی مخلوقات سے پرستش کرائی ہے۔ پس وہ ہویت سے الٰہ اور رب کی کیونکہ وہ اپنی ربوبیت اور الٰہیت کے ساتھ رب ہے۔ یہ نکتہ ایسا باریک ہے کہ اس کا انکشاف اُسی قلب پر ہوتا ہے جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے معمور کر دیا ہے۔ اور رحمت اور رافت اور رضا

اور لطف اور تربیت اور رزق اور بسط اور غفران اور عفو یہ سب ربوبیت کے لواحق اور اوصاف میں سے ہیں۔ اور قہر اور غضب اور رفع اور اخذ اور قبض اور حساب اور منع اور دفع یہ سب الٰہیت کے اوصاف اور لوازم میں سے ہیں۔ اور دیمومیت اور وحدانیت اور علم اور قدرت اور خلق یہ سب ہویت کے لوازم میں سے ہیں حقیقت محضہ ہی ہویت ہے۔ پھر اُس کے بعد الٰہیت ہے پھر ربوبیت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی ہویت کے ساتھ اپنی ذات کا عاشق اور اپنی ذات ہی کا معشوق ہے۔ اُس کی اپنے سوا اور کی طرف نظر نہیں ہے اور نہ اور سے محبت ہے۔ وہ بندوں کا معبود الٰہ حق قہار جبار متکبر یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ہے اور پھر وہ اپنے مربوبوں کے ساتھ جو بالکل عاجز اور بے دست و پا ہیں۔ رَبٌّ بَرٌّ لطیف رحیم رحمٰن غفار ستار ہے گناہ اور نیکی اور کفر اور ایمان اس وقت ہے جب اس کی الٰہیت پر نظر کی جائے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ اور فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ اور فرماتا ہے وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ اور فرماتا ہے۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ اور فرماتا ہو إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا اور فرماتا ہے لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ اور فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ اور فرماتا ہو۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ترجمہ آیات کا یہ ہو۔ اے لوگو اپنے اُس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا ہے۔ اے لوگو اپنے رب سے تقوی کرو بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی واسطے شکر کرتا ہے (کیونکہ اس) شکر سے اُسکو زیادہ نعمت کا

فائدہ پہنچتا ہے) اور جو کوئی کفران نعمت کرتا ہے۔ پس بیشک اللہ بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے (اس کے کفران سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا) پس قسم ہے تیرے رب کی ہم ان سب سے ان کے اعمال کا ضرور سوال کرینگے (اے رسول تم کو) جو کچھ حکم کیا گیا ہے اس میں مشغول رہو۔ اور مشرکوں کی طرف سے مونہہ پھیر لو۔ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ خدا کے سامنے بندہ (و بے چارہ) ہو کر آنیوالا ہے۔ بے شک اُس نے اُن سب کو گن گن کر جان لیا ہے۔ اور شمار کر لیا ہے۔ اور سب اُس کے حضور میں قیامت کے روز تن تنہا حاضر ہونگے۔ اگر تو نے اُس کے ساتھ شرک کیا تو جان لے کہ تیری اعمال ضبط ہو جائینگے۔ اور تو نقصان والوں میں سے ہو جائیگا۔ بلکہ تجھ کو لازم ہے کہ خدا ہی کی فقط عبادت کر اور شکر گذاروں میں سے بن جا۔ اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے۔ تو بیشک تم بھی اُن (کافروں) کی طرف تھوڑے تھوڑے جھک جاتے اور اس وقت ہم تم کو زندگانی اور موت کا دُگنا عذاب چکھلاتے۔ اے لوگو ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ اس کو (ذرا غور سے) سنو جن کی تم خدا کے علاوہ پرستش کرتے ہو اُنہوں نے ایک مکھی تک پیدا نہیں کی اور اگر مکھی اُن سے (ایک ذرہ) چھین کر لے جاتی ہے۔ تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ اور خدا کی قدر جیسی کہ چاہیے یہ لوگ نہیں کرتے۔ اس قسم کی سب آیتیں آہستہ سے نازل ہوئی ہیں۔ جب کہ اُس نے اپنی ربوبیت کی طرف نظر کی۔ اور فرماتا ہے۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اور فرماتا ہے إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ اور فرماتا ہے۔ يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ اور فرماتا ہے۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اور یوسف علیہ السلام سے حکایت کر کے فرماتا ہے۔ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ۔ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اور فرماتا ہے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي

لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے قول کی نقل فرماتا ہے۔
رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اور
اس کا فرمان ہے یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَآ اِنَّکَ
جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ
هَدَیْتَنَا۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ
عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ
لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔

ترجمہ ان آیات کا یہ ہے اے ایمان والو۔ تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے
پھر جائینگے پس ان کے بدلے خدا ایسے لوگوں کو لائیگا جن سے وہ محبت رکھتا ہوگا
اور وہ اس سے محبت رکھتے ہونگے۔ بیشک تیرا رب جلد حساب لینے والا ہے اور بیشک
وہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے۔ اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے ساتھ
غرور کرنے پر آمادہ کیا جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت
فرض کی ہے۔ بیشک میرا رب مہربان ہے اے پروردگار تونے مجھ کو سلطنت عنایت
کی ہے۔ اور تعبیر خواب کا علم سکھایا ہے اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے ہی
تو ہی میرا ولی ہے دنیا اور آخرت میں۔ مار مجھ کو مسلمان اور ملا مجھ کو صالحین سے۔ اے
رب زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑ سب کو ہلاک کر اے رب
مجھ کو ایسی سلطنت عنایت کر جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔ بیشک تو بڑا بخشنے والا
ہے۔ اے رب مجھ کو اور میرے والدین اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہو اس کو اور
سب مومن مردوں اور عورتوں کو بخش کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے
ہیں پس ہمارے گناہ بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا اے رب ہمارے
تو لوگوں کو اس دن جمع کرنیوالا ہے جس میں کچھ شک نہیں ہے۔ بیشک اللہ وعدہ

کا خلاف نہیں کرتا۔ اے رب ہمارے ہمارے دلوں کو ہدایت کرنے کے بعد ٹیڑھا نہ کیجیو۔ اے
اے رب ہم نے سنا کہ ایک پکارنیوالا ایمان کی طرف پکار رہا ہے۔ پس ہم ایمان لے آئے
اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں ہمکو گواہوں میں لکھ۔ اے ہمارے پروردگار ہم
کو دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی نیکی دے۔ اے پروردگار بیشک تو نے جس کو
دوزخ میں داخل کیا ہے۔ اس کو ذلیل اور خوار کر دیا۔ اے پروردگار مجھکو توفیق دے
کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے باپ کو دی ہے۔ اے ہمارے
پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے۔ تو ہمکو مواخذہ نہ کیجیو۔ اور نہ ایسا بوجھ
ہم پر رکھیو جسکی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہمکو معاف کیجیو اور ہم کو بخش دیجیو اور ہم پر رحم
کیجو۔ تو ہمارا مولا ہے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کیجو۔

پس اس قسم کی سب آیتیں ربوبیت سے نازل ہوئی ہیں اور ان آیات میں رب کی
اپنے مربوب کے ساتھ مہربانی کا بیان ہے۔ اور اپنی ہویت اور احدیت کی طرف نظر
کرکے فرماتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۝ لَا تُدْرِكُهُ
الْاَبْصَارُ ۝ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۝ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۝ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ
لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۝ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝

ھُو ہی اس کی ہویت ہے۔ وہی احد ہی۔ یوم
حق محق ہے۔ فرماتا ہے۔ لا الٰہ الا ھو۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔
گواہی دی ہے اللہ نے کہ نہیں ہے معبود مگر وہ۔ خالق ہی وہ ہر چیز کا نہیں ہے معبود
مگر وہ۔ نہیں ہے معبود مگر وہ زندہ اور قائم ہے۔ جان لو کہ نہیں ہے معبود مگر وہ۔ وہی
اول ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ نگاہیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں
اور وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے۔ آج دن کس کی سلطنت ہے اللہ کی جو واحد اور قہار
ہے۔ اور جھک گئے مونہہ خدا زندہ و پائندہ کی بارگاہ میں پس برتر ہی اللہ جو حقیقی بادشاہ
ہے۔ نہیں ہے معبود مگر وہ مالک ہے عرش کا ۔

پس اس قسم کی سب آیتیں ہویت اور احدیت سے نازل ہوئی ہیں ؛

قرآن تین اقسام پر شامل نازل ہوا ہے ایک قسم اُس کی ذات پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک قسم صفات پر اور ایک قسم افعال پر دلالت کرتی ہے۔ پس مرجع ربوبیت کا اور منبع الٰہیت کا حقیقت ذات یعنی ہویت اور احدیت ہے۔ اور فرقان کریم ان تینوں اقسام پر شامل نازل ہوا ہے۔ ہُو اور اَحد پہلے جس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ وہ صفت الٰہیت ہے پھر اس کے بعد ربوبیت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صفات کی اصل الٰہیت ہے اور اسمار کی اصل ربوبیت ہے کل اسمار کا اشتقاق رب سے ہے۔ اور کل صفات کا استخراج اللہ اور الٰہ سے اور وہ جمال وجلال کے حجابوں میں پوشیدہ ہو۔ جو الٰہیت اور ربوبیت سے اُس پر پڑے ہوئے ہیں جن میں سے ایک عزت کی نار اور دوسرا رحمت کا نور ہے۔ اور ان کے علاوہ جس قدر باقی اسمار وصفات ہیں۔ وہ ان دونوں حجابوں کے اوپر نقش ونگار ہیں۔ جو شخص ان حجابوں پر نظر ڈالتا ہے۔ صفات کی آیات اور اسمار کے آثار اس کے سامنے آتے ہیں۔ اور جو حجاب سے پرے نظر بڑھاتا ہے۔ وہ الٰہیت اور ربوبیت سے اوپر حق واحد کو پہچان لیتا ہے اور اغیار[1] کی غلامی سے چھٹکر پردہ کی ذلت سے نجات پاتا ہے۔ یہ نہایت ہی عجیب نکتہ ہے جس نے اس کو سمجھا وہ مؤید من اللہ ہے۔

اے طالبانِ حقیقت ذات وصفات جانو اور پھر خوب جانو۔ کہ ذات وہ ہے کہ جس کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا ہے عبارت ہے مگر اسی قدر کہ یہ کہا جائے ہُوَ اَلْاَحَدُ اَلْحَقُّ اَلْمُنْطَلِقُ اور صفات میں تعدد نہیں ہے مگر ان سب کی اصل دو صفتیں ہیں۔ ایک الٰہیت اور دوسرے ربوبیت باقی سب صفتیں انہیں کے اندر ہیں۔ الٰہیت کی صفت نے عقل کو حجاب بنایا اور ربوبیت کی صفت نے نفس کو حجاب بنایا۔ نفس مربوب ہے۔ واحد حق کا۔ اور عقل محو منطلق ہُو محض کے پاس ہے۔ ان سب مراتب کو خوب سمجھو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور شہادت کو پوشیدہ نہ کرو اور نہ

[1] اغیار جمع غیر کی ہے۔ یعنی غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ہونا ہے ۱۲

خدا کے مکر سے امن میں رہو۔ اور سب کے سب خدا کے حضور میں توبہ کرو اور اپنے رب سے مغفرت مانگو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر تو تم پر برستا ہوا بھیجتا ہے۔ اور مال و اولاد کے ساتھ تمہاری امداد کرتا ہے۔ اور تمہارے واسطے باغ اور نہریں بناتا ہے۔ اور جو شخص خدا اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لایا اور نہ خدا کی تعظیم و عزت بجا لایا اُس کا مال اور اس کی اولاد بجز تباہی اور بربادی کے اُس کو کچھ نفع نہ پہنچائینگے۔ اے پروردگار ظالموں کو بجز نقصان کے اور کچھ نہ دے ٭

تیسرا باب
امر الٰہی کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہر امر کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ؕ یعنے خدا کے نزدیک عیسےٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ مٹی سے اُس کو پیدا کیا۔ پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا معلوم ہو کہ جو چیز نہ تھی پھر ہوئی۔ وہ امر الٰہی سے ہوئی یعنی اُس نے معدوم کو عدم سے وجود میں آنے کا حکم فرمایا وہ آئی اور امر اُس کا حقیقی ہے مجاز سے آلودہ نہیں اور نہ خواہشوں سے صادر ہوتا ہے اور نہ اُن ارادوں سے ہے جو تصورات سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فقط پادشاہ جبار قادر کا امر ہی ہے جب وہ کسی چیز کے اختراع اور ایجاد کا ارادہ کرتا ہے۔ تو بس ارادہ کے ساتھ ہی فرماتا ہے ہو جا چنانچہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ امر کے ساتھ ہی بلا تقدم و تاخر کے کسی چیز کو یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ اُس کے حکم سے پس و پیش کر سکے (گویا یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اُس کا ارادہ ہی اُس کا امر ہے۔ اور اُس کا امر ہی کن کا کہنا ہے۔ یہ محض لفظی فرق سمجھنے کے واسطے ہیں۔ ورنہ علم توحید میں ان سب کے ایک معنی ہیں) اُس کے امر کو ہم مخلوق کے امر پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مخلوق یعنی محدثات

امر سے پہلے امر کے متعلق چیز کا تصور کرتے ہیں اور اپنی غرض اور مصلحت کو اس کے اندر دیکھتے ہیں۔ پھر اس کے اندر ان کو قوت اور انتظام اور آلات اور وقت اور کارندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ ان کو اپنی اغراض کے متعلق اپنے کام کا حکم کریں۔ پھر بھی باوجود ان سب سامانوں کے یہ لوگ جس کو حکم کرتے ہیں۔ وہ بعض دفعہ ان کے امر کو نہیں بجالاتا یا تو یہ کہ وہ امر اس مامور کے اختیار سے باہر ہوتا ہے۔ اور مامور میں اس کے بجالانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور یا وہ کام جس کا امر کیا ہے۔ وہ ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس کا ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ پھر اگر مامور اس امر کو بجا بھی لایا۔ تب بھی وہ کام غرض اور طمع یا خوف سے خالی نہیں ہوتا۔ بخلاف امر باری تعالیٰ کے کہ وہ غرض اور مدت اور فتور اور قصور اور فائدہ اور خوف سب سے پاک ہے۔ وہ حکم نہیں کرتا مگر عاقل بالغ کو افعال جزویہ کا اور اسی کو حکم فرماتا ہے۔ جو اس کے لائق اور اس کا قبول کرنیوالا ہوتا ہے اور اپنے علم و ارادہ ہی کے ساتھ اس کو حکم فرماتا ہے۔ وہ مامور کا موجب ہے۔ نہ اس کا متحرک اور اس کا مبدع ہے نہ مدبر۔ کیونکہ تحریک ایجاد کے بعد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایجاد اور ابداع کیا ہے۔ پس مامور کا حرکت کرنا وجود کے تابع ہے۔ اس لئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے معدومات کو وجود کے قبول کرنے کا حکم فرمایا اس کے بعد اقرار عبودیت کا امر کیا۔ پس اس کا امر ہی موجودات کے وجود کی علت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس کا امر موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ کیونکہ سبب (بمقابلہ علت کے) ضعیف ہے۔ اور ممکن ہوتا ہے کہ یہ سبب کسی دوسرے سبب سے بھی پایا جائے بخلاف علت کے کیونکہ معلول بغیر علت کے پایا نہیں جاتا اور یہ علت مانع ہوتی ہے۔ پس پہلا امر جو خدا نے کیا ہے۔ وہ مخلوق کے ایجاد کرنے کا تھا۔ جو عدم کے پردوں میں پوشیدہ تھی اور یہ علم اس کا ہی ارادہ تھا۔ اور ارادہ وہی تھا جو اس کو منظور تھا۔ مکوّن کو ہرگز جائز نہیں۔ کہ پیدا ہو۔ مگر اس کے ارادہ کے موافق۔ اور آخری امر اس کا یہ تھا کہ اس نے مٹی کو خلیفہ بننے کا حکم فرمایا۔ اور ان دونوں امروں کے درمیان میں اسنے آسمان و زمین کو حکم دیا کہ تیار ہوکر میرے سامنے حاضر ہو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہی عرض کیا کہ ہم دل و جان

سے حاضر ہیں۔ تب اُس نے دو روز کے عرصہ میں اُن کے سات طبقے بنائے۔ اور ہر طبقے میں
جو کچھ کہ اُس کے لائق تھا مہیا کیا۔ پھر دنیا کے آسمان کو ستاروں اور چراغوں کے ساتھ
زینت دی۔ پھر آدم علیہ السلام کو حکم کیا۔ کہ ہو جا وہ ہو گئے قدرت اور صنعت سے نہ مادہ
محسوسہ سے مدۃ معلومہ میں۔ اور آدم علیہ السلام حکم کے آنے سے پہلے مٹی میں پوشیدہ
تھے اور اختیار اور اضطراب کے درمیان میں کھڑے ہوئے تھے۔ غیبی استفادہ کے
انتظار میں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو کل اسمار اور بعض معانی تعلیم کیئے۔ پھر جب آدم
کا زمانہ بہت دور ہو گیا۔ اور امر بالایجاد کی کیفیت پوشیدہ ہو گئی۔ مادہ عقل سے
نہیں نہ موضع انفعال سے (بلکہ عوام الناس کی نظر سے) تب اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام
کو پیدا کیا۔ اور اُن سے اُن کی والدہ کے پیٹ میں فرمایا۔ ہو جا پس وہ ہو گئے۔ بغیر والد
کے اور بغیر نطفہ کے اور امر الٰہی نے اُن میں اس قدر اثر کیا کہ اُنہوں نے وجود میں آتے
ہی اُس کی صفت وثنا کی یعنی حق کی عبودیت کا اقرار کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ قَالَ اِنِّیْ
عَبْدُ اللّٰہِ یعنے عیسےٰ علیہ السلام نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں +

عقلمند یہ بدگمانی نہ کرے کہ خدا کا حکم آدم سے منقطع ہو گیا۔ یا عیسےٰ سے متصل ہوا
کیونکہ یہ بدگمانی اُس کی عقل ہی کی طرف رجوع کریگی۔ خدا کا حکم اس کی رحمت ہے۔
اور اُس کی قدرت کی شعاع کی روشنی ہمیشہ ہے جبتک اُس کا ارادہ معدوم کے ایجاد
کا تقاضا کرتا ہے۔ پس کبھی تو حس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی عقل میں چھپ جاتا
ہے۔ پس اسی ظہور حسی کے وقت عیسی علیہ السلام کا وجود ہوا اور اس اعتبار سے
گویا آدم سے لیکر عیسےٰ تک کچھ زمانہ نہیں گذرا بلکہ دونوں امر ساتھ ہوئے کیونکہ یہ امر عرضی
نہیں ہے۔ جو آمر مرکب سے صادر ہوا ہو۔ بلکہ یہ امر صفۃ لازمہ ہے۔ آمر کے علم اور
اُس کے ارادہ کے ساتھ جس کے نور کا فیضان مامورین پر کبھی عدم میں اور کبھی وجود
میں صادر ہوتا ہے +

متکلمین امر کو صفات ذاتیہ میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں۔ جب اُس
نے امر کیا تب ہی وہ آمر ہے جیسے کہ جب اُس نے خلق کیا۔ جب ہی وہ خالق ہوا

بخلاف علم کے۔ کہ وہ ہمیشہ سے عالم ہے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ کہینگے کہ وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ تو مخلوقات ازلیہ ثابت ہونگی۔ ایسے ہی آمر کو جب کہینگے کہ وہ ہمیشہ سے آمر ہے۔ تو لازم ہوگا۔ کہ مامورین بھی ازلی ہیں۔ اور جو چیز ازلی ہے۔ وہ ابدی بھی ہے۔ پس وہ قدیم ہوئی حالانکہ سوا خداوند کریم کے کوئی چیز قدیم نہیں ہے وہی قدیم بالحقیقت ہے۔ اور علم تحقیق میں یہ مسئلہ اس طرح ہے۔ کہ خلق اُس کے واسطے ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ اور امر بھی اُسیکے لئے ہے۔ جب چاہتا ہے۔ امر کرتا ہے۔

دوسری فصل امر کی تحقیق میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ٭ بیشک ہمارا حکم یہ ہے کہ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس سے کہتے ہیں کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔ اے طالب تجھکو معلوم ہو کہ امر کمال قدرت ہے۔ جو منقطع نہیں ہوتا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ وہ علم اور ارادہ کا فیضان ہے۔ اُس کی نسبت جو خطاب کی استعداد اور امتثال[1] کی قدرت رکھتا ہو ٭

معلوم ہو کہ امر الٰہی کے تین مرتبے ہیں ایک حقیقت الامر یہ علم ذاتی ہے۔ جو شامل ہے کل چیزوں پر جو ہو گئیں۔ اُن پر بھی اور جو ہونگی اُنپر بھی اور جو نہ ہونگی اُن پر بھی اُسی سے ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سے قدرت متعلق ہے۔ اور اسی پر اثبات قول صحیح ہے خداوند تعالیٰ کا امر فعل و انفعال نہیں ہے۔ اور نہ اُس میں انقطاع اور انفصال ہے۔ وہ فقط اُس کا قول اور فعل اور کلام اور اُس کی مراد ہے۔ اور اُس کی مراد اُس کے علم کے اسرار میں سے ہے۔ اور اُس کا علم اُس کی ہویت ہے۔ پس اُس کا امر اُس کی الٰہیت کی برہان اور اُس کی ربوبیت کا محافظ ہے ٭

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ الٰہیت اور ربوبیت صفات باری ہیں نہ ذات باری

[1] امتثال یعنی حکم کا بجالانا اور امتثال کی قدرت یعنی حکم کے بجالانے کی قابلیت ۱۲

پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ امر کی حقیقت صفات سے متعلق ہے نہ ذات سے ۔ کیونکہ وہ اپنی ذات کی حیثیت سے اس بات سے برتر ہے ۔ کہ حکم کرے یا حکم کیا جائے اُسکا فرمان ہے ۔ لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اُسی کے واسطے ہے۔ خلق اور امر پس برکت والا ہے خدا جو رب ہے تمام عالم کا۔ پس امر اُسی کے واسطے ہے جیسے کہ اُس کے واسطے ربوبیت ہے ۔ اور الٰہیت ہے ۔ اور جب وہ الہیت کی طرف بھی نظر کرتا ہے تو امر کی طرف بھی نظر کرتا ہے ۔ پس اور اپنے بندہ کو امر کرتا ہے ؂

مگر ہویت محضہ کی ذات نہ امر کے ساتھ وصف کی جاتی ہے ۔ نہ نہی کے ساتھ ۔ اُس کا امر محض معدوم کا موجود کرنا ہے ۔ اور اُس کی نہی محض موجود کا معدوم کرنا ہے پس جب کہا جائے ۔ کہ ہویت محضہ امر و نہی کرتی ہے ۔ تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۔ اس امر کی حقیقت لفظ اور فعل کی محتاج نہیں ہے ۔ اور نہ زجر و توبیخ کی محتاج ہے ۔

جو شخص کسی بات کا حکم کرتا ہے پس ضروری ہے کہ اُس حکم سے اُس کا کوئی مقصد ہو طمع ہو یا طلب ہو یا جلب منفعت ہو ۔ یا دفع مضرت ہو ایسے ہی جو شخص کسی چیز سے منع کرتا ہے اس بات سے خالی نہیں ہے کہ اُسکو اُس سے نفرت ہو یا غصہ ہو اور خداوند تعالیٰ ان سب وجوہات سے پاک ہے ۔ پس اُس کا امر اُس کے علم اور صفات کے لوازم سے ہے ۔ اور اُس کی صفات اُس کی ذات کے لوازم سے ہیں ۔ خداوند تعالیٰ امر و نہی سے کوئی کمال نہیں چاہتا ۔ بلکہ وہ اپنے امر کے ساتھ اپنے بندوں میں جس طرح چاہتا ہے ۔ تصرف کرتا ہے ۔ پس اس کے امر کی حقیقت اُس کا کلام ہے اور اُس کا کلام ہی اُس کی وحی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا یعنی جس طرح کہ ہم نے پہلے نبیوں کیطرف وحی کی تھی ۔ اسی طرح تمہاری طرف اپنے حکم سے روح کو وحی کیا ۔

دوسرا مرتبہ امر کا اثر الامر ہے ۔ یہ اثر ربوبیت میں سے ہے ۔ پس امر کی حقیقت الٰہیت میں سے ہے ۔ اور امر کا اثر ربوبیت میں سے ۔ امر ایک صورت مشخصہ ہے جیسا کہ تم عنقریب جان لوگے ۔ اور امر کا اثر اجسام کا حرکت دینا اور روح کا پیدا کرنا ہے ۔

اس امر کو یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ یہ صفات آلہیہ میں سے کوئی صفت ہی۔ بلکہ یہ مقرب ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ہاتھ میں روحوں کی کنجیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں خبر دی ہے۔ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ یعنے تم سے پوچھتے ہیں روح کا حال (کہ وہ کیا چیز ہے) کہہ وہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ پس ارواح امر سے مستفاد ہیں مگر نہ امر ذاتی سے بلکہ امر کے آثار سے۔ اور یہ آئیت سے ظاہر ہے۔ نہ وحدت اور ہویت سے۔

تیسرا مرتبہ کا صورت الامر ہے اور یہ شریعت منبعث ہے۔ نبوت کی وحی اور رسالت کی دعوت ہے۔ اس کا مرتبہ اثر کے نیچے ہے اور اثر خاص حقیقت امر کے نیچے ہے پس اس کی ترتیب یوں سمجھنی چاہیئے کہ حقیقت الامر امر آلہی ہو۔ اور اثر الامر جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور صورۃ الامر ہمارے حضور سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ امر کے بیان میں یہ انتہا درجہ کی تحقیق ہے جو بیان ہوئی۔ لیکن حقیقت امر پس وہ خلق اور ایجاد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمانا اور یہ فرمانا لفظ اور عبارت کے ساتھ نہیں ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کا لفظ کن جو ہے۔ وہ کاف اور نون سے مرکب نہیں ہے۔ بلکہ عقل[1] کا افاضہ اور نفس کا استفادہ ہے۔ اور اثر امر کلام کی تبلیغ اور اشیا کی اُن کے مراتب میں ترتیب ہے۔ اور یہ اثر امر ایک مقرب بارگاہ الہی فرشتہ سے صادر ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ اُس کے جلال کی طرف نظر کرتا رہتا ہے۔ اُسی فرشتہ کا نام جبرئیل ہے اور طاؤس ملائکہ اور امین وحی اور معلم الملائکہ اور صاحب شریعت بھی اسی کا نام ہیں۔ اور یونانیوں کی زبان میں اسی فرشتہ کو ناموس اکبر کہتے ہیں۔ اسی فرشتہ سے شرع کی تنزیل اور تبلیغ ہے۔ اور اسی سے بندوں کو خدا کی طرف بلانے کی دعوت ہے۔ اور صورت امر پس اسی سے نبوت اور رسالت اور دعوت اور شریعت ہے۔ اور وہ اس زمانہ میں ہمارے حضور حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

صورۃ امر کو اثر امر سے امداد پہنچتی ہے۔ اور اثر امر کو حقیقت امر سے امداد حاصل

---

[1] یعنی عقل اول نے نفس اول کو فیض دیا۔ اور اس نے قبول کیا۔

ہوتی ہے۔ پس چونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صورۃ امر تھے۔ اسی سبب سے
آپ نے اثر امر سے وحی کو قبول کیا اور اس سے پہلے علم کلی کو حقیقۃ الامر سے حاصل کیا۔ جو
علم الٰہی ہے۔ پھر جب جبرائیل سے جو اثر امر ہے امداد چاہی اس نے وحی نازل کی۔
خداوند تعالیٰ اپنی کتاب میں اس کی خبر دیتا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ
نازل کیا ہے۔ اس وحی کو تمہارے دل پر روح الامین یعنی جبرئیل نے۔ اس جگہ جبرئیل کا نام
روح الامین لکھا ہے۔ کیونکہ روح اثر امر سے ہے۔ اور جب کہ حضور نے علم کا استفادہ
ذات باری سے کیا۔ تو اس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ
الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ہ رحمٰن نے سکھلایا قرآن۔ انسان کو پیدا کر کے بیان سکھلایا۔ پس
حقیقۃ الامر علم الٰہی ہے۔ اور اثر امر جبرئیل علیہ السلام ہیں اور انہیں سے وحی کی تنزیلات
ہیں۔ اور صورت الامر حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور شریعت
اور دعوت اور تکلیف اور اوامر و نواہی آپ ہی سے ہیں۔ پس آپ گویا بمنزلہ شب قدر
کے ہیں۔ کہ آپ میں اللہ تعالیٰ نے بوسیلہ روح کے حقیقۃ علم کو نازل کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے
بندگان خدا کو امر کی صورت میں خدا کے دروازے کی طرف بلایا۔ چنانچہ انہی معنوں پر اللہ تعالیٰ
کا یہ فرمان شامل ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ
الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ
(ترجمہ) ہم نے نازل کیا اس قرآن کو شب قدر میں اور تم کو کیا خبر ہے۔ کہ شب قدر کیا ہے
ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ملائکہ اور روح (یعنی جبرائیل) اس میں اپنے رب کے حکم سے (زمین پر)
اترتے ہیں۔ ہر امر سے سلام ہے یعنی جبرائیل الہیت اور ربوبیت کے حکم سے نازل ہوتے
ہیں۔ اور ملائکہ روحیں ہیں۔ جو علاوہ جبرائیل کے پیدا ہوئی ہیں۔ اثر امر سے۔ ہر امر سے
یعنی حقیقت سے طرف صورت کے سلام ہے یعنی شریعت ہے۔ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ
(طلوع فجر تک) یعنی روز قیامت تک اور اجزا کے اپنے مصاعد کی طرف رجوع کرنے تک
پس جو حقیقت امر سے ظاہر ہوا ہے۔ وہ بجز تحقیق اور تاویل کے جو لفظ و عبارت

ف مصاعد یعنی مبدء اور اصلیت جہاں سے کہ پیدا ہوئی ہیں ۱۲

سے خالی ہیں۔ اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اضداد سے منزہ ہے جب کسی چیز کا ارادہ
کرتا ہے۔ اُس سے فرماتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ لَہٗ[1] میں جو ہو کی ضمیر ہے۔ یہ
اُس ممکن الوجود کی طرف راجع ہے جو سرادق علم میں پوشیدہ ہے کیونکہ ممکن الوجود اگرچہ
معدوم فی الحس ہے۔ مگر موجود فی العقل ضرور ہے۔ اور اسی حس معدومیت کے سبب
سے وہ ایجاد اور موجود کی محتاج ہے۔ اور عقل میں اُس کا ممکن ہونا ہی خطاب ایجاد اور
امر تکوین کو قبول کرتا ہے۔ اور وہ چیز جو اثر امر سے ظاہر ہوئی ہے۔ وہ کتب منزلہ اور آیات
بینہ اور دلالات ہیں اور ان کے کلمات کے بحسب اوقات مختلف ہیں مثلاً توریت
اور زبان میں ہے۔ اور انجیل اور زبان میں اور قرآن شریف اور زبان میں ہے۔ اور
صورۃ امر سے جو چیز ظاہر ہوئی وہ شریعت اور دعوت ہے۔ اور شریعت تکلیف پر
شامل ہے۔ اور تکلیف کے دو حکم ہیں ایک امر یعنی بندوں کو طبیعت سے شریعت کی
طرف جذب کرنا اور روحوں کو دنیا سے عقبےٰ کی طرف رجوع کرنے پر صبر کرنا۔ دوسرا حکم
نہی ہے یعنی بندوں کو دریا رخواہش میں غوطہ لگانے اور شبہات امانی میں غرق ہونے
سے باز رکھنا۔ امر شرعی کی دو قسمیں ہیں ایک علمی ہے یعنی اقرار اور تصدیق کا لازم پکڑنا
جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا یعنی
کلمہ تقوی (جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے) اُن کے ساتھ لازم کیا اور وہ اُس کے بڑے
حقدار اور لائق تھے۔ دوسرا عملی ہے یعنی خداوند تعالیٰ کی عبادت اور شرع شریعت کی
متابعت جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یعنی نماز قائم کرو۔ یہ وجدان[2]
حرکت ہے۔ اور فرماتا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ یعنی تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں
یہ عدم حرکت ہے۔ اور نہی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک نہی شرک کے قول سے جیسے
کہ فرماتا ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ یعنی تین (خدا) نہ کہو۔ اور دوسری نہی فواحش سے منع
کرتا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک نہی ارتکاب معاصی سے جیسے کہ فرماتا ہے۔

---

[1] لَہٗ کی ضمیر یعنی اس آیت میں جو لہ ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ یعنی جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں ہو جا۔ یہ اس کا اشارہ اُس چیز کی طرف ہے۔ جو وجود کو قبول کرنے والی ہے عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔

[2] یعنی حرکت کا پایا جانا ۱۲

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰہُ یعنی اس جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل کرنا خدا نے حرام کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ یعنی بیشک شراب اور جوا اور انصاب[1] اور ازلام ناپاک ہیں شیطانی کاموں میں سے پس ان سے پرہیز کرو۔ اور دوسرا نہی خباثت کے ساتھ عبادت کے قریب جانے سے ہے مثلاً فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے مونھ دھو لو (آخر آیت تک) اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ وَلَا جُنُبًا یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ یہانتک کہ تمکو اتنا ہوش ہو جائے کہ تم اپنی کہی ہوئی بات کو جان لو اور نہ جنابت کی حالت میں نماز کے قریب جاؤ وضو کا حکم اگرچہ امر کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ مگر اس سے بے وضو نماز پڑھنے کی نہی سمجھی جاتی ہے۔ اور وہ امر شرعی جس کو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں علمی اور عملی اس کے دو حکم ہیں ایک امر علمی یعنی معرفت کی طرف بلانا اس کا حکم اصول کا حکم ہے۔ اور اس کی نافرمانی سے ہمیشہ کا عذاب ہے اور دوسرا امر عملی یعنی عبادت کی طرف بلانا اس کا حکم فروع کا ہے اور اس کی نافرمانی اگر خطا یا سہو سے ہو تو وہ بخشنے والا اور مغفرت کرنیوالا ہے۔ اور اگر اس کی نافرمانی انکار اور قصد سے ہے تو اس کے واسطے بھی عذاب الیم ہے۔ اور جس نے ان دونوں امروں کو مانا اور اطاعت کی اس کے واسطے ثواب جزیل ہے۔ پھر یہ امر دو قسموں پر منقسم ہوتا ہے۔ ایک کلی ہے یعنے دعوۃ اسلامی۔ اور دوسرا جزئی ہے یعنی ارکان اسلام کا حکم جو شارع علیہ السلام نے فرمایا۔ پس خطاب یعنی شارع کا حکم امر کے نیچے ہے۔ اور امر جو صورۃ امر سے صادر ہوا ہے۔ اثر امر کے نیچے ہے۔ اور اثر امر حقیقت امر کے نیچے ہے اور یہ ذات باری کی طرف مضاف ہے۔ اور اسی کی مخالفت سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ آ گیا امر خدا کا پس اس کی جلدی نہ کرو۔

[1] انصاب وہ چیزیں تھیں جو پرستش کے واسطے قائم کی جاتی تھیں جیسے بت وغیرہ اور ازلام سے وہ تیر مراد ہیں جن سے کفار اور مشرکین فال لیا کرتے تھے۔

پاک ہے وہ اور برتر ہے۔ ان چیزوں سے جو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں ٭

پس یہ امر یہی صورۃ امر ہے۔ اور یہی حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم ہیں ٭

اے طالب امر کے ان مراتب کو معلوم کر اور جان لے کہ امر حقیقتاً خداوند تعالیٰ ہے۔ اور اُس کے بعد اُس کے رسول جو صاحب اثر ہیں اور جبرئیل ان دونوں کے درمیان میں واسطہ ہیں۔ جو شخص ان دونوں کے علاوہ امر کا دعویٰ کریگا وہ کافر ہے خدا کے ساتھ پس روز قیامت سے خوف کر وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور تجھ کو کس چیز نے تبلایا کہ کیا ہے روز قیامت۔ وہ دن ہے کہ جس دن کوئی شخص کسی شخص کو کچھ بھی نفع نہ پہونچا سکیگا۔ اور کل کام اُس دن خدا کے اختیار میں ہوگا۔ پس تجھ کو لازم ہے۔ کہ اُس کے اوامر و نواہی کو اطاعت کے ساتھ بجالائے۔ کیونکہ مومن خلیفہ خدا کا ہے اور کافر خدا کا مخالف ہے۔ اور خلافت خلاف سے بہتر ہے۔ اور جب تو نے صورۃ امر کو جان لیا۔ کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو یہ بھی جان لے کہ ہر صورت کا ایک دراز سایہ ہوتا ہے۔ اور صورت محمدی کا سایہ بادشاہ وقت اور خلیفہ عصر ہے۔ جو متبع شریعت ہو اس کی بھی اطاعت بجالا تاکہ تجھ کو خداوند تعالیٰ قیامت کے روز خاص اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے ٭

چوتھا باب

خداوند تعالیٰ کے فعل اور خلق کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہر افعال اور مخلوقات کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ (یہ لوگ) ونٹ کی طرف کیا نہیں نظر کرتے ہیں۔ کہ اُس کی پیدائش کس طرح کی گئی ہے۔ اور آسمان کو نہیں دیکھتے ہیں کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے ہیں۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے ہیں۔ کہ کیسی بچھائی گئی ہے۔ اور فرماتا ہے۔ قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (اے رسول) کہہ دو کہ اے کافرو کیا تم اُس ذات پاک کے ساتھ کرتے ہو جس نے دو دن کے عرصہ میں زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور اُس کے ساتھ تم شریک کرتے ہو۔ وہی ہے پروردگار تمام عالم کا معلوم ہو کہ فعل قدرت کا اثر ہے۔ اور قدرت بالحقیقت وہی ذات باری ہے۔ پس تمام جزویہ اور کلیہ سب اُسی کی طرف منسوب ہوئے۔ مگر جزویات بباعث اپنے احتیاج اور ضرورت کے دفعات زمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس جزویات تدبیر کی جہت سے ہماری طرف منسوب ہیں۔ اور کلیات تقدیم کی جہت سے اُس کی طرف منسوب ہیں یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے۔ انسان کا فعل مادہ اور مدت اور آلہ اور غرض اور مقصود اور حرکت اور قوت کا محتاج ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ ایسا فاعل ہے جسکو ان اسباب کی مطلق ضرورت نہیں اور نہ ان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ مادہ اور مدت اور حرکت وغیرہ سب کا خالق ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص تخت بنوانا چاہے۔ تو اُس کی لکڑی کی ضرورت ہوگی جو تخت کا مادہ ہے۔ اور بنانیوالے یعنی بڑھئی کی ضرورت ہوگی جو آلہ ہے اور حرکت کی ضرورت ہوگی یعنی بنانے اور تراشنے کی اور غرض ہوگی یعنی اس صورت کا تخت بننا چاہیئے اور مقصود ہوگا یعنی بنانیوالا جو بنائیگا۔ تو اپنی مزدوری کی خاطر بنائے گا۔ اور مگر خداوند تعالیٰ کو ان اشیا میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بغیر ان اسباب کے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جیسے کہ اُس نے ہیولے اُولی کو بمنزلہ مادہ کے پیدا کیا اور عقل اور نفس کو بمنزلہ آلہ کے بنایا اور فلک کو بمنزلہ زمانہ کے پیدا کیا اور حرکت پیدا کی پھر ان سب چیزوں سے باقی تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس حقیقتاً وہی فاعل ہے ؞

فعل کے کئی مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ ابداع ہے یعنی بغیر واسطے کے کسی چیز کو پیدا کرنا جیسے کہ اس نے عقل کو بلا واسطہ کے ایجاد کیا۔ اور واسطہ سے پیدا کرنا دوسرا مرتبہ ہے جیسے کہ نفس کو عقل کے واسطے سے خلق کیا۔ تیسرا مرتبہ صنعت کا ہے یہ خلق سے بھی نیچے ہے۔ مخلوق جب کوئی چیز بنائے تو اس کو خالق نہیں کہہ سکتے بلکہ صانع کہہ سکتے ہیں پھر صانع کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ترکیب دینا۔ جیسے نجاری اور خیاطی اور نوربافی کے کام ہیں پس ان معنوں میں تو یہ اسم صانع بندوں اور خدا کے درمیان میں مشترک ہے۔ اور دوسرے معنی صنعت کے کسی چیز کا ایجاد کرنا ہے۔ یہ خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس وقت صانع کے معنی خالق کے ہوں گے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اور صنع کے معنی خلق کے ہونگے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اور چوتھا مرتبہ فعل ہے۔ یہ بھی بمنزلہ صنع کے ہے۔ مگر صنع سے نیچے ہے۔ کیونکہ صانع کو تو کبھی کبھی فاعل کہہ دیتے ہیں۔ مگر فاعل کو صانع نہیں کہتے پس صانع بمنزلہ استاد کے ہے۔ اور فاعل بمنزلہ شاگرد کے۔ پس صنع اور فعل ربوبیت کے لوازم سے ہیں اور خلق اور ابداع الٰہیت کے لواحق سے ہیں۔

درحقیقت سب پر قادر وہی اللہ واحد قہار ہے۔ جیسا کہ خود اس کا فرمان ہے۔ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وہی قاہر ہے اپنے بندوں پر۔ پس جب تم کو صنع اور فعل اور خلق اور ابداع کا فرق معلوم ہو گیا۔ تو اب یہ جان لو کہ فعل سے نیچے عمل کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ فعل کسی امر و حکم سے جاری نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ فاعل خود مختار ہے۔ اور عامل خود مختار نہیں ہے۔ بلکہ وہ فاعل کے حکم سے کرتا ہے۔ پس درحقیقت فاعل خداوند تعالیٰ ہے۔ اور عامل اس کی عبادت کرنیوالا اور اس کا مطیع ہے۔ اے طالب تجھ پر فرض ہے۔ کہ اس کے احکامات کو بجا لائے ٭

خدا کے افعال بعض ظاہر ہیں اور بعض باطن ہیں بعض محسوس ہیں اور بعض معقول ہیں۔ جو محسوس ہیں وہی ظاہر ہیں۔ اور وہ وہ ہیں۔ جن کی طرف اعیان (یعنی فی الخارج

میں اشارہ کیا جاتا ہے جیسے آسمان زمین پہاڑ عناصر اور مرکبات میں سے نبات معدن حیوان انسان وغیرہ اور اس جگہ انہیں محسوسات میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ نسبت معقولات کے یہ ہمارے ذہن سے زیادہ قریب ہیں اس سبب سے کہ ہماری طبیعتوں کا میلان حس کی طرف زیادہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال ظاہرہ کو آیاتِ باطنہ کا آئینہ بنایا ہے۔ اور مبنیات حقیقیہ کو افعال محسوسہ کی اشکال میں پوشیدہ کیا ہے پس یہ اشکال محسوسہ بمنزلہ حروف تہجی کے ہیں۔ کہ استاد شاگرد کو پہلے انہیں کا سبق دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد اُن حروف کی ترکیب اور لفظ بنانے کی طرف ترقی کراتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اپنے افعال محسوسہ مثل آسمان وزمین وغیرہ کو بمنزلہ حروف تہجی کے بنایا ہے۔ تاکہ بچے ان کو سمجھیں اور علم ان کی قاصر طبیعتوں سے قریب ہو جائے ورنہ جو شخص حروف تہجی کی تعلیم حاصل نہ کریگا۔ وہ مکتوبات کو کیسے سمجھ سکیگا۔ پھر جب اُس نے اپنے افعال ظاہر کیے اور فعل کی بنیاد کو قائم کیا۔ تب آسمان وزمین اور جبال و جمال کو ظاہر کیا چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ آخر تک اور اونٹ کا ذکر اس واسطے فرمایا۔ کہ اِس کی بڑی جسمیت اور قوت اور شدتِ مزاج اور بھاری بوجھ اٹھانے اور قلت مؤنت اور کثرت منفعت اور رفاقت اور نرمی اور انقیاد و اطاعت میں عجیب وغریب قدرت کی نشانیاں ہیں اسی اعتبار سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی مثال اونٹ سے دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ کَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ یعنے مومن نرم مزاج اور نرم دل ہیں جیسے سدھا ہوا اونٹ جب اس کو چلائیں تو چلنے لگتا ہے۔ اور جب کسی پتھر کے پاس اترنے کے واسطے بٹھائیں تو بیٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال ظاہرہ میں سے اسی واسطے اونٹ کا ذکر پہلے کیا ہے۔ کہ وہ ہماری طبیعتوں سے زیادہ قریب ہے تاکہ طالب اُس سے اخلاق حسنہ حاصل کرے یعنی اطاعت اور نرمی اور خفت مؤنت اور قلت زاد اور بوجھ کا اٹھانا اور جو رزق ملگیا۔ اس پر قناعت کر لینی۔ اونٹ کے بعد پھر آسمانوں کا ذکر کیا ہے تاکہ بندہ اونٹ کا حال دیکھ کر اور اُس کے اخلاق سے

آہستہ ہو کر آسمان کی طرف نظر کرے۔ اور بغیر ستون کے اُس کی بلندی اور رفعت اور حرکت کی شدت اور اُس کی لطافت اور صفائی جوہر کو غور کرے۔ پھر اُس کے بعد زمین کا ذکر کیا ہی یعنی طالب زمین کے انقیاد اور اُس کی کیفیت مقدار کو غور کرے۔ اور دیکھے کہ کس طرح اس میں بیج ڈالا جاتا ہے۔ اور روئیدگی کی تربیت ہوتی ہے۔ اور اپنے جواہر کی کیسی حفاظت کرتی ہے۔ اور اسرار کو کیونکر چھپاتی ہے۔ اور کیسی مہربان اور نرم مزاج ہے۔ کہ نیک و بد سب ہی اپنے پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ پھر اُس کے بعد پہاڑوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اُن کے وقار اور ثبات اور رسوخ اور پانی کے چشمہ بہانے اور جواہرات کی کانیں اپنے اندر رکھنے میں غور کریں۔ اور پہاڑوں ہی کے اندر درخت اور دریا اور معاون بھی شامل ہیں۔ دریا اگرچہ اپنے جسم کی حیثیت سے ظاہر ہیں مگر اُن کے اندر جواہرات وغیرہ کے بہت سے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور زمین کی صورت اگرچہ ایک دکھائی دینے والی چیز ہے۔ مگر اُس میں بہت سے اخلاق غیر محسوس ہیں۔ اور آسمان کی ہیکل اگرچہ مرئی ہے مگر اُس میں حکمت کے دوائر اور لطائف غیر محسوس ہیں۔ اور اونٹ بھی اگرچہ ایک محسوس چیز ہی مگر اُس کے اندر جو اوصاف انقیاد اور قناعت وغیرہ کے ہیں وہ طالبان حقیقت پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو آسمان اور اُس کی رفعت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں شخص عالم اور اجزاء معقول کی طرف اشارہ ہے۔ اور زمین اور اُس کی سطح کا جو ذکر فرمایا ہے۔ اُس میں ظاہر مکان اور اُن چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو زمین میں مستقر ہیں۔ اور پہاڑوں کے ذکر میں پتھروں اور اُن کی اقسام اور معاون اور چشموں کی طرف اشارہ ہی اور اونٹ کا جو نام لیا ہے اس میں تمام حیوانات اور اُن کی انواع و جنس کی طرف اشارہ ہے پس گویا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام افعال ظاہرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اُن کے سوا اللہ تعالیٰ کے اور ظاہری افعال نہیں ہیں یعنی تمام محسوسات ان چار کلموں میں مختصر الفاظ اور جامعیت معانی کے ساتھ آگئے۔

محسوسات یا دائمہ ہیں یا مستحیلہ ہیں یا ساکنہ ہیں یا متحرکہ ہیں پس اونٹ سے متحرکات

لہ محسوسات وہ چیزیں ہیں جو حواس خمسہ کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اُن کا ہم ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ مترجم

کی طرف اشارہ ہے اور زمین سے مستحیلات کی طرف اور پہاڑوں سے ساکنات کی طرف اور آسمان سے دائمات کی طرف اشارہ ہے تاکہ چاروں معانی جُد اجدا سمجھ میں آجائیں اور ان کلیات کی جزدیات میں اہل منطق کے نزدیک بہت سے اختلافات ہیں اگر طالب یہ توہم کرے کہ ان سب جزئیات کا احصا کر سکتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ افعال باری تعالیٰ کی انتہا نہیں ہے۔ اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ نہ وہ ماندہ ہوتا ہے نہ اس کو سُستی ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ جو چاہتا ہے کرتا رہتا ہے۔ کوئی شخص اُس کے افعال کا احصا[1] نہیں کر سکتا اور اُسکے جس قدر افعال ہیں سب اُس کی نعمتیں ہیں جو اُس سے صادر ہوئی ہیں۔ کیونکہ نعمت کیا چیز ہے شرف اور کمال کا عنایت کرنا اور اس میں شک نہیں کہ اُس کی سب نعمتوں سے بڑھکر نعمت وجود ہے ؛

اللہ تعالیٰ فاعل ہے یعنی موجد ہے۔ اور اُس کا ایجاد ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز کا ایجاد کرنا اُس کو اور کاموں سے معطل کردے۔ کوئی چیز اُس کو کسی کام سے باز نہیں رکھتی اور ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے۔ پس تمام افعال اُس کے یہ ہیں۔ کہ کل چیزوں کو اُس نے عدم سے وجود میں ظاہر کیا۔ اور ممکن وجود میں اُن کو قرار بخشا۔ پس اس وقت اُسکی نعمتوں اور اُس کے افعال کا شمار کرنا قوت بشری سے خارج ہے جیسے کہ خود اُس نے فرما دیا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنے اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو اُن کا شمار نہ کر سکو گے۔ اور نیز بندوں کے تمام اعمال بھی خدا ہی کے ظاہری افعال ہیں۔ پس جس نے اپنے اعمال میں اُس کو پہچانا۔ اور اس بات کو جانا کہ سب کا فاعل وہی ہے۔ وہ شخص کبھی منفعل نہ ہوگا۔ اور نہ اُس کا فعل متغیر ہوگا۔ اس بات کو معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ کا فعل کسی علت یا آلہ کے توسط سے نہیں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تب تم نے صانع کو پہچان لیا۔ اور صانع ہی فاعل ہے۔ اور عالم کا سوا خدا کے اور کوئی صانع نہیں ہے۔ اور نہ عالم میں بجز خدا کے کوئی فاعل ہے۔ پس اے طالب حریص۔ ظواہر افعال باری تعالیٰ کو جان مثل خلق و رزق اور صنع وغیرہ کے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس فطرت پر نظر کر جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

[1] احصا یعنے اپنے علم کے اندر کسی چیز کو گھیر لینا۔ اس طرح سے کہ کوئی حصہ اس کا غیر معلوم نہ رہے۔ ۱۲ مترجم

اُس کی مخلوق میں تبدیل نہیں ہی۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

دوسری فصل حقائق افعال کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اے رسول کہو) کہ دیکھو کیا کیا (نشانیاں) ہے آسمان و زمین میں۔

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پہلے ظواہر عالم کی طرف نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ حواس اور فہم سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر اس کے بعد اُن کو معرفت اور احکام توحید کے پختہ کرنے کا حکم دیا ہے یعنی عالم کے اندر نظر کرنے کا۔ تاکہ ان عجائب و غرائب صنعتوں کو دیکھیں جو عالم کے اندر پیدا کی ہیں۔ کیونکہ ظاہر افعال حواس و حرکات ہیں۔ اور باطن افعال بینات اور آیات ہیں اور معرفت جو آیات ہی کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا یعنی جب مومنوں کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں پس کل معقولات نفوس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حس اور عقل کے درمیان میں اپنے افعال کے ساتھ انعام کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً یعنے اُس نے تم پر اپنی نعمتیں پورے طور سے کی ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔

ظاہری نعمتیں تو وہ ہیں جو ہم نے بیان کردیں اور باطنی نعمتیں آفاق[ع] اور نفوس میں اسکی آیات جلالیہ پر دلالت کرتی ہیں۔ آفاق میں جو آیات جلالیہ کے دلائل ہیں وہ روحانیات ہیں جو تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم فرشتے ہیں جن کو بجز انبیاء علیہم السلام کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا اور یہ خدا کی نافرمانی بالکل

لہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ یعنی عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں آفاق یعنی اطراف عالم میں دکھلائینگے۔ اور خود اُن کے نفوس کے اندر بھی۔ تاکہ اُن پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن شریف حق ہے ۱۲ سید حسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی (اللھم اغفر لکاتبہ)

ع یہ آیت علم طبعیات یعنی سائنس کی بھی تحصیل کی ترغیب دیتی ہے۔ ۱۲

نہیں کرتے جو کچھ اُن کو حکم دیتا ہے۔ وہی بجالاتے ہیں۔ اور اُنہیں میں سے ایک گروہ کرّوبیوں کا ہے۔ جو خدا کی تقدیس کیا کرتے ہیں۔ اور روحانیات میں سے دوسری قسم جنات اور شیاطین ہیں۔ ان میں بہت سے مختلف طبقہ ہیں۔ بعض ان میں سے نہایت سرکش مفسد اور شریر و مکار ہیں۔ دیو اور عفریت اور شیاطین انہیں کو کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان میں سے مسلمان جنات ہیں یہ خدا و رسول کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن کا مسکن زمین کے گرداگرد ہے وہاں بیٹھے ہوئے خدا کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ شیاطین زمین کے اوپر رہتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں۔ آسمان پر یہ نہیں جاسکتے۔ ان سب کی پیدائش خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال سے ہے۔ اور نیز خداوند تعالیٰ نے افلاک کے واسطے بھی روحانیات پیدا کی ہیں۔ اور سیاروں اور ثوابت کے واسطے بھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مریخ کی خاص روحانیات پیدا کی ہیں ایسے ہی مشتری اور شمس وغیرہ سب ستاروں کی روحانیات بنائی ہیں۔ اور یہ سب خداوند تعالیٰ کے حقیقی افعال میں سے ہیں۔ اور کواکب ثابتہ میں سے ہر ستارہ کے ساتھ پانچ پانچ روحانیات ہیں۔ اور حاملان عرش یعنی عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو پیدا کیا ہے۔ جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اُس کے گرد تسبیح میں مشغول ہیں۔ پس یہ سب آفاق میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور بندوں کو اسی واسطے آسمان و زمین میں نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ ان آیات میں غور کریں۔ اور ان بینات سے نصیحت پائیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وہ باطنی افعال جو نفوس کے اندر ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ خطرہ۔ وہم خیال۔ اچھی چیز کو اچھا سمجھنا بری چیز کا بُرا سمجھنا۔ اخلاق حسنہ کا طبیعت میں پیدا ہونا دلوں کے اندر لطیف باتوں کا حاصل ہونا اور وہ قوتیں[1] جو خداوند تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کی ہیں جیسے مفکرہ[2]۔ حافظہ۔ متخیلہ وغیرہ اور دلوں کے اندر کے ارادہ اور دلوں کا میلان اور عرفان الٰہی کی طرف کھینچ آنا یہ سب خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال ہیں۔ کیونکہ دلوں کی باگیں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ اور سینوں کی کنجیاں اُس کے قبضے میں ہیں۔ جدھر چاہتا ہے۔ اور جسوقت چاہتا

[1] یہ باطنی حواس ہیں۔ [2] فکر و غور کرنے والی ۱۲۔

ہے۔ اُن کو پھیر دیتا ہے۔ کھولتا ہے۔ اور بند کرتا ہے قبض کرتا ہے۔ اور بسط کرتا ہے۔ اور جیسے کہ قلب کے اندر اپنے مخفی افعال میں سے یہ افعال ظاہر کرتا ہے جیسے ایمان اور احسان اور تقریب اور اعمال صالحہ کی توفیق اور نیک باتوں کا الہام کرنا ایسے ہی نفس امارہ کے اندر اپنے مخفی افعال میں سے یہ افعال ظاہر کرتا ہے جیسے عقل کا شر اور نور ہدایت سے حجاب اور تبعید اور تنفیر اور قلب کا نیکیوں سے پھر جانا اور دل میں بری نیت کا پیدا ہونا۔ کیونکہ درحقیقت خیر و شر کا وہی فاعل ہے۔ اور یہ دونوں اُس کے فعل ہیں اسی سبب سے شارع علیہ السّلام نے اپنی اُمت کو تقدیر پر ایمان لانے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ قدر پر ایمان لاؤ۔ اور اُس کا خیر و شر اور میٹھا اور کڑوا سب خدا کی طرف سے سمجھو اور جب حضور علیہ السّلام سے جبرائیل نے ایمان کی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم خدا اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور جنت اور دوزخ اور قدر کے خیر و شر پر ایمان لاؤ۔

پس خیر و شر اور نفع اور ضرر کے ساتھ قدر کا جاری ہونا سب خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال سے ہے۔ اور یہ باطنی افعال نفوس میں اس طرح جاری ہیں جیسے روحانیات آفاق میں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آفاق اور نفوس کو اپنی نشانیوں کا منظر بنایا ہے۔ اور اُن میں اپنے افعال کو جاری کیا ہے۔ اور دونوں طرفوں میں اپنی مخلوق کو ظاہر فرمایا ہے۔ تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ بیشک وہی حق مبدع واحد فعال لما یرید ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہرہ عالم اور اُس کے اجزا ہیں اور افعال باطنہ وہ چیز ہے جو نفس عالم میں ہے اور اُس کے اجزا ہیں۔ پس عالم محسوس ہے۔ اور عالم کے اندر جو ہے وہ معقول ہے۔ اور معقولات محسوسات کے اندر پوشیدہ ہیں جیسے کہ افعال ظاہرہ کے اندر افعال باطنہ پوشیدہ ہیں۔ اور اُس کے افعال ظاہرہ کے محل اشخاص ہیں۔ اور افعال کے محل (یعنی اُن کی پیدائش کی جگہ) نفوس اور عقول ہیں۔ خداوند تعالیٰ

۱؎ یعنی وہ کام کرے جس سے رحمت الٰہی سے دوری ہو۔ ۲؎ نیک کاموں سے نفرت کرنی ۱۲

کی باطنی آیتیں پہلے آسمان وزمین کے اندر ظاہر ہوئیں ۔ پھر انسان کے اندر چنانچہ اسی کی نسبت فرماتا ہے ۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؕ یعنی تمہارے نفسوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ۔ کیا تم کو اُن کو نہیں دیکھتے (دیکھتے تو ہو مگر غور سے نہیں دیکھتے ہو)

خداوند تعالیٰ نے پہلے اُن نشانیوں کے دیکھنے کا حکم کیا ہے ۔ جو عالم کے اندر ہیں پھر اُن نشانیوں کے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے ۔ جو نفوس کے اندر ہیں تاکہ آفاق اور نفوس دونوں کی نشانیاں جمع ہو جائیں ۔ پھر اپنے افعال میں سے سب سے زیادہ لطیف اور چیدہ افعال کو قالب انسانی کے اندر ظاہر فرمایا ۔ اور قالب انسانی میں سے بھی اس شرف کے ساتھ تین اعضا کو مخصوص کیا جو اعضاء رئیسہ کہلاتے ہیں ۔ ان تینوں اعضا میں سے ہر عضو کو اُس نے اپنے افعال خفیہ کا محل بنایا ہے ۔ چنانچہ دماغ میں اس کے افعال خفیہ یہ ہیں حس مشترک ۔ تمیز ۔ تذکیر حفظ خیال فکر وہم ۔ پھر حس مشترک کے پانچ حصہ کر کے اُن سے افعال خفیہ اُس نے ظاہر کیئے ہیں یعنی حواس ظاہری چنانچہ آنکھ میں بینائی کی قوت رکھی اور کان میں سننے کی اور ناک میں سونگھنے کی اور زبان میں چکھنے کی اور تمام کھال میں چھونے کی یہ قوت سر سے پیر تک ساری جلد میں ہے ۔ اور بعض افعال خفیہ اُس نے قلب میں ظاہر کئے ہیں جیسے حیات اور حس حقیقی اور حرکت اصلی اور بعض باطنی افعال جگر میں رکھے ہیں جیسے طبعی قوتیں ۔ مثل ہاضمہ اور دافعہ اور غاذیہ اور ماسکہ اور شہوت کی قوت کو باطن میں جگہ دی ہے ۔ یہ نہایت ہی اللہ کے پوشیدہ افعال میں سے ہے ۔ باوجودیکہ اُس کے آثار ظاہر ہیں ۔ یہانتک کہ اس کے واسطے ایک مخصوص آلہ تیار کیا ہے جو اُس کی مراد کو پورا کرتا ہے ۔ اور اسی کام کے واسطے مخصوص ہے ۔ اور کوئی کام اس سے نہیں لے سکتے اور قوت مولدہ کو انثیین میں جگہ دی ہے ۔

خداوند تعالیٰ کے ان افعال میں سے ہر فعل کے اجزا اور جزویات بہت ہیں جن کی تشریح نہایت طویل ہے ۔ اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال کو ظاہر اور باطن کی دو قسموں میں ظاہر کیا ۔ اور فعل کو انسان پر رکھدیا ۔ اور حقیقت فعل میں بجز تکرار اور تذکار کے کچھ باقی نہ رہا تب فعل کو انسان ہی کے ساتھ

لازم کیا اور انسان کے ذمہ میں کر دیا اور انسانی ہیکل میں اس فعل کو اپنی قدرت کا خلیفہ بنایا۔ تاکہ یہ انسان بھی افعال الٰہی میں سے اُس کام کے کرنے پر قادر ہو جو اُس کی طاقت میں ہے۔ پس انسان بھی حس کے اندر مثل قدرۃ اُولیٰ کے فعل کا فاعل ہو گیا۔ اور جب انسان اپنی عقل کے ذریعہ سے افعال ظاہرہ اور خفیہ کا فاعل ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ نے صنعت کا دروازہ اُس کے اوپر کھول دیا۔ اور آیۃ عمل کو اسی پر ختم فرمایا تاکہ انسان حق کا منفعل ہو اور خلق کا فاعل ہو فعل اور انفعال دونوں کے معنی اِس کے اندر پائے جائیں۔ پس یہ انسان منفعل اس سبب سے ہے کہ خدا سے نیچے مرتبہ میں ہے۔ اور فاعل اس سبب سے ہے کہ کل مخلوقات سے مرتبہ میں بلند ہے۔ اور افعال الٰہی کا محل اور خلق کا آئینہ اور صنع کا عنوان اور قدرت کی برہان ہے۔ اور یہ انسان اپنے نفس کے ساتھ فاعل اور اپنی عقل کے ساتھ مختار ہے۔ اور اپنی روح اور حس کے ساتھ شرف یافتہ ہے اُس کا مرتبہ کل مخلوق میں بلند ہے حق اور باطل کے بیچ میں یہ ٹھیرا ہوا ہے۔ اور کفر و ایمان کے درمیان میں کروٹیں بدلتا ہے نوع انسان میں سے جس نے یہ استعداد حاصل کی کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی افعال کو دیکھے اور آفاق اور نفوس میں اُس کی نشانیاں ملاحظہ کرے۔ پس وہی کامل مومن ہے اور جو اس مرتبہ سے رہ گیا وہ درجہ انسانیت سے بھی محروم ہے۔ بلکہ جنس بہائم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الۡبُکۡمُ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡقِلُوۡنَ۔ یعنی بیشک جانوروں سے بدتر ہیں خدا کے نزدیک وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

پس اے طالب ہم نے افعال الٰہی میں سے جن اقسام کی طرف اشارہ کیا ہے ان کو خوب پہچان اور اپنی آنکھ سے ان کے ظاہر کو دیکھ۔ اور چشم بصیرت سے اُن کے باطن پر نظر کر اور آیات و حرکات سے عرفان کی جستجو کر اور جان لے کہ معقول محسوس میں چھپا ہوا ہے۔ اور محسوس معقول کے ساتھ قائم ہے۔ اور افعال الٰہی ان دونوں سے خالی نہیں ہیں۔ پس جب تو افعال کے ان مراتب کو جان لیگا۔ تب تیرا ایمان قوی ہو جائیگا۔ اور دین تیرا کامل ہوگا۔

اور یہ بھی جان لے کہ وہی حقیقی فاعل ہے۔ اور ہر چیز کا پیدا کنندہ ہے اُس کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ فاعل کل مخلوقات اُس کی قدرت کے نیچے ہیں۔ پس خدا کا فعل وہی حقیقی رہ ہے۔ اور مخلوق عورت ہے۔ کیونکہ توالد بغیر نر مادہ کے نہیں ہو سکتا اور اسی توالد کا نام فعل و انفعال ہے عقل سلیم پر یہ بات روشن اور واضح ہے۔ پس تجھ کو چاہیئے کہ افعال شیاطین کی متابعت سے نکل آئے اور افعال الٰہی میں نظر کرے تاکہ تجھ کو وہ باتیں دکھائی دیں جن میں تیرے دین و دنیا کی بھلائی اور نجات ہو۔ اور یہ بھی تجھ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خلافت کا حصہ افعال الٰہی میں سے بہتر فعل ہو۔ موجودات میں خدا تعالیٰ اس واسطے خلیفہ قائم کرتا ہے تاکہ سب اجزا استغاثہ کے ساتھ خلیفہ کیطرف رجوع کریں اور انتظام قائم رہے۔ اس واسطے خلیفہ کی متابعت بھی تجھ کو ضروری ہے تاکہ تو صنع الٰہی سے واقف ہو۔ اور اس کے خاص مخفی اور مختار فعل کو افعال ظاہرہ و باطنہ میں سے ملاحظہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر متقی پرہیزگار اپنی طرف رجوع ہونیوالے کو دوست رکھتا ہے

پانچواں باب

ترتیب موجودات کے بیان میں

اس کے اندر تین فصلیں ہیں

پہلی فصل۔ پیدائش عالم کی کیفیت اور اس کی ابتدا کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جسنے چھ روز میں آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیری میں پیدا کیا پھر اُنپر اپنا نور چھڑکا

معلوم ہو کہ عالم ایک جامع نام ہے جس کے اندر بہت سے اجزا ہیں۔ جیسے آسمان و زمین اور اُن کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں مولدات اور ارکان وغیرہ سے اور اطلاق کے ساتھ جب یہ نام یعنی عالم بولا جاتا ہے۔ اُس وقت یہ فلک اعلیٰ پر واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کل اشیاء پر شامل ہے۔ اور سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ عالم کے کل اجزا خالق واحد کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں۔ اور ان اجزا میں سے ہر ایک جزو دوسرے جزو سے خالق کی طرف محتاج ہونے اور امکان اور ضعف اور غنا میں برابری کی نسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ خالق کا مخلوق میں تفاوت نہیں ہے۔ بلکہ تفاوت مخلوقات ہی میں ہے۔ مگر نہ خالق کی طرف سے بلکہ اپنی اپنی استعدادوں کی طرف سے کیونکہ عالم کی ہر صنف اور ہر نوع نے اپنی استعداد کے موافق اپنی مقدار کو قبول کیا ہے۔ اور وجود کے اندر وہی شکل اور ہیئت اختیار کی ہے یہ بات نہیں ہے کہ صورت کے بخشنے والے نے بخالت سے کسیکو بری صورت دی۔ اور کسی کی طرف مائل ہو کر اچھی صورت سے اُس کو سرافراز کیا۔ کیونکہ وہ مفیض الوجود بلا منع ولا بخل ہے۔ بلکہ موجودات میں سے ہر ایک نے اپنی قوت اور طاقت کے موافق اپنی صورت اختیار کی ہے ✦

اسی جگہ قلت اور کثرت میں تقدم اور تاخر اور شرف اور نقص کے ساتھ مراتب کا اختلاف ظاہر ہوگا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ✦

عالم کا حادث ہونا صحیح ہے کیونکہ عالم متغیر ہے اور متحرک ہے۔ اس کے واسطے محرک[1] اور مغیر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ تغیر کون و فساد کے درمیان میں ہوتا ہے۔ اور حرکت استحالہ اور انتقال سے ہوتی ہے اور اگر متحرک بغیر محرک کے بذات خود حرکت کرتا ہو۔ تو لازم ہے کہ بذات خود بغیر محرک کے حرکت کرے۔ اور یہ بھی لازم ہے۔ کہ تمام حرکت کرنیوالی چیزیں کمال کی طرف حرکت کریں۔ یہ بات نہیں رہی بلکہ لازم ہے کہ کمال محرک کے ساتھ ہو۔ کیونکہ اُس کو غیر سے استعانت چاہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ متحرک غیر کا محتاج ہے یا تحریک کے ساتھ یا تسکین کے ساتھ

[1] یعنے حرکت دینے والا اور اُس کے اندر تغیر کا پیدا کرنیوالا۔ [2] یعنی جب کسی چیز کو حرکت ہوگی تب اُس کا کوئی حرکت دینے والا ہوگا۔ اور جب کوئی حرکت کرنیوالی چیز ٹھہرے گی۔ تب اس کا کوئی ٹھہرانیوالا ہوگا ✦

سب سے پہلی حرکت وجود کی طرف ہے۔ جو چیز کہ نہ تھی پھر ہوئی۔ اس کے واسطے تکوین ضروری ہے۔ پھر اُس کا تکوین اُس کو وجود کی طرف لاتا ہے۔ وہ مکون جسنے اُس کو تکوین بخشا ہے۔ وہ غیر کے تصرف سے منزہ ہے۔ اور وہ خدائے واحد ہے یعنی وہ ذات پاک جس کی طرف تمام موجودات حدوث اور تکوین میں محتاج ہیں۔ پس جب اُس چیز نے موجد مطلق سے وجود کو قبول کر لیا۔ تب وہ احکامات مختلفہ کے قابل ہوگئی اور اپنے حدوث کے ساتھ اپنے خالق اور موجد کی قدامت پر دلیل ہوئی۔ اور اُس کا احتیاج اِس کے خالق کے جود و کرم اور عنایت کی دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عالم بحیثیت خود محدث اور خالق کی حفاظت اور عنایت کا محتاج ہے۔ اور کل اس کے اجزا اُس کے سامنے ذلیل ہیں اور اس کا احتیاج ہی اِس بات کی گواہی ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اِس کا محرک اور خالق ہے۔ اور یہی گواہی اِس کی تسبیح ہے۔ جو اُس جزو سے صادر ہوتی ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ مگر تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ اور فرمایا ہے۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا یعنی جو چیز آسمان وزمین میں ہے۔ سب خدا کی حضور میں بندگی کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اور فرماتا ہے۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اللہ ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہیں سب چیزیں جو آسمان و زمین میں ہیں ؂

جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عالم حادث ہے۔ اور حدوث کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ یہ محتاج ہونا ہے ایسے موجود سابق کی طرف جس سے پہلے کوئی موجود نہ ہو۔ اور یہ موجود جس سے پہلے کوئی موجود نہیں ہے۔ ذات باری جل شانہ ہے۔ جس نے کل چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ بغیر کسی غرض اور طمع اور فساد اور کسی دوسرے کی ضرورت اور احتیاج کے بلکہ محض اپنے تقاضائے جود اور اتساع قدرت کے سبب سے۔ پس اسی نے بغیر کسی آلہ اور مادہ اور مدت اور موضوع کے پیدا کیا اور یہ مبداءِ اوّل (یعنی وہ چیز جسکو خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ پھر سب چیزیں اُس سے پیدا کیں) ایک

صاف جوہر تھا کامل اپنی ذات میں اور اپنے غیر کی عقل رکھنے والا اور سمجھنے والا پھر اُس جوہر کی آنکھوں میں خداوند تعالیٰ نے وحدانیت کا سرمہ لگایا۔ اُس وقت اُس نے دو نظریں کیں۔ ایک نظر کمال ابداع کی طرف اور دوسری نظر نقص حدوث کی طرف۔ پس ان دونوں نظروں کے بہم واقع ہونے سے فعل اور انفعال ظاہر ہوئے۔ کیونکہ فعل نقصان کے مشابہ ہے۔ اور نقصان مُبدَعٌ[1] کے اپنی ذات کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہی نقص اور کمال فعل اور انفعال پر دلالت کرتے ہیں۔ جو دونوں نظروں سے پیدا ہوئے ہوئے ہیں۔ اور یہی مضمون اللہ تعالیٰ کے لفظ کُنْ میں پوشیدہ ہے۔ یعنی کاف اُس کمال کا محل ہے جو فعل میں رکھا ہوا ہے۔ اور مبدِع کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور نون اُس نقصان کا محل ہے۔ جو انفعال میں رکھا ہوا ہے۔ اور مبتدع کے اپنے حدوث کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

یہی فعل اور انفعال سب سے پہلی دو اصلیں ہیں۔ پھر انسے تمام عالم کا وجود ہوا ہے۔ اور یہ دونو کون وفساد کی دونو طرفوں میں جاری ہیں۔ اور تمام کائنات انہیں سے پیدا ہوتی ہی۔ اور ان دونو قوتوں فعل و انفعال سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے۔ فعل خدائے عظیم و قدیم کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ اور انفعال حادث کے قبول سے پیدا ہوا ہے۔ اور یہ دونو بمنزلہ نر و مادہ کے ہیں فعل نر ہے۔ اور انفعال مادہ ہے۔ اور یہ دونو حکم الٰہی سے حادث ہیں

پس کلمہ اوّل یا اَبْدَعَ اللہُ مِنْ ذَاتِہٖ ایک جامع اور منزہ کلمہ ہے۔ استعارہ اور عبارت اور زمان ومکان سے اور یہی کلمہ امر آلہیت میں پوشیدہ تھا۔ پھر جب وحدت اور ہویت محضہ نے آلہیت کا لباس پہنا یہی کلمہ اُس کا امر ہوگیا۔ اور اُس سے ایک جوہر کامل الذات و الصفات ظاہر ہوا اور اُس جوہر نے اپنی ذات کی طرف ایک نظر کی اور ایک نظر اپنے خالق کی طرف کی پس انہیں دونو نظروں سے فعل اور انفعال کی قوتیں ظاہر ہوئیں فعل نے عقل کی ذات میں قرار پکڑا۔ اور انفعال نے نفس میں جگہ

[1] مبدَع یعنی وہ جوہر جو پیدا کیا گیا ہی۔ اور مبدِع اس کا پیدا کرنیوالا یعنی خداوند تعالیٰ ۱۲

پائی۔ اسی سبب سے نفس عقل سے منفعل ہوا اور عقل نے نفس کے اندر فعل شروع کیا۔ اور
اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے اوپر سے ان کے باہم ملنے جلنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ توالد و تناسل
قائم ہو۔ اور یہ حکم آلہی گویا ان دونوں کے نکاح کا خطبہ تھا۔ عقل مرد اور نفس عورت گویا کہ
آدم اور حوا ر عالم اشخاص میں عقل اور نفس ہی کی مثال ہیں۔ پس پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ
نے پیدا کی وہ نفس ہے۔ اور پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ نے ابداع کی وہ عقل ہے۔ اور خلق اور ابداع
کا فرق تم کو معلوم ہو گیا ہے۔ پس سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیح علم کے کلمہ
کے ساتھ پیدا کی۔ وہ ایک جوہر کامل عاقل تھا۔ عرفان اور عقل اور کمال اور شرف اور
تقدیم اور رجولیت کے ساتھ موصوف اور یہ جوہر پاک تھا۔ الوان اور اشکال اور مقادیر اور
کمیات اور ہیئات سے اور اس میں اور اس کے مبدع میں کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ یہ خود
واسطہ بنا کل اشیاء اور خالق کے درمیان میں۔ پھر اس عقل ہی کے واسطے سے ایک جوہر
کامل عاقل زندہ عالم بالقوت، نہ بالفعل درجہ اعتدال پر قائم پیدا کیا یہ نفس تھا۔ کیونکہ
نفس عقل کے فیضان کا محتاج ہے جیسے کہ عورت مرد کے نطفہ کی احتیاج رکھتی ہے
تاکہ اپنے رحم میں اس کی تربیت دے کر انسان بنائے۔ پس اسیطرح نفس اول عقل
کے نطفہ کا محتاج ہوا۔ اور اس کا عاشق بن گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جوہر عقل کو بھی اس کی
طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا۔ تاکہ اس کے اندر تخم افشانی کرے۔ کیونکہ اس میں تخم کے
قبول کرنے کی فطرتی قابلیت تھی۔ پھر اللہ تعالے نے نفس کے پیدا کرنے کے بعد قوت
ہیولیٰ کو پیدا کیا۔ یہی مادہ ہے۔ جو سب صورتوں کو قبول کرتا ہے۔ جیسے کہ شہوت کا مادہ
تمام اقسام حیوانات میں ہے۔ اگر یہ شہوت گھوڑے کو دامنگیر ہوئی تو اس سے گھوڑے
ہی کی صورت پیدا ہو گی۔ اور اگر گدھے کو دامنگیر ہوئی تب اس سے گدھا ہی ظاہر ہو گا۔
اور اگر نوع انسان میں برانگیختہ ہوئی۔ تب انسان ہی پیدا ہو گا۔ پھر ہیولیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ
نے طبیعت کو پیدا کیا۔ اور یہ قوت موافق حکم فعل و انفعال کے ہیولیٰ پر مسلط ہوئی۔
اور اسی سے صورت کا کام پورا ہوا۔ یہی قوت ہیولیٰ کو اس صورت کے ساتھ جو
اس کے لائق ہے آراستہ کرتی ہے۔ جیسے کہ آسمان کے ہیولیٰ کو آسمانی

صورت عنایت کی۔ اور انسان کے ہیولیٰ کو انسانی صورت اور گھوڑے کے ہیولے کو گھوڑے
کی صورت بخشی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اِس قوت طبعی سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔
اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَسُوْقُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے۔ جو
اھل کو اہل کی طرف چلاتا ہے۔ پس یہ فرشتہ یہی قوت طبعی ہے۔ جو ہر صورت کو اُس
کے مناسب مادہ کی طرف لیجاتی ہے۔ پس گویا کہ طبیعت ہیولیٰ پر وکیل مسلط ہو گئی۔ پھر اُس
کے بعد اللہ تعالیٰ نے حرکت مطلقہ کو پیدا کیا۔ یہ حرکت نفس طبیعت کے اندر ہے۔ تاکہ
طبیعت حرکت کرے۔ اور اُس کے سبب سے مادہ اور صورت بھی حرکت کریں۔
چنانچہ طبیعت حرکت کرنے لگی۔ پھر اُس کو ہیولیٰ جسمیہ کے ساتھ متعلق کیا۔ تب
جسمیت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ طبیعت حکم الٰہی سے جسم مطلق کی صورت میں ظاہر ہوئی۔
اور اللہ تعالیٰ نے اِس کو عالم کا قالب بنایا۔ یہی جسم فلک اعلیٰ ہے۔ پھر اسی جسم مطلق
سے اللہ تعالیٰ نے تمام افلاک پیدا کیے۔ یعنی طبیعت نے فلکِ اعلےٰ میں تصرف کر کے
اُس کے نو حصے کر دیئے جس سے نو افلاک ظاہر ہوئے۔ اور افلاک البروج میں کواکب
کو پیدا کیا جن میں سے سات سیارے جُدا ہو کر یک ایک فلک میں منضم ہوئے۔ اور یہ
طبیعت تصرف کرتی ہوئی فلک قمر کے پاس آئی۔ یہ سب سے آخر فلک ہے۔ اس میں
بھی اس نے تصرف کیا۔ اور اُس کو حرکت دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہیولیٰ مطلقہ سے
ارکان اربعہ کا مادہ پیدا کیا یعنے عناصر اربعہ کو جو مختلف صورتوں کے قابل ہیں۔ اور ان
کو آسمانوں کے بیچ میں مرکزِ عالم پر جگہ دی۔ یہ نقطۂ دائرہ کے بیچ میں ہے جیسے کہ قلب
ہوتا ہے۔ تمام اعضا اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ مرکز عالم گویا قلب عالم
ہے۔ اور یہ مرکز محسوس نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک نقطہ موصوفہ غیر منتجزیہ اور غیر متحرک ہے۔
اسی کی طرف تمام عالم قرار پکڑتا ہے۔ اور اسی پر سارے عالم کا مستقر ہے۔ پھر اللہ تعا
نے قوت طبعی کے ساتھ ارکان کے اندر مزاج کو پیدا کیا جس کے باعث سے ارکان
ایک دوسرے سے خلط ملط ہوئے۔ اور مختلف اشیا ارکان سے ظہور ہوا۔ چنانچہ
سب سے پہلے معدنوں کے اندر جواہرات پیدا ہوئے۔ ابتدا ان کی بہت کمزور

تھی۔ مگر پھر قوتِ طبعی کے تصرف سے ان کو قوت پہونچی اور یہ نہایت مضبوط ہو گئے۔ جیسے مونگا وغیرہ اسی طرح نہروں کے کنارہ پر نباتات اور اشجار کا ظہور ہوا۔ ان کی ابتدا بھی بہت ضعیف تھی۔ جب پیدا ہوئے تو گھاس ہی کی طرح کم زور تھے۔ مگر قوتِ طبعی نے ان کو نہایت تنومند درخت بنا دیا۔ اور حیوانات کی طرح سے اُن کو بھی تزویج اور تغذیہ کی ضرورت ہوئی۔

پھر طبیعت نے حیوانیت کی طرف رجوع کی اور نہایت ہی کمزور کمزور چیونٹی سے بھی چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا کیے۔ اور پھر اُن کو پرورش کر کے بڑے بڑے ہوام اور حشرات الارض بنا دیا۔ اسی طرح دواب اور وحوش و طیور میں تصرف کیا۔ جس سے ہاتھی وغیرہ بڑے بڑے حیوان پیدا ہوئے۔ اور ذہن اور تمیز کو انہوں نے قبول کیا۔ پس ہاتھی انتہا درجہ کا حیوان ہے جیسے کہ کھجور سب سے اونچا درخت ہے۔ ایسے ہی مونگا سب سے بڑا معدن ہے۔

چنانچہ نباتیت اور صورتِ نخل حیوانیت کی بدایت ہے۔ اور صورتِ فیل انسانیت کی بدایت ہے اور صورتِ انسانیت نبوت کی بدایت ہے۔ ان سب کاموں سے فارغ

۱؎ یعنی جسوقت مزاج نے ارکان کے اندر تصرف کر کے نباتات کو پیدا کیا اور کھجور جو سب سے اونچا درخت ہے اس کے اوپر نباتات کے کمال کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد جو مزاج نے ترقی کی اُس سے حیوان ظاہر ہوا یعنی نشو و نما اور چھوٹی مقدار کے ساتھ پیدا ہو کر بڑی مقدار حاصل کرنے اور غذا کے محتاج ہونے میں نباتات اور حیوانات برابر ہیں۔ مگر حیوانات میں یہ ترقی زیادہ ہے کہ اُن کو ادراک اور شعور بھی حاصل ہے۔ جو نباتات کو حاصل نہیں ہے۔ پس نباتات کی انتہا حیوانات کی ابتدا ہے۔ پھر اُس کے بعد حیوانات میں سب سے بڑا جانور ہاتھی ہے۔ وہ جو اوصاف رکھتا ہے۔ اور سب انسان کے اندر موجود ہیں۔ مگر انسان میں عقل اور شعور کا مادہ اُس سے بڑھا ہوا ہے۔ اس حساب سے حیوانات کی انتہا انسان کی ابتدا ہے ۱۲

۲؎ یعنی جب انسان نے تمام حیوانات اور نباتات وغیرہ پر کمال حاصل کیا تب انسان کے اندر چند افراد اپنا دعلم اور معرفت الٰہی کے ساتھ ایسے مخصوص ہوئے۔ جن کے مرتبہ کو اور کوئی انسان نہ پا سکا اور نہ وہ مرتبہ کوشش سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ بھی مادہ کی قابلیت سے ایسا ہی تعلق رکھتا ہے۔ جیسے انسانی صورت انسانی مادہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اگر کوئی حیوان چاہے۔ کہ میں انسان بن جاؤں۔ یا کوئی درخت چاہیئے کہ میں حیوان بن جاؤں یا کوئی درخت چاہے کہ میں حیوان بن جاؤں تو نہیں بن سکتا۔ ایسے ہی اگر کوئی انسان چاہے کہ میں نبی بن جاؤں تو نہیں بن سکتا۔ وہی نبی ہوگا۔ جس کے مادہ نے نبوت کو قبول کیا ہے ۱۲

ہو کر طبیعت نے انسانی پیدائش کی طرف توجہ کی۔ اور شکل اتم یعنی صورت حسن اور مزاج اعدل کے ساتھ اُس کو پیدا کیا جیسا کہ ہم عنقریب اِس بیان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

اور صورت انسانی کی پیدائش کے وقت طبیعت واقع ہوئی اور خلقیت تمام ہو کر قدرت کمال کو پہنچی اور الٰہیت منتہی ہو کر خلافت لازم آئی اور ربوبیت کا اتصال ہوا۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ پس گویا صورت انسانی مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے۔ امواج طوفان کے درمیان میں۔ اور اس صورت انسانی کے ساتھ کمال کا متصل ہونا استوا رحمٰن کے ہے عرش پر

پس اِس صورتِ انسانی کو پیدا کر کے خالق فارغ ہو گیا۔ اور سب سے بہتر صورت اور مستحسن ہیئات یہی اس کو معلوم ہوئی کیونکہ جو کمالات اُس نے اس صورت میں پائے وہ اور کسی صورت میں نظر نہ آئے۔ پس اس وقت سب موجودات میں سے خلق سے زیادہ قریب عقل ہوئی اور کل مخلوقات میں عقل سے زیادہ قریب نفس ہوا۔ اور کل مصنوعات میں نفس سے زیادہ قریب جسم مطلق ٹھہرا اور یہ سب موجودات مراتب عدد میں مرتب ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔ یعنی ہر چیز کا اُس نے گن گن کر شمار کر لیا ہے۔ اور موسےٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ یعنی اُس نے سب چیزوں کا احصا کر لیا ہے۔ اور سب کو اچھی طرح سے گن لیا ہے۔

پھر نوع انسان میں سے اُس نے بعض افراد کو علم و عمل کے ساتھ برگزیدہ کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اُن کے واسطے رحمٰن عنقریب محبت کر دیگا۔ اس محبت سے مراد امتیاز کی ہے۔ جو کل مخلوقات میں سے اُنکو عنایت کریگا۔ اور ایمان سے علم اشیاء اور عمل سے بموجب علم کے کاربند ہونا مراد ہے۔ پس عقل واحد یعنی خدا وند تعالیٰ سے دوسرے مرتبہ پر ہے۔ اور نفس عقل سے دوسرے مرتبہ پر اور یہ ہوئی تیسرے مرتبہ پر ہے۔ کیونکہ اُس میں قبول افعال کا مادہ ہے۔ پھر طبیعت اُن سے چوتھے مرتبہ پر ہے کیونکہ اُس میں اخلاط اربعہ ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ پر حرکت ہے۔ کیونکہ اُس میں

حواسِ خمسہ کی پانچوں طرف حرکت کا منقسم ہونا ہے۔ اور نیز حرکتیں بھی پانچ ہیں۔ چار افلاک کے نیچے اور ایک خاص افلاک کی حرکت۔ چھٹے مرتبہ پر افلاک ہے۔ اور یہ جسم ہے کیونکہ یہ چھہ (۶) جہتوں کو قبول کرتا ہے۔ پھر یہی جسم چھٹے مرتبہ میں سات افلاک پر تقسیم ہوا۔ اور یہ ساتواں مرتبہ ہے۔ پھر آٹھویں مرتبہ پر ارکان مفردہ و مرکبہ ہیں۔ اور نویں مرتبہ پر مولدات کا مزاج ہے۔ پھر دہائی کے نمبر پر حضرت انسان ہیں جیسے کہ گنتی دس کے عدد سے پوری ہوتی ہے۔ ایسے ہی صورت (مطلقہ) صورتِ انسان سے کامل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنے بیشک پیدا کیا ہم نے انسان کو اچھی شکل و صورت میں۔ پس اس صورت انسانی کے سوا نہ اور کوئی صورت ہے۔ نہ رتبہ ہے۔ نہ زینت ہے۔ کیونکہ اور جس قدر اقسام مخلوقات ہیں۔ سب ایک دوسرے سے صورت یا صفت میں مشابہ ہیں۔ سوا انسان کے یہ کسی سے مشابہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی مخلوق اس سے مشابہ ہے۔ پس یہ مخلوق مثل اپنے خالق کے یکتا ہے۔ یعنی انسان لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ جیسے کہ اس کے خالق کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ایسے ہی اس کی مثل بھی کوئی مخلوق نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے امثال کی نفی کی ہے ایسے ہی انسان کی ذات سے بھی امثال کی نفی کی ہے چنانچہ فرمایا: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مخصوص صورت کے ساتھ جو تمام صورتوں میں برگزیدہ ہے پیدا کیا ہے۔ اور اسی سبب سے انسان کا کوئی شریک اور نظیر نہیں ہے۔

پس مفردات میں سے ذات جناب باری سے زیادہ قریب عقل ہے۔ اور مرکبات

لہ حواس خمسہ یہ پانچ حواس ہیں ذائقہ یعنی چکھنا شامہ یعنے سونگھنا۔ سامعہ یعنی سننا۔ لامسہ یعنی چھونا۔ باصرہ یعنی دیکھنا یہی پانچوں حواس ظاہری ادراک کا ذریعہ ہیں۔ مگر ان سے حقائق اشیاء کا علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حواس رنگ اور صورت اور مزہ اور بو ہی کے معلوم ہونے کا فائدہ دیتے ہیں۔ سلہ جہات ستہ یہ ہیں امام یعنی آگے۔ خلف یعنی پیچھے۔ یمین یعنی داہنا یسار یعنی بایاں فوق یعنی اوپر تحت یعنے نیچے ۱۲ سلہ ارکان مفردہ یعنے عناصر اربعہ۔ آگ۔ ہوا۔ پانی۔ خاک ہیں ۱۲
سلہ مولدات ثلثہ یعنے حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات سب جاندار ہیں۔ نباتات تمام روئیدگی اور درخت وغیرہ ہیں۔ جمادات میں تمام معدنیات اور پتھر وغیرہ ہیں ۱۲
سلہ اور اگر تم پیٹھ پھیر لوگے تو وہ تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئیگا۔ اور پھر وہ تمہاری مثل نہ ہونگے ۱۲

میں سے سب سے زیادہ جناب باری کا مقرب عاقل یعنی حضرت انسان ہے۔ اور کل اشیاء عقل و عاقل کے درمیان میں ہیں۔ اور معقول محض وہی ذات خداوند تعالیٰ ہے۔ اور کل موجودات میں سے اُس کی زیادہ مقرب عقل[1] ہے۔ اور عقل کا شرف عاقل سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس عالم عاقل کا تابع ہے۔ اور عاقل عقل کا لباس ہے۔ اور عقل عبداللہ اور عنداللہ اور مع اللہ ہے اور غیراللہ کی طرف اُس کی نظر نہیں ہے۔ جب کہا جاتا ہے۔ عالمِ غیب تو اُس سے عقل ہی مراد ہوتی ہے۔ اور جب کہا جاتا ہے۔ عالمِ شہادت تو اُس سے عاقل مراد ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غیب و شہادت دونوں کا عالم ہے۔

مکان (یعنی ظرف) فلک کے اندر داخل ہے۔ اور زمان (یعنی ظرف) فلک کی حرکت سے ہے۔ فلک کی پیدائش سے پہلے نہ مکان تھا نہ زمان۔ اور جب زمان ہی نہ تھا تب پھر سال اور مہینے۔ اور رات دن کہاں تھے فقط اللہ تعالیٰ اپنی ہویت اور وحدت کے ساتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (یعنی پیدا کیا اُس نے آسمان و زمین کو چھ روز میں پھر قائم ہوا عرش پر)۔ اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو نیم ملّا اور طفلان مکتب بیان کرتے ہیں۔ یعنی بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں دنوں کا اندازہ کر کے اُس اندازہ میں عالم کو پیدا کیا اور بعضے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دنوں کو پیدا کر کے پھر اُن میں عالم کو پیدا کیا۔ بعض کہتے ہیں اُن دنوں سے جو آیت میں مذکور ہیں دنیا کے دن مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آخرت کے دن ہیں اور اس آیت کو یہ لوگ حجت پیش کرتے ہیں وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کا یعنی تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کی برابر ہے۔ حالانکہ یہ جاہل یہ

[1] عقل کی حقیقت میں بہت اختلاف ہے۔ اور ہر ایک اپنی عقل کے موافق اس کی ماہیت بیان کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقل ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کی کیفیت کا ادراک ہمارے وہم میں نہیں آسکتا اور فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ عقل ایک روشن حس کرنے والا اور فائدہ دینے والا جوہر ہے۔ روح میں یہ داخل ہوتا ہے۔ اور مثل روح کے اُس کے واسطے بھی جسم میں زندگانی ثابت ہوتی ہے۔ پس روح کے واسطے اعمال اور احوال عقل ہی کے اتصال سے پہنچتے ہیں جیسے کہ جسم کے اعمال اور افعال روح کے اتصال سے ہوتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت سے اقوال ہیں اور ان کی بحثیں مطولات میں مذکور ہیں ۱۲

سید لبیبن علی چشتی نظامی دہلوی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ (اللہم اغفر لکاتبہ)

نہیں سمجھتے کہ خدا کے ہاں نہ صبح ہے۔ نہ شام جیسا کہ کلام فیض انجام سیدنا و سید الانام ﷺ
سے ظاہر ہے۔ فرمایا ہے لَيْسَ عِنْدَ رَبِّيْ صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ[۱] یعنے میرے رب کے ہاں
نہ صبح ہے نہ شام۔ اور وہ منزہ اور پاک ہے زمان و مکان سے۔ اس نے یہ عبارت لطیف
یعنے آیت شریف محض لوگوں کے سمجھانے کے واسطے فرمائی ہے۔

اصل اس آیت کے معنی اور مطلب یہ ہے کہ دن آفتاب کے ظہور کی مدت کو کہتے
ہیں جس وقت تک آفتاب ظاہر رہتا ہے۔ سب چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور اس اتنے
ہی وقت کا نام دن ہے۔ کیونکہ یہ روشن ہے اور اس کا فائدہ یہی ہے۔ کہ اس کے
اندر نور کا ظہور ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے کل چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔

آیت شریفہ میں دنوں سے صفات الٰہی مراد ہیں۔ اور صفات الٰہی کا ہم ذکر کر چکے ہیں
کہ جن میں سے بعض صفات ذاتی ہیں۔ اور وہ وہ ہیں جن سے خلق اور ابداع کے
اسباب پورے ہوتے ہیں۔ یعنی ارادہ۔ قدرت۔ علم۔ کلام۔ امر۔ ابداع۔ بس یہی چھ
صفتیں وہ چھ دن ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ
نے جانا اور ارادہ کیا اور اس ارادہ پر قادر ہوا اور اپنے علم کے ساتھ کلام کیا اور جو فرمایا
اس کا امر کیا پھر مامور کا ابداع کیا۔ یہانتک کہ عالم کا اساس ظاہر ہوا چنانچہ اسکا فرمان ہے
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنے ابداع کرنیوالا

[۱] لیس عند ربی صباح ولا مساء اس حدیث کی تفسیر میں اگر ایک طویل کتاب بھی لکھوں تب بھی اس کے مطالب پورے نہ ہوں۔ مگر میری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو عوام الناس ظلمت سمجھتے ہیں وہ ظلمت نہیں ہے اور نہ جس کو نور سمجھتے ہیں وہ نور ہے یعنی عوام کا خیال ہے کہ رات ظلمت ہے اور دن نور یعنی روشنی ہے۔ یہ اُن کے خیالات نہایت خام اور کمزور ہیں۔ بلکہ ان معنوں ظلمت کا دنیا میں وجود ہی نہیں ہے ظلمت کے صرف معنی جہل کے ہیں اور نور علم ہے اس کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں ہیں اگر ہم رات کو ظلمت کہیں اور دن کو نور کہیں تب بہت سی قباحتیں لاحق ہونگی۔ ایک یہ کہ ظلمت اصل ٹھہرے گی اور نور عارضی ہوگا۔ حالانکہ نور اصل ہے اور ظلمت عارضی ہے وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل میں انشاء اللہ ایک رسالہ لکھونگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر رات ہی کو ظلمت کہا جائے تو چاہیئے کہ اس ظلمت کا اثر کل حیوانات کو محسوس ہو۔ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ درندے اور بعض طیور کو دن رات برابر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رات کی ظلمت صرف انسان کی کمزوری ہے اور کچھ نہیں۔ اور اس ہمارے قول کی تائید میں یہ حدیث شریف ہے۔ لیس عند ربی صباح ولا مساء ۱۲ سید یسین علی نظامی دہلوی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ۔ اللھم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہا ۱۲

ہے۔ وہ آسمان و زمین کا جب کسی چیز کا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پس اُس سے فرماتا ہے ہو وہ ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں انہیں صفات کی طرف اشارہ ہے۔ جو دوسری آیت میں لفظ ایام کے ساتھ ظاہر کی گئی ہیں۔ اور جن میں حی قیوم کا نور ظاہر ہوا ہے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایام یعنی صفات میں عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اُس نے جو عالم کو چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ ان چھ دنوں سے چھ جہات مراد ہیں جن سے عالم کا خارج ہونا ممکن نہیں ہے۔ تم پہلے جان چکے ہو۔ کہ جسم وہی عالم ہی پس جہات ستہ عالم کے ساتھ محیط ہیں۔ اور جہات ستہ یہ ہیں یعنی چھ طرفیں جن سے کوئی چیز باہر نہیں ہو۔ فوق یعنے اوپر تحت یعنے نیچے خلف یعنے پیچھا۔ اَمام یعنی آگا۔ یمین یعنی دایاں یسار یعنی بایاں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں چھ جہات میں آسمان و زمین کو پیدا کیا ہو۔ ان چھ جہات سے نہ یہ نکل سکتے ہیں نہ ان کی خلاصی ان سے ممکن ہے۔ پس جب اُس نے عالم کو اپنی ذات کے ایام صفات میں پیدا کیا۔ اس کی حدود اور جہتیں ظاہر کر دیں اور خود اپنی ذات کا صفات اور جہات سے منزہ ہونا اس جملہ کے ساتھ بیان فرمایا ثم استوٰی علی العرش یعنی پھر عرش وحدانیت پر قائم ہوا اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ یعنے اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔ اور ایک دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چھ روز میں آسمان و زمین کو پیدا کیا یعنی تین چیزیں آسمانوں میں یعنی آسمان اور کواکب اور ملائکہ اور تین چیزیں زمین میں پیدا کیں۔ معدنیات نباتات اور حیوانات پھر عرش پر قائم ہوا یعنے انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی تصویر اور ترکیب کو وجود میں لایا۔ اور انسان کی صورت کو جو ساتویں روز کی مثل ہو اور صورتوں میں ایسا ممتاز کیا جیسے

سلہ مصنف رہ نے اس آیت کی نہایت قابل قدر تفسیر کی ہے۔ اور اس کی توضیح اس طرح ہی جو حضرت شیخ ابن عربی نے اپنی تفسیر میں ثبت فرمائی ہو اور میں اُس کا خلاصہ نقل کرتا ہوں خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام یعنی خداوند تعالیٰ آسمان ارواح اور زمین اجساد میں چھ ہزار برس پوشیدہ رہا۔ کیونکہ خدا کے ہاں کا ایک روز انسانوں کے شمار سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ اور یہ پوشیدگی پیدائش آدم سے لے کر حضور کے زمانہ تک ہے۔ اس لیے کہ خلق کے معنے حق کا مظاہر خلقیہ میں پوشیدہ ہونا ہیں۔ اور ساتواں دن زمانۂ نبوت سے ظہور مہدی علیہ السلام تک ہے۔ ثم استوی علی العرش یعنی قلب محمدی پر پورے تجلے کے ساتھ قائم ہوا اپنی کل صفات کے ساتھ۔ ۱۲

جمعہ کا روز اور دنوں میں ممتاز ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہیے کہ ملائکہ ہفتہ کا روز ہیں جو ہفتہ میں پہلا دن ہے۔ اور کواکب اتوار کا روز ہیں۔ یہ ہفتہ کا دوسرا دن ہے۔ اور افلاک بمنزلہ پیر کے روز کے ہیں۔ اور معدنیات بمنزلہ منگل کے روز کے ہیں۔ اور نباتات بمنزلہ بدھ کے روز کے ہیں۔ اور حیوانات بمنزلہ جمعرات کے روز کے ہیں۔ اور انسان بمنزلہ روز جمعہ کے ہے یعنی جیسے کہ جمعہ کے روز سب لوگ نماز کے واسطے جمع ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تمام آسمان و زمین کی اشیاء کو جمع کیا ہے۔

انسان عرش توحید ہے۔ اور عرش پر خدا کے قائم ہونے سے اہل توحید پر عرفان کا ظاہر کرنا مراد ہے۔ ماحصلہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اقسام آسمان و زمین کو پیدا کر کے عرش توحید پر قائم ہوا جس سے انسان مراد ہے یعنی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کل مخلوقات پر اس کو بزرگی دی۔ اور وہ چھیوں چیزیں بمنزلہ ان ذروں کے ہوئیں جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ[ط] یہ ذکر تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ اور استوار علی العرش بمنزلہ انشاء ثانیہ ہوا جو ساتواں دور ہے۔ پس ان چھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتویں کے ساتھ پورا کیا یعنی عالم کو انسان کے ساتھ کامل فرمایا۔ اور اپنے تصرف کے ساتھ انسان پر قائم ہوا يُغْشِي اللَّيْلَ الْجَهْلَ النَّهَارَ الْعِلْمَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ الْعَقْلَ وَالْقَمَرَ النَّفْسَ وَالنُّجُومَ الْحَوَاسَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ الشَّخْصُ وَالْأَمْرُ الرُّوحُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ رات یعنی جہالت کو دن یعنی علم کا پردہ پوش بناتا ہے جو اس کے پیچھے دوڑ کر آ رہا ہے اور سورج یعنی عقل اور چاند یعنی نفس اور ستارے یعنی حواس سب اس کے حکم کے تابعدار ہیں۔ سن لو کہ اسی کے واسطے ہے خلق یعنی جسم اور امر یعنی روح برکت والا ہے۔ اللہ رب تمام عالموں کا۔

[ط] یعنی طب کے بیان میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کی ابتداء آفرینش منی سے ہے پھر پشت میں نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم کے اندر علقہ کی صورت میں منتقل ہوا۔ پھر مضغہ بنا پھر ہڈیاں بنیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ پھر جب انسان رحم سے دنیا میں تشریف لایا۔ اسوقت اس کی انشاء ثانیہ شروع ہوئی یعنے بچہ سے بڑا ہوا اور اوسط عمر کو پہونچا۔ پھر بڈھا ہوا۔ پھر مر گیا اور سب دوروں کا خاتمہ ہوا۔

اے طالب ہم نے ان آیات کی جو شرح بیان کی ہے۔ اس کو خوب سمجھ اور خلق کی کیفیت اور موجودات کے مراتب اور اتمام عدد بعقد عشرہ کو معلوم کر اور اپنے رب سے عجز و زاری کے ساتھ خفیہ دعا کر اور حد سے بڑھنے والوں کو وہ یقیناً دوست نہیں رکھتا ہے۔

دوسری فصل

ان احادیث کے بیان میں جو لفظ اوّل کی نسبت وارد ہوئی ہیں

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ (الحدیث) یعنی سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ عقل ہے۔ اور نیز حضور نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔ وہ میرا نور ہے۔ اور یہ بھی حضور علیہ السلام ہی کا فرمان ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ قَالَ لَہٗ اُکْتُبْ قَالَ یَا رَبِّ وَمَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبْ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْضِیْلِیْ عَلٰی خَلْقِیْ وَاکْتُبْ مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یعنے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ قلم ہے اس سے فرمایا لکھ اس نے عرض کیا۔ اے پروردگار کیا لکھوں فرمایا۔ میری توحید اور میری مخلوق پر میری فضیلت اور برتری لکھ اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ لکھ۔ معلوم ہو کہ اولیت کے دو معنی ہیں ایک اوّلیت زمانہ کی ہوتی ہے۔ مثلاً باپ بیٹے سے اوّل ہوتا ہے۔ اور بیٹا اس کے بعد ہوتا ہے۔ دوسری اولیت رتبہ اور مکان کی ہے جیسے کہ رتبہ میں سب سے اوّل نبی ہیں۔ پھر صحابہ۔ پھر اُمّت۔ جو چیز کہ زمانہ میں اوّل ہے ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی چیز اوّل ہو جس کے مقابلہ میں یہ چیز دوسرے درجہ کی ہو جائے گی۔ مگر جو چیز کہ رتبہ اور حقیقت دونوں میں اوّل ہے۔ اس سے کوئی چیز اوّل نہیں ہو سکتی جس کے مقابلہ میں یہ دوسرے درجہ کی ٹھیری پس جو چیز کہ زمان میں اوّل ہے۔ اس کا اوّل ہونا مجازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے بھی

ملہ عقد عشرہ یعنی انسان کی پیدائش جس سے دس کا عدد پورا ہوا اس کا ذکر کتاب میں گزر چکا ہے ۱۲ سید حسن عفی عنہ

کسی چیز کا اوّل ہونا ممکن ہے۔ اور وہ چیز جو مرتبہ اور حقیقت میں اوّل ہے۔ اُسکا اوّل ہونا حقیقی ہے۔ کیونکہ وہ تغیر سے محفوظ ہے۔ پس یہی حقیقی اوّلیت عقل کیواسطے ہے فقط کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ مخلوق میں سے کسیکو اس کے برابر رتبہ عنایت کیا۔ غرضکہ مفرد اور مرکب سب چیزوں میں سے عقل اوّل اوّل ہے کیونکہ یہ جوہر مطلق ہے فردؔ علّام درّاک ۔ فعّال۔ اور باقی کل اشیاء کا ظہور اسی سے ہے۔ اور اسی کی طرف آخر میں سب چیزیں رجوع کرتی ہیں۔ پس یہی اوّل ہے یہی آخر ہے۔ یہی مبدء ہے یہی معاد ہے ٭

خداوند تعالیٰ بمنزلہ قلم کے ہے جو لکھ رہا ہے۔ کیونکہ تمام موجودات بمنزلہ کتابت کے ہیں اور اجزاء عالم بمنزلہ اُن معانی کے ہیں جو حروف کے ظرف میں ودیعت رکھے جاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے عقل اور خلق کی پیدائش شروع کی۔ تو عقل کو سب کا سردار بنایا۔ پس عقل بمنزلہ تلفظ کتاب کے ہوئی اور اس کا وجود اظہار خفیات[1] کے میں قلم سے مشابہ ہوا۔ تو گویا عقل خدا کا قلم ہوئی جس سے اُس نے موجودات کے حروف صفحات صنعت اور لوح قدرت پر لکھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ قلم نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔ میں کیا لکھوں فرمایا میری توحید لکھ۔ اور جو کچھ میرے بندوں پر قیامت تک جاری ہوگا۔ سب لکھ۔ جب یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے اُس کو الہام فرمائے۔ تب اس نے نفس انسانی کو ظاہر کیا۔ اور اس پر توحید اور کلمہ معرفت لکھا پھر نفوس جزویہ میں اپنے خاص فیضان کے لائق ایک نفس تلاش کیا۔ اور اُس نفس کے جوہر پر اپنے نور علم کا فیض پہونچایا۔ اور اپنی وحی کے ساتھ اُس کی امداد کی کیونکہ نفس انسانی کو بغیر عقلی امداد کے شرف حاصل نہیں ہوتا ہو اور جبکہ نفس طلب علم میں عقل کے وجود کا محتاج ہوا تو جو نفس جزوی ہے۔ اُس کو عقل جزوی کفالت کرتی ہے۔ اور جو نفس کلی ہے وہ

---

[1] یعنی جب عقل نے اپنے فعل وانفعال سے کلی اشیاء کو جن کا مادہ اُسکے اندر پوشیدہ تھا ظاہر کیا اس معنی سے یہی عقل قلم ہوئی یعنی جو کام قلم کرتا ہو کہ اُس سے مختلف صورت اور مختلف معانی کے حرف ظاہر ہوتے ہیں یہی کام عقل نے کیا ۱۲ سید یسین علی

[2] علام یعنی کامل علم رکھنے والا یعنی عقل اپنا علم بھی رکھتی ہو اور اپنے مبدء کا بھی علم رکھتی ہے جیساکہ اوپر گزر چکا ہو اور عقل کو ادراک اور عقل بھی پورے طور سے حاصل ہے اور یہی عقل سب اشیا کا مبدء اور مرجع ہے۔ سید یسین

جب نفوس جزویہ کے واسطے کمال مصلحت کا طالب ہوتا ہے۔ اور اُس چیز کو بھی جانتا ہے۔
جو اُس کا احاطہ کیے ہوئے ہے یعنے حدوث کو تب اُس کو طلب مصالح میں عقول جزویہ
کافی نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ عقل کلی سے استمداد اور استعانت کرتا ہے پھر مصلحت
کے وقت اپنی تجرد ذاتی پر قناعت نہیں کرتا اور اپنے لائق موزون اور کامل المزاج جسم
اختیار کرتا ہے اور جس وقت اُس نے جسم اختیار کیا۔ اُسی وقت سے اپنے ذاتی کمال
کے ساتھ اُس جسم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اُس کو اپنا فیضان پونچا کر صاحب دعوت
نبی اور صاحب شریعت رسول بنا دیتا ہے۔ اور اسی فیضان کی کمی یا زیادتی کے سبب سے
رسولوں کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔ اس کا ذکر ہم عنقریب اس کے موقعہ میں کرینگے۔
نبوت ایک قوت ہے جو تمام رسولوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یعنے قوت افادہ
و افاضہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ عقل کلی کے نفس کلی پر پہنچی ہے۔ جن
اشخاص نے رسالت کی گود میں نبوت کی چھاتی سے دودھ پیا ہے۔ وہ سب
وحی الٰہی کی مناسبت سے بمنزلہ ایک شخص کے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ رسولوں کے اعداد
مختلف ہیں۔ مگر نبوت کے اعداد مختلف نہیں ہیں۔ پس جب کہ نبوت کی
حقیقت مختلف نہیں ہے۔ تو آدم علیہ السلام کی نسبت اُس کی طرف ایسی ہے۔
جیسے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم آخر میں
ایسے ہوئے جیسے آدم اول میں تھے۔ کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صورت نفس اور
مہبط عقل اور محل وحی الٰہی ہیں۔ اور عقل بھی ایک ہے اور نفس بھی ایک ہے۔ اور
وحی بھی ایک ہے۔ اور رسول بہت ہیں۔ اور راستے بھی بہت ہیں۔ مگر مقصود ایک
ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حقیقۃً آدم کی صورت میں بھی حضرت محمد ہی تھے۔
پس جبکہ حضرت محمدؐ نے آدمؑ کی نبوت کو ثابت کیا تو گویا اپنی ہی نبوت ثابت کی۔
اور جب اپنی ذات کا کمال ثابت کیا۔ تو گویا آدم کی ذات کا کمال ثابت کیا۔
اور یہ جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرا نور

ا؎ یعنی فیض پہنچانے اور کامل بنانے کی قوت ۱۲ ؎ یعنی عقل کے جائے نزول اور وحی خداوندی کے مقام

پیدا کیا ہے۔ اس سے مراد آپ کی نور نبوت ہے۔ اور یہ نور نبوت عقل کا متوجہ ہونا ہے
آپ کی اس قول سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں اُس وقت نبی تھا جب اور نبی نہیں تھے
کیونکہ نبوت شخص کے اندر عقل کی مدد سے وحی کا تاثیر کرنا ہے۔ اور یہ پہلے ہی پہل آدم
پر ظاہر ہوا ہے۔ اُن کے بعد اُن کی اولاد اس کی وارث ہوئی چنانچہ کل انبیا آدم ؑ
کے وارث ہیں اور نبوت اُن کی میراث ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی اس فرمان اَوَّلُ
مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی سے نور نبوت ہی مراد ہے کیونکہ نبی نبوت ہی سے قائم ہوتا ہے نہ
اور کسی چیز سے اور یہ کلمہ حضور نے دو مطلبوں سے فرمایا ہے۔ ایک مطلب یہ ہے کہ نبوت
تمام اشخاص انبیا میں ایک ہے جب ایک وجہ سے نبوت ایک نبی میں پائی گئی۔ تو سب
نبیوں میں بھی اسی وجہ سے پائی گئی۔ لہذا جب آپ نے فرمایا نورِی اس سے نور
نبوت مراد لیا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ نور نبوت تمام موجودات سے سابق
ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی نور کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ تمام عالم نور نبوت
کا اتباع کرے۔ اور دوسرا مطلب حضور کے فرمان کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خاتم
النبیین تھے۔ اور حضور کی ذات انقراض عالم یعنی قیامت تک دراز ہوئی۔ پس
آپ باعتبار حکم کے اول النبیین اور باعتبار پیدائش کے آخر النبیین تھے۔ اسی مطلب
کے واسطے آپ نے فرمایا ہے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی میں اُس
وقت نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے یعنی اُن کا وجود بھی خلق نہ ہوا تھا۔ اس
وقت میں نبی تھا۔ یعنی اول نبوت بھی میں ہوں اور آخر نبوت بھی میں ہوں۔ آپ ہی
کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو شروع کیا۔ اور آپ ہی پر ختم فرمایا۔ اسی سبب سے آپ انبیا
سے بزرگتر اور اعلیٰ تر تھے اور فقط آپ کی نسبت نبوت سے تمام انبیا اور مرسلین کی نسبت
سے برابر ہے۔ پس پہلی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اطلاق اور اولیت حقیقی کے ساتھ پیدا کی
ہے عقل کلی ہے۔ جو حضور کے اور اللہ کے درمیان میں واسطہ ہے۔ پس عقل روحانیات

۵ؔ یعنی آپ کی نبوت قیامت تک دائم رہیگی ویسے ہی معنوی طور سے آپ کی نبوت یعنی مطلق نبوت جسکے اندر آپ بھی شامل ہیں ابتداء
آدم سے ہے اور آدم کی نبوت اسی اعتبار سے قیامت تک ہے۔ اور کنت نبیا کے یہ معنی ہیں۔ کہ نبوت اُسوقت سے ہے جب آدم کی آفرینش
کا وجود بھی نہ تھا۔ ۱۲ - ۱۲ - ۱۲ -

سے بھی اوّل ہے۔ اور موثرات سے بھی اوّل ہے اور انبیاء سے بھی اوّل ہے۔ کیونکہ نبوت عقل اوّل ہی کے فیضان سے پیدا ہوتی ہے جو وہ نفس اوّل پر کرتی ہے۔ اور کتابت میں قلم اوّل ہے اور ایجاد میں ایجاد انبیا سب سے اوّل ہے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بمنزلہ مکتوبات کے بنایا تو عقل کو قلم گردانا۔ اور جب اشیاء کو بمنزلہ معانی کے کیا تب اُس کو عقل قرار دیدیا۔ اور جب بندوں کو اپنی طرف بلایا تب اُس کو داعی (یعنی رسول) بنا دیا غرض کہ یہ تینوں نام ایک ہی چیز کے ہیں) عقل کی ذات ایک جوہر فرمانبردار موثر اور مطیع تھی۔ خدا کے قبضہ میں جدھر چاہتا تھا اُس کو پھیر دیتا تھا۔ پس یہ جوہر جس کو خداوند تعالیٰ نے سب سے اول پیدا کیا ہے۔ اور اُس کو اول الاوائل اور اپنا فرمانبردار بندہ بنایا ہے۔ یہ بہت سی صفات سے موصوف ہے۔ کبھی تو یہ عقل ہے۔ اور کبھی یہ فرشتہ مقرب ہے۔ اور کبھی یہ حامل عرش ہے۔ اور کبھی یہ صاحب دعوت ہے۔ یہی اولیت کی حقیقت ہے۔ جو بیان کی گئی ہے۔

اور وہم کی روسے اس طرح ہے کہ ہر نوع کا ایک مبدء ہے۔ جس سے اُس کے اشخاص ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ عقل روحانیات کا مبدء ہے۔ اور قلم جسمانیات کا مبدء ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے نور کے مبدء ہیں۔ اور آدم علیہ السلام انسان کے مبدء ہیں اور ان سب مبدءوں کا مبدء اللہ تعالیٰ کا لفظ کُن ہے۔ جس کو اُس نے اوّل الاوائل قرار دیا ہے۔ اور یہ سب مبدء اُس کے مقابلہ میں دوسرے اور تیسرے درجہ میں ہیں بحسب اضافات مختلفہ کے جن کا کچھ بیان گذر بھی چکا ہے۔ باقی اُن کی تفصیل بہت طویل ہے۔

پس حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بزرگترین انبیا ہیں اور دعوت میں سب سے آخر ہیں۔ اور ترتیب میں بھی سب سے اوّل ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان میں آپ تبلیغ کلام الٰہی کی روسے بمنزلہ قلم کے ہیں۔ جو کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنے جیسے کہ کاتب قلم سے اپنا مافی الضمیر لکھ کر غائب اور دور کے لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ضمائر نبوت کو مومنوں پر

منکشف کیا۔ پس گویا حضور خدا کی قلم ہیں۔ اور دعوت کی حقیقت اور شریعت کے وضع کرنے میں آپ عقول جزویہ میں صورت عقل ہیں۔ پس آپ کی احادیث میں جو لفظ اوّل مذکور ہیں اُن کے معانی آپ کی ذات ہی کی طرف راجع ہیں۔ اور نبوت سے اوپر بجز الٰہیت کے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ پس نور نبوت اَوَّلُ الْاَشْیَاءِ اور ثَانِی الْبَقَاءِ ہے[2] وَاللّٰہُ ھُوَ الْاَوَّلُ اور اللہ تعالیٰ وہی اوّل اور وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے۔ اوّل سے وہ اوّل مراد ہے جس سے پہلے کوئی نہیں۔ اور آخر سے وہ آخر مراد ہے۔ جس سے آخر کوئی نہیں ہے۔ وہی اللہ واحد قیوم ہے۔ اور باقی جس قدر اوائل ہیں۔ وہ بحسب اضافات مختلف ہیں اے طالب تو خوب سمجھ لے کہ مرتبہ میں سب سے اوّل عقل ہے۔ اور حقیقت میں سب سے اوّل نور حقیقت ہے۔ اور یہ نور نبوت ہی اور یہ نور نبوت عقل اور قلم دونوں پر غالب ہے۔ پس نبی اکرم کی شریعت کو مضبوط پکڑ تاکہ نور نبوت میں سے تجھ کو بھی کچھ ملجائے۔ اور آخرت کی کامیابی نصیب ہو اور عذاب الٰہی سے نجات ہے

تیسری فصل پیدائش آدم کی کیفیت میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ یعنی جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ (پیدا) کرنیوالا ہوں۔ اور فرمایا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ آخر آیت تک۔ معلوم ہو کہ آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا ہے۔ پانی اور مٹی سے۔ کالبد ان کا بیت الحرام یعنی خانہ کعبہ کے قریب مکہ اور طائف کے درمیان میں بنایا۔ پھر اُس میں روح پھونکی۔ اور زندہ بولنے والا کھڑا کر دیا اور بزرگی

[1] یعنی ان تینوں میں جو لفظ اول کا آیا ہے۔ اُس سے آپ ہی کی ذات مراد ہے۔ اور وہ تینوں حدیثیں یہ ہیں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ۔ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمُ۔ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

[2] یعنی حضور کا نور سب اشیاء میں پہلی چیز ہے۔ اور باعتبار بقاء کے دوسرے نمبر پر ہے کیونکہ بقاء میں پہلا نمبر ذات باری جل شانہ کا ہے۔

و شرف عنایت کیا چنانچہ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝ یعنی خدا پاک کی وہی ذات ہے جسنے پانی سے انسان کو پیدا کر کے نسب اور سسرال کے سلسلے اُس میں جاری کیے۔ جب خداوند تعالیٰ نے عقل کلی کو پیدا کیا تب اُس کے بعد نفس کو پیدا کیا اور ان دونوں سے فعل و انفعال کو ظاہر فرما کر ہیولیٰ مطلقہ میں اُن دونوں کو جاری کیا۔ یہانتک کہ اُنہوں نے جسمیت میں خوب کام کیے۔ اور انہیں دونوں کے ذریعہ سے اللہ نے جسم سے افلاک اور کواکب کو پیدا کیا۔ پھر ارکان اربعہ کو پیدا کر کے فعل و انفعال کو اُن کی طرف متوجہ کیا۔ اُنہوں نے قسم قسم کی مخلوقات مثل حیوانات معدنیات نباتات کے ظاہر کیں۔ مگر پھر بھی اُن کو قناعت نہ ہوئی نہ عقل اوّل کو اشخاص جمادات حیوانات وغیرہ کے پیدا کرنے سے اطمینان حاصل ہوا۔ اور اُس نے چاہا کہ ان اصناف ثلثہ سے بہتر اور عمدہ اور کامل شخص پیدا کیا جائے۔ جو سب سے افضل ہو۔ تب انہیں فعل و انفعال نے ایک عمدہ مادہ پانی اور مٹی میں دیکھا۔ پس یہ دونوں اُس کے اندر گھس گئے۔ اور وہ مادہ ربوبیت کے دروازہ تک دراز ہوا۔ یہانتک کہ قدرت نے اُس میں ارادہ کی تاثیر کے ساتھ اثر کیا اور اس مادہ میں سے ایک شخص مجوف[1] مستوفی نطق[2] کے لائق پیدا کیا پھر نفس کلی اُس شخص کی طرف متوجہ ہو کر ایسا اُس کے ساتھ متعلق ہوا جیسے صورت مادہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ تب اُس شخص کے قلب میں زندگانی کا نور روشن ہوا اور زمین پر پھرنے چلنے لگا اور زندہ ہو گیا۔ اور اپنی پیدایش سے یہ حیران تھا۔ اُس وقت عقل کلی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اُس نے اس کو اپنی کرامت اور بزرگی اور خلافت کا سزاوار بنایا اور اپنے جمال و کمال کو اُس کی بصر اور بصیرت پر روشن کیا۔ تب عقل کی تائید سے اس کی زبان کھل گئی۔ اور ان نعمتوں اور بخششوں پر جو بارگاہ خداوندی سے اُس کو عنایت ہوئی تھیں شکر پروردگار بجا لایا اور کہنے لگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ لَا عَنْ فَاعِلٍ مَّخْصُوْصٍ وَّ لَا عَنْ مُّنْفَعِلٍ مَّحْسُوْسٍ[3] جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے

---

[1] یعنے جوف دار جس کو کھوکھلا کہتے ہیں ۱۲ [2] نطق کے لائق یعنے ایسا بولنے والا جو اپنی تمام ضروریات کو گفتگو کے ذریعہ سے پورا کر سکے ۱۲ [3] اس خدا کا شکر ہو جسنے مجھ کو پیدا کیا نہ فاعل مخصوص سے نہ منفعل محسوس سے بلکہ محض اپنے نور سے ۱۲

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ۔ یعنی اے فرشتو جب میں اُس کو بنا کر پورا کر دوں اور اپنی رُوح اُس کے اندر پھونک دوں اُس وقت تم سب اُس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کے قالب کو ایک طرفۃ العین میں پیدا کر کے میدان کبریائی میں ڈال دیا پھر نفس اُس کے طرف اس طرح متوجہ ہوا۔ کہ وہ اُس کو قبول کرے چنانچہ قالب نے تھوڑے عرصہ میں قلب کا نور قبول کیا جس کی خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں دی ہے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی کو چالیس روز اپنے ہاتھ سے خمیر کیا ہے۔ ہر دس روز دس نعمتیں آدم پر فرماتا تھا یعنے اِن نعمتوں کی برکت سے آدم کے قالب میں سے ارکان کی جمادیت بالکل جاتی رہی۔ خدا کے وعدہ کے چالیس روز پورے ہوئے۔ اور انہیں چالیس روز کا نمونہ وہ چالیس روز تھے جن کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ذکر فرمایا ہے

پس آدم کا پہلا ظہور مٹی سے تھا۔ پھر اُس نے اوج عقل کی طرف حرکت کی۔ پس جب نورِ عقل نے اُس پر طلوع کیا۔ زمین عبودیت میں یہ خدا کا خلیفہ بن گیا۔ اور زمین جہالت سے اُس نے علوم شریعت و حقیقت کے آسمان پر ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ یعنی سکھلائے آدم کو اسماء (ہر چیز کے) پھر پیش کیا اُن (چیزوں) کو فرشتوں پہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے قالب کو مٹی سے پیدا کر کے عالم کے اندر ڈال دیا تب ملائکہ اور سکان[1] ملاء اعلیٰ سے فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنی میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں تم اُس کی خدمت اور متابعت کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ ملائکہ نے جب یہ ندا سنی اپنے اپنے مسکنوں سے نکل کر آدم کی ہیکل کو دیکھنے گئے۔ اور اُس کے قالب کو جس وقت کہ وہ بیجان پڑا تھا دیکھ کر خیال کرنے لگے کہ مثل اور حیوانات کے یہ بھی ایک حیوان ہو گا اس میں کوئی بات قابل تعریف نہیں ہے نہ یہ تکلیفات شرعیہ اور احکامات الہیہ کا اہل معلوم ہوتا ہے۔ اسی سبب سے انہوں نے عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ

[1] یعنے اعلےٰ مقام کے فرشتے جو اور فرشتوں پر بھی امتیاز اور بزرگی رکھتے ہیں ۱۲

يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (یعنے اے پروردگار) کیا تو زمین میں اُس شخص کو پیدا کریگا۔ جو اُس میں فساد برپا کرے۔ اور خون خرابیاں پھیلائے حالانکہ ہم تو تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم ارواح طیبہ اور نفوس طاہرہ کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ زمین کا رہنے والا خبیث زندگانی کے ساتھ زندہ کیا جاویگا۔ تو پھر بجز اعمال شیطانی کے اور کیا کریگا۔ اور یہ ان کا قول اس سبب سے تھا کہ انہوں نے مقدمات میں سے جزئیں یعنی جہل اور ظلم کو لیکر نتیجہ نکال لیا یہ نہ سمجھے کہ مقدمتین جزئیتین سے قیاس نہیں بن سکتا۔ اور نہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اسی سبب سے انھوں نے اس میں خطا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس بدگمانی سے اُن کو منع کیا۔ اور اُس نو ایجاد مخلوق کی عیب جوئی سے دھمکایا یعنی فرمایا۔ اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنے بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔ تم اُس کے ظاہر کو دیکھتے، اور میں پوشیدہ اور ظاہر سب کو دیکھتا ہوں۔ اور مجھی کو معلوم ہے جو مخفی علوم میں نے اُس میں ودیعت رکھے ہیں۔ میں اُس کو سننے والا اور دیکھنے والا اور بولنے والا بناؤنگا۔ اور تم سب سے اُس کے سجدہ کی درخواست کرونگا۔ پھر جب آدم سے نفس کلی وابستہ ہوا تب عقل کلی بھی اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور تمام علوم اُس کی روح میں منتقش ہو گئے اور کل اسرار اُسکے قلب پر ظاہر ہوئے۔ پس یہ عقل اور نفس کی امداد سے عالم زندہ اور ناطق بن گیا۔ اور علم و عمل کے مستحکم ہونے سے حکیم ہو گیا۔ تب اس کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ اور فرمایا اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (یعنی مجھ کو ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ اگر تم اس خیال میں سچے ہو۔ کہ تم آدم سے افضل ہیں۔ اُس وقت فرشتے سمجھے کہ انھوں نے واقعی اپنے قیاس میں غلطی کی تھی۔ اور آدم کے اوپر اُن فضائل کے انکشاف سے حیرت میں غرق ہو گئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (یعنے پس سب فرشتوں نے بہیئت مجموعی سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور ہو گیا کافروں میں سے قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا (اے ابلیس) تجھ کو کس چیز نے باز رکھا کہ تو اُس کو سجدہ کرے۔ جب کہ میں نے تجھ حکم دیا تھا۔ (ابلیس نے) کہا میں اُس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے فرمایا تو اچھے مادہ میں بری صورت ہے۔ اور آدم اچھے مادہ میں اچھی صورت ہے تیرا گمان یہ ہے کہ آگ مٹی سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ نورانی ہے۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ خاک آگ سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ (نباتات کی) پرورش اور حفاظت کرتی ہے۔ اور اس میں نرمی اور محبت اور ٹھنڈک ہے۔ اور چونکہ میں بھی وہ خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تجھ کو اس نافرمانی کی یہ سزا دونگا کہ تیری صورت کو تیرے ہی مادہ سے جلاؤنگا۔ اور آدم کی صورت کی اُسیکی مادہ میں حفاظت کرونگا۔ اور بے شک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

آدم پہلے تو زندگانی سے ایک شخص ہی تھے۔ پھر عقل کی برکت سے خلیفہ ہوئے۔ اور آسمانوں میں داخل ہوکر جنت کے بلند مقام میں سکونت اختیار کی سب فرشتے اُن کی خدمت کو حاضر ہوئے۔ خدا کی امانت کو انھوں نے اُٹھالیا۔ اور بذاتِ خود فعل و انفعال کی دونوں صورتیں بن گئے۔ اور اسی سبب سے اپنی نوع کے ساتھ اپنی جنس میں سے مستغنی ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو شریعت کے ساتھ مقید کیا۔ اور طبیعت ان سے وابستہ ہوئی اُس وقت یہ عہد پر قائم نہ رہ سکے اور ظاہر شرع پر قناعت نہ کرکے حریم[1] عیاں کا قصد کیا۔ اور سقفِ جناں سے داخل ہوکر باب ایمان پر نہ ٹھہرے۔ پس اللہ نے قہر کے تازیانہ سے اُن کو دھمکایا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی یعنی آدم ؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پس گم راہ ہوگیا[2]۔ یہانتک کہ لاچار آدم کو باپ توبہ کی طرف رجوع کرنی پڑی اور حریم تحقیق سے نکل کر ظواہر تنزیل[3] کے ساتھ تمسک کیا۔ یعنی۔ توبہ کی اور احکام الٰہی کی اطاعت کی طرف رجوع ہوئے تب پروردگار کے دربار رحمت نے

[1] یعنی وہ مقام خاص جو بغیر کا گذرگاہ نہیں ہے کہتے ہیں کہ جسوقت آدم نے گیہوں پر خدا کا جلوہ دیکھا صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور ممانعت کا حکم غلبۂ شوق اور یہ بھول گئے دیوانہ وار دستِ خواہش دامن مطلوب کی طرف دراز کیا۔ [2] چونکہ بیقاعدہ کارروائی تھی لہذا سرزنش کے مستوجب ہوئے اور سیدھی راہ سے گمراہ ہوگیا یعنے غلبۂ شوق میں عقل کا نور ہوگئی اور اتباع حکم کا راستہ بھول گئے یہ نہ خیال کیا کہ اس مطلوب کے وصول کا راستہ شریعت یعنی اتباع کے ہے۔ [3] یعنی احکامات شرعیہ مثلاً اوامر و نواہی۔

جوش کیا۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى۔ یعنی پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو برگزیدہ کیا اور
توبہ قبول کرکے اُس کو ہدایت کی۔ جب آدم کے اندر فعل و انفعال کی دونوں قوتوں نے جگہ پکڑی
اور خواہش نے اُن کے قلب کو حرکت دی اُس کو بیوی کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ اُس سے
مباشرت کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کی پسلی سے اُس کی بیوی کو پیدا کیا۔ اور آدم اور
حوا فعل و انفعال کی صورتیں بن گئے جیسے کہ لوح و قلم یعنے جو کچھ کہ قلم لوح پر لکھتی ہے وہی
آدم نے حوا کے ساتھ کیا اور توالد و تناسل ان میں ظاہر ہوا حوا کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں
پیدا ہوئیں۔ بیٹوں کی بیٹیوں سے شادی کر دی تاکہ نسل آگے کو چلے چنانچہ اسی ذریعہ
سے آدم کی اولاد بڑھتی گئی اور ربوبیت کا راز عبودیت میں ظاہر ہوا۔ اور قدرت کے
نور نے صنعت کی ظلمت میں قرار پکڑا۔

اور اللہ تعالیٰ نے بباعث اپنی رحمت کے مٹی سے انسانی پیدائش بند کردی کیونکہ
جب آدم کی ذات ہی میں فعل و انفعال ہونے لگا یعنے نر و مادہ بنا دیئے تب مٹی سے پیدا کرنے
کی ضرورت نہ رہی۔ پس آدم سب سے پہلا انسان ہوا جیسے کہ عقل روحانیات میں اوّل ہے
اور عقل آدم کی مٹی پر عاشق ہوگئی۔ پس آدم عاقل بالفعل ہے۔ اور عقل آدم بالقوہ ہے
پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو ہموار اور موزون کرکے اس کے اندر
روح پھونکی۔

اللہ تعالیٰ منازل میں دیگر مخلوقات کے رہ جانے اور آدم کی عقل کلی تک پہنچنے کی
خبر دیتا ہے چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا یعنے بیشک ہم نے پیش کیا امانت کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں
پر پس اُنہوں نے اُس کے اُٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس امانت سے وہ
خوف زدہ ہوئے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آسمان
و زمین حیات عالم کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیونکہ عالم ایک ایسا اسم ہے جو آسمان
و زمین اور اُن کے درمیانی سب چیزوں پر واقع ہے۔ اور عالم زندہ ہے۔ اس لئے

؎ یعنے حصول مطلب کا راستہ بتایا کہ اس طریقہ سے ہمارے پاس آؤ۔

کہ اللہ تعالیٰ خود زندہ اور قائم ہے وہ امانت کو نہیں پیش کر سکتا ہے۔ مگر زندہ پر۔ اور قبول کرنا اور رد کرنا زندہ ہی سے سرزد ہوتا ہے۔ پس جب اُس نے یہ خبر دی کہ اُس نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا۔ اور انہوں نے اُس کے لینے سے انکار کیا۔ تو اِس سے اس بات کا ثبوت ہوا کہ آسمان زمین اور پہاڑ زندہ ہیں۔ مگر حیات عالم کے ساتھ جو نفس کلی سے ہے۔ اور ان سب کے نفوس ایسے ہی ہیں۔ جیسے نفس نباتی اور حیوانی۔ اور عالم نے امانت الٰہی کے قبول کرنے سے اِس سبب سے انکار کیا۔ کہ وہ نفس قدسی سے بہت دور تھا۔ اور نفس قدسی وہی ہے جس سے نطق اور عقل کا فیض پہونچتا ہے پس آسمان زمین اور پہاڑ یہ تینوں تمام اِن مولدات ثلثہ پر واقع ہیں۔ یعنی معدنیات۔ نباتات اور حیوانات۔ پہاڑ۔ معدنیات پر محیط ہیں۔ اور زمین نباتات پر محیط ہے۔ اور آسمان حیوانات پر شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی نفس معدنی اور نباتی اور حیوانی کو مراد لیا ہے۔ اور فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا سے یہ مراد ہے کہ انھوں نے کہا ہم میں اس امانت کے رکھنے کی استعداد اور قابلیت نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ یعنی انسان نے نفس ناطقہ کی قوت سے اس کو اٹھالیا اور یہ نفس ناطقہ سب نفوس سے افضل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعد طبیعت اور قوت شریعت کے ساتھ قرب حق حاصل کرنے کی خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَہُوْلًا یعنی انسان امانت کے قبول کرنے سے پہلے طبیعت کی ظلمت میں آلودہ اور نفس ہی کی جہالت میں گرفتار تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی نفس ناطقہ کے ساتھ تائید فرمائی اور عقل کامل کے ساتھ اُس کو قوت دی یہاں تک کہ اُس نے عقل کی قوت سے امانت کو اٹھالیا حالانکہ پہلے وہ ظلمانی تھا اور اپنے رب کو اس نے پہچان لیا اگرچہ پہلے جاہل تھا۔ اور قوی ہوگیا اگرچہ پہلے کمزور تھا۔ پس اسی سبب سے نفس ناطقہ کے ساتھ انسان کا رتبہ تمام مخلوقات سے بڑھ گیا۔ اور اُس کے قلب مطمئن نے امانت الٰہی کو اٹھالیا۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ نفوس کے کئی مرتبہ ہیں جنہیں میں سب سے

ادنیٰ نفس معدنی ہو۔ اور سب سے اعلےٰ نفس ملکی ہے۔ اور یہی نفس ملکی سب نفوس پر شامل ہے۔ قابل[1] نے سب سے پہلے جس نفس کو قبول کیا ہے وہ نفس معدنی ہے پھر اُس کے بعد نفس نباتی کو قبول کیا پھر اُس کے بعد نفس حیوانی کو قبول کیا۔ پھر اُس کے بعد نفس انسانی کو قبول کیا اور یہی آدم کی صورت ہے۔ پس تمام نفوس آدم (علیہ السلام) کی ہستی میں جمع ہوئے اور اُس نے اپنی عقلی قوت[2] کے ساتھ نیچے کے سب مرتبوں سے ترقی کی اور نفس انسانیہ کے ساتھ تمام نفوس پر شامل ہو گیا۔ پس اُس کی اولاد بھی بحسب قوائے نفسانیہ کے مختلف مرتبوں میں منقسم ہوئی چنانچہ بعض افراد وہ ہیں جن پر نفس نباتی غالب ہوا۔ اور وہ کافر ہو گئے۔ اور بعض وہ ہیں جن پر نفس حیوانی غالب ہوا۔ اور منافق بن گئے اور بعض وہ ہیں جن پر نفس انسانی غالب ہوا اور مومن ہوئے اور یہ تقسیم اللہ تعالےٰ نے اپنے لطف سے فرمائی ہے۔ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ؕ یعنی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ پس نفس امارہ منافقوں کو حرکت دیتا ہے۔ اور نفس لوامہ مشرکوں کو ابھارتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ مومنوں کو ہدایت کرتا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ؕ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ✣

پس آدم ایک ایسا نام ہے جو جامع ہے تینوں نفوس کے معانی کا اور بوجہ عقل کے اُس پر غلبہ کرنے اور مستحق خلافت الٰہی بننے کو۔ آدم پہلے انسان کی صورت ہے۔ اور آدم ہی خاتم النبیین کی حقیقت ہے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت میں بمنزلہ آدم کے ہیں صورت میں۔ پس آدم نوع انسانی کا مبدء ہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم منتہی نوع ہیں۔ اور نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کے حق میں ایسے ہیں۔ جیسے آدم علیہ السلام جسمانیوں کے حق میں اور یہی خلافت آدم سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک

---

[1] قابل یعنی مادہ جو نفس کا قبول کرنیوالا ہو [2] اس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔ کہ جو باتیں تمام معدنیات اور نباتات اور حیوانات میں علیحدہ علیحدہ ہیں وہ سب انسان میں مجتمع ہیں اور ان سب کے علاوہ ... یعنی نفس انسانی اُس میں جداگانہ ہیں ۱۲

انبیاء و مرسلین کے پشت بہ پشت چلی آئی ہے۔ کبھی ظاہر ہوتی رہی اور کبھی پوشیدہ یہانتک کہ حضور میں آپ کے کمال اعتدالِ مزاج اور اخلاق کے وقت ظاہر ہوئی۔ اسی سبب سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عادل مزاج اور خوش اخلاق تھے ✦

وہی خلافتِ موروثہ جو عہد آدم علیہ السلام سے چلی آتی تھی اپنے کمال ذات اور تمام صفات کے ساتھ صرف پانچ مرتبہ ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ اُسکے اسباب کے جمع ہونیکا موقع نہ ہوا۔ اور جن اشخاص پر مختلف زمانوں میں اُسکا ظہور ہوا وہی اولوالعزم رسول ہیں جیسے نوح اور ابراہیم اور موسے اور عیسے اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پس نوح علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت کشتی پر ظاہر ہوئی اور (لوگوں سے مخاطب ہوکر) کہا ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللهِ مَجْرٖبهَا وَمُرْسٰهَا یعنی خدا کا نام لیکر اس کشتی میں سوار ہو اُسیکے اختیار میں اس کا چلانا اور ٹھہرانا ہے۔ اور ابراہیم ع کے زمانہ میں سطح کعبہ پر خلافت ظاہر ہوئی اور کہا وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا یعنی جو شخص اس میں داخل ہوا۔ وہ امن سے ہوگیا۔ اور اللہ کیواسطے لوگوں پر کعبہ کا حج فرض ہے جو اُس کی طرف راستہ کی طاقت رکھے۔ اور موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی خلافت وادی مقدس کے اندر شجرۂ مبارکہ کی ٹہنیوں پر نمودار ہوئی۔ اور کہا اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی بیشک میں ہوں اللہ پروردگار تمام عالموں کا۔ پھر یہ خلافت عیسے علیہ السلام کے عہد مہد[ا] میں ظاہر ہوئی اور کہا لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی مسیح ہرگز اس بات سے نفرت نہیں کرتا ہے۔ کہ خدا کا بندہ ہے اور نہ مقرب فرشتے ہی خدا کے بندے بننے سے نفرت کرتے ہیں۔ چنانچہ عیسے علیہ السلام نے صاف کہدیا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ یعنی بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھ کو کتاب دی ہے۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھ کو بابرکت

[ا] عہد مہد یعنی عیسے علیہ السلام کے بچپن کا زمانہ حضرت عیسے علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی گفتگو کی تھی اور کہا تھا میں خدا کا بندہ ہوں اور رسول ہوا مجھ کو اُس نے کتاب دیکر ہدایت اور برکت کے ساتھ بھیجا ہے ۱۲

بنایا ہے۔ اور جب تک میں زندہ رہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد پوری خلافت اور کمال نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد ہدایت عہد میں ملت ظاہرہ اور حجت باہرہ کے ساتھ ظاہر ہو کر نبوت ختم ہوئی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی شخص کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ تو خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور بیشک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

حضور کے بعد سے نبوت اور رسالت کی حقیقت جبروت کی چادر میں پوشیدہ ہو گئی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلافت کا نور اپنے اصحاب پر ظاہر کیا۔ اور اپنے تئیں قیامت سے نزدیک بیان فرمایا۔ وَقَالَ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ[1] یعنی فرمایا میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔ اور دونوں کلمہ کی اور بیچ کی انگلیوں سے اشارہ کیا۔

معلوم ہو کہ آدم پہلا انسان ہے جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا۔ اور زندہ اور ناطق بنایا چنانچہ فرماتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ یعنی میں نے آدم میں اپنی روح ڈالی۔ اور تمام موجودات میں اُس کو اپنی خلافت کے ساتھ برگزیدہ کیا۔ ورنہ آدم سے پہلے صورت اور ہیئت اور خلقت میں کوئی مخلوق ایسی نہ تھی۔ اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسباب خلقت کو ختم کیا اور انواع موجودات کو تمام کے تئیں پہونچایا۔ عمدہ صورت اُس کو عنایت کی اور اُس کی مثال کو قدرت نے عزت کے اندر سے باہر لا کر کھڑا کیا اور ملائکہ کو اُس کے سجود اور اُس کی خدمت وتعبد کا حکم ہوا اور اُس کے تخت کے پائے فرشتوں کے کندھوں پر رکھکر اطباق افلاک میں اُس کو معراج کرائی پھر اُس کے پہلو سے اُس کی بیوی حوا کو نکالا یہ آدم کی بیوی بھی ہوئیں اور بیٹی بھی ہوئیں پس یوں سمجھنا چاہیے کہ آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ اور حوا بغیر ماں کے پیدا ہوئیں۔ پھر اُن سے توالد وتناسل کا سلسلہ برابر ہوتا چلا آیا یہاں تک کہ زمانہ کے

---

[1] یعنی میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔ جیسے یہ دونوں انگلیاں پاس پاس ہیں ۱۲

استداد سے لوگ پہلے انسان یعنی آدم کی پیدائش کی کیفیت سے ناواقف ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ بغیر ماں باپ کے پیدائش ممکن نہیں۔ اور بعض جاہلوں نے آدم علیہ السلام کے مٹی سے پیدا ہونے کا بھی انکار کیا۔ اور کہا کہ آدم ایک ایسا شخص تھا۔ جس نے ذلت کی حالت سے عزت کے مرتبہ میں ترقی کی تھی اس سبب سے سارے جہان میں مشہور ہو گیا۔ ورنہ وہ بھی نسل اور انسانوں کے ایک انسان تھا۔ اہل ہند میں سے ایک گروہ کا یہ قول ہے۔ کہ آدم سے پہلے انیس آدم تھے۔ بعض حکماء ترک کا قول ہے کہ بیس آدم تھے جن میں سے انیس خاص ترکوں کے پیشوا ہیں۔ اور ایک باقی سب کا باپ تھا۔ اسی طرح کے اور بہت سے اقوال ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اور اُن کے اندر عجیب و غریب اشارے اور رموز ہیں۔ ان کا وہ مطلب نہیں ہے۔ جو یہ لوگ سمجھتے ہیں الغرض عیسے علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اسی واسطے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ کہ لوگ آدم کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کا یقین کریں عیسے علیہ السلام کو اُن کی والدہ کے پیٹ میں بغیر باپ کے نطفہ کے حاصل ہوئے اور بغیر اُس فعل کے جو کسی غرض سے سابق ہوا ہو پیدا کیا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ انفعال کی قوت فعل کی قوت سے کمزور ہے پس انفعال ہی کی قوت سے اللہ تعالیٰ نے مریم کی طبیعت میں ایک لڑکا عاقل کامل پیدا کیا اور نبی مرسل بنایا تاکہ عقلمند اس بات کی دلیل حاصل کرے کہ بغیر قوت انفعالی کے محض قوت فعلی سے حوا کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ اور پھر امکان خلق آدم پر بغیر ان دونوں قوتوں کے استدلال پورا ہوا۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضرت مریم کے شہوات سے محفوظ ہونے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا یعنے مریم بیٹی عمران کی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ اور اپنی رحمت کو اُن پر مفتوح کرنے کی خبر دیتا ہے۔ فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۔ یعنی ہم نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ اور تصدیق کی اُس نے اپنے رب کے کلموں اور کتابوں کی اور تھی وہ عبادت گذاروں میں

ف یعنے آدم سے نوع انسانی کی ابتدا نہیں ہے۔ بلکہ آدم بھی منجملہ اور انسانوں کے ایک انسان تھا۔

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلمہ اور روح مریم کے اندر ڈالی اور فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنے بیشک عیسےٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے پیدا کیا اُس کو مٹی سے پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا پس آدم اور عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش پر یہ سب دیلیں اور حجتیں ہیں کہ اُن کی پیدائش اس طرح نہیں ہوئی جس طرح پیدائش کا عام سلسلہ جاری ہے یعنی ماں باپ کے ذریعے سے کیونکہ مخلوق کا ظہور قادر کی قدرت سے ہے پس جس نے مٹی سے آدم کے پیدا ہونے سے شک کیا اس نے گویا خدا کی قدرت میں شک کیا۔ اور جسنے خدا کی قدرت میں شک کیا اُس نے خدا کی صفت میں شک کیا۔ اور جس نے خدا تعالیٰ کی صفت میں شک کیا۔ اُس نے خدا کی ذات میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی ذات میں میں شک کیا وہ کافر ہوا۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اور ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

پس آدم پہلی مخلوق ہے جس کے ماں باپ نہیں ہیں۔ اور حوا پہلی موجود ہے۔ جس کی ماں نہیں ہے اور عیسے پہلے موجود ہیں جن کے باپ نہیں ہیں۔ اور انسان پہلی صورت ہے جس کا مثل نہیں ہے۔ اور عقل پہلا مبدع ہے۔ جس کا شریک نہیں ہے اور قلم پہلا صانع ہے۔ جس کے پاس آلہ نہیں ہے۔ اور نفس پہلا غلام ہے۔ جس کو آزادی نہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں جن کے واسطے زوال نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ سب سے اوّل ہے اُس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اوّل اور ثانی سب سے منزہ ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے جسکو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ وہی ہے جو رحم مادر میں تمہاری صورت جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کی اور آدم کی خلقت کو پورا کیا۔ تب ایک دوسرے سے متعلق ہوئے اور نسب کا جال ان کے اندر پھیل گیا شعر:

فَالنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءُ ... اَبُوْهُمُ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

یعنی لوگ جسمانی حیثیت سے ہم کفو ہیں۔ باپ اُن کا آدم ہے اور ماں ان کی حوا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اے لوگو! بیشک ہم نے تمکو نر و مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہارے اندر سلسلہ نسب کی شاخیں اور قبیلے بنائے ہیں۔ تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ اور مرتبہ والا وہی ہے جو بڑا متقی ہے۔

اے طالب اس بات کو جان لے کہ آدم پہلا انسان ہے۔ اور حضرت محمدؐ اول ایمان ہیں۔ پس اول ایمان نے اوّل انسان میں قرار پکڑا (یعنی آدم اور محمد ایک ہو گئے) پس جب تو صاحب ایمان کو پکڑیگا۔ تو تیرا عرفان صحیح ہوگا۔ جیسے کہ اوّل انسان کے پکڑنے سے تیرا نسب صحیح ہوتا ہے۔ پس اپنے ان دونوں نسبوں یعنی ایمانی اور جسمانی کو صحیح کر۔ اور آدمیوں کے حقوق کو خوب معلوم کر تاکہ نجات حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یعنی تمکو خدا تمہاری اولاد کے حق میں وصیت فرماتا ہے۔ کہ بیٹے کے واسطے بیٹی سے دگنا حصہ ہے۔ یہ تعلیم آدمیوں کے حقوق کی ہے۔

چھٹا باب

اُس راز خداوندی کے بیان میں جو کل موجودات میں ساری اور جاری ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ روشنی اور نور بخشنے والا ہے۔ آسمان اور زمین کا اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو اور چراغ ایک قندیل

میں ہے۔ اور قندیل ایسی صاف شفاف چمکدار ہے کہ مثل روشن ستارہ کے معلوم ہوتی ہے اور یہ چراغ مبارک درخت زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے (یعنی اُس کی کوئی جہت نہیں ہے) اور اُس کا روغن ایسا عمدہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بغیر آگ کے پہونچے روشن ہو جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ حضور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِّنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ اِھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاہُ ضَلَّ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا تھا پھر اُن پر اپنا نور ڈالا۔ پس جسکو اُس نور میں سے کچھ حصہ پہونچا اُس نے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہونچا وہ گم راہ ہو گیا۔

اے طالب یقین حق کے حرص کرنے والے خدا تیری امداد فرمائے تجھ کو معلوم ہو۔ کہ تمام عالم مثل ایک غلام کے خدا کی بارگاہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اور یہ عالم بذاتِ خود پیدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ یہ خالق قادر کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور خالق نے صرف ایک قول کے ساتھ اس تمام عالم کو موجود کر دیا۔ اور اُس کا قول ہی اُس کے امر کی صورت ہے جو اُس کے علم قدیم سے باہر آئی اور جس وقت مسامع مکنونات میں وہ قول پہونچا فوراً اجزاء عالم عدم کی ظلمت سے وجود کے نور میں داخل ہوئے۔ کیونکہ جو شخص ظلمت میں گرفتار ہو وہ بغیر ہادی کے نور کے نجات نہیں پا سکتا۔

اور خدا کے فرمان اور اُس کے حکم سے بڑھ کر کون سا نور ہدایت کرنے والا ہو سکتا ہے۔ پس عالم نے عدم کی قید سے انوار ہدایت میں سے ایک نور کے طفیل نجات پائی۔ ذات باری کا نور اور انوار سے مشابہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ نور وجود محض اور ایسا عام ہے کہ اس سے اعم کوئی چیز نہیں ہے۔ پس پہلا نور جو انوار باری تعالیٰ سے صادر ہوا وہ موجود مطلق ہے میں نہیں کہتا کہ موجود مطلق ہے بلکہ وجود مطلق ہے کیونکہ وجود موجود سے زیادہ اعم ہے۔ اور اسی سے موجود موجود ہوا ہے۔ اور اسی کے سبب سے معدوم نے عدم کی ظلمت سے رہائی پائی ہے۔

نور کی ذات ایجاد ہے۔ اور یہ نور درحقیقت خداد موجد کا ہے۔ اور یہ نور منوّر ہے۔ تمام عالم معدوم کو اپنے ایجاد کے نور سے روشن کر دیتا ہے۔ اور یہی نور عنایت خداوندی سے کل مخلوقات میں ساری ہوتا ہے۔ اور یہی سرایت کرنے والا نور وجود پر وال ہے بسبب ظلمت کے قبضہ کے کیونکہ ظلمت عدم پر دلالت کرتی ہے۔

اس عدم کی ظلمت کے تہ بتہ کئی طبقہ اور اجزاء اور اطوار ہیں۔ اور وجود کا نور نورٌ علیٰ نور ہے جس سے بعض لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ۔ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یعنے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا کارساز ہے جو ایمان لائے ہیں اُن کو ظلمت سے نور کیطرف باہر لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں۔ اُن کے کارساز شیاطین ہیں جو اُن کو نور سے ظلمت کی طرف باہر لاتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں۔ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے۔

پس یہی وجود کا نور اُن اجزاءِ عالم میں سرایت کرتا ہے جو ممکن[1] الوجود ہیں۔ اور اُن کو عدم کی ظلمت سے وجودی روشنی میں لے آتا ہے۔ یہ نور اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نور ہے اور عالم کا وجود اُسی کے نور میں سے ایک نور ہے۔ اس لئے کہ وہی موجد ہے۔ اور اُسی کے ساتھ وجود موجود ہے۔

پس ذات باری تعالیٰ اس حیثیت سے کہ وہ موجود ہے نور ہی۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ موجد ہے منوّر ہے۔ اور وجود کا نور اُسی ذات کے نور سے سریان کرتا ہے اُس کی ذات کے نور کی ضد نہیں ہی۔ کیونکہ اُس کی ذات کا نور قبیل[2] اضداد سے نہیں ہے اور نہ ظلمت اُس کے پاس ٹھیرتی ہے۔ لیکن اُس کے نور کا نور وہ ہے جس کے مقابلہ میں ظلمت ہے۔ کیونکہ عدم وجود عالم کے مقابل ہے۔ نہ وجود خداوند تعالیٰ کے۔ جس باری تعالیٰ کا نور درحقیقت اُس کی ذات ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جس

---

[1] یعنی جن کا وجود ضروری نہیں ہے [2] یعنی اُن چیزوں میں سے جن کی ضدیں ہوا کرتی ہیں۔ جیسے نور کے مقابلہ میں ظلمت ہے۔ یا آگ کے مقابلہ میں پانی ہے۔

کے اندر ظلمت نہیں ہے کسی وجہ سے بھی۔ وہ روشنی جو عالم میں جاری ہے۔ خدا ہی کے نور سے ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جو خداوند تعالیٰ نے عدم کے گرفتاروں پر ڈالا تھا۔ اس نور سے ہر موجود نے اپنی حد اور حیثیت کے موافق حصہ لیا۔ اور یہی نور خدا کا وہ راز ہے جس سے اُس کی موجودات قائم ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا۔ تو عالم میں اُس کی ہیبت کبریائی سے کوئی موجود باقی نہ رہتا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ لَوْ رُفِعَ حِجَابُ النُّوْرِ اَوِ النَّارِ عَنِ اللّٰہِ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ حَیْثُمَا اَدْرَکَہٗ بَصَرُہٗ یعنی اگر خداوند تعالیٰ پر سے نور یا نار کا حجاب اٹھ جائے تو اُس کے چہرہ کی شعاعیں وہاں تک جلا دیں۔ جہاں تک اس کی نگاہ پہونچے (اور اُس کی نگاہ سے کوئی چیز دور نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام عالم فنا ہو جائے) پس ذات کا نور حق کا وجود ہے۔ اور اُس کے نور کا نور خلق کا ایجاد ہے۔ اور خدا کا راز اُس کے نور کا نور ہے۔ نہ اُس کی ذات کا نور (کیونکہ مخلوقات اس کے نور کے نور ہی سے ظاہر ہوئی ہیں) اور امثال و امثلہ نور کی نور ہی میں واقع ہوتی ہیں۔ ذات کے نور میں کوئی مثال واقع نہیں ہوتی کیونکہ ذات کا نور تشبیہ اور تکییف سے خارج ہے۔ پس اُس کے اس فرمان اللہ نور السموات والارض کے یہ معنی ہیں مِنَ اللہ نور السموات والارض یعنی اللہ ہی سے ہے نور آسمان و زمین کا کیونکہ وہ بذاتہٖ نور ہے اور وہی عالم کا منور ہے اپنے نور سے۔ پس اس فرمان مَثَلُ نُوْرِہٖ سے نور کا نور مراد ہے نہ ذات کا نور کیونکہ نور کا نور ہی اُس کا وہ راز ہے۔ جو تمام عالم میں ساری ہے اور جس کے ساتھ آسمان و زمین قائم ہیں +

نور کا سریان تین قسم پر ہے ایک بالعین والحقیقت یہ روحانیوں کا ایجاد ہے۔ اور کل عقول اور نفوس مفارقہ کا اس کی مثال مصباح یعنے چراغ کی سی ہے۔ دوسری قسم اس کے بالعکس ہی۔ اور یہ اُن اشخاص کا پیدا کرنا ہے جو نطق اور عقل اور روح اور معرفت کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال زجاجہ کی ہے۔

تیسری قسم اس کی ضعیف اثر کے ساتھ ہے جو مواد مختلفہ سے متعلق ہے۔ جیسے

لہ یعنی اُس کا نور نہ کوئی کیفیت رکھتا ہو نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے ۱۲ لہ یعنے فرشتوں اور روحوں اور نفوس کا پیدا کرنا گویا یہ چیزیں مثل چراغ کے ہیں ۱۲

اجسام اور اعراض اور اُن کے توابع وغیرہ کا ماننا اس کی مثال مشکوٰۃ کی ہے اور نور کا نور ذات کے نور سے انہیں مراتب کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس نور کے ظہور کے واسطے جو اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے۔ ان مرتبوں کے علاوہ اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ یعنی مصباح اور زجاجہ اور مشکوٰۃ اور ان زجاجہ اور مشکوٰۃ سے مقصود صرف مصباح ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو ان دونوں کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں معلول ہیں اور علت ان کی مصباح ہے جب علت نہ ہوئی تو پھر معلول کہاں رہا۔ مگر نور قدیم مصباح کا راز بسبب مصباح کی ظلمتوں کے اور اُس نے اپنے آثار زجاجہ کے عکس میں مندرج کرتے ہیں تاکہ متوالدات بحسب مراتب ثلثہ پیدا ہوں یہانتک کہ ذات کا نور ظاہر ہو اور ذات کا نور وہ ہے جس سے نہ عبارت ممکن ہے نہ اُس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عبارات اور اشارات نور النور کے دروازے پر ٹھہر گئے ہیں اسلئے کہ وہی ممثل اور متخیل ہے۔ اور ذات کا نور لیس کمثلہ شئے ہے۔ اور لیکن نور النور کے درج وہی اشیاء ہیں جو قرآن شریف کی اس مثال میں مذکور ہوئے۔ مشکوٰۃ کا جسم زجاجہ سے قوی تر ہے جس کی قوت بڑی اور حفاظت پوری اور امانت وافر ہے۔ اور دخان اور بخارات محض اتنے ہی علم ناقص کے متحمل ہوتے ہیں کہ یہاں نور موجود ہے۔ اور مشکوٰۃ نے صرف اسی بات پر قناعت کر لی ہے کہ دھوئیں کا رنگ جس میں آگ کا رنگ بھی آمیز ہوتا ہے۔ وہ اس کے پاس آتا ہے اور نور النور کے وجود کی اُس کو خبر دیتا ہے۔ اگر اس مشکوٰۃ کی ذات ٹوٹ جائے تو قابل عکس جو زجاجہ ہے۔ برہنہ ہو جائے۔ اور اُس کا چہرہ بدنما اور بدرونق نکل آئے۔ پس یہ مشکوٰۃ ہمیشہ اسی تردد میں رہتی ہے۔ اور خدا کی دو انگلیوں میں اس طرح الٹ پلٹ ہوا کرتی ہے جس طرح گیند دونوں کھیلنے والوں کے ہاتھوں میں گردش کرتی ہے نہ مشکوٰۃ کو زیتون کی خبر ہے۔ نہ شجرہ مبارکہ کی اُس نے فقط نور النور کے آثار پر قناعت کر رکھی ہے۔ اور یہ مشکوٰۃ اپنے مطلوب کے عہد کو پورا

لہ یعنی اُس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے ۱۲ ۔ ۲ؔ کیونکہ مشکوٰۃ کا زیتون تک پہونچنا محال ہے ۱۲

کرنے پر قائم ہے۔ اور اسی سے اُن عقول ہیولانی کی ابتدا ہوتی ہے۔ جو قوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔ اور فعل کے میدان[1] میں ظاہر نہیں ہوئی ہیں۔ انعکاس کے اختیار اُن کے آثار میں سرایت کرتے ہیں۔ اور خفاش[2] خیال اُن کے گرد چکر لگاتی ہیں۔ اور اکثر اوقات نور النور کے وصل سے پہلے ہی نور کے اثر سے قتل ہو جاتی ہے۔ مشکوٰۃ اس بشارت سے خوش ہوتی ہے۔ جو اُس کو پہونچائی گئی ہے کَمِشْكَوٰةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ پھر مشکوٰۃ اور اُسکے مطلوب یعنی مصباح کے درمیان میں ایک حائل کیا گیا ہے یعنی زجاجہ کَمَا يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ اور یہ زجاجہ محض نور النور کے اثر ہی میں مستغرق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اُس کی طرف نظر کرنے سے سرافراز بھی ہوتا ہے۔

زجاجہ بمقابلہ مشکوٰۃ کے زیادہ رقیق اور صاف شفاف ہے اور قوت میں بھی اُس سے کمزور ہے۔ ذرا سے صدمہ سے اس کے ٹکڑے اُڑ جاتے ہیں۔ علاوہ اس وصف کے کہ یہ نور کا عکس قبول کرتا ہے۔ اور اسی عکس کے سبب سے اس کو نور کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے متصل نہیں ہوتا حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ فَاِنَّهُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّاَصْفٰى قُلُوْبًا یعنی ایمان بھی یمن والوں میں ہے اور حکمت بھی یمن والوں میں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نہایت نرم دل اور صاف قلب ہوتے ہیں۔ رقیق قلب بمنزلہ زجاجہ کے ہے۔ اور زجاجہ مصباح کی پناہ ہے۔ اور زجاجہ کی پناہ مشکوٰۃ ہے۔

زجاجہ ایک نام ہے۔ جو شیشہ کے جوہر پر واقع ہوتا ہے۔ اور بہت سی چیزیں برتن وغیرہ اس سے بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ زجاجہ عقول مکتسبہ سے قریب ہے جو عقل فعال سے قریب ہیں۔ کیونکہ زجاجہ اپنی لطافت کے سبب سے نور کی ضوء کو قبول کرتا ہے۔ اور نار کی ذات اس کے اندر روشن ہوتی ہے۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (یعنی قریب ہے کہ اُس کا زیت (یعنی روغن) بغیر آگ کے مس کیے روشن ہو جائے)

---

[1] یعنی وجود میں ظاہر نہیں ہوئی ہیں۔

[2] خفاش خیال خفاش شب پر یعنی چمگادڑ کو کہتے ہیں اس کی مثال خیال کے ساتھ اس مناسبت سے دی ہے۔ کہ یہ پرندہ رات کو اڑتا ہے۔

مشکوٰۃ زجاجہ کی حفاظت کرتی ہے۔ اور زجاجہ مصباح کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کلمہ میں اس قدر معانی ہیں جن کو بجز عارفین راسخین[1] کے کوئی نہیں جانتا۔

غرضکہ اسی حکمت سے زجاجہ مشکوٰۃ کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ پس مشکوٰۃ بالقوۃ عقل ہو اور زجاجہ بالفعل عقل ہے۔ اور یہ دونوں مثل استر اور ابرے کے ہوگئے ہیں۔ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدِّیْنُ وَالْمُلْکُ تَوْأَمَانِ لَاقِوَامَ لِاَحَدِھِمَا بِدُوْنِ الْاٰخِرِ

اور یہ بھی حضور علیہ السلام ہی کا فرمان ہو۔ اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَرَانٍ وَّاحِدٍ

جب ملکہ بلقیس مشکوٰۃ جھو لیت میں پردہ نشیں ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اُن کو خط لکھکر پردہ نشینی سے باہر آنے کے واسطے بلایا۔ اُنھوں نے قبول کیا اور حضرت سلیمان کی سلطنت میں داخل ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اُن کے واسطے ایک محل تیار کرایا تھا۔ جب اُس میں داخل ہوئیں۔ اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ اور کہا۔[2] ھٰذَا صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ۔ جس نے اس راز کو سمجھ لیا۔ اس کے واسطے بہت بڑی خوشی ہے۔ اور یہی وہ سرِّ الٰہی ہے جو اُس کی مخلوقات میں جاری ہے اور یہی نورِ الٰہی کا نور ہے نہ نورِ ذات کیونکہ اگر وجود ذات الٰہی کے نور سے صادر ہوتا تو عدم کو قبول نہ کرتا۔ اور موجودات میں سے کوئی معدوم نہ ہوتا۔ بلکہ نورِ ذات کے نور سے موجودات پیدا ہوئی ہیں تاکہ اُن کے وجود کو دور کر کے اُن کو معدوم کر دینا ممکن ہو۔

مصباح زیتون کے مبارک درخت سے لیا جاتا ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ کیونکہ مصباح بغیر زیت کے روشن نہیں رہ سکتا۔ اور مشکوٰۃ کا مونہہ (یعنی کھلا ہوا رخ)

[1] یعنی وہ لوگ جو معرفت الٰہی کا علم بطور سے اور کامل طور سے رکھتے ہیں ۱۲ [2] یعنی جب بلقیس اُس محل میں داخل ہوئیں تو اُس کے صحن میں ایک چبوترہ بنا کر اُس کے گرد شیشے اس ترکیب سے لگائے جوش پانی کے معلوم ہوتے تھے حالانکہ وہ شیشوں کا فرش تھا اور اُس چبوترہ پر حضرت سلیمان تشریف رکھتے تھے۔ اور وہیں آپ نے بلقیس سبا کی ملکہ کو طلب کیا جب وہ اس مصنوعی حوض کے کنارے پر پہنچیں تو اُس کو پانی سمجھ کر کے اُنھوں نے اپنے پائینچے چڑھائے تاکہ پانی میں تر نہ ہو جائیں الخ ۔

[illegible]

مصباح کا قبیل ہے۔ اور گویا زجاجہ اُس کا زیت ہے کیونکہ مستخیل منتقل ہے۔ اور منتقل
مستخیل ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اَلْکَائِنُ فَاسِدٌ وَالْفَاسِدُ کَائِنٌ[1] ورنہ مصباح نورِ ذات
کی روشنی ہے۔ اور اُس سے زیادہ یعنی نورِ ذات کے نور سے نورِ ذات سے قریب کوئی
چیز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عین نورِ ذات ہے اس پہ اثر اور عکس اُسی نے قبول کیا ہے۔

مشکوٰۃ ہی کے قبلہ کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت ہوئی جس وقت انہوں نے
آگ دیکھی۔ تو اپنے اہل سے کہا کہ ٹھیرو اور مصباح سے ندائے غیبی اُن کو آئی کہ یَا مُوْسٰٓی اِنِّیْٓ
اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اے موسیٰ میں ہی خدا ہوں پروردگار تمام عالم کا۔ اور چونکہ مصباح
نورِ ذات کے ادراک سے قاصر ہے موسیٰ کو نورِ ذات کے نور کا جلوہ نظر آیا انہوں نے
خاص نورِ ذات کے دیدار کی درخواست کی رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے رب مجھ کو اپنا
جمال دکھلا تا کہ میں تیری طرف دیکھوں جواب ہوا لَنْ تَرٰىنِیْ تو نہیں دیکھ سکتا۔ پھر حکم ہوا
وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ یعنی پہاڑ کی طرف نظر کر فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ پس اگر
یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تب تو مجھ کو دیکھ لیگا۔ پہاڑ سے مصباح مراد ہے جس پر پہلے نور
ذات کے نور کی تجلی تھی۔ اب جو اُس پر خاص نورِ ذات کی تجلی ہوئی جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی
صَعِقًا اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ یعنی نور کا عکس
اُن پر پڑا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ یعنی جب ہوش میں آئے تو کہا
پاک ہے تجھ کو میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں یعنی جب عکس کا پیالہ پی چکے اور نورِ ذات
کا پرتو اُن پر پڑ گیا۔ توبہ کی طرف رجوع کی اور نورِ ذات کی طمع سے باز آئے اور کہا میں توبہ کرتا
ہوں یعنی مجھ کو یقین ہو گیا۔ اور میں نے خوب جان لیا کہ زجاجہ کے وسیلے مصباح کی ذات
کی طرف راستہ نہیں ہے۔ اور نہ مصباح زیت کی ذات کو معلوم کر سکتا ہے۔ کیونکہ زجاجہ
سے مصباح قوی ہے۔ اور مصباح سے زیت قوی ہے ۔

اور یہ جو فرمایا ہے۔ لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یعنی نہ وہ شرق کی طرف ہے نہ غرب کی
طرف ہے یعنی مصباح زیت سے صرف روشنی کی امداد لیتا ہے۔ اُس کی کنہ اور حقیقت

۱۔ یعنی کائن فاسد ہو اور فاسد کائن ہو یعنی جو چیز [illegible] پیدا ہوئی ہو وہ فاسد ہونیوالی ہے۔ اور جو فاسد ہوئی ہے وہ پیدا ابھی ہوئی ہو ۔

کو معلوم کرنا اُس کی طاقت سے باہر ہے وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ یعنی جس کے واسطے خدا نے نور نہیں رکھا۔ اُس کے واسطے نور نہیں ہے۔ جب قلب نے مشکوٰۃ اور مصباح اور زجاجہ کی حقیقت معلوم کر لی۔ تب وہ اسی کی مثال تمام محسوسات میں سمجھ سکتا ہے یعنی افلاک کو بمنزلہ زجاجہ کے دیکھے گا۔ اور طین یعنی مٹی کو جس سے انسان کی پیدائش ہے بمنزلہ مشکوٰۃ کے اور نطق کو بمنزلہ مصباح کے اور کلمہ الٰہی یعنی لفظ کن کو[1] بمنزلہ زیت کے دیکھیگا۔ اور جب اپنے باطن کی طرف رجوع کریگا۔ تو اپنی ہیکل کو مثل طین کے اور اپنی حیوٰۃ کو مثل افلاک کے اور اپنے عرفان کو بمنزلہ نطق کے دیکھیگا۔ یعنی جو کچھ کہ عالم کبیر میں تجھ کو نظر آئیگا۔ وہی عالم صغیر میں دکھائی دیگا۔ یہانتک کہ ذات کا معرفت حاصل ہوگی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا اور رب کی معرفت یہی ہے کہ مصباح کو مصباحیت کے ساتھ پہچانے۔ اور زجاجہ کو زجاجیت کے ساتھ اور مشکوٰۃ کو مشکاتیت کے ساتھ پہچانے۔ کیونکہ جس نے حدود اور حقوق کو نہ جانا وہ اشیاء کو اپنے ذہن میں خلط ملط کریگا کبھی تو واجب کو ممکن سمجھ لیگا۔ اور کبھی ممکن کو واجب جان لے گا۔ اور اس وقت اُس کی معرفت فاسد ہو جائیگی۔ اور نیت کا عقد خراب ہوگا۔ جس شخص کو خدا عارف بناتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اُس کے درجہ کے موافق سمجھتا ہے۔ کل کو کلیت کے ساتھ اور جزو کو جزئیت کے ساتھ جانتا ہے۔ اور غلطی اور فساد سے محفوظ رہتا ہے۔ پس یہی شخص ہے۔ جو نفس اور رب کا عارف ہے۔ یہی دونوں معرفتیں نور علےٰ نور ہیں۔ پس اپنے کل بندوں کو خداوند تعالیٰ اپنے نور کے نور کی طرف بلاتا ہے۔ اور اپنے نور کی طرف اہل دعوت میں سے جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت از روئے شرع کے دعوت سے زیادہ خاص ہے۔ مگر منطقیوں کی اصطلاح میں ہدایت دعوت سے اعم ہے۔ کیونکہ ہر ہدایت میں دعوت پائی جاتی ہے۔ اور ہر دعوت میں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ اسی سبب سے ہدایت دعوت اعم ہوئی۔ وَاللّٰہُ

[1] جس سے سارے عالم میں وجود کی روشنی پھیل رہی ہے اگر یہ لفظ کن ذات باری سے صادر نہ ہوتا۔ تو نہ مشکوٰۃ ہوتی نہ مصباح ہوتا نہ زجاجہ نہ زیت اور نہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

یَھْدِیْ الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ ہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے گروہ کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔ انہیں معنی سے خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اللہ تعالیٰ بلاتا ہے۔ طرف گھر سلامتی کے (یعنی جنت کے) اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ سیدھے راستہ کی۔

پس انوار سب پانچ قسم کے ہوئے۔ نورِ ذات نور النور نور عقل نور علمی نور نورِ ہدایت جو اپنے بندوں کو عنایت کرتا ہے۔ یہی پانچوں نور اصول انوار ہیں۔ جو ظلمتوں کے مقابل ہوتے ہیں۔ پس اللہ نور السمٰوٰت والارض کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایجاد کے نور سے اِن کو منور کیا۔ اور اُس کے نور کا ایک نور ہے۔ جس کی اُس نے تین مثالیں فرمائی ہیں ایک مثال ظاہر مشکوٰۃ کی اور ایک مثال باطن زجاجہ کی اور انہیں اس کے سر جاری کی مثال مصباح کی ہے۔ اور عرفان جو اُس میں بمنزلہ زیت کے ہے وہ نور علی نور ہے اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے نورِ ذات کی طرف ہدایت کرتا ہے یہانتک کہ یہ عارف پہلے اِس بات کو جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نور حق ہے۔ پھر مراتب انوار میں ترقی کرنے کے بعد اُس کو یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی منور حق اور مبطل ہے لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ تاکہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے نورِ ذات کو ظاہر فرماتا تو کوئی شخص اس کو پہچان نہ سکتا کیونکہ سورج کو ہمیں اُسی چمک کے سبب دیکھتی ہیں اور چمک ہی کے سبب وہ پردے میں ہے۔ پس آفتاب کا نور ہی اُس کا حجاب ہے اور نور ہی اس کی دلیل ہے پس جیسے کہ سورج کی چمک اس کو پردہ میں بھی کرتی ہے اور ظاہر بھی کرتی ہے۔ ایسے ہی انوار خداوندی اُس کی ذات کو حجاب میں کرتے ہیں اور اسکے نور کے نور کو ظاہر بھی کرتے ہیں۔ مگر خاص نورِ ذات کی طرف کسی کا گذر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نورِ عین ذات ہے۔

نورِ ذات نہ جوہر ہے نہ عرض نہ وصف نہ ظل نہ ضوء نہ ظلمت نہ اجتماع شعاع ہے بلکہ وہ نور اُس کی کمال ہویت ہے۔ اور اس نور کی شعاع اُس کی ظہور وحدانیت ہے۔ مگر نورِ ذات کا جو نور ہے اُس کے واسطے احکام اور اوصاف ہیں۔ اور اُسی پر

مثالیں ذات ہوتی ہیں۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى یعنی اسی کے واسطے ہے برتر مثال وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر +

سِرّ خداوندی کل اجزاء عالم میں اِن کمالات کے ساتھ جاری ہے۔ خلق ابداع ایجاد فعل ترتیب تقریب تفہیم تربیت تنذیہ اسعاد اقبال اور یہی سِرّ جاری اِن کمالات کی ضد بھی کرتا ہے۔ مثلاً اماتت اخفا تبعید تخمید ادبار اشقار اور اس وقت یہ نور بالکل ظلمت ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ سِرّ الٰہی جو موجودات میں جاری اور ساری ہے۔ اُس کے دو حکم ہیں ایک تو نور کا ایک ظلمت کا تاکہ وجود اور عدم دونوں اُسی کے افعال سے صادر ہوں۔ اور کل تصرفات اُسی کے قبضہ تسلیم میں رہیں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ جسکو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے ثابت رکھتا وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ[1] یعنی اپنے نور النور کے ساتھ جو تمام اجزاء عالم میں اُس کا سِرّ جاری ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے یعنی پیدا کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یعنی فنا کرتا ہے۔ اور ام الکتاب سے نور ذات مراد ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ کیا اُس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے دباتے چلے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حکم کرتا ہے۔ اُس کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے +

پھر جب کہ کل انوار اُس سِرّ جاری کی طرف مضاف ہوئے تو ظلمتیں بھی اُسی کی طرف مضاف ہوئیں چنانچہ فرماتا ہے وَقَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَیَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا۔ بیشک اِن سے پہلے لوگوں نے مکر کیا تھا۔ اور سارا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے جانتا ہے جو ہر شخص کے کل کاموں کو جو وہ کرتا ہے۔ اور عنقریب جان لینگے کافر کہ کس کے واسطے ہے عقبے[2] اور کافر کہتے ہیں۔ تم رسول نہیں ہو یعنی اجزاء عالم میں سے سِرّ الٰہی کی نفی کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اِس کا جواب دیا ہے۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ

[1] یعنی لوح محفوظ جس میں سب باتیں لکھی ہوئی ہیں ۱۲ [2] یعنی کافر جان لینگے کہ کس کے واسطے ہے انجام بخیر ۱۲

وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ[1] کہدو میرے اور تمہارے درمیان میں خدا کی گواہی کافی ہے خدا کی وہ ذات ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۔

نور کی طرف نور رجوع کرتا ہے۔ اور ظلمت اِن دونوں کے درمیان میں مخفی رہتی ہے ہے پس ظلمت اِن دونوں نوروں سے باہر نہیں جاسکتی۔ پس وہ راز جو کل موجودات میں جاری ہے۔ وہ صمت قدرت ہے۔ جو اس علم کے ساتھ مؤید ارادہ سے پیدا ہوئی ہے جس سے نورِ مصباح کے ساتھ تعبیر دی گئی ہے۔ پس یہی نور رازِ خداوندی ہے۔ اور یہی کل موجودات پر غالب ہے۔ ہر چیز کی اُس کی جگہ میں حفاظت کرتا ہے۔ اور ہر شئے کو اس کے مکان میں مقید رکھتا ہے ۔ ....

..... جو اُس کے واسطے مخصوص ہے۔ تاکہ کوئی کسی پر ذرہ برابر زیادتی اور ظلم نہ کرے پس اِس رازِ الٰہی کی حقیقت یہ ہے۔ جو خود خداوند تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ یعنی ہم نے ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی یعنی دی اُس نے ہر چیز کو اُس کی خلقت اور پھر اُسکو ہدایت کی۔

پس اسی سرِ جاری نے آسمانوں کے سات حصّے کردیے۔ اسی طرح زمین کے بھی اور اُسی سرِ جاری نے اِنسان کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائیں۔ کیونکہ حکمت کی مصلحتوں کو جانتا تھا۔ اُس نے اُن پانچ میں سے ایک کم کی نہ زیادہ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ چار یا چھ بنانے سے فتور واقع ہوگا۔ اور یہی حساب بھوؤں کا ہے آنکھوں پر۔ جیسے سقفِ مرفوع ہے۔ بَیْتُ المعمور پر اور مصلحت ہی کی خاطر پلکیں بنائیں تاکہ آنکھ کا ڈھیلا محفوظ رہے۔ اور اسی سرِ الٰہی نے اِنسان کے پیروں کے نیچے زمین کا بچھونا بچھایا اور وہی سرِ الٰہی ہی ہے جس نے ہیکلِ انسانی کو بصورتِ الف سیدھا کھڑا کردیا۔ اور یہ قامتِ انسانیہ زمین میں سے اسی واسطے کھڑی ہوئی کہ سرِ الٰہی کو تلاش کرے مگر جب اُس کو معلوم ہوا۔ کہ یہ سرِ ربانی سماوی ہے یہ قامت کھڑی ہوگئی اور اُس نے اپنا سر بلند کیا۔ اور اُس کی تلاش شروع کی۔

پس سرِ الٰہی جس قدر انسان میں ظاہر ہوا ہے۔ کسی چیز میں ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ

[1] یعنی آسمانی کتابوں کا علم ہو۔

اور موجودات میں اُس نور سے جو کچھ پہنچا ہے۔ وہ محض اُس کا اثر یا عکس تھا اور انسان میں خاص وہ نورِ خود جلوہ گر ہوا ہے۔ اور مصباح کا روغن بنکر اُس نے اندھیرے گھر کو روشن کر دیا۔ یہی وجہ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو خطاب کرمنا فرمایا اور اسی باعث سے کل مخلوقات پر اُس کو فضیلت دی۔ پس سرِّ الٰہی یہی نور النور ہے اور یہی نور قلم سے شروع ہو کر تمام اجزاء علویہ میں ایک سے دوسرے کے ساتھ پھیل گیا اور کل موجودات پر اُس نے الفت اور محبت کی نظر ڈالی۔ اور یہی سرّ ہے جس نے قلم کو لوح پر جاری کیا اور عرش پروردگار کو پہلے پانی پر قائم کیا۔ پھر فرشتوں کے کندھوں پر رکھوایا۔ اور ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کے واسطے مکانات بنائے اور اسی کے پاس سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اور ساتوں آسمانوں کو پیدا کر کے اُسی نے اُن میں دوائر اور مناطق اور بروج اور کواکب بنائے اور اُسی نے تثلیث اور تسدیس کی نظر میں سعادت اور محبت اور تربیع اور مقابلہ میں نحوست اور عداوت پیدا کی اور کواکب کا قران اور شمس و قمر کا اجتماع مقرر کیا۔ جبرئیل اُسیکے حکم سے احکام شرعیہ پہونچاتے ہیں۔ اور میکائیل اُسی کے اذن سے حرکت کرنے والوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور روزی پہونچاتے ہیں اور اسرافیل صور کی صورت میں اشیاء کے حقائق کی طرف پہچانے کے منتظر ہیں۔ اور عزرائیل اجزاء روحانیہ کو اسی سرِ الٰہی کی طرف واپس کرتے ہیں۔ اور ہر فرشتہ اسیکے حکم سے رکوع و سجود اور قیام و قعود میں مشغول ہے۔ پس سرّ الٰہی موجودات میں مؤلف اور جامع ہے۔ اگر یہ سر الٰہی نہ ہوتا تو کوئی چیز کسی چیز سے الفت نہ کرتی اسیکے سبب سے چیزیں مختلط اور ممتزج ہوتی ہیں۔ اور اسیکے سبب سے تمام کو پہونچتی ہیں۔ پھر جب یہ سرّ الٰہی ترتیب، علویات اور عالم ملکوت سے فارغ ہوا تب اُس نے ہمارے اِس عالم کی طرف توجہ کی یعنی عالم کون و فساد کی طرف ہمارے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور اس عالم میں سب سے پہلے اس سرّ الٰہی نے پہاڑوں کی طرف توجہ کی اور پتھروں کو پیدا

ملہ کواکب کا قران یہ ہے کہ ایک برج میں کئی کواکب جمع ہیں اور شمس و قمر کا اجتماع سال میں بارہ مرتبہ یعنی ہر مہینہ میں چودھویں تاریخ ہوتا ہے۔ تفصیل اس کی کتب ہیئت و نجوم میں موجود ہے ۱۲ سید یسین علی دہلوی نظامی حسینی

کرکے اُن میں پانی کے چشمہ بہائے۔ اور لوہے پارہ سونے چاندی وغیرہ کی کانیں اُن کے اندر ودیعت رکھیں اور یاقوت زمرد فیروزہ اور نیلم وغیرہ جواہر مختلف الالوان اُن پتھروں میں پیدا کیئے اور اُن کی قوتوں کے موافق اُن کے اندر فرق رکھا۔ پھر یہی سرّ الٰہی مادہ نبات کی طرف متوجہ ہوا کسیکو میٹھا کسیکو کڑوا کسی کو مفید کسیکو غیر مفید بنایا۔ اور کسیکو ثمر دار کسیکو بے ثمر کسیکو سر بلند اور کسیکو سر جھکائے ہوئے اور کسیکو خوشہ دار اور کسیکو ربیعی اور کسیکو خریفی کیا کیا۔ بعض میں ہر مزگی اور نقصان پیدا کیئے۔ سبحان اللہ سرّ الٰہی کی یہ کیا کیا کاروائیاں ہیں جو اس نے کثرت فوائد اور اسباب کے واسطے مہیا کی ہیں +

ان سب باتوں سے فارغ ہو کر اب سرّ الٰہی کی توجہ مادۂ حیوانات کی طرف مبذول ہوئی اور اُس کی بھی اُس نے مختلف قسمیں کردیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں جو پیٹ کے بل رستے چلتے ہیں جیسے سانپ اور بعض دو پیروں سے جیسے انسان اور بعض چار پیروں سے چلتے ہیں جیسے چوپائے بعض اُن میں سے ہلے ہوئے ہیں اور بعض وحشی ہیں۔ اور بعض پرند ہیں۔ بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں۔ جو آگ میں گرنے سے جل جاتے ہیں۔ اور بعض پانی میں پڑنے سے ڈوب جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو نور اور روشنی میں نہیں ٹھہر سکتے جیسے چمگادڑ اور بعض اندھیرے میں نہیں ٹھہر سکتے جیسے انسان وغیرہ اور بعض کو اندھیرا اُجالا یکساں ہے جیسے درندے۔ بعض حیوانات آواز رکھتے ہیں۔ اور بعض فقط حرکت ہی رکھتی ہیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور بعض کسی جگہ ملتے ہیں۔ کسی جگہ نہیں ملتے +

اسی سرّ الٰہی نے ان سب کی ہیکلیں اور ہیأتیں بنائی ہیں۔ اور اسی نے انہیں رنگ اور مقدار کے فرق رکھے ہیں جیوانات کے اجزا میں بھی اُس نے مثل نباتات کے منافع اور مضرتیں رکھی ہیں۔ بعض اُن میں سے زہر قاتل ہیں۔ اور بعض دوا نافع ہیں بعض حیوانات غذا اور دوا کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور بعض بجز تلف اور ہلاک کرنیکے کسی لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ بکری غذا کی اچھی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور کتا سوا مار ڈالنے کے کسی کام کا نہیں ہے۔ ایسے ہی بعض حیوانات ایک کام کے لائق ہیں۔ اور ایک کام کے

لائق نہیں ہیں۔ اور بعض ایک چیز کو نفع کرتے ہیں۔ اور دوسری چیز کو نقصان کرتے ہیں بعض نباتات حیوان کے قائمقام اور بعض حیوان نباتات کے قائمقام ہیں یعنے ضعف اور قوت میں اور یہ سب اختلافات اُسی سرِ آلہٰی کے سبب سے ہیں جو کل موجودات میں جاری ہے۔ اور جس کی حقیقت کو بجز خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

حیوانات اور کل مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہو کر جن کا احصار عقول بشریہ سے خارج ہے۔ یہ سرِ آلہٰی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اشخاص انسانیہ میں اُس نے جریان[1] شروع کیا۔ تاکہ نما کی چادر کے اندر روپوش ہو جائے۔ اور جو کچھ کاری گریاں اُسنے تمام مصنوعات میں خرچ کی تھیں۔ وہ سب انسان میں خرچ کیں۔ اور انسان کو عالم اعلےٰ و اسفل کا ایک نمونہ بنا دیا۔ اور یہ سرِ آلہٰی بعض انسانوں میں علانیہ اور بعض میں پوشیدہ طور سے جاری ہوا۔ ابوبکر واسطی کا قول ہے کہ قوالب اور اشباح میں احکام ربوبیت جاری ہیں۔ اور کتب منزلہ میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْاِنْسَانَ لِيَعْرِفَنِيْ حَقَّ مَعْرِفَتِيْ یعنی میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اسلئے میں نے انسان کو پیدا کیا تاکہ مجھ کو پہچانے میرے پہچاننے کے حق کے ساتھ۔ اور حضرت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَّصَنِيْ وَاَوْجَدَنِيْ وَهَدَانِيْ وَعَرَّفَ نَفْسَهٗ فِيْ قَلْبِيْ حَتّٰى عَرَفْتُهٗ وَعَايَنْتُهٗ یعنے شکر ہے اس خدا کا جسنے مجھ کو قید عدم سے خلاصی دی اور میرے وجود کو ظاہر کیا۔ اور مجھ کو ہدایت کی۔ اور اپنی ذات کا عرفان میرے دل میں نصیب کیا۔ یہانتک کہ میں نے اس کو پہچان لیا۔ اور دیکھ لیا۔ اس کلمہ میں سرِ آلہٰی کی طرف اشارہ ہے جو طبیعت کی ظلمت پر غالب ہو گیا تھا۔ اور نور شریعت کے ساتھ اُس نے طبیعت میں اثر کیا تھا۔ اِس نور کی مثال ایسی ہے جیسے بارش کا پانی سب جگہ برستا ہے۔ مگر کہیں روئیدگی پیدا ہوتی ہے۔ کہیں نہیں ہوتی۔ اور کہیں اُسی پانی سے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ کہیں کانٹے اور ببول وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ

[1] جریان یعنی جاری ہونا ۱۲ [2] یعنی اچھی عمدہ زمین میں اُس کے رب کے حکم سے روئیدگی نکلتی ہے اور جو زمین شور ہی اور خراب ہے اُس کی پیداوار بھی خراب ہی ہوتی ہے ۱۲

بِهٖ نَكِدًا ۔ پس جو قلب کہ پاکیزہ اور عارف ہے ۔ اُسمیں سرّ آلہی بہت سے فوائد ظاہر کرتا ہے
مثل اخلاق حسنہ اور کمالات انسانیہ اور حقائق علوم وغیرہ کے ۔ اور جو قلب خبیث ہے ۔
اُس میں سرّ آلہی بجز فسق و فجور اور دوام غرور کے اور کچھ پیدا نہیں کرتا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ
نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔ جس کے واسطے خدا نے نور نہیں کیا اس کے واسطے نور نہیں ہے
اسی مضمون کی طرف حضور علیہ السلام نے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے ۔ مَنْ اَصَابَ مِنْ
ذٰلِكَ النُّوْرِ شَيْئًا اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاَ ضَلَّ ۔ یعنی جس کو اس نور میں سے کچھ مل گیا اُس نے
ہدایت پائی ۔ اور جسکو نہیں ملا وہ گمراہ ہوا ۔ اور جس کو یہ نور ملا ہے ۔ اُس کی استعداد کے
موافق ملا ہے ۔ کیونکہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی خداوند تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف
نہیں دیتا ہے ۔ مگر بقدر اُس کی طاقت کے یعنی جتنی جس کسی میں نور کے لینے کی طاقت
تھی اُسی قدر نور اس کو عنایت کرتا ہے ۔ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شب
معراج میں دعا کی اور اُس دعا میں اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ
اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۔ یعنی اے ہمارے پروردگار
ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا ۔ (جو اُن سے اٹھ نہ سکا) اور
اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہ ہو ۔

پس سرّ جاری اپنی نور ذات کی رو سے ایک ہے اور اپنی مختلف تاثیروں کی رو سے
جو موجودات پر موافق اُن کی استعدادوں کے ڈالتا ہے کثیر ہے ۔ پس ایک وجہ سے سرّ
آلہی واحد ہے ۔ اور ایک وجہ سے کثیر ہے ۔ اور کوئی موجود اس سرّ آلہی سے خالی نہیں ہے
یہانتک کہ پانی کا قطرہ اور درخت کا پتہ اور چھوٹے سے چھوٹا جاندار حرکت کرنیوالا اور پتھر
جما ہوا کوئی اس سے خالی نہیں ہے ۔ اور نہ عابد کی نیکی اور فاسق کا گناہ اس سے خالی ہے
مگر یہ سرّ الہی بعض کے حق میں شفا ہے ۔ اور بعض کے حق میں زہر ہے ۔ جیسا کہ خداوند تعالےٰ
اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ یعنی نازل کرتے ہیں ہم قرآن سے وہ چیز جو شفا اور رحمت ہو مومنوں
کے واسطے اور نہیں زیادہ کرتا ہے (یہی قرآن) ظالموں کو مگر نقصان ہیں ۔ یعنی اُن کے

حق میں زہر ہے۔ کیونکہ اُن میں اس سے نفع لینے کا مادہ اور استعداد نہیں ہے۔ اور نیز اُسی کا فرمان ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ یعنی اسی قرآن شریف کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور نہیں گمراہ کرتا ہے اُس کے ساتھ مگر فاسقوں کو جو اللہ کے عہد کو اُس کے پختہ ہونے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور جس کے ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اُس کو جُدا کرتے ہیں۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یعنی اپنی بصیرت کی کمی کے سبب سے توحید کے عہد کو توڑتے ہیں اور امانت کی رسی کو جس کے ملانے کا خدا نے حکم فرمایا ہے۔ اُسکو جدا کر کے کاٹتے ہیں اور شرع شریف کی مخالفت اور تکبر و شیطنت کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اسی سبب سے سرِ الٰہی اُن کے دلوں میں منکشف نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُنکے دلوں میں قلت استعداد کی بیماری ہے۔ اور اُن کی آنکھیں اندھی ہیں ہدایت کے راستہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ بیشک فلاحیت پائی اُس نے جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ اور اپنے رب کا ذکر کیا۔ پس نماز پڑھی۔ بلکہ تم (اے لوگو) زندگانی دنیا کو اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

پس سرِ الٰہی زیادہ قوت کے ساتھ اشخاص انبیاء و مرسلین میں جاری ہوا ہے۔ اور ان کے بعد مومنوں کے دلوں میں اور ان سب سے زیادہ قوت کے ساتھ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس میں جلوہ گر ہوا۔ یعنی یہ سرِ الٰہی حضرت آدم کے سینہ سے اُن کی اولاد میں منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم میں پہنچا۔ اور اُن سے منتقل ہوتا ہوا عرب میں بنی ہاشم کے اندر آیا۔ وہاں عبد المطلب کو تفویض ہوا عبد المطلب سے عبد اللہ کے پاس اور عبد اللہ سے حضرت آمنہ حضورؐ کی والدہ کے رحم میں تشریف لایا اور وہاں اس سرِ الٰہی نے نبوت کی صورت اختیار کر کے نہایت کامل مکمل جسم کے اندر انتقال کیا یعنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور آپ کے بعد بھی سرِ الٰہی خلفاء اربعہ

ہیں منتقل ہوا۔

یہ سرِ الٰہی جب آدم کی طینت میں جاری ہوا۔ تو اس نے آدم کے قالب اور اُس کی روح اور طبع اور عقل اور مزاج اور نطق اور حس پر اثر ڈالے۔ اور ان ساتوں قوتوں پر اثر ڈالنے سے نور کی سات قسمیں ہو گئیں۔ جن کا ذکر اس آیت شریف میں ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور دو نور اُس میں اور اضافہ ہوئے۔ ایک علم کا نور دوسرے عمل کا نور پس یہ سرِ الٰہی کا نور بحسب مراتب سبعہ کے سات قسم پر منقسم ہوا۔ جنہیں سے بعض بمنزلہ مشکوٰۃ ہیں یعنی قالب اور روح اور حس اور بعض بمنزلہ زجاجہ ہیں۔ یعنی طبع اور مزاج اور بعض بمنزلہ مصباح ہیں یعنی عقل اور نطق۔ اور ان ساتوں قوی میں سے ایک ایک قوا سے اولاد آدم میں سے بعض بعض پر غالب ہو گیا۔ چنانچہ اس حساب سے اولاد آدم بھی سات قسم پر منقسم ہوئی۔ ایک وہ قسم جن پر قالب کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر طبع کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر حس کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر مزاج کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر روح کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر عقل کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر نطق کی قوت غالب ہوئی مگر ان سب میں اشرف قسم وہ ہے جن پر عقل اور روح کی قوت غالب ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ ہیں جن پر حس اور روح کی قوت غالب ہے۔ اور ان کے بعد وہ ہیں جن پر مزاج اور طبع کی قوت غالب ہے۔ اور سب میں بدتر قسم وہ ہے جس پر فقط قالب کی قوت غالب ہے۔ اور سب میں کامل تر اور فاضل تر وہ ہے۔ جس میں یہ سب قوتیں اپنے کمال کے ساتھ جمع ہوئی ہیں۔ اور جس میں یہ سب قوتیں کمال کے ساتھ جمع ہوئیں۔ وہ اولوالعزم میں سے ہے یا ان خلفاء میں سے جو دوسرے پر تسلط کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ شخص ہے۔ جس سے دین و ملت کا کام پورا ہوتا ہے۔ انہیں قوتوں کے سبب سے نوع بشر ان کمالات کو پہنچی جو اُس کو اور انواع پر حاصل ہیں جس شخص پر ان قوتوں میں سے ایک قوت غالب ہوئی اُس کے ساتھ وہ چیزیں بھی لازم ہوتی ہیں جو اُس قوت کے ساتھ لاحق ہیں مثلاً جس میں قوت حس غالب ہے۔ اُس کو اشیاء بعیدہ

کا ادراک غایت درجہ کا ہوگا۔ اور خوشبو بدبو اور کھانے کا مزہ اور رنگ اور اُن کا فرق خوب جانتا ہوگا۔ اور اُن کے جاننے سے بہت سی آفات سے محفوظ رہیگا۔ اور قوت مزاج کے یہ باتیں تابع ہیں۔ صحت نفس طول عمر وائل سلامت قلب خوش حالی اُمیدوں کا حاصل ہونا بہت سی لذت کی باتوں پر قادر ہونا۔ اور قوت طبع کے یہ چیزیں لاحق ہیں تحمل۔ حلم۔ وقار خوب صورتی خوش اخلاقی۔ اور قوت روح کے ساتھ یہ چیزیں ملحق ہیں۔ قوت شہوت قوتِ غضب۔ قوتِ افعال نفسانیہ۔ اور قوت قالب کی ملحقات یہ ہیں۔ تمام جسمانی کاموں میں سخت حرکت کرنا۔ دشمنوں کو دفع کرنا اور مارنا حُسنِ منظر حُسن ہیئت و سیاست اور قوت کی یہ چیزیں تابع ہیں۔ علم حکمت۔ نیک اعمال۔ عدل۔ احسان۔ جود۔ کرم۔ ریاست دنیا کے مہمات کو انجام دینا۔ اور قوت نطق کے ساتھ یہ چیزیں لازم ہیں۔ فصاحت۔ بلاغت۔ دشمناگی کا دور کرنا۔ دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا۔ نیک کاموں اور عدل و انصاف پر لوگوں کو آراستہ کرنا۔ ان قوتوں میں سے ہر ایک قوت کے بہت سے لواحق و فوائد ہیں۔ جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔ ہم نے حسب مقدار کے ساتھ بیان کیا ہے عقلمند اسی سے بہت منافع حاصل کرسکتا ہے۔

پس نوع انسان میں اقسام اصناف انہیں قویٰ کے انقسام سے پیدا ہوئے ہیں اور اُن قویٰ میں یہ تقسیم سرِ الٰہی کے تقاضے سے پیدا ہوئی اور سرِ الٰہی کی حقیقت کو بجز خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

سرِ الٰہی ہی نے قویٰ کی سات قسمیں کیں پھر انہیں کے موافق انواع کو سات قسموں پر منقسم کیا۔ چنانچہ اسی سبب سے عالم کی بھی سات اقلیمیں ہوئیں۔ ان سات میں سے تین اُن تین مرتبوں سے ماخوذ ہیں۔ مرتبہ مشکوٰۃ و مصباح و زجاجہ۔ اور چار ان چاروں انوار کلیہ کے مراتب سے ماخوذ ہیں۔ نُورُ اللّٰہِ نُورُ النُّورِ نُورُ الْمُمَثِّلِ نُورٌ عَلٰی نُورٍ اور یہ زیتونہ مبارکہ سے مستفاد ہے۔

ان انوار میں سے ہر نور کے مقابلہ میں ظلمت ہے۔ پس ظلمت بھی اپنی ان اضداد کے حساب سے اسی طرح منقسم ہوئی۔ نور در حقیقت ایک ہے۔ اور وہی قدرت کی روشنی

ہے۔پس قادر درحقیقت ایک ہے۔ اور عاجز بہت ہیں۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اللہ ہے کارساز مومنوں کا ظلمت سے اُن کو نور کی طرف نکالتا ہے تفرق شیطان سے ہے۔ اور اجتماع اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اور شیطان وہی ظلمت ہے جو نورِ ذات سے اور نور النور سے نیچے پڑی ہوئی ہے۔ اور ان دونوں نوروں سے ضد اور مخالفت رکھتی ہے۔ اور یہ ظلمت طبیعت کے اندر اس طرح قائم ہے جیسے نور شریعت کے اندر قائم ہے۔ اور یہ نور ہی اصل اور سپرا ہے۔ اور ظلمت کیا ہے نور النور کے میدان میں نازل ہونا نہ خاص جناب نور کے اندر نازل ہونا۔ کیونکہ ابلیس آدم کے اندر وسوسہ ڈالتا ہے خالق کے اندر نہیں ڈال سکتا اور مومن کے اندر وسوسہ ڈالنے کی اُس کو دسترس نہیں ہے۔ جیسا کہ اُس کا قول خداوند تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ یعنی ان سب کو میں گمراہ کرونگا مگر تیرے ان بندوں کو میں گمراہ نہیں کرسکتا جو خالص مومن ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اسی تکبر کے سبب سے اُس پر لعنت فرمائی۔ تاکہ عاقل اس بات کو سمجھ لے کہ نور کے مقابلہ ہی میں ظلمت ہے۔ اس جگہ بہت سے اسرار ہیں۔ مگر اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

پس درحقیقت خداوند تعالیٰ کا وہ راز جو اُس کی کل موجودات میں جاری ہے۔ وہ اُس کی محبت اور ایجاد کا ارادہ ہے یعنی اگر خداوند تعالیٰ ارادہ نہ کرتا اور اپنے جود کا اظہار نہ چاہتا اور وجود کی اشاعت نہ کرتا۔ تو وہ سرِ الٰہی ایجاد کے ساتھ جاری نہ ہوتا اور نہ کوئی چیز موجود ہوتی۔ مگر جب اُس نے ان چیزوں کو ایجاد کیا۔ جو عدم کے پردہ میں پوشیدہ تھیں اُنھوں نے اس بات پر دلالت کی کہ اس کا ارادہ کسی خواہش اور ضرورت سے نہ تھا بلکہ یہ محض اُس کی محبت اور عنایت تھی اور وہ لطیف ارادہ اُس کا سِر ہے جو اُس کی مرادات میں جاری ہے۔

سب چیزوں سے زیادہ اِس سِر نے انسان میں اثر کیا ہے۔ اور اپنے آثار اس نے انسان کو آفاق اور انفس میں دکھائے ہیں۔ اور جب یہ سرِ الٰہی انسان کو پیدا کر کے اپنا مقصد پورا کرچکا۔ پھر کوئی تمنا باقی نہیں ہی۔ اور نہ انسان کے سوا اُس کو

کوئی مطلب معلوم ہوا۔ پس یہ سرّ انسان پر قائم ہوگیا۔ جیسے کہ سورج کی شعاعیں اوّل افلاک پر پڑتی ہیں۔ مگر افلاک اپنی شفافیت کی وجہ سے شعاعوں کو نہیں روک سکتے پھر وہ شعاعیں ارکان پر آتی ہیں۔ مگر کہیں نہیں پڑتیں۔ یہانتک کہ جب زمین پر پہنچتی ہیں تب یہاں سے اُن کو آگے راستہ نہیں ملتا۔ اِس لیئے یہیں ٹھہر جاتی ہیں۔ پس ایسے ہی یہ سرّ الٰہی جب انسان کی انتہا پر پہونچا۔ تب ٹھہر گیا۔ اور اسی سرّ الٰہی کے عکس سے انسانیت روشن ہوگئی جیسے کہ دنیا آفتاب کے عکس سے روشن ہے۔ پھر انسان میں سے بعض انسان ایسے ہیں۔ جو سرّ الٰہی کی رجوع میں گذرگاہ بنے یہ لوگ انبیا اور مرسلین ہیں۔ اُن پر نور کا عکس دوگنا پڑا۔ اور اُس کے انوار کے آثار بہت زیادہ واقع ہوئے اور وہ خط جس پر سرّ الٰہی کا نور اور اُس کی شعاع کا عکس واقع ہوا ہے۔ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے۔ پس آپ گویا وسط زجاجہ اور شدت نور سے مثل مصباح فی المشکوٰۃ کے ہیں۔ اور آپ نے نور النور سے پورا حصہ لیا ہے۔ پھر آپ نے نور النور سے نور ذات کی طرف انتقال کیا۔ اور یہی آپ کا انتقال آپ کی معراج تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰی یعنی جس نے اس نور میں سے کچھ پایا اُس نے ہدایت پائی۔ پس حضور ہی نے سب سے زیادہ حصہ پایا ہے۔ اور آپ ہی سب سے زیادہ ہدایت اور مقام قربت پر ہیں۔ اسی سبب سے آپ اَوَّلُ النَّاسِ فِی الْخَلْقِ اور اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْبَعْثِ[1] ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے مخصوص کیا اور آپ ہی کو وہ نور بنایا ہے جس کی شان میں فرماتا ہے۔ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے ٭

اللہ تعالےٰ نے جو مراتب نور کی یہ مثالیں بیان کی ہیں اسواسطے کہ عاقل اس بات کو سمجھ لے کہ معقول اور معمول اور محسوس سب معانی معقولہ کی مثالیں ہیں ورنہ مصباح اور ضوء کلام اللہ میں بہت بڑا فرق ہے ایسے ہی زجاجہ اور قدرت خدا اور مشکوٰۃ اور صنعت خدا میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ مثالیں محض اسیواسطے بیان کی گئی ہیں: تاکہ اِن کے ذریعہ

[1] یعنی پیدائش میں سب سے اوّل اور بعثت میں سب نبیوں سے آخر ہیں۔ اس کا مفصل بیان پہلے گذر چکا ہے ۱۲

سے معانی معقولہ اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ اور وہ دل جو خیالات اور گمانات سے پُر ہیں ان مثالیں سے تعلیم حاصل کریں۔

معلوم ہو کہ مثالیں معانی کے چہرے پر مثل پردہ اور نقاب کے ہیں۔ جو شخص جاہل ہے وہ تو پردہ کو دیکھ کر وہیں ٹھہر جائیگا۔ اور جو عاقل ہے وہ اس حجاب اور نقاب کو ہٹا کر اندر داخل ہوگا۔ اور حقائق اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں دیکھ لیگا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔[۱] یعنی اے رسول جب تم قرآن شریف پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں (یعنی کافروں کے) ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں (جس کے سبب سے وہ تم کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے نہیں دیکھتے) اور ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا[۲]

پس اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی مثال دی ہے۔ اور اس کے حکم اور معنی کو اپنی عزت کا خیمہ نشیں اور وحدت کا پردہ نشیں گردانا ہے۔ ہر قلب مشکوۃ سے مشابہ ہے جسمیں بجز خیمہ کے سایہ اور اُس کی شکل کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روشن قلب جب مصباح کے نور سے روشن ہوتا ہے۔ اور صبح کی روشنی اُسپر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور اوج فلاح کی طرف وہ ترقی کرکے کامیابی کی خوشبو سونگھتا ہے۔ اُسوقت وہ لوگوں میں مثل مصباح فی المشکوۃ کے روشن ہوتا ہے۔ جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَنَا بَيْنَ الْغَافِلِيْنَ كَالْمِصْبَاحِ الْمُضِيْءِ فِي اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ یعنی میں غافلوں کے درمیان میں ایسا ہوں جیسے روشن چراغ اندھیری رات پس یہی قلب نور النور کا ادراک کرتا ہے۔ اور اُس کی طاقت کے موافق اُس کو نور ذات کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ پس یہ قلب خیام امثال میں داخل ہو کر حدود و اشکال سے گزر جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ معلومات الٰہی تغیر اور زوال سے خارج ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ

[۱] جب کہ کفاروں نے حضور کو نماز کی حالت میں ستانا شروع کیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عنایت کیا کہ کفار آپ کو قرآن شریف پڑھنے کی حالت میں دیکھ نہ سکتے تھے ۱۲ [۲] یعنی خدا ہی نے دو دریاؤں کے درمیان میں پردہ قائم کیا ہے جس سے وہ آپس میں مل نہیں سکتے ہیں حالانکہ ایک جگہ برابر بہ رہے ہیں۔ مگر ہر ایک کی رنگت اور مزا جداگانہ ہے ۱۲

نے آیۃ النور کو اس قول کے ساتھ ختم فرمایا ہے۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ
یعنی اللہ تعالیٰ (یہ) مثالیں (صرف) لوگوں کے (سمجھانے کے) واسطے بیان فرماتا ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے یعنے وہ عقلوں کی مقداریں اور خواطر کے مرتبے خوب جانتا ہے
پس جس سے خطاب فرماتا ہے۔ اُس کی عقل کے موافق فرماتا ہے۔ اور جس کے قلب
پر انکشاف کرتا ہے۔ تو اُس کے تحمل کے لائق کرتا ہے وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۝ یعنی نہیں
سمجھتے ہیں ان باتوں کو مگر عالم لوگ۔ پس اے طالب تو اس بات کو سمجھ کہ سرّ الٰہی یعنی وہ
ارادہ جس سے اس نے مخلوقات کو موجود کیا۔ وہ اُن تمام چیزوں میں جاری ہے۔ جن کو اُس
نے عدم سے وجود میں ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ یہی سرّ الٰہی مدبر اور متمم اور ہر چیز کو اُس کی انتہا
تک پہنچانے والا ہے۔

اسی سرّ الٰہی کے آثار کا ہر شخص نے اپنی اصطلاح میں جداگانہ نام رکھ چھوڑے
ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ سرّ الٰہی سے وہ عنایت الٰہی سمجھتے ہیں۔ جو بندوں کی پیدائش پر
شامل ہے۔ اور فلاسفہ کہتے ہیں۔ کہ موجودات کا وجود اللہ سے مستفاد ہے۔ اور یہی معنی
مستفاد سرّ ارادہ کے ساتھ قائم ہیں۔ اور متکلمین کا یہ قول ہے۔ کہ سرّ الٰہی اس کی موجودات
میں اُس کی قدرتِ شاملہ ہے کل حرکات و سکنات کو یعنی ایک انگلی تک کا حرکت کرنا یا
ساکن ہونا خدا ہی کی قدرت سے ہے۔ پس ان لوگوں کے نزدیک دوام احداث جو خداوند تعم
کے ہاں سے محدثات کے احوال کو متغیر کرتا ہے۔ اور اُن کے افعال کو الٹ پلٹ کرتا ہے
وہی سرّ الٰہی جاری ہے۔ اور دیگر مذاہب کے لوگ اس سرّ الٰہی کے ساتھ ایک نور کی طرف
اشارہ کرتے ہیں جو ہر چیز پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فائض ہے۔ اس نور کے اثبات
کی طرف اکثر مجوس اور بعض نصاریٰ مائل ہوئے ہیں +

اور صوفیائے کرام اور ارباب طریقت فرماتے ہیں یہ سرّ الٰہی قلوب کا مقلب القلوب
کی طرف منجذب ہونا ہے۔ پس انسان کے اندر سرّ الٰہی اُس کے قلب کا رب کے دروازہ پر
حاضر ہونا ہے۔ اور صوفیائے کرام کبھی یہ بھی اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ سرّ الٰہی بندہ کا
انکشاف حق کی طرف قریب ہونا ہے +

اور درحقیقت یہ سرِّ الٰہی موجودات کے اندر وہ تسخیر ہے۔ جو ربوبیت سے قبض و بسط کے ساتھ ہر موجود اور معدوم کے واسطے صادر ہے۔ پھر اسی تسخیر نے تعبد اور تکالیف کو لازم کیا۔ چنانچہ اسی سِر کے سبب سے قائم قیام کرتا ہے۔ اور قاعد قعود کرتا ہے۔ اور واقف وقوف کرتا ہے اور مومن ایمان لاتا ہے۔ اور کافر کفر کرتا ہے۔ چنانچہ اسی مضمون میں وارد ہے۔ اَلْقَدْرُ خَیْرُہٗ وَشَرُّہٗ وَحُلْوُہٗ وَمُرُّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی قدر کا خیر و شر اور میٹھا کڑوا سب خداوند تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اسی سرِّ الٰہی کے کل موجودات میں جاری ہونے سے ساری موجودات طوعًا و کرہًا۔ اُس کی ربوبیت کے اقرار کی طرف مجبور ہے یعنے سب اس بات کے مقر ہیں کہ بیشک اُن کا ایک خالق ہے جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اسی مضمون کو فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ قُلْ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ[1] ۔ اور نیز سرِّ الٰہی جو ارادی ربانی ہے۔ اسکے عباد اور بلاد میں جاری ہونے کی دلیلوں میں سے رسولوں کا بھیجنا اور کراماً کاتبین اور محافظین فرشتوں کا مقرر ہونا ہے۔ کیونکہ یہ درحقیقت سرِّ الٰہی کے انوار ہیں۔ جو بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ایک ایک چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے عمل کو رجسٹر میں چڑھاتے ہیں۔ تاکہ ایک ذرہ بھی اُس کے علم سے باہر نہ رہے۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

بعض کہتے ہیں کہ سرِّ الٰہی خدا کی محبت ہے اپنی موجودات کے ساتھ اور اُس کی محبت کی دلیل اس کا ایجاد کرنا ہے۔ اور اعدام کو بُرا سمجھنا یعنی اگر موجود کا معدوم ہی کرنا اُس کو پسند ہوتا۔ تو وہ اِس کو موجود ہی کیوں کرتا۔ اور جب کہ اُس نے موجودات کو عدم سے موجود کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ایجاد اُس کو محبوب ہے) حدیث صحیح رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم

[1] یعنی اے رسول اگر تم ان کفار سے سوال کروگے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ جواب دینگے کہ خدا نے۔ تم کہو کہ اے کافرو۔ یہ تو بتاؤ کہ جن چیزوں کی تم سوا خدا کے پرستش کرتے ہو۔ اگر خدا مجھ کو کچھ نقصان پہونچانا چاہے تو کیا وہ اُس نقصان کو مجھ سے دفع کرسکتے ہیں۔ یا اگر خدا مجھ کو رحمت پہونچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اُس کو روک سکتے ہیں۔ کہہ دو کہ خدا مجھ کو کافی ہے۔ بھروسہ کرنیوالوں کو لازم ہے۔ کہ اُسی پر بھروسہ کریں ۱۲

سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے۔ مَا تَرَدَّدْتُ فِیْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ کَتَرَدُّدِیْ فِیْ قَبْضِ رُوْحِ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمُؤْمِنُ الْمَوْتَ وَاَکْرَهُ مَسَآءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْ ذٰلِکَ اور اپنی مخلوق کے ساتھ محبت ہی کے سبب سے اُس نے اُن پر محافظین مقرر کیے اور رسولوں کو اُن کی دعوت کے واسطے بھیجا۔ اور خلافت کو اُن کے اندر جاری کیا (تاکہ اُن کے کام انتظام اور اطمینان سے قائم رہیں) پس اے طالب اگر تو اس بات پر قادر نہ ہو کہ نور نبوت کو حاصل کر سکے جس سے مراد خلافت ہے۔ جو نبوت ہی سے مستفاد ہے جیسے کہ تو عنقریب اُس کی حقیقت سے واقف ہوگا۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ اُن لوگوں کے شمار میں تو داخل ہو۔ جو کسی حالت میں ذکر الٰہی سے باز نہیں رہتے۔ قیام کرتے ہیں۔ اور رکوع و سجود میں رہتے ہیں۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

تینتیسواں مقالہ نبوت کے بیان میں

اس میں سات باب ہیں

پہلا باب

نبوت اور رسالت کے ذکر میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل نبوت اور رسالت اور اُن کی ماہیت کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت قلب کا آگاہ ہونا ہے۔ علوم غیبیہ کے معانی کی حقیقت

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جس قدر کام میں کرتا ہوں۔ اُن میں سے کسی میں مجھ کو تردد واقع نہیں ہوتا۔ صرف ایک مومن کی روح قبض کرنے میں متردد ہوتا ہوں۔ کیونکہ مومن موت کو برا سمجھتا ہے۔ اور میں اُس کی برائی کو سمجھتا ہوں۔ مگر موت سے چارہ نہیں ۱۲

سے معاینہ کے ساتھ بغیر کسب اور طلب اور اجتہاد کے۔ اور اسمیں آگاہی کے تین مرتبہ ہیں یا تو یہ آگاہی اُس قصد سے جو بندہ کی استعداد ازلی اللہ سے صادر ہوا ہو یا اُس کامل جذب سے ہو جو بندہ کو خدا کی طرف سے ہُوا ہے یا اُن دو معنوں کے جمع ہونے سے ہو ایک استنبائے العبد دوسرا انباء الحق جب یہ استنبا اور انبا جمع ہونگے۔ نبوت رسالت کی طرف منتقل ہو جائیگی۔ یہ مرتبہ کل مراتب سے اکمل اور اشرف ہے ❊

پس نبوت ایک حالت ہے جو بعض نفوس انسانیہ کو نور قدس کی تاثیر سے حاصل ہوئی ہے۔ اور بغیر کامل اور تحت تاثیر کے حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ نفس انسانی نے اگر نور قدسی سے ضعیف اثر قبول کیا ہے۔ تو یہ متنبی ہو گا نبی نہ ہو گا۔ نبی وہی ہو گا۔ جس نے کامل اثر قبول کیا ہے۔ اور متنبی اور نبی میں فرق یہ ہے کہ متنبی متکلف مجتہد مکتسب غیر مقبول ہے۔ اور نبی وہ ہے جس کو تمام کمالات انسانیہ اور ربانیہ بغیر اکتساب اور اجتہاد فی التحصیل کے حاصل ہوئے ہوں۔ کوشش اور اجتہاد سے نبوت کا حاصل ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نبوت اسرار مکنونہ میں سے ایک ودیعت ہے اُس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے قلب میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ ودیعت اُس بندے کے جوہر نفس میں قرار پکڑ لیتی ہے۔ پس اس لحاظ سے نبوت نبی کے لیے ذاتی ہوتی ہے نہ کسبی۔

یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبوت ایک عرض ہے نفس پر طاری ہونیوالی۔ یا نفس کی خصلت ہے بلکہ یہ نبی کے نفس کے واسطے صفت ذاتی ہے۔ اور نبی کے جوہر کی کامل کرنے والی ہے۔ بغیر نور نبوت کے نفس نبی نہیں ہو سکتا جیسے کہ بغیر علم کے جوہر میں منتقش ہوئے نفس عالم نہیں بن سکتا ❊

---

[1] یعنی نبوت کا مرتبہ ایسا نہیں ہے جو کسب اور طلب اور کوشش سے حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ کوشش سے حاصل ہو سکتی تو ہر ایک شخص کا نبی بننا ممکن تھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ مرتبہ اُسی کو حاصل ہوتا ہے جس کے مادہ میں اللہ تعالیٰ نے اُس کی قابلیت رکھی ہے۔ اس کا مفصل بیان گذر چکا ہے۔

[2] یعنی بندہ کا نبوت طلب کرنا اور خدا کا اُس کو نبوت عنایت کرنا۔

[3] یعنی بتکلف نبی بننے والا ہو گا حقیقی اور اصلی نبی نہ ہو گا۔

[4] یعنی متنبی کوشش اور مجاہدہ سے کشف کا مرتبہ حاصل کرتا ہو مگر چونکہ نبی کے مقابلہ میں مرتبہ ناقص ہے۔ اس سبب سے یہ غیر مقبول ہے

[5] عرض وہ چیز ہے جو غیر کے ساتھ قائم ہو اور اپنی ذات سے قائم نہ ہو جیسے کپڑے کا سفید ہونا یا سیاہ ہونا قائم ہے ۱۲

پس نبوت نفس کی ذات کا کمال ہے - اور یہ وہ مرتبہ ہے - جسکے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہو جو اس مرتبہ پر پہنچا وہ اپنے رب تک پہنچ گیا - اور اُس کے اور خدا کے درمیان میں سوائے حجاب حدوث کے کوئی حجاب نہ رہا -

نفس انسانی کو کمالات میں سے پہلا جو کمال حاصل ہوتا ہے - وہ صانع کا علم ہے پھر اس کی احدیت کی معرفت ہوتی ہے - پھر اُس کے فکر پر حضور ہوتا ہے - پھر اُس کے جلال کا شہود[۱] ہوتا ہے پھر اُس کی وحی کی وساطت سے اُس کے علم کے ادراک میں استغراق[۲] ہوتا ہے اسی حالت کو نبوت کہتے ہیں - پھر جب نفس نور نبوت کے ساتھ کامل ہو جاتا ہے - تب اُس کی مثال لوح محفوظ کی سی ہوتی ہے - غیب اور حاضر کا علم اُس پر منکشف ہوتا ہے ⁂

نبوت حاصل نہیں ہوتی - مگر ایسے نفس کو جو رذائل سے پاک ہو - فواحش سے منزہ ہو فساد سے دور ہو طبیعت اور اُس کے قوے پر نقص غالب نہ ہو - کیونکہ نفس اِس زندگانی کے اندر جب ان آفات محسوسہ میں مشغول رہتا ہے - تب اُس کا عالم غیب کی طرف رجوع کرنا ممتنع ہے - اور جب یہ آفات اُس سے دور ہوئیں - اور اُس کی ذات کل نقائص اور رذائل سے پاک ہو گئی حجابات اُس پر سے اُٹھ جائینگے - اور پردے دور ہونگے - اور نفس اپنے عالم بالا سے قریب ہو گا - اور یہ بات ظاہر ہے - کہ جو باتیں قریب یعنی پاس کا شخص دیکھتا ہے - وہ بعید یعنی دور کا شخص نہیں دیکھ سکتا ⁂

یہ نفس مطہر اپنے صفا رجوہر کے سبب سے حجاب غیب کا مشاہدہ کرتا ہے - اور علوم ملکوت اُس کے جوہر میں منتقش ہو جاتے ہیں - اور یہی علوم غیبیہ کا منتقش ہونا نبوت ہے پس اس وقت یہ نفس اُن چیزوں کو دیکھتا ہے - جو اور نفس نہیں دیکھ سکتے - نبی کا نفس یہ حقائق بھی اسی سبب سے دیکھتا ہے کہ اُس کا التفات اور اشتغال عالم حس میں بہت کم ہو جاتا ہے -

[۱] شہود سے رویت حق بحق مراد ہے - اور اس کی کئی تسمیں ہیں - ایک شہود المفصل فی المجمل ہے یعنی کثرت کو ذات احدیت میں دیکھنا دوسرا شہود المجمل فی المفصل ہو یعنی احدیت کو کثرت میں دیکھنا - اور فوائد توحید اور سیر اسمار وغیرہ کا مفصل بیان اصطلاحات مولانا عبد الرزاق کاشی میں موجود ہر جسکو منظور ہو - اُس میں تلاش کرلے ۱۲ سید نسیمن علی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی

[۲] استغراق شہود حق میں ایسی مشغولی کو کہتے ہیں - کہ جس میں عالم کائنات سے بے خبر ہو جائے ۱۲

کیونکہ کمالات الٰہیہ سے نفس کے باز رکھنے والے یہی مکدّر حواس اور بے اعتبار مخبر[۱] ہیں۔

اگر نفس انسانی کے ساتھ یہ آفتیں لاحق نہ ہوتیں تو کسی نفس کا قدم جادۂ حق سے زائل نہ ہوتا۔ اور نہ کسیکو میدان تحقیق میں لغزش واقع ہوتی۔ مگر حق باطل کی ظلمتوں میں ملتبس ہوگیا اور حواس چونکہ باطل کے اندر زیادہ مشغول ہیں۔ اس سبب باطل کو قوت ہوئی۔ اور وہ حق پر غالب ہوگیا۔

نفس انسانی اس عالم طبیعت میں ایک مسافر ہے۔ کیونکہ یہ جناب ام سے مستفاد ہے۔ اس سفر میں حواسوں کی کدورت سے اس کی صفائی جاتی رہی۔ اور وہ اپنی ولایت کو نہ جاسکا۔ اُس کی رفعت منقطع ہوگئی۔ اسی سبب سے اُس کا علم بھی کم ہوگیا۔ مگر جس وقت نفس سے یہ عوائق دور ہوجاتے ہیں۔ اور حواسوں کی کدورت دفع ہوکر حجاب بلند ہوتے ہیں اُس وقت یہ مسافر اپنے ملک کو چلا جاتا ہے۔ اور اپنی اوج کی طرف بلند پروازی کرتا ہے علوم غیب اُس کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور حقائق ملکوت کو نظر کرتا ہے۔ اور رویت کبھی اُس کو خواب میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ بیداری کی حالت میں جب روح حواس میں مشغول ہوتی ہے تو اُس میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ اسرار ملکوت کا مشاہدہ کرسکے۔ اور کبھی یہ مشاہدہ عالم بیداری میں ہوتا ہے جسوقت کہ روح قوی ہوجاتی ہے۔ اور حواسوں سے اُس کا التفات باقی نہیں رہتا۔

جو معاملات کہ خواب میں نظر آتے ہیں۔ وہ دو وجہ پر ہیں۔ ایک وجہ نہایت ضعیف ہے۔ اور وہ یہ کہ حق کو باطل کی صورت میں دیکھے۔ یا اسرار ملکوت کو خیال کے تصرف سے محسوسات کی مثالوں میں مشاہدہ کرے۔ ان دونوں باتوں میں یہ شخص سچی تعبیر کا محتاج ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اشیاء کو اپنے صفا جوہر کے ساتھ جیسی کہ وہ ہیں۔ اسیطرح بغیر التباس اور پردے کے دیکھے یا روح القدس کو خواب میں دیکھکر نبوت کا اثر اُس سے قبول کرلے۔ اور بیداری میں بسبب اپنے جوہر کے ضعف اور قلب کی تنگی کے روح القدس کے دیکھنے پر قادر

[۱] یعنی جو چیزیں کہ ان حواس خمسہ کے ذریعہ سے ادراک کی جاتی ہیں۔ ان کی حقیقت ان کے ذریعہ سے معلوم نہیں ہوتی اور نہ ادراکات پر وثوق ہوسکتا ہے۔ اسی سبب سے اُن کو بے اعتبار مخبر کہا گیا ۱۲

نہ ہو۔

بیداری کی حالت میں جو معاملات دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ضعیف اور وہ یہ ہے کہ ملائکہ مقربین کو دور سے دیکھے اور اُن سے بات چیت یا اختلاط کرنے پر قادر نہ ہو۔ دوسری قسم قوی ہے۔ اور وہ یہ کہ روح قدس کو صریح نظر کے ساتھ دیکھے اور لوح اور فرشتے کی شکل اُس کی نظر میں منقش ہو جائے اُس کی صورت دیکھے اور اُس کی باتیں سُنے اور اُس کے اثر کو قبول کرے۔ یہ درجہ نبوت کا کمال ہے۔ اس سے اوپر عالم بالا میں کوئی درجہ نہیں ہے۔ پھر یہاں ایک اور حالت ہے۔ اور وہ یہ کہ نور نبوت سے استفادہ پر قادر ہو۔ افادہ پر قادر نہ ہو اس صورت میں اس شخص کے واسطے ایک ہی طریق استفادہ کا ہوگا۔ اور یہی نبوت ہے۔ دوسرا طریق افادہ کا نہ ہوگا۔ جو رسالت ہے۔

پس ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ کیونکہ رسالت اُس چیز کی تبلیغ ہے۔ جو نورِ نبوت سے حاصل ہوئی ہے۔ اور نورِ نبوت سے استفادہ کرنے والے بہت سے ایسے ہیں۔ جو تبلیغ کی طاقت نہیں رکھتے۔

نفوس قدسیہ میں سب سے زیادہ کامل نفس وہی ہے۔ جو مستفید بھی ہو اور مفید بھی[۵۱] اور یہ وہی شخص ہے جس میں نبوت اور رسالت دونوں جمع ہوں۔ پس اس حالت میں نبی رسول ہو جائیگا۔ نبوت سے استفادہ لیگا۔ اور رسالت کا فائدہ دیگا۔ پس نبوت اسرار الٰہیہ کی تلطیف اور رسالت علم نبوت کی تکشیف ہے۔ کیونکہ نبوت ایک نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفس کامل کلی پر۔ اور رسالت اُس نفس کامل سے ایک نور ہے۔ نفوس جزویہ پر[۵۲]۔

نبوت ایک ضرورت ہے۔ جو عنایت الٰہی سے نفوس اور عقول کی حفظ مصالح کے واسطے واقع ہوئی ہے۔ اور رسالت اُسی نبوت کا جو بندوں کے مصالح کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک آلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا اس بات کو جان لیا کہ انسان جو عالم صغیر ہے۔ اور عالم کبیر کا نمونہ ہے

---

۵۱ یعنی فائدہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور دوسروں کو خود فائدہ پہونچانے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور دوسروں کو فائدہ پہونچانا ہی رسالت ہو ۱۲۔

۵۲ یعنی نبی بھی ہو اور رسول بھی ہو ۱۲۔ ۵۳ یعنی اس کو ظاہر کرنا اور دوسروں کو پہنچانا ۱۲

اُس کا صراط مستقیم پر قائم رہنا بغیر رہبری عنایت اور توفیق کے ممکن نہیں۔ اور یہ بھی جان لیا کہ ہر نفس انسانی میں کے نور عزت کا تحمل نہیں کرسکتا ہے تب اُسنے سب نفوس انسانیہ میں سے چند نفس ایسے چھانٹے جو نہایت کامل اور رذائل سے پاک تھے۔ اور انہیں نفوس کو نبوت کا محل قرار دیا۔ اور نبوت کے نور کو اُن میں جاری کیا۔ پس ان میں بعض نفوس تو ایسے تھے۔ جو محض استفادہ ہی کی قوت رکھتے تھے۔ تبلیغ رسالت کے قابل نہ تھے۔ اور بعض نفوس ایسے کامل تھے جن میں دونوں باتوں کی لیاقت تھی۔ نبوت کے قبول کرنے کی بھی اور رسالت کی تبلیغ کی بھی۔

جس نفس نے فقط نبوت ہی کو قبول کیا وہ نفس کامل ہے۔ اور جس نفس نے نبوت کو بھی قبول کیا اور رسالت کی تبلیغ بھی کی وہ نفس مکمل یعنی دوسروں کو بھی کامل بنانے والا ہے نفس مکمل کی مثال پانی کی سی ہے جو خود بھی پاک ہے۔ اور دوسری چیز کو بھی پاک کرتا ہے۔ اور نفس کامل کی مثال مٹی کی سی ہے جو خود پاک ہے دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتی۔ پس جیسے کہ پانی کو مٹی پر فوقیت ہے۔ ایسی ہی مکمل کو کامل پر فوقیت ہوئی۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے نبوت کو نفوس کے اندر پیدا کیا۔ اور اُن میں بعض کو تبلیغ رسالت بھی عنایت کی تب اُسی نبوت اور رسالت کے نور سے صراط مستقیم بندوں میں ظاہر ہوا۔ اور انبیا ارواح کے طبیب ہوئے۔ امت کے نفوس کا علاج انہوں نے شروع کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے امت کے نفوس نے شرک اور کفر کے امراض سے خلاصی پائی۔ اور فطرتی صحت کی طرف عود کیا۔ یہ بات یعنے انبیا اور مرسلین کا مقرر کرنا بندوں پر خاص خدا کی رحمت ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا ہے۔ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اے رسول) لوگ تمپر اپنے اسلام لانے کا احسان کرتے ہیں۔ کہہ دو مجھ پر اپنے اسلام کا کچھ احسان نہ کرو۔ بلکہ اللہ تمپر احسان کرتا ہے۔ کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔ اگر تم سچے ہو۔

دوسری فصل نبوّت اور رسالت کی حقیقت کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت ایک راستہ ہے اللہ اور اُس کے نبی کے درمیان میں۔ اور رسالت ایک راستہ ہے نبی اور اس کی اُمّت کے درمیان میں۔ پس نبوت بمنزلہ بادل اور ابر کے اور رسالت بمنزلہ بارش کے ہے اور مٹی کو بارش ہی سے فائدہ پہونچتا ہے۔ یعنی اُمّت کو رسول ہی سے فائدہ ہے۔

بادل کیا ہے۔ بخارات[1] لطیفہ متضاعدہ کا اجتماع اور بارش انہیں بخارات کا ہوائی صورت سے پانی کی صورت میں تحلیل ہونا اور اسی استحالہ کے سبب سے بارش نیچے اترتی ہے۔ کیونکہ پانی کا عنصر نیچے ہے۔ پس رسالت ایک بارش ہے جو ارواح کی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ نبوت کے بادل سے تاکہ نفوس رسالت سے فائدہ اٹھائیں۔ جو نبوّت ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ نبوت حواس کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اس سبب سے لوگ نبوت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے بسبب اس کی انتہائے لطافت اور شدّت رنت کے بلکہ محض آثار رسالت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نفوس سے زیادہ قریب ہیں۔

نفس جب خدا سے واصل ہوتا ہے۔ اُس وقت نبی ہوتا ہے۔ اور جب وہاں سے بندوں کی طرف رجوع کرتا ہے اُس وقت رسول ہوتا ہے۔ پس نبوّت منادمت[2] کی حالت ہے۔ اور رسالت مکالمت کی حالت ہے۔ نبوّت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس آنیت میں منہمک ہو جائے۔ اور رسالت کی حقیقت یہ ہے کہ اسی انہماک کی طرف اور نفوس کو جذب کرے یہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمنزلہ طبیب حاذق کے علاج کے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی مادر مشفقہ کی اپنے بچّہ پر مہربانی اور محبت سے زیادہ ہے۔ اور اسی کمال رحمت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا

---

[1] بخارات لطیفہ ہی کا نام بادل ہے یہ بخارات دریاؤں اور پہاڑوں سے کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ اور دھواں بھی ان میں مل جاتا ہو جاتا ہو۔ اور یہ کرہ ہوا میں پہنچ کر بالجمعیت کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور بارش شروع ہوتی ہو تفصیل اس کی کتب فلسفہ میں موجود ہے ۱۲

[2] منادمت ہم نشینی اور رازداری اور مکالمت دو رسے گفتگو کرنی ۱۲

اور اپنے پاس سے کتابیں اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں۔ تاکہ وہ رسول اُس کے بندوں کو دار السلام کی طرف بلائیں یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ جسکو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔ پس جب اللہ تعالےٰ اس بات کو معلوم کرلیا۔ کہ سارے بندے نبوت کی سعادت حاصل نہیں کرسکتے ہیں تب اُنہیں سے چند پاکیزہ اشخاص کو نور نبوت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور اپنے بندوں کی ہدایت کیواسطے ارسال فرمایا۔ اور پوری حجت اُن کو عنایت کی۔ اور نبوت کو نبیوں کے دلوں میں ایک روشن چراغ بنایا۔ پھر اس مصباح کا پرتو رسالت کے زجاجہ پر ڈالا پس رسالت نبوت کے ساتھ ہوگئی جیساکہ فرمایا ہے اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ۔ پھر جب یہ رسالت کا نور اور زجاجہ کی روشنی بندوں میں پھیلی اور اُس خدا کی قدرت سے نبوت کا نسلہ۔ اس نے بَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ یعنی اللہ نے نبیوں کو بشارت دینے والے (جنت کی) اور ڈرانیوالے (عذاب سے) تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی حجت باقی نرہے۔ سب لوگوں پر عبودیت لازم ہوئی اور خدا کی حجت مخلوق پر قائم اور مضبوط ہوگئی نبیوں نے بندوں کو عبادت اور معرفت کا حکم کیا۔ اور حق کے رستہ کیطرف اُن کو بلایا اور سچ کی دعوت اُنکو دی۔ پس جسنے اُن کا اتباع کیا اُسنے نجات پائی اور جس نے اُن کا خلاف کیا وہ ہلاک ہوا جس نے اُن کی باتوں کو سنا اور اُن کے احکامات کو بجا لایا۔ اُسکے دل سے شک اور کفر کی بیماری زائل ہوئی۔ اور اُس کی مزاج میں صدق کی صحت اور دین کی قوت اور روح کی ہدایت داخل ہوئی۔ اور اسی فطرت پر اس کا مزاج قائم ہوگیا جیسے کہ اوّل امر میں تھا یعنی پانی اور مٹی سے بھی پہلے۔ اور جسنے خداوندی حکیموں کے موافق علاج نہ کیا اُس نے اپنے مزاج کو فاسد کردیا۔ اور فطرت کی طرف اس کے واسطے کوئی راستہ نہ رہا۔ شیطان نے اُس کو اپنا دوست بنالیا۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو یہی مریض کہیگا۔ افسوس یَا حَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ وَاِنْ کُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِیْنَ یعنی ای میری حسرت اس کوتاہی پر جو میں نے پاس خدا کے رعایت کر نہیں کی۔ اور بیشک میں مسخری کرنیوالوں میں سے تھا۔ پھر اُس روز کسی سفارشی کی سفارش بھی اُسکو نفع نہ دیگی

ملہ یعنی نورانی فطرت ۱۲

پس رسالت دوار الہی اور نبوّت طب ربانی ہی۔ جو بیمار اس کی دوا کو استعمال کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے۔ اور ان ادویہ جسمانیہ کو بھی اطبا نے اسی قوت ربانی یعنی نور نبوّت ہی سے استخراج کیا ہے۔ کیونکہ علم نبوت کل علوم کو شامل ہے۔ اور رسالت کی دوا سب دواؤں پر محیط ہے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاَنْبِیَاءُ قَادَةٌ یَقُوْدُوْنَ النَّاسَ اِلَی السَّعَادَةِ الْاَبَدِیَّةِ یعنی انبیار لوگوں کے چلانے والے راہبر ہیں۔ جو سعادت ابدیہ کی طرف اُن کی رہنمائی کرتے ہیں +

اور ہر طالب اپنے راہنما کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو مخالف ہے وہ سرکشی اور تکبر سے پیش آتا ہے۔ اور سیدھے رستہ سے منحرف ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ مجھ کو اُن لوگوں سے تعجب ہے جو زنجیر[1] میں جکڑ کر جنت میں لئے جائینگے

پس اے طالب تجھ کو معلوم ہو کہ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقل جو جوہر مُبدع ہے انسان کامل پر پورے طور سے متوجہ ہو۔ اور اسی طرح اس کے اندر گھل جائے کہ یہ انسان اُسی کی آنکھ سے دیکھے اور اُسیکے کان سے سنے اور اسیکی زبان سے کلام کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ وَیُحِبُّنِیْ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ صِرْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا وَّیَدًا وَّمُؤَیِّدًا حَتّٰی بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَاْخُذُ وَبِیْ یَمْشِیْ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نوافل کے ساتھ میری قربت چاہتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ پس جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ تب میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ اور اُس کا مددگار بنتا ہوں یہانتک کہ وہ میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میری ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے

[1] وہ لوگ عاشقان خدا ہیں میدان قیامت میں عرش کے نیچے اُتر جائینگے یہانتک کہ حساب و کتاب سے فراغت ہو کر میدان محشر بھی خالی ہو جائیگا۔ مگر یہ لوگ اپنے شوق میں بے خبر ہونگے آخر فرشتے ان سے عرض کرینگے کہ آپ لوگ بھی جنت میں تشریف لے چلیے۔ یہ کہینگے ہم نے جنت کے واسطے اعمال نہیں کئے تھے ہم طالبان خدا ہیں اُس کے عرش کے نیچے کھڑے ہوئے اُس کے دیدار کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرشتے اُن کو جبراً جنت میں لیجانا چاہیں گے۔ مگر ان پر اُن کا کچھ قابو نہ چلے گا۔ تب مجبور ہو کر نور کی زنجیروں میں اُن کو جکڑینگے تب بھی عاشقان خدا فرشتوں کے بس میں نہ آئیں گے۔ اُس وقت فرشتے اُن سے کہینگے کہ خدا کا دیدار تم کو جنت میں ہوگا۔ اس کی جگہ وہی ہے۔ دیدار کی یہ جگہ نہیں ہے۔ تب عاشقان خدا خوشی بخوشی چلے جائینگے +

ہی ساتھ (ہر ایک چیز کو) پکڑتا ہے ۔ اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے ۔ یہی جوہر خدا کا آئینہ ہے اور جب یہ انسان پر متوجہ ہوتا ہے ۔ اور اُس کی روح سے پیوست ہو جاتا ہے ۔ تب اس نفس انسانی کو نفس کلی کا مرتبہ بہم پہونچتا ہے ۔ اور یہ شخص اُس نور عقل کلی اور نفس کلی کے قبول کرنے کے لائق ہو جاتا ہے ۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہے ۔ اور سب کے بعد تک باقی رکھے گا ۔ اور یہ عقل اور نفس دونوں لطیف جوہر ہیں ۔ غیر محسوس اجساد بشریہ سے متعلق نہیں ہیں ۔ مگر جب یہ نفوسِ جزویہ اور عقولِ جزویہ کا تحصیل کمال اور سعادت ابدیہ کی طرف احتیاج دیکھتے ہیں ۔ تب ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ جو اُن کے لائق ہوتا ہے ۔ اور اُن کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہے ۔ پس یہ دونوں اُس میں ایسا تصرف کرتے ہیں جیسے روح بدن میں تصرف کرتا ہے ۔ یہانتک کہ اُس بدن کی حکومت بالکل انہیں کے قبضہ میں ہو جاتی ہے ۔ اور یہ دونوں اس شخص کے اندر بمنزلہ عقل جزوی کے ہو جاتے ہیں ۔ یعنی گویا کہ یہ عقل اور نفس اُس شخص پر عاشق ہو جاتے ہیں ۔ اور اُس کے ساتھ نہایت مہربانی کرتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي اور فرمایا ہے وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي اے موسےٰ تم کو میں نے اپنے واسطے چھانٹ لیا ہے ۔ اور تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش کیے جاؤ ۔ اور اپنے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرماتا ہے ۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی ۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا یعنے بنایا اللہ نے ابراہیم کو (اپنا) خلیل یعنے دوست ۔ پس یہ سب تخصیصیں عقل اوّل اور نفس اوّل سے اُن اشخاص کے حق میں صادر ہوئی ہیں جنکو اللہ دونوں نے پسند کیا ہے اور جنپر یہ متوجہ ہوئے ہیں ۔ اور اپنے نور قدسی اور صنور قدسی کو اُن پر ڈالا ہے ۔ پس نبی عقل اوّل کی صورت ہے ۔ اور رسول نفس اوّل کی ہیکل ہے اور رسالت کا فائدہ بمقابلہ نبوت کے اس سبب سے زیادہ ظاہر ہے ۔ کہ رسالت کی روشنی عالم طبیعت سے زیادہ قریب ہے ۔ دیکھ لو بصارت چاند کا ادراک بمقابلہ سورج کے زیادہ کر سکتی ہے (حالانکہ چاند کا نور بھی سورج کے نور سے مستفاد ہے) ایسی رسالت کا نور

نبوت کے نور سے مستفاد ہے) اور سورج کے ادراک سے بصارت اس سبب سے قاصر ہے کہ سورج اپنے فرطِ نور کے سبب سے محجوب ہے۔ ایسے ہی عقلِ اول بھی اپنے کمالِ ظہور کے سبب سے مستور ہے۔ مگر چاند کا ادراک اسی باعث سے سہل ہے کہ وہ اپنی ضوء کے ساتھ معتدل انکشاف رکھتا ہے۔ پس اس طرح نفسِ کلی کا ادراک بھی سہل ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے عالم سے قربت رکھتا ہے۔

عقلِ اوّل کی مثال سورج کی سی ہے۔ جو اپنے کمالِ نور کے سبب سے ادراک سے بہت دور ہے۔ کیونکہ نور کی افراط بھی مثل ظلمت کے ہے جو ادراک سے مُدرِک کو مانع ہوتی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ دعوتِ شرعیہ نفس سے صادر ہے۔ کیونکہ نفس ہی سہولت کے ساتھ رسالت کی جائے پیدائش ہے۔ اور یہ رسالت اپنے کل کمالات کا استفادہ عقل سے کرتی ہے۔ جو حواس کے اشارہ اور ابصار کے ادراک سے بالکل خارج ہے جیسے کہ قرآن الٰہی اس کی خبر دیتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ابصار اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ ابصار کا ادراک کرتا ہے۔ اور وہ مہربان خبردار ہے۔

رسول پر نفسِ کلی کی توجہ اور اُس کے فوائد کا اظہار ہمیشہ رہتا ہے۔ مگر عقلِ اوّل کے فوائد اُس کے اوقات سے متعلق ہیں۔ اور اُس کے انفصالات و انفصالات کے درمیان میں واقع ہوتے ہیں۔ انہیں کا نام حالاتِ وحی ہے۔ کیونکہ اگر وحی کے آثار رسول پر ہمیشہ قائم رہیں۔ تو دوامِ استغراق کے سبب سے دعوت کا قائم منقطع ہو جائے۔ اور یہ نبوت اس وقت نفوسِ نبویہ[1] کے کمال سے محروم رہنے کا باعث ہو۔ اور بجائے رافت و رحمت کے محنت اور زحمت ہو جائے۔ اسی سبب سے عقلِ اوّل کے ظہورات نبی کے نفس پر اوقاتِ مختلفہ سے متعلق ہوئے۔ تاکہ رسول کا قلب وحی سے فارغ ہو کر کلامِ الٰہی کے فیضان میں مشغول ہو۔ پس خلاصہ یہ کہ نفسِ کلی رسول کے بدن سے متصل ہو کر رسول زندگی بھر ساتھ

---

[1] یعنی اگر نبی ہمیشہ وحی میں مستغرق رہے۔ تو لوگوں کو تبلیغِ احکام کس وقت کرے۔ اور نفوسِ عزیزیہ یعنی عوام الناس ہدایت نہ پا سکیں۔ اور کمال کے حاصل کرنے سے محروم رہیں ۱۲

رہتا ہے۔ اور عقل کلی کسی کسی وقت متوجہ ہوتی ہے۔ تاکہ جس وقت وہ رسول کی طرف متوجہ ہو رسول اُس سے فائدہ حاصل کرے اور جس وقت وہ رسول سے مستور ہو جائے رسول بھی فائدہ اوروں کو پہونچائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو انہیں معنوں کی طرف اشارہ کرکے حکم فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنے اے رسول کہہ دو کہ میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بیشک تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

اگر عقل کلی کی حضور نفس کلی پر ہمیشہ رہتی تو نبوت اور رسالت کا فائدہ بالکل باطل ہو جاتا۔

نبی نفوس کا معالج ہے۔ اور علاج حالتِ رسالت ہی میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبی جس وقت اپنی نبوت میں مستغرق ہوتا ہے یعنی عقل کلی کی حضور اُس پر برتی ہوتی ہے اسوقت یہ خود مثل اُس مریض کے ہوتا ہے جو سخت بخار اور حرارت کی شدت میں مبتلا ہو۔ اُس وقت اُس کو اپنے طلب کمال اور صلاح ہی سے فرصت نہیں ہوتی۔ تو پھر دوسرے کی صلاح کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ نبوت عقل کے نور سے ہے۔ اور رسالت نفس کی امداد سے ہے اور یہ دونوں یعنے عقل اور نفس کلمۂ الٰہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے واسطے سبب کے پیچھے سبب لگا دیا ہے۔

جو کلام نبوت سے صادر ہوتا ہے۔ اُس کا نام تاویل ہے ہر ایک سننے والا اُس کے سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور جو کلام رسالت سے صادر ہوتا ہے۔ اُس کا نام تنزیل کہ ہر ایک سننے والے کا قلب اُسکی حقیقت کو نہیں پہچانتا اور جیسے کہ رسالت نبوت کی محتاج ہے۔ ایسے ہی تنزیل بھی تاویل کی ضرورت مند ہے۔ تاویل کے چہرہ پر تنزیل کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور رسالت ایک بچہ ہے جس نے نبوت کے شیر پستان سے پرورش پائی ہے۔ اسی سبب سے وہ نبوت کا انکشاف نہیں کر سکتی۔ اور نفس تنزیل کے لواحق اور ظواہر سے کمال نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ تاویل کے حقائق اور لوازم سے واقف نہ ہوگا۔

پس اے طالب تجھ کو چاہیے کہ پہلے ایمان اور تنزیل کو خوب حاصل کرے تاکہ تیرا نفس اسرار نبوت کے قبول کرنے اور معانی نبوت کے سمجھنے کے لائق ہوجائے۔ رسالت کے مراتب کو سن اور اُن کے مدارج کو دیکھ کیونکہ انبیا علیہم السلام اگرچہ نبوت میں برابر ہیں۔ مگر رسالت میں اُن کے درجے جدا جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ۔ وہ وہی ذات پاک ہے جس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور تم میں سے ایک دوسرے پر درجے بلند کیے ہیں۔ تاکہ جو کچھ تمکو دیا ہے۔ اسمیں تمہاری آزمائش کرے۔

تیسری فصل انبیا اور مرسلین کے مرتبوں کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔ اِن رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہو۔ بعض انہیں سے وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے۔ اور بعض وہ ہیں جن کے درجے بلند کیے ہیں۔ معلوم ہو۔ کہ انبیا بحیثیت نبوت کے ایک مرتبہ میں ہیں۔ علاوہ اُس کے کہ نبوت کے وقت قبول کی رُو سے بھی اُن میں فرق ہے۔ یعنی بعض نبی ایسے ہیں۔ جن پر نبوت کا اظہار خواب میں ہوا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن پر بیداری میں ہوا ہے۔ مگر نبوت میں سب برابر ہیں۔ کیونکہ نبوت علم کا کمال ہے۔ جو وحی الٰہی کے ذریعہ سے اُس بندے کے نفس میں حاصل ہوا ہے۔ جو اپنے وقت میں سب سے زیادہ کامل اور عاقل تھا۔ یہ نبوت جو عقل اوّل کا نور ہی اور یہی کلمۃ اللہ العلیا ہے تمام انبیا ایک خدا وند تعالیٰ سے خلیفہ ہوتے آئے ہیں۔ پھر انبیا رسالت کے مرتبوں اور رسالت کی کیفیتوں اور مقالات کی کمیتوں کے ساتھ مختلف ہیں۔ کیونکہ انہیں سے ہر ایک کے ساتھ ایسی خصوصیتیں ہیں۔ جو ایک کو دوسرے سے ممیز کرتی ہیں۔ جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے واسطے کلام کی خصوصیت اور حضرت ابراہیم ع کے واسطے خلت اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے رویت کی خصوصیت ہے۔ اور بسر اس خصوصیت سے یہ مطلب ہے۔ کہ ہر رسول ایک خصوصیت کے ساتھ

مشہور ہوا ہے یعنی ایک بات اُن کے ساتھ ایسی مخصوص ہوئی کہ لوگ آپ کے ساتھ اُن کو پکارنے لگے جیسے کہ کہا جاتا ہے موسیٰ کلیم اللہ۔ اور ابراہیم خلیل اللہ حالانکہ ابراہیم بھی کلیم اللہ تھے مثل موسیٰ کے اور موسیٰ بھی خلیل اللہ تھے مثل ابراہیم کے مگر کلام خاص موسیٰ ع کی ذات کے واسطے ہوا۔ اور باقی مراتب اُنہوں نے کلام کی تبعیت سے پائے۔ ایسے ہی ابراہیم نے خلت کی تبعیت میں تمام مدارج طے کیے۔ سب انبیا نبوت کے اندر وحی کے قبول کرنے اور نفوس کے وحی کی روشنی قبول کرنے میں ایک درجہ کے اندر ہیں مگر رسالت اور اختلاف شریعت میں وہ بحساب اوقات کے مختلف ہیں۔ اس لیے کہ نبوت زمان اور مکان سے بالاتر ہے۔ اس میں کسی جگہ یا کسی وقت میں اختلاف نہیں ہوتا۔ بخلاف رسالت کے کہ وہ آسمان کے نیچے ہے۔ اور لوگوں کی مصلحتوں سے متعلق ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے مزاج اور طبیعتوں اور زبانوں میں زمان اور مکان کی حیثیت سے اختلاف ہوتا ہے اور انہیں اختلافوں کے ساتھ رسالت مختلف ہوتی ہے۔ تاکہ شریعت اور کتاب لوگوں کی زبان اور ان کی اصطلاحوں کے ساتھ پلٹ جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا رسالت میں جو درجہ اور مرتبہ اور دعوت اور زبان تھی وہ حضرت ابراہیم کی نہ تھی حالانکہ نبوت میں دونوں برابر تھے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایسی قوم تھی جس سے اُن کو بالکل بھلائی کی امید نہ رہی۔ اور اُن کی ہلاکی کو نوح علیہ السلام نے اُن کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر سمجھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ یعنی اے پروردگار زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ چھوڑ یعنی سب کو ہلاک کر۔ اور حضرت ابراہیم کے زمانہ میں لوگوں کی طبیعتوں میں لطافت غالب تھی اور آپس میں محبت و الفت کا چرچا تھا۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم فرمایا کہ حَسِّنْ خُلُقَكَ وَلَوْ مَعَ الْكُفَّارِ یعنی خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ اگرچہ کفار کے ساتھ ہو۔ اور موسےٰ علیہ السلام کا زمانہ بھی ایسا ہی تھا۔ اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے انکو فرعون کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔ اور حضرت موسےٰ ع اور اُن کے بھائی حضرت ہارون ع سے فرمایا۔ اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى یعنے تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے

سرکشی کی ہے۔ اور نرمی کے ساتھ اس کو نصیحت کرو شاید کہ وہ نصیحت کو مانے یا ڈر جائے اور حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بڑے خوش مزاج اور بڑے خونریز تھے۔ ایک قوم کے ساتھ خوش مزاجی فرماتے تھے اور ایک قوم کو قتل کرتے تھے جیسا کہ آپ نے اپنی رسالت کی مصلحت کے مناسب دیکھا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے کمال پر پہونچایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے انبیا بہت بڑی تعداد کے ساتھ ہوئے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے کہ ایک لاکھ چار ہزار بیس نبی مختلف اصناف سے ہوئے ہیں۔ اور زیادہ انہیں سے بنی اسرائیل میں سے ہوئے تھے۔ یہ تعداد انبیاء کی ہے۔ انہیں سے تین سو تیرہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ کیونکہ نبوت نور مفرد ہے۔ اور رسالت نور مرکب ہے اُس کے انعکاس[1] کے ساتھ اور جو فائدے کہ مرکب میں ہے۔ وہ مفرد میں نہیں پایا جاتا۔ اور چونکہ نور نبوت کا انعکاس بہت کم اشخاص میں ہوا ہے۔ اس سبب سے رسولوں کی تعداد نبیوں سے کم ہے۔ کیونکہ نور جب صاف شفاف چیز پر پڑتا ہے تو منعکس نہیں ہوتا۔ مگر جب زمین پر پڑتا ہے تب منعکس ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا منعکس ہونا مثل رسالت کے اور چمکنا مثل نبوت کے ہے۔ دن جب ہی ہوتا ہے جب سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے۔ ایسے ہی خلقت کی ہدایت اُس وقت ہوتی ہے جب رسالت ظاہر ہوتی ہے۔

ہر نبی کے ساتھ اُن کے نور نبوت سے ایک قوت مخصوص تھی۔ اور ہر رسول کے پاس یہ انعکاس کے نور نبوت سے زائد نور تھا۔ چنانچہ انبیا کا نور مومنوں کے نور سے زیادہ ہے اور رسولوں کا نور نبیوں کے نور سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نبیوں کے پاس ایک نور ہے۔ اور رسولوں کے پاس دو نور ہیں ایک نور نبوت کا اور دوسرا نور رسالت کا۔ یہ بات تم کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ نبوت کا نور عقل سے ہے۔ اور رسالت کا نور نفس سے ہے۔ اور دو نوروں کا جمع ہونا ایک نور کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ پس نورٌ علیٰ نور۔ نبوت اور رسالت کا جمع ہونا ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ تین نوروں کا جمع ہونا دو نوروں کے جمع ہونے سے بھی فضیلت اور بہتر ہے

[1] یعنے نور نبوت کے منعکس ہونے سے رسالت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے رسالت کا نور مرکب اور مضاعف ہے۔

ہے۔ اور وہ تین نور یہ ہیں۔ نورِ رسالت۔ نور نبوت۔ نور ظہور جو بمنزلہ وجود کے ہے۔ یہ تینوں انوار اولوالعزم رسولوں میں جمع ہوتے ہیں۔ پس جیسے کہ رسول نبیوں میں مخصوص ہیں ایسے ہی اولوالعزم رسولوں میں مخصوص ہیں۔ اور اُن کی گنتی رسولوں سے بھی بہت تھوڑی ہے کل رسول تین سو تیرہ ہیں۔ اور اولوالعزم ان میں سے چھ ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اولوالعزم رسول چھ ہیں۔ آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسےٰ اور عیسےٰ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم +

تحقیق کلام کی رو سے آدم اولوالعزم کی گنتی سے خارج ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میںؔ[1] فرمایا ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا یعنے آدم بھول گیا اور ہم نے اُس کا عزم نہیں پایا۔ اور اگر اس عزم سے معاصی کا عزم مراد لیا جائے۔ تو آدم اولوالعزم کے شمار میں داخل ہونگے۔ جو رسول کہ اولوالعزم میں سے ہیں۔ اُن کو صاحب دورۂ تامہ کہا جاتا ہے۔ اور انہیں کے واسطے دائرہ کبریٰ ہے۔ اور دائرہ کبریٰ ان چیزوں پر مشتمل ہے رسالت۔ نبوت۔ کتاب۔ عزیمت۔ دعوت۔ ملت۔ متشرعیت۔ خلافت۔ اور دائرہ تامہ ہزار برس کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس کا فرمان ہے۔ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ؕ یعنے بیشک تیرے رب کے پاس کا ایک روز تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہے۔ پس ہی دسوں باتیں رسولوں میں سے جس شخص میں مجتمع ہوں وہ اولوالعزم

---

[1] اس مسئلہ میں ہماری بہت بڑی بحث ہو چکی ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ رسالت اور نبوت کسبی نہیں ہے بلکہ یہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی یا رسول کے مادہ میں فطرتی رکھا ہے۔ پس جس مادہ میں کہ نور نبوت رکھا گیا ہو۔ اس سے اوامر الٰہی کی مخالفت کیسے صادر ہو سکتی ہے کیونکہ اوامر الٰہی کی مخالفت سے تو ظلمت پیدا ہوتی ہے اور جس جگہ کہ نور الٰہی اور فیضان لا متناہی جلوہ گر ہو وہاں ظلمت کا کیا کام کیونکہ یہ بات ظاہر ہی ہے کہ نور اور ظلمت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پس لازم ہے کہ یا آدم نبی نہیں تھے یا انہوں نے مخالفت نہیں کی حالانکہ دونوں باتیں تسلیم کی گئی ہیں یعنی آدم کو نبی بھی مانا گیا اور اُن کی مخالفت کرنا بھی ثابت ہے۔ جو خدا فرماتا ہے کہ فَغَوٰی ۔ اس کا واقعہ حضرت امین الامت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ جہاد شام میں تھے وہاں کے کافروں نے آپ سے اس آیت شریف کے متعلق سوال کیا جو خاص ہمارے رسول کی شان میں نازل ہوئی۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى یعنی اور پایا تجھ کو گمراہ پس ہدایت کی۔ کافروں نے کہا کہ تمہارے رسول نبوت سے پہلے گمراہ تھے حالانکہ رسول نزول وحی اور نبوت کے قائم ہونے سے پہلے بھی گمراہ نہیں ہوتے۔ حضرت امین الامت نے فرمایا۔ یہ وہ گمراہی نہیں ہے جسکو تم سمجھتے ہو یہ گمراہی وہ شوق کی ہے۔ اور ہدایت وصول مطلوبہ کی طرف راہ دکھانا ہے۔ یہی مضمون حضرت آدم کی گمراہی کا ہے۔ جسکو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے فَغَوٰی۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۔ سید حسین علی

میں سے ہے۔ مگر ان چھ آدمیوں کے سوا اور کسی میں نہیں پائی گئیں اور ایک اور روایت میں ہے
پانچ اولوالعزم آئے ہیں۔ اُن کی شریعتیں اور کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اور اُن سے پہلے بعض
کی امتیں بھی موجود ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام کی الواح اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ
اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور عیسےٰ علیہ السلام کی انجیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
قرآن مجید یہ سب کتابیں موجود ہیں اور داؤدؑ کی زبور کو جو لوگ ان میں شامل کرتے ہیں یہ صحیح نہیں
ہے کیونکہ زبور میں تورات ہی کے چھپے ہوئے کچھ احکام ہیں۔ مجوسیوں کی کتاب زندہ میں اس
بات کا دعویٰ ہے۔ کہ کتب سُبا[1] میں جملہ صحف ابراہیم علیہ السلام کے ہیں۔ مجوس کے کلام اور ان
کی کتابوں کے متعلق ہماری بہت بڑی بحث ہے۔ مگر اس کا یہاں موقع نہیں ہے۔ پہلی
کتابوں میں سے اس زمانہ میں جو کتابیں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں سُبا مجوس کے اندر اور توریت
یہودیوں میں اور انجیل نصاریٰ میں اور فرقان جو سب منزلہ کتابوں میں بہتر اور خوب تر ہے۔
مسلمانوں میں۔ رسولوں کا تفاوت اور ان کے درجوں کا فرق اُن کی کتابوں کے دیکھنے
سے معلوم ہوجاتا ہے۔ یعنی جو کتاب کامل اور وافی ہوگی۔ اور اُسکے معانی کثیر اور واضح اور
خوب ہونگے اُس کے رسول بھی جنپر وہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ کامل اور اشرف اور اظہر اور
انور ہونگے۔ چنانچہ تورات احکام کی طرف زیادہ مائل ہے۔ اور تشبیہ کے کلام سے آمیز ہے اور
انجیل مقدمات حکمت اور علم اخلاق کی طرف مائل ہے اور صحف ابراہیم اخلاق اور آسمانی
امور میں نظر کرنے کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور زبور علم مواعظ پر شامل ہے۔ اور قرآن شریف
جس کی شان یہ ہے۔ کہ لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ
حَمِیْدٍ یعنی باطل کا گذر اُس میں نہ آگے سے ہے نہ پیچھے سے ہے۔ اور یہ نازل ہوا ہے حکمت
والے کے پاس سے جو لائق حمد ہے۔ پس یہ قرآن شریف کل آسمان و زمین کے علوم پر شامل
ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ یعنی کوئی تر و خشک ایسا نہیں ہے۔
جو کتاب روشن یعنی قرآن شریف میں نہو۔
یہ ایک دریا محیط ہے۔ اس میں گذشتہ و آئندہ کی سب چیزیں ہیں اور زمانہ موجود کی

[1] سبا ایک شہر ہے یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے تھے چنانچہ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے لقد کان لسبا فی مسکنہم

احکام بھی ہیں۔ اور یہی کوہ قاف ہے اور یہی حق کی میزان ہے۔ جو شخص اُس کے اندر اپنے علم وعمل کو تولتا ہے۔ وہ خسارہ اور نقصان سے نجات پاتا ہے

قرآن شریف کا ہر کلمہ مثل درجہ کے ہے۔ اور ہر حرف مثل دقیقہ کے اور ہر آیت مثل برج کے اور ہر سورت مثل آسمان کے جن کے اندر معانی ربانیہ کے آفتاب سیر کرتے ہیں۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ یعنی اگر زمین کے جس قدر درخت ہیں سب کی قلمیں اور سارے سمندروں کی سیاہی بناکر ان سے خدا کے کلمے لکھے جائیں تب بھی ختم نہ ہوں۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا یعنی کہدو کہ اگر سمندر کی سیاہی ہو میرے رب کے کلمات لکھنے کے واسطے تو کلمات کے ختم ہونے سے پہلے سیاہی ختم ہو جائے۔ اور اگرچہ اُس کے ساتھ اور اُسکی برابر سیاہی ہو۔ تو وہ بھی ختم ہو جائے۔ مگر رب کے کلمات ختم نہ ہوں +

یہ قرآن شریف کلام اللہ ہو اور حبل المتین ہے۔ صراط مستقیم ہے اور یہی خط استوار ہے۔ اور یہی تریاق اکبر ہے۔ اور یہی کبریت احمر ہے۔ اسمیں کل معانی اور مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اور اسی میں تنزیل اور تاویل ہے۔ اور اسی میں تحقیق اور تعلیل اور نقص اور تکمیل ہے اسی میں توراۃ انجیل اور زبور پائی جاتی ہیں۔ اور اسی سے آسمان و زمین اور ظلمت اور نور کا علم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کسی شخص نے عرض کیا۔ کہ یہود کہتے ہیں۔ توریت چالیس بوجھ کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں۔ کہ الحمد کے الف اور بسم اللہ کی ب میں اس قدر معانی ہیں۔ کہ اگر ان کو لکھا جائے۔ تو چالیس بوجھ ہو جائیں پس بیشک قرآن کا ایک حرف توریت اور اُس کے کل مضامین سے بہتر ہے۔ اور حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر وارد ہے کہ آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی کے ہاتھ میں توراۃ کا ایک جزو دیکھا۔ فرمایا اے عمر یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ توریت کا ایک جز ہے۔ پس یہ سنتے ہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور

فرمایا اے عمر کیا کتاب اللہ اور اُس کی قرأت تجھ کو کافی نہیں ہے۔ قسم ہے خدا کی اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو بھی سوا میری پیروی کے اور کچھ بن نہ آتا +

پس اے طالب قرآن شریف میں نظر کر اور اُس کے معانی میں غور و فکر کر۔ پھر اسی سے رسولوں کے درجہ معلوم کر لے۔ کیونکہ رسولوں کے درجوں کا فرق کتابوں سے معلوم ہو جاتا ہے +

اور وہ رسول جو صاحب کتاب نہیں تھے۔ اور اولوالعزم رسولوں کی پیروی کرتے تھے۔ یہ ہر دو دوروں کے درمیان میں پانچ پانچ شخص تھے جیسے حضرت زکریا اور یحییٰ اور ادریس اور یونس بن متیٰ اور ذوالکفل اور ایوب اور داؤد اور سلیمان اور الیسع اور ہود اور صالح اور یوسف وغیرہم علیہم السلام اور یہ سب صالحین میں سے تھے۔ اور بعض ان رسولوں میں سے اولوالعزم کے خلیفہ ہوئے ہیں جیسے حضرت شیث اور لوط اور شعیب اور اسماعیل اور اسحاق اور ہارون وغیرہم علیہم السلام ان کے مراتب کی شرح اور تفصیل نہایت طویل ہے۔ ہم کو اُن سب کے مراتب اور مقامات معلوم ہیں۔ اور اُن کے مدارج کا فرق بھی معلوم ہے۔ خوب معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کے حالات واضح طور سے بیان کر دیئے ہیں جس کے تئیں اُنکے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ وہ قرآن شریف میں غور و تامل کرے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے قلب کی آنکھ کو کھول دے گا۔ اور وہ رسولوں اور اولوالعزموں کے مراتب اچھی طرح دیکھ لیگا۔ معلوم ہو کہ ہر ایک رسول کو اُن کے مرتبہ اور قرب حق کے موافق معراج ہوئی ہے جس میں وہ اپنے اعلےٰ مقام تک پہنچے ہیں چنانچہ اُن میں سے اکثر مراتب ارکان سے آگے نہیں بڑھے۔ اور کسی کی معراج مٹی کی طرف ہوئی ہے اور کسی کی پانی کی طرف اور کسیکی ہوا کی طرف اور کسیکی آگ کیطرف ہوئی ہے چنانچہ حضرت آدم اور حضرت موسےٰ علیہما السلام کی معراج مٹی یعنی زمین کی طرف ہوئی اور حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کی معراج پانی کی طرف ہوئی اور حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی معراج ہوا کی طرف ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج آگ کی طرف ہوئی۔ اور ہمارے حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کی معراج عالم طبائع سے ملکوت اعلےٰ کی طرف ہوئی ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی[1] ۔ پس رسولوں کی تفضیل رسالت کے عرتبوں میں ہے اور ان کی خصلتوں میں جو اُن کی جوہر ذوات کے اندر نہیں۔ مگر نبوت کے اندر سب نبی برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ پس رسالت کی حقیقت نبوّت سے مستفاد ہے۔ اور نبوت خاص ذات باری تعالیٰ سے مستفاد ہے۔

جب خداوند تعالیٰ کسی بندہ کے قلب کی طرف روح قدس کے ساتھ نظر کرتا ہے۔ اور وہ نظر بندہ کی روح کے ساتھ اتصال کرتی ہے۔ تب اُس سے رسالت کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ پس گویا رسالت[2] نبوت کی معاد اور نبوّت رسالت کا مبدا ہے۔

بعض نبی مبدا کی ابتدا ہی میں ٹھہر گئے۔ اور بعض نے معاد کی حریم تک ترقی کی یعنی نبوت کے درجہ سے رسالت کے مرتبہ میں پہونچے۔ اور انہیں درجوں اور مرتبوں کے تفاوت سے عبارات اور اشارات کی کثرت ہوئی۔ جن سے شرائع اور مذہبوں کی ترکیب ہے۔ اور رسولوں میں یہ اختلاف محض زمانہ کے انقلاب اور مکان کے تغیر سے واقع ہوا ہے۔ کیونکہ بعض چیزیں جو ایک جگہ شفا ہیں وہ دوسری جگہ بیماری ہیں۔ اور جو ایک وقت نفع کرتی ہیں وہ دوسرے وقت نفع نہیں کرتی ہیں۔ مثلاً شہد حجاز کے ملک میں شفا ہے اور بعض ملکوں میں نہایت مضر ہے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ میں کہتا ہوں بعض دوائیں ایسی ہیں جن کا اثر زمان اور مکان سے متغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً سقمونیا ہے ہر شہر اور ہر وقت میں علاج کیا جاتا ہے۔ پس وہ دوا جس کا اثر زمان و مکان سے متغیر نہیں ہوتا۔ وہ نبوت کی مثل ہے۔ اور جس کا اثر زمان و مکان سے متغیر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس کا اثر ہر شہر اور ہر قوم اور ہر وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ رسالت کی مثل ہے۔ رسول دعوت کی ہیکلیں ہیں۔ اور انبیا قربت کی ہیکلیں ہیں۔ اور قربت دعوت سے بالاتر ہے۔ اور رسالت کی نبوت کے ساتھ اضافت ایسی ہے۔ جیسے خلافت کی رسالت کے ساتھ اضافت۔ آدم علیہ السلام

---

[1] یعنی اس آیت شریف کے یہ ہیں۔ کہ نزدیک ہوا۔ پھر اس قدر جھکا کہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اُن سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر اُسنے اپنے بندہ کیطرف جو کچھ وحی کرنی تھی وہ کر دی ۱۲ [2] یعنی نبوت کی انتہا رسالت پر ہے اور رسالت کی ابتدا نبوت سے ۱۲

پہلی ہیکل ہیں جنہیں رسالت کے نور نے جلوہ کیا ہے۔ اور نبوت کی جناب سے دعوت کی زمین کی طرف باہر کئے گئے۔ اور حضور محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم آخر شخص ہیں جنپر نور نبوت نازل ہوا اور حضیض رسالت سے اُنکو اوج نبوت پر پہونچایا۔ یعنی آدم کا نزول تحقیق نبوت سے تنزل رسالت کی طرف تھا۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا عروج تنزل دعوت سے نور نبوت اور حقیقت الٰہیت کی طرف تھا +

پس اے طالب تجھ کو لازم ہے کہ انبیا اور مرسلین کا اتباع کرے یہ تجھکو رحمت کی زنجیر سے باندھکر نجات کی حضور میں پہنچا دینگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یعنی جن لوگوں نے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جنپر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں اور صدیقوں اور شہدا اور صالحین سے۔ انبیا آدم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور صدیق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور شہدا حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور صالحین میں سے ابوحنیفہ اور شافعی وغیرہما ہیں وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔ یعنی عیسے علیہ السلام کے نازل ہونے کے وقت اور وہی مہدی ہیں۔ جن کی شان ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ یعنے نہیں ہے مہدی مگر عیسے بن مریم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چوتھی فصل ہمارے نبی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلی بیان میں

اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ یعنے اے محمد تحقیق ہم نے تمکو بھیجا ہے۔ گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا

۔لا مہدی۔ مشہور حدیثوں میں اس کے خلاف وارد ہے۔ یعنی ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور کی اولاد میں سے ایک شخص ہونگے۔ جن کی ماں کا نام آمنہ۔ اور باپ کا نام عبداللہ ہوگا +

اور خدا کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ ۔ اور حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے اس نور کے اللہ تعالیٰ نے چار حصے کیئے ۔ ایک حصہ سے عرش بنایا دوسرے حصہ سے قلم بنائی ۔ اور اس سے فرمایا کہ عرش کے گرد لکھ ۔ اُسنے عرض کیا میں کیا لکھوں ۔ فرمایا میری توحید اور میرے نبی کی فضیلت لکھ ۔ تب قلم عرش کے گرد جاری ہوا اور اُس نے لکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اور تیسرے حصہ سے اللہ تعالیٰ نے لوح کو پیدا کیا اور قلم سے فرمایا لوح پر لکھ قلم نے عرض کیا اے پروردگار کیا لکھوں ۔ فرمایا میرا علم اور جو کچھ کہ میں قیامت تک بلکہ پیدا کرونگا پس قلم نے لوح پر لکھنا شروع کیا ۔ اور چوتھا حصہ ایک عرصہ تک متردد رہا۔ یہاں تک کہ عظمت سے متصل ہوا اور سجدہ بجالایا ۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے چار حصے کیئے اور پہلے حصہ سے عقل کو پیدا کیا ۔ اور سر میں اس کو جگہ دی ۔ دوسرے حصہ سے معرفت کو پیدا کیا ۔ اور سینہ میں اس کو جگہ دی تیسرے حصہ سے سورج اور چاند کے نور کو اور آنکھوں کی روشنی کو پیدا کیا ۔ چوتھے حصہ سے عرش کے اوپر غلاف (یعنی اس کے گرد حجابات) پیدا کیئے پھر اُس نور کو آدم کے اندر ودیعت رکھا ۔ چنانچہ آدم کے سجدہ کی اصل وہی نور محمد تھا ۔ عرش کا نور بھی محمد کے نور سے ہے اور قلب کا نور بھی محمد کے نور سے ہے ۔ اور لوح کا نور بھی محمد کے نور سے ہے اور عقل کا نور بھی محمدؐ کے نور سے ہے ۔ اور معرفت کا نور بھی محمد کے نور سے ہے ۔ اور آدم کا نور بھی محمدؐ کے نور سے ہے ۔ اور دن کا نور بھی محمدؐ کے نور سے ہے ۔ اور آنکھوں کا نور بھی محمدؐ کے نور سے ہے ۔ اور محمدؐ کا نور جبار جل جلالہ کے نور سے ہے ۔ یہ حدیث عزیز حسن ہے اور بہت سے معانی کا مجموعہ ہے ۔ اسکو محمد بن منکدر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے ۔ اور اس حدیث کا انکار وہی شخص کریگا ۔ جو نبوت کے کمال سے ناواقف ہے ۔ اور جو اس کو خوب جانتا ہے ۔ جیسا کہ جاننا چاہیئے ۔ اور اس کے دل میں حضور کا یہ فرمان جگہ پکڑے ہوئے ہے ۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وہ جانتا ہے کہ حضور علیہ السلام کل موجودات سے اسبق اور کل مخلوقات سے اکمل ہیں ۔

اگرچہ آپ کا جسم جسمانی اور شخص حیوانی مثل اور موجودات کے تھا۔ مگر آپ اپنے نور اور صفا جوہر اور کمال ذات کے ساتھ ایک مفرد چیز تھے بغیر تغیر اور تعلق اور آلہ اور آداۃ اور موضوع اور حیز اور وضع کے۔ وجود آپ کا زمان اور مکان سب سے پہلے تھا۔ اور آپ نور الٰہی اور نبوت ربانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ علیا کے ساتھ آپ کو پیدا کیا تھا۔ اور اپنے صحیح علم سے اپنے صاف و پاک ارادہ کے ساتھ آپ کو نکال کر ذات عقل میں مرکوز رکھا جیسے کہ نیک خطرہ عاقل کے قلب میں رہتا ہے۔ اور نبوت عقل اوّل کے اندر اس طرح سے ہوگئی جیسے مکان کا نقشہ معمار کے دل میں ہوتا ہے۔ چنانچہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عقل اوّل کی ذات کے اندر تھی جو روحانیات کی عمارتوں کی معمار ہے۔ پھر یہ نور نبوت شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سب چیزوں سے کامل تر اور کل موجودات سے سابق تر بنایا۔ اور اُس کے نور اور روشنی کو تمام اجرام و اجسام علوی و سفلی پر تقسیم کیا۔ تاکہ سب اجزا موجودات مرتبہ میں اُس سے کم رہیں۔ اور شریعت طبیعت پر مقدم ہو۔

معمار جب مکان بنانا چاہتا ہے۔ تب وہ سب سے پہلے اُس کے نقشے کی فکر کرتا ہے پھر مکان کے واسطے جو جو سامان مہیا کرنے ہوتے ہیں۔ اُن کو مہیا کرتا ہے جیسے اینٹ پتھر مٹی چونا لکڑی وغیرہ اور یہ سب چیزیں اسی نقشہ کے تابع ہوتی ہیں جو معمار کے دل میں ہے اور جس کے اوپر اُس نے مکان کی بنیاد ڈالی ہے۔ پس اسی طرح تمام موجودات نور نبوت کے تابع ہیں۔ جس کے سبب سے یہ پوری ہوئی ہیں۔ اور وجود کامل ہوا ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے عالم روحانی کو ابداع کیا۔ اور عالم جسمانی کو خلق کیا نور نبوت کو عقل کی ذات سے اس طرح نکالا جیسے مکان کی صورت معمار کی ضمیر سے نکلتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے حصے کیے اور تمام عالم کے ہر ایک جز کو اُس نور میں سے اُس کا حصہ عنایت کیا۔ چنانچہ اسی نور سے چاند سورج روشن ہوئے اور

اُسی نور سے عرش اور لوح وقلم کا نور ہے۔ اور اُسی نور سے آسمانوں کو ستاروں کے ساتھ زینت دی گئی ہے۔ اور اسی نور سے زمینیں بچھائی گئی ہیں۔ پھر دوبارہ وہ نور نفس اوّل کی قوت میں آدم کی پیدائش تک رکھا گیا۔ یہانتک کہ آدم کا خمیر بنایا گیا۔ اور اُس کی ترکیب اور ترتیب ہوکر وہ نور ربّانی اُس کے قلب میں ڈالا گیا پس اسی نور کی برکت سے آدم کامل عاقل عالم بن گیا۔ یہی نور نبوت جو آدم کے قلب میں ڈالا گیا تھا۔ اُس کی نسل میں جاری کیا گیا۔ یہانتک کہ آدم سے منتقل ہوا شیث میں آیا اور شیث سے اسی طرح باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ حضورؐ کی والدہ ماجدہ کے اندر منتقل ہوا۔ اور وہاں اُس نے صورۃ محمدی اختیار کی اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے عالم روحانی کو ابداع کیا تھا۔ ایسے ہی عالم جسمانی کو اُس سے مجسم کیا۔ پس گویا یہ نور ابتدا میں معمار کا نقشہ تھا۔ جو آخر میں مثل اس آخری اینٹ کے ظاہر ہوا۔ جس پر مکان کی تعمیر ختم ہوتی ہے۔ پس جو چیز کہ علم الٰہی میں تھی وہ آسمان وزمین کو محیط تھی۔ اور اُسی کے نور سے نورانیت کے آخر تک نور پہنچا۔ اور کل اشیاء موجود ہوئیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاۤءِ وَالطِّیْنِ۔

اور جب یہ نور ہیکل جسمانی میں ظاہر ہوا۔ تو اُس آخری اینٹ کی طرح اپنے ابناء جنس میں مشترک ہوگیا چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ یعنے کہدو کہ میں مثل تمھاری ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی گئی ہے۔ اور آپ کے ابتدا امر کی طرف آپ کا رب اپنے اس قول میں اشارہ فرماتا ہے لَعَمْرُكَ اور فرماتا ہے۔ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنے اور بیشک تم سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ اور حضیض بشری کی طرف آپ کی انتہا کے متعلق فرماتا ہے۔ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ یعنے بیشک تم بھی مرنیوالے ہو۔ اور یہ بھی مرنیوالے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ بیشک تم ہدایت نہیں کرسکتے ہو جس کو تم چاہو۔

جب آپ نورانیت محضہ میں تھے۔ تو مثل معمار کے نقشہ کے تھے۔ جس کے بغیر وجود صحیح نہیں ہوسکتا تھا۔ اور جب آپ اپنی ہیکل کے ساتھ مجتسد ہوئے تب مکان

کے اجزا میں سے ایک جز کی مثل ہو گئے یعنے ایک اینٹ کیطرح کہ اگر اُس کو نکال لیا جائے تو مکان میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ پس نور الٰہی جب جنس شخص میں منتقل ہوا تو اُس کا ادراک اُس کے صغر جسم کے سبب سے دیکھنے والوں کی نظر میں آسان ہو گیا۔ جیسے کہ آفتاب جب ابر میں آجاتا ہے۔ تو دیکھنے والوں کو اُس کا دیکھنا آسان ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور آدم عؑ کے قلب میں مرکب کیا۔ تب اُسی نور کے اٹھانے سے آدم علیہ السلام سجدہ کے مستحق ہوئے۔

پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی امانت یہی نور نبوت ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا۔ اور اُنہوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا تھا اور ڈر گئے تھے اور انسان نے اُس کو اٹھا لیا۔ پس اسی نور اور اسی امانت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ یعنے سجدہ کرو آدم کو پس سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس سجدہ کرنیوالوں میں سے نہ ہوا۔ کیونکہ سجدہ نورِ محض کے واسطے تھا۔ اور سجدہ کرنے والے بھی نور ہی کے جز سے تھے۔ اور نورِ نبوت کے واسطے یہ بات بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں ظلمت پائی جائے۔ تاکہ اس کی ضد ہو۔ اسی سبب سے شیطان آدم کا مخالف ہوا۔ تاکہ نور کے مقابلہ میں ظلمت پائی جائے۔ پھر جب وہ نور آدم سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم میں منتقل ہوا ابلیس لعین کی ظلمت بھی ابوجہل بن ہشام وغیرہ کی ہیکل میں منتقل ہوئی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے۔ ہر نبی کے واسطے ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور میرے واسطے بہت شیطان ہیں۔ پس حضور درحقیقت نور الٰہی یا نور کے نور ہیں۔ اور شیطان آپ کے مقابل میں ایک ظلمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ظلمت سے نور کی طرف لاتا ہے۔ اور دشمنوں کو نور سے ظلمت کی طرف لیجاتا ہے۔ جب حضور محمد رسول اللہ صلعم ظاہر ہوئے۔ تو وہ ظلمت آپ کے سامنے مقابل ہوئی۔ اور اُس نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔[1]

[1] یعنی مخالفین جو تکلیف پہنچاتے ہیں اور جہانتک اُن سے ممکن ہوتا ہے لوگوں کو ہدایت حاصل نہیں کرنے دیتے۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین اور تقویت کے واسطے فرمایا وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ یعنے بیشک ہم جانتے ہیں کہ تمہارا سینہ اُن باتوں سے جو کفار کہتے ہیں تنگ ہوتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ یعنی ہم تمکو مسخری کرنیوالوں سے کافی ہو گئے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور معبود بناتے ہیں۔ اور فرمایا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ یعنے کیا اللہ اپنے بندہ (یعنی رسول) کو کافی نہیں ہے۔ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ یعنے تجھ کو اُن اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں جن کی خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں جس کو خدا گمراہ کرے۔ اس کے واسطے کوئی ہدایت کرنیوالا نہیں ہے۔ پھر جب کہ جاہلوں نے آپ کو شخصات میں سے شمار کیا تو اللہ تعالےٰ نے اُس زمرہ سے آپ کی علیحدگی ظاہر فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنے محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ تو اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حضور کی تحدید اور تعدید سے منع فرمایا کہ ان کو ایک شخص واحد شمار نہ کرو۔ اور نہ بشریت کی نگاہ سے اُن کی طرف نظر کرو تاکہ اُن کو اجزاء بشر میں سے ایک جزو دیکھو۔ بلکہ اُن کی اُس صورت پر نظر کرو۔ جو وجود سے پہلے تھی تاکہ تم ایک نور دیکھو جس نے آخر موجودات تک احاطہ کر رکھا ہے۔

جس شخص نے آپ کو مثل اور شخصوں کے ایک شخص دیکھا۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کی مذمت فرمائی ہے۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ یعنے تم دیکھتے ہو اُن کو کہ تمہاری طرف نظر کرتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں دیکھتے۔ اور فرمایا صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ یعنی بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے کمالات کو بیان فرمایا ہے۔ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ یعنی قسم ہے قرآن حکیم کی بیشک تم رسولوں میں سے ہو عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستہ پر۔ اور تذلل اور مشقت اُٹھانے سے آپ کو منع فرمایا ہی چنانچہ فرماتا ہے۔ طٰهٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى یعنے ہم نے تیرے قرآن اسواسطے نہیں نازل کیا ہے۔

کہ تم مشقت میں پڑو۔ اور آپ کو حکم فرمایا ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے عنصر ربانی کی طرف مبدا اور معاد کی دونوں طرفوں میں نظر رکھیں چنانچہ فرماتا ہے۔ قُل رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا یعنے کہو کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اچھے ٹھکانے میں داخل کر اور اچھی طرح سے نکال اور اپنے پاس سے میرے واسطے فتحیابی کا غلبہ نصیب کر۔ پھر آپ کے نور کی برکت کے واقع ہونے کو فرمایا ہے۔ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا یعنی حق آیا۔ اور باطل دور ہوا۔ بیشک باطل دور ہونا ہی تھا۔

پھر آپ کو مزید عنایت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور لوگونکو اپنی اطاعت کی طرف بلانے کا خود آپ کو حکم فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ یعنی کہدو اے لوگو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو خدا تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخشدیگا۔ اور آپ کی دعوت کے مرتبوں کی تین قسمیں فرمائیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ یعنے بلاؤ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مجادلہ کرو۔ ان سے اچھے طریقہ کے ساتھ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ ان لوگوں کو جو اس کے راستہ سے گمراہ ہو گئے۔ اور اُن کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔ اور یہ تینوں قسم دعوت کے موجودات پر نظر کر کے رکھے ہیں حکمت روحانیات کے واسطے ہے۔ اور مجادلہ جسمانیات کے واسطے ہے اور موعظہ حسنہ درمیانی لوگوں کے واسطے ہے۔ جو سابقین اور ظالمین کے درمیان میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جنکو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا پس اُن میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض درمیانی ہیں (یعنے نہ نیک ہیں نہ بد) اور بعض اُن میں سے بحکم خدا نیک کاموں کے ساتھ سبقت کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نور بیاں پر نور عیاں کی زیادتی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ فرمائیں رُویت حق سے فرمائیں نہ علم حق سے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَتَانِیْ مَلَکَانِ فَشَقَّا صَدْرِیْ وَاَتَیَا بِطَسْتٍ مَّمْلُوٍّ مِّنَ الْحِکْمَۃِ فَاَفْرَغَا فِیْ قَلْبِیْ مَا فِیْہَا فَکَاَنَّمَا اُعَایِنُ الْاَمْرَ مُعَایَنَۃً یعنی میرے پاس دو فرشتے آئے اور حکمت سے بھرا ہوا ایک طشت لائے۔ اور اُس حکمت کو میرے قلب میں ڈالا۔ پس میں اُمور کو ظاہر دیکھتا ہوں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ بیشک ابراہیم میرا خلیل ہے۔ اور موسےٰ میرا محب ہے۔ اور بیشک محمد میرے حبیب ہیں۔ قسم ہے مجھ کو اپنی عزت اور جلال کی میں نے اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور محب سب پر فوقیت دی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مکان عنایت کیا ہے۔ جہاں کوئی سالک نہیں پہونچا۔ اور نہ کسیکو اس کی حقیقت کا عرفان نصیب ہوا۔ تمام موجودات اُس کے درجہ سے گر گئیں اور کل مخلوقات اُس کی بلندی سے منقطع ہو گئیں۔ اور اُس مقام میں آپ کو پہونچایا جہاں آپ نے مسیح کی اپنی رفاقت سے اور موسیٰ کی اپنی موافقت سے خبر دی ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا[1]۔ پھر جب آپ حق کی جناب میں پہونچے اور اپنے رب کو چشم حق سے دیکھا کہا مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی[2] خداوند تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا۔ اور وہ باتیں آپکو تعلیم کیں۔ جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ سے فرمایا۔ اے محمد[3] وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا اور خداوند تعالیٰ نے آپکو رسول خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانیوالا اور روشن چراغ بنایا۔ اور ہدایت کرنیوالا اور تقسیم کرنے والا اور میزان اور صراط اور شاہد اور متوسط اور شفیع اور عرش اور نبی اور نبت۔ اور وہ

---

[1] پاکی ہے اس ذات کو جو اپنے بندہ کے تئیں رات کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا۔ جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے (اور یہ لے جانا اس واسطے تھا) تاکہ ہم اُس (اپنے بندے) کو اپنی نشانیاں دکھلائیں ۱۲

[2] یہ ترجمہ کئی جگہ گذر چکا ہے [3] یعنی اے محمد تم کو ایسی باتیں تعلیم کیں۔ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے ۱۲

اور سرور اور خطیب اور ادیب اور رفیق اور طبیب بنایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ یعنے خداوند تعالیٰ کی وہی ذات پاک ہے جس نے ان پڑھوں میں ایسا رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور اُن کو پاک کرتا ہے۔ اور کتاب اور حکمت اُن کو سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے ظاہر گمراہی میں تھے۔

خداوند تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کیا۔ کیونکہ آپ میں کل اخلاق نبوت اور رسالت کے جمع فرمائے۔ نبوت اخلاق الٰہی میں سے بہت سے اخلاق پر شامل ہے جیسے جود۔ کرم قدرت قوت شجاعت حلم مغفرت عفو پردہ پوشی فساد کی اصلاح۔ حق کی طرف مائل ہونا باطل سے روگردانی کرنی۔ ظلمت کو دفع کرنا حق کو قائم کرنا دین کی مدد کرنی لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنی اور سعادت حاصل کرنے کے واسطے اُن کے لیے قواعد مقرر کرنے۔

اور رسالت کے یہ اخلاق ہیں۔ نرمی خوش اخلاقی خوش کلامی لوگوں سے محبت کے ساتھ میل جول حق کی جانب اختیار کرنی عدل کو قائم کرنا قواعد اسلامی کو شائع کرنا مسلمانوں کو راحت پہونچانی۔ تکلیف اُن سے دور کرنی اور اُن کی مدد کرنی دشمنوں کو دفع کرنا۔ دوستوں کے ساتھ عنایت کرنی۔ خدا کے بندوں کو راہ راست بتلانی خدا کی طرف اُن کو بلانا حکمت اور نصیحت اور مجادلہ کے ساتھ۔ اور یہ سب باتیں علم کے کمال اور فصاحت کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان کے واسطے رفیقوں اور مددگاروں اور کارکنوں کا ہونا بھی ضرور ہے۔ جن کے ذریعے سے تنزیل کی اشاعت کی جائے۔ اور نیز ضرورت ہے کہ عمدہ عمدہ باتیں سنت اور فرض مقرر کی جائیں۔

پس یہ کل اخلاق رسالت و نبوت اللہ تعالیٰ نے سب اولوالعزم رسولوں میں نہیں جمع رکھے۔ بلکہ اُن میں سے اکثر اُن میں موجود تھے۔ یہ سب ہمارے حضور ہی میں کلی طور پر جمع فرمائے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۔ یعنی بیشک تم خلق عظیم پر ہو۔ اور خود حضور نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں اسواسطے بھیجا گیا ہوں

کہ اچھے اخلاق کو پورا کروں۔ سب اخلاق آپ کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور جتنی باتیں محبوب اور افضل ہیں۔ سب پر آپ کی رُوح مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبوت ختم فرمائی۔ اسی سبب سے لوگ آپ کے بعد اور مُصلحوں سے مستغنی ہو گئے۔ کیونکہ اب کسی کی اصلاح کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

لوگ دو باتوں میں رسولوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ ایک اُن قواعد کے مقرر کرنے میں جن سے دنیا سلامت رہے۔ دوسرے عقبےٰ کی سعادت حاصل کرنے میں چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ لِصَلَاحِ دُنْیَاکُمْ وَ نَجَاةِ عُقْبٰکُمْ یعنی میں بھیجا گیا ہوں تمہاری دنیا کی اصلاح اور عاقبت کی نجات کے واسطے

پس اسی سبب سے حضور کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا۔ اور آپ نے فرمایا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈالدی اور اپنی مخلوق پر اُس کے ساتھ احسان فرمایا چنانچہ ارشاد کرتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ یعنے خداوند تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔ جس نے اے رسول تیری اپنی مدد اور مومنوں کے ساتھ تائید کی۔ اور فرماتا ہے۔ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ یعنے خداوند تعالیٰ ہی نے اُن کے دلوں میں محبت ڈالی۔ اگر تم ساری دنیا کا مال خرچ کرتے جب بھی تم سے اُن کے دلوں میں محبت قائم نہ کی جاتی ولیکن اللہ نے اُن کی آپس میں الفت ڈالدی۔

اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ یعنے اے رسول تم اللہ ہی کی رحمت سے اُن پر مہربان ہوئے ہو۔ اگر تم غضبناک اور سخت دل ہوتے۔ تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔ پس تم ان سے درگذر کرو۔ اور اُن کے واسطے مغفرت کی دعا کرو۔ اور اُن سے ہر ایک بات میں مشورہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کے دل کو خوش کرنے کے واسطے فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ

اَتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنے اے نبی تم کو اللہ اور تمہارے پیرو مومن کافی ہیں۔ اور نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَبُعِثْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَتُرَابُهَا لِيْ طَهُوْرًا یعنے فرماتے ہیں مجھ کو کل انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھ کو جوامع[1] کلم عنایت ہوئے ہیں۔ دوسرے رعب[2] کے ساتھ میں مدد دیا گیا ہوں۔ تیسرے غنیمتیں[3] میرے واسطے حلال کی گئی ہیں۔ چوتھے میں کل مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پانچویں میرے ساتھ نبوت ختم ہوئی ہے۔ چھٹے میرے لئے زمین مسجد[4] اور اس کی مٹی پاک کی گئی ہے۔ پس ان چھ مرتبوں کے ساتھ حضور کو اور انبیاء پر فوقیت اور شرف حاصل ہے۔

پھر جب حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اوج مقاعد پر پہونچے۔ اور شرف کمال پر صعود کیا۔ تو فرمایا اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِيْ یعنے آدم اور ان کے سوا سب انبیاء و مرسلین وغیرہ قیامت کے روز میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔ اور فرمایا اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنے میں کل اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور اس پر کچھ فخر نہیں کرتا۔ اور چونکہ ذات پاک آپ کی صورت نور الٰہی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے شفاعت کی باگ آپ ہی کے ہاتھ میں دی۔ کیونکہ شفاعت کیا ہے نفوس کو عذاب کی قید سے رہائی دینا اور عذاب ظلمت کا ایک جز ہے۔ اور ظلمت نور کے مقابل ہے۔ اور حضور نور کی صورت ہیں۔ پس اسی سبب سے نفوس کی عذاب سے رہائی آپ کے ہاتھ پر منحصر ہوئی اور حضور ہی اپنی ہدایت کے ساتھ لوگوں کو گمراہی کی ظلمت سے اور اپنی شفاعت

---

[1] جوامع الکلم وہ کلمات ہیں جن کے لفظ مختصر اور معنی جامع ہوں جو بہت سی عبارت میں بھی نہ آسکیں یا ایسا کلمہ ہو جو بہت سے حکمتوں کا جامع ہو ۱۲ [2] چنانچہ کفار حضور کے رعب سے بھاگ جاتے تھے۔ اور حضور کی دھاک اُن کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی [3] یعنے حضور سے پہلے مال غنیمت استعمال میں لانے کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ اُس کو ایک جگہ اکٹھا کر دیتے تھے۔ پھر اگر وہ جہاد خدا کے ہاں مقبول ہوتا تھا۔ تو غیب سے ایک آگ آن کر اُس کو جلا دیتی تھی۔ اور اگر کسی سبب سے مقبول نہ ہوتا تب وہ مال یونہی پڑا رہتا تھا ۱۲ [4] چنانچہ پہلی امتوں کے واسطے حکم تھا کہ نماز کو مسجد میں جا کر ادا کریں یہ آسانی نہ تھی جو ہمارے واسطے ہے۔ کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

کے ساتھ گنہگاروں کو عذاب کی تاریکی سے نجات دینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ اور ظاہر ہر حالت میں بارگاہ کبریائی کے دروازہ کی طرف رجوع ہونے کا حکم فرمایا۔ تاکہ ابواب رحمت بمفاتیح شفاعت کے ساتھ مفتوح ہوں چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھو یہ تمہارے واسطے نفل ہے۔ امید ہے کہ تمہارا رب قیامت کے روز تمکو مقام محمود میں اٹھائے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ یعنی میری شفاعت اُن لوگوں کے واسطے ہوگی جنہوں نے میری اُمت میں سے گناہ کبیرے کیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیان اور بیان کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور آیۂ ایمان اور برہان آپ کو عنایت کی ہے۔ اور کل مخلوق پر آپکو پوری فضیلت دی ہے۔ اور آپ کو میزان کے دونوں پلے قرار دیا ہے۔ اور آپ کی اُمت کو خیر الامم اور آپ کی کتاب کو خیر الکتب گردانا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اے لوگو بیشک تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے آئے ہیں جس بات سے تم کو تکلیف ہو۔ وہ اُن کو ناگوار ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہیں۔ مومنوں پر نہایت نرم اور مہربان ہیں۔ پس اگر پھر بھی وہ سرتابی کریں۔ تو کہدو کہ مجھ کو اللہ کافی ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

آپ ہی کی طرف شفاعت تفویض ہوئی اور آپ ہی کے سیاست سپرد کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا تمہاری رضا میری رضا ہے۔ اور تمہاری ناراضگی میری ناراضگی ہے۔ اور آپ کا ایسے لوگوں کو اصحاب بنایا جو خیر کے سرچشمہ اور ہدایت کے

ؔ یعنی نیکی اور بدی کو آپکے ظاہر کر دیا ہے۔ کیونکہ میزان انہیں لوگوں کے واسطے قائم ہوگی۔ جنہوں نے نیک و بد دونوں قسموں کے اعمال کیے ہیں۔ اور جنہوں نے بالکل نیک اعمال ہی کئے ہیں۔ وہ بغیر حساب کے بخشے جائینگے۔ اور جو کافر ہیں۔ اُن کے واسطے خدا نے فرمایا ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا یعنی کافروں کے واسطے قیامت کے روز میزان ہم قائم نہ کرینگے ۱۲ سید حسن علی

قانون اور آسمان کے ستارے اور اندھیرے کے چراغ ہیں - چنانچہ خود حضور نے اپنے اصحاب کی شان میں فرمایا ہے - اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ فَتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ پھر اُن اصحاب میں سے چار شخصوں کو آپ نے خاص امتیاز عنایت فرمایا اور وہ چاروں شخص ایسے ہیں - کہ نہیں محبت کرتا ہے اُن سے مگر مومن - اور نہیں بغض رکھتا ہے اُن سے - مگر منافق بدبخت ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کرامت اور سعادت کا ایک مکان بنایا ہے - اور حضور علیہ السلام نے اپنے چاروں یاروں کو اُس مکان کے ستون قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِیْطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِیٌّ بَابُهَا - میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اُس کی بنیاد ہیں - اور عمر اُس کی چاردیواری ہیں - اور عثمان اُس کی چھت ہیں - اور علی اُس کے دروازہ ہیں - رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی اہل بیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے - جو بزرگ لوگ ہیں رحمت کے درخت ہدایت کے کلمے تقویٰ کی کنجیاں صدق اور اخلاص کی باگ انہیں کے ہاتھ میں ہے - اور انہیں سے علاج اور خلاصی ہے - اور انہیں کی شان میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ یعنی ستارے اہل آسمان کے واسطے امان ہیں - اور میرے اہل بیت اہل زمین کے واسطے امان ہیں - ہمارے حضور سرداروں کے سوار حق کے آئینہ دین کی ترازو صدق کی معیار اور کتاب اللہ کے حامل اور خدا کے وہ بندہ ہیں - جن کی طرف خدا نے وہ وحی کی جو کی اور جن کی شان میں وہ فرماتا ہے - وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی[1] - خداوند تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب کے اسرار اپنے خطاب کے ساتھ مخصوص کرنے سے پہلے ہی تعلیم کر دیئے تھے - چنانچہ اُس کا فرمان ہے - اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ رحمان نے سکھایا قرآن پیدا کیا انسان کو اور سکھایا اُس کو بیان ۔

---

[1] نفسانی خواہش سے یہ باتیں نہیں بناتے ہیں بلکہ یہ وحی ہے جو ان کی طرف کی گئی ہے - ایک زبردست قوت والے فرشتہ نے ان کو تعلیم دی ہے - جس وقت کہ وہ آسمان کے ایک اعلےٰ مقام میں تھا ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب کے مطالعہ کا حکم فرمایا چنانچہ فرماتا ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جسنے پیدا کیا ہے۔ پیدا کیا انسان کو خون منجمد سے پڑھو اور تیرا رب بزرگ وہ ہے جس نے سکھلایا ہے۔ قلم کے ساتھ سکھلائی ہیں انسان کو وہ باتیں جو یہ بھی جانتا تھا۔ پس حضور ہی لوح اور قلم اور عرش اور عقل اور نفس ہیں۔ اور حضور ہی بمنزلہ ارواح کے ہیں واسطے اشخاص کے۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے واسطے ایسی ہیں جیسے عقل کے واسطے نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی شان میں فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ۔ خداوند تعالیٰ کی وہی ذات پاک ہے جسنے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ تاکہ اس دین حق کو کل باطل کے دینوں پر غالب کردے۔ اور کافی ہے اللہ اس دین کے حق ہونے کی گواہی دینے والا محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کفاروں پر اور مہربان ہیں اپنے آپس میں تم اُن کو دیکھتے ہو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کو وہ لوگ چاہتے ہیں اُن کی نشانی سجدہ کے اثر سے اُن کی پیشانیوں میں موجود ہے۔ یہ مثال اُن کی توراۃ اور انجیل میں مذکور ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خداوند تعالیٰ نے توراۃ انجیل اور زبور میں فرمایا ہے اور آپ کے یہ نام ذکر کیے ہیں عاقد، ماحی، احمد، نور جس نے اُس کے نور عرش کو مضبوط پکڑا تھا اس نے نجات پائی اور اپنے مقصد کو پہونچا اور جس نے اُس نور کی مخالفت کی وہ ہلاک اور برباد ہو گیا۔ حضور علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ أَنَا خَيْرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأُمَّتِي أَكْرَمُ الْأُمَمِ جَعَلَ اللَّهُ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةً عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ حَتَّىٰ يَدْخُلَهَا أُمَّتِي یعنی میں سب نبیوں سے اور بزرگتر ہوں۔ اور میری امت سب امتوں سے بزرگتر ہے اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب

امتوں پر حرام کیا ہے جب تک کہ میری امت اسمیں داخل نہ ہولے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ آدمیوں کی جس قدر امتیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم اُن سب میں بہتر امت ہو نیک بات کا تم حکم کرتے ہو۔ اور بری بات سے تم منع کرتے ہو۔ پھر ہمارے حضور نے باوجود اس کمال ذات اور جلال صفات کے دنیا میں فقر اختیار کیا۔ اور تونگری پر مسکینی کو پسند فرمایا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ یعنے اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔ اور حضور علیہ وعلی الہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ یعنی فقر میرا فخر ہے اور فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ یعنے اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ مسکینی کے ساتھ اور مجھ کو موت نصیب کر مسکینی کے ساتھ اور میرا حشر کر مساکینوں کے ساتھ۔ اور آپ غریبی ہی کی حالت میں دنیا میں تشریف لائے اور غریبی ہی کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور تمام عمر آپ نے اس غریبی میں خوشی سے گذاری۔

صدق حضرت ابوبکر کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور عدل حضرت عمر کے ساتھ۔ اور حیا حضرت عثمان کے ساتھ۔ اور علم حضرت علی کے ساتھ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور حضور اول امر کو اپنے نور کے ساتھ۔ اور آخر امر کو اپنے ظہور کے ساتھ شامل ہوئے چنانچہ فرمایا ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ۔

اے طالب تجھ کو معلوم ہو کہ حضور محمد رسول اللہ ہی اُس ترازو کے ساتھ تولنے والے ہیں جس کے دونوں پلے نفی اور اثبات ہیں یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے دونوں کلمے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں دونوں پلوں میں اپنے علم کے تولنے کا حکم فرمایا پھر آپ کی امت کے علموں کے تولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ یعنی اس بات کو جان لو کہ بیشک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اے رسول تم اپنے اور مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ کے واسطے مغفرت مانگو۔ اور اللہ تعالیٰ تم سب کا چلنا پھرنا اور تمہارا ٹھکانا سب جانتا ہے۔

پس اے آخرت کی نجات اور سلامتی کے طلب کرنیوالو خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور خدا کی بارگاہ میں وسیلہ ڈھونڈو تم کو اپنی رحمت میں سے دُگنا حصہ عنایت کریگا۔ اور اس کے حق میں پختہ قول کہو اور کثرت کیساتھ خدا کا ذکر کرو۔ اور صبح و شام اُس کی تسبیح بجالاؤ۔ خدا کی وہ ذات پاک ہے کہ وہ خود اور اُس کے فرشتے تم پر درود بھیجتے ہیں۔ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اے ایمانوالو رسول خدا پر درود اور سلام بھیجو۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا۔ یعنی جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ خدا اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ پس اے لوگو اس رسول کی اقتدا کرو اور اُس کی شریعت کو مضبوط پکڑو۔ اور اُس کے دین میں اپنی صلاح اور فلاح کو تلاش کرو اس رسول کے ساتھ اور اُس کی کتاب کے ساتھ جو اس رسول پر نازل ہوئی ہے۔ ایمان لاؤ۔ اور اُس نور کے ساتھ جو خداوند تعالیٰ نے اس رسول کی ذات اور اُس کی اہل بیت اور اُس کے خلفاء میں جاری کیا ہے۔ اور اس کی شریعت کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ اور اُس کا اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ ❖

رسول خدا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمام عالم میں سب سے زیادہ خوشبودار اور معطر اور خوش خلق اور خوب صورت اور خوش بیان اور خوش کلام تھے۔ قول و فعل میں سب سے زیادہ سچے اور مزاج میں سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ باریک بین اور جلد معلوم کرنیوالے۔ مرتبے میں سب سے زیادہ بلند۔ عقل میں سب سے زیادہ کامل۔ نفس میں سب سے زبردست اور خدا سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے اور نور کے جذب کرنے والے تھے۔ آدمؑ آپ کی ذات ستودہ صفات کا سایہ۔ نوحؑ آپ کا نشان بردار ابراہیمؑ آپ کی صفات کا قصہ خواں۔ موسیٰؑ آپ کے معجزات کا نائب۔ عیسیٰؑ آپ کی شرع کا بشارت دینے والا۔ اور یسؑ آپ کا ستارہ شناس زکریاؑ آپ کا مسجد کا مؤذن یونسؑ آپ کی قوم کا ساقی ہے علیہم السلام

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَنَا اَمْلَحُ وَیُوْسُفُ اَحْسَنُ میں ملیح ہوں۔ اور یوسف خوب صورت ہیں اِنَّ اللّٰہَ کَمَا حَسَّنَہٗ مِنْ حُسْنِ الْکُرْسِیِّ وَکَمَا حَسَّنَہٗ مِنْ حُسْنِ

لہ یعنی کلمہ توحید پڑھو

الغرض اللہ تعالیٰ نے اُن کو کُرسی کے حسن سے حُسن عنایت کیا تھا۔ اور مجھ کو عرش کے حُسن سے حسن عنایت کیا۔ ازل سے پہلے ہی آپ نبوت کو اٹھا چکے تھے۔ اور ازل کے وقت آپ نے رسالت کو اُٹھایا۔ اور اپنے وجود کے ظاہر کرنے سے پہلے تمام رسولوں کو بھیج دیا۔ چنانچہ شریعت کا عصا بحرِ تحقیق پر جو مارا۔ تو آپ کے جمال میں سے تین سَو چشمے چشمہائے کبریائی سے بہ نکلے۔ پس گویا کہ رسول آپ کے فلک جلال کے ستارے ہیں۔ ابلیس لعین آپ کے سامنے آپ کے دین کی مخالفت پر کھڑا ہوا اور اُس نے اور اس کے ذرّیات نے آپ کے نور کو گل کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو لعنت کی اور اپنے قہر کے تازیانہ سے اُس کی تنبیہہ اور تادیب فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ یعنی چاہتے ہیں۔ کہ خدا کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنیوالا ہے۔ اگرچہ مشرک اُس کو بُرا سمجھیں۔ کسی شاعر نے آپ کی تعریف میں آپ کی زبان سے کیا اچھا کہا ہے کیونکہ خود حضور کو شعر گوئی سے ممانعت کی گئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ یعنی نہیں سکھایا ہے ہم نے اُن کو شعر کہنا۔ شاعر کہتا ہے ؎

سَبَقْتُ الْعَالَمِیْنَ اِلَی الْمَعَالِیْ ۔۔۔ بِکَمَالِ خُلُقِیْ فِیْ عُلُوِّ هِمَّتِیْ[1]

وَلَاحَ بِحِکْمَتِیْ نَجْمُ الْهُدٰی فِیْ ۔۔۔ لَیَالِیْ لِلضَّلَالَةِ بِیْکِ لَهُمْ

یُرِیْدُ الْجَاهِلُوْنَ لِیُطْفِئُوْهُ ۔۔۔ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ

پس آپ ہی مرکز دائرہ ہیں۔ اور آپ ہی پر عالم گردش کر رہا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ یعنی اگر آپ نہ ہوتے۔ تو میں دوزخ اور جنت کو پیدا نہ کرتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے شعر

قَمَرٌ مُنِيْرٌ دَائِمُ الْاِشْرَاقِ ۔۔۔ قَامَتْ عَلَیْهِ قِیَامَةُ الْعُشَّاقِ

---

[1] یعنی میں نے بلند مقامات کی طرف اپنے خُلق کے کمال اور بلند ہمتی کے ساتھ تمام عالم سے سبقت کی ہے اور میری حکمت کے ساتھ ہدایت کا ستارہ گمراہی کی سخت اندھیری راتوں میں روشن ہوا۔ جاہل چاہتے ہیں۔ کہ اُس نور کو بجھا دیں۔ مگر خدا اُس کو کامل ہی کرنا چاہتا ہے ہو سکے آپ روشن چاند ہیں ہمیشہ چمکنے والے اور عشاق کے واسطے آپ کا جمال باکمال گویا قیامت ہے ۱۲

اگر میں ساری عمر آپ کے اخلاق اور شرف میں سے ایک ذرہ کے وصف و توصیف میں صرف کروں تب بھی اس کا حق کچھ ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام جب انتہائی مقامات میں پہونچے اور اعلیٰ سعادات سے مشرف ہوئے۔ تب آپ نے حضیض بشر کی طرف رجوع فرمائی۔ اور فقر اختیار کیا چنانچہ فرماتا ہے۔ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی میں بھی مثل تمہاری ایک انسان ہوں۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ سے فرمایا اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی بیشک ہم نے تم کو حوض کوثر عنایت کیا ہے۔ پس تم اپنے پروردگار کی نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ بیشک جو تم سے مخالفت رکھتا ہے۔ وہی نیست و نابود اور بے نام و نشان ہونے والا ہے

دوسرا باب وحی کے بیان میں

اس میں دو (۲) فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہر وصل کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ معلوم ہو کہ ربی کلام الٰہی کا علم غیب سے عالم شہادت میں متصل ہوتا ہے۔ بواسطہ ایک مقرب فرشتہ کے جسکو جبرائیل کہتے ہیں یہ فرشتہ سب فرشتوں میں ذات وصفات کی حیثیت سے بہت بڑا جلیل القدر اور بزرگ ہے۔ اور اس کے پر بھی سب فرشتوں سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ سب فرشتے پردار ہیں۔ اور عالم ملکوت کے پرند میں اور پرند بغیر پر کے پرواز نہیں کر سکتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ۔ سب تعریفیں اسی خدا کو لائق ہیں جو آسمان وزمین کا پیدا کرنیوالا اور فرشتوں کا قاصد بنانیوالا ہے۔ جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروالے ہیں۔ پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ دو پروالے فرشتے کروبیون ہیں۔ اور تین پروالے مقدسون ہیں اور چار پروالے مقربون ہیں۔ پس

کروبیوں کے دونوں پر یہ ہیں لطافت اور عصمت اور مقدسوں کے تینوں پر یہ ہیں لطافت اور عصمت اور حکمت اور مقربین کے چاروں پر یہ ہیں لطافت اور عصمت اور حکمت اور مادہ سے دور ہونا اور معلومات الٰہی کا علم ہر ایک کو اپنی حیثیت کے موافق پس مقربین سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں قدر و منزلت رکھتے ہیں اور اُن کا ادراک بھی زبردست ہے۔ کیونکہ اُن کے اور خدا کے درمیان میں بہت تھوڑا حجاب ہے۔ اور پھر اُن مقربین میں جبرئیل سب سے بہتر اور بڑے اور سب کے امیر اور اُستاد ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے علوم رسولوں کو پہنچتے ہیں۔ اور ان فرشتوں کی اقسام میں سے ہر ایک قسم کا مقام اور مرتبہ جدا جدا ہے جس کا ذکر ہم نے اُس کے موقع پر کیا ہے۔

پس جبرئیل ایک کامل الذات فرشتہ ہے غیب اور شہادت کا عالم اُس کے چار بازو ہیں جن سے یہ جناب حق میں پرواز کرتا ہے۔ اور اُس کے ہر بازو میں بہت سے پروبال ہیں۔ اور یہ پروبال جبرئیل کے ذاتی اور اصلی اور مادی ہیں۔ اور باقی مخلوقات کی مثل نہیں ہیں۔ پس جبرئیل فرشتوں میں ایسے ہیں جیسے عقول مفارقہ میں عقل اول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے اور اپنے انسانی رسول کے درمیان میں پیغام بر کیا ہے۔ اور یہ کلام الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے اُس رسول کی طرف پہونچاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ فرمانا ہوتا ہے۔ وہ فرما دیتا ہے۔ بغیر آلہ اور نغمہ اور حروف و عبارت اور حدود کے پس جبرائیل اُس کلام الٰہی کو بغیر آواز اور حرف کے سُن لیتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ بغیر آواز اور حرف کے سن لیتا ہے۔ پھر وہ کلام اللہ تعالیٰ سے منتقل ہو کر بیت العزت میں پہونچتا ہے۔ وہاں سے اُس کو جبرئیل اُٹھا لیتے ہیں۔ اور رسول کے پاس لے آتے ہیں۔ پس وحی کلام الٰہی ہے۔ جو جبرئیل کے واسطے سے رسولوں کے پاس پہونچتا ہے۔ اور ضعف و قوت اور کشف و حجاب میں اس کے مختلف مرتبہ ہیں۔ جس وحی میں حجاب کم ہوگا۔ اُس میں قوت زیادہ ہوگی۔ اور جس میں حجاب زیادہ ہوگا۔ اُس میں ضعف زیادہ ہوگا پس وحی کے تین مرتبہ ہیں۔ پہلا مرتبہ جو سب سے زیادہ قوی اور اکمل ہے۔ وہ یہ ہے جو رسول کے نفس میں جبرائیل کی وساطت سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمارے حضور سے فرمایا۔ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ یعنی اسی طرح ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے۔ جیسے کہ تم سے پہلے رسولوں کی طرف کی تھی۔ اور دوسرا مرتبہ اُس سے نیچے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کلام الٰہی اُس نفس کے پاس پہنچ جائے۔ جو اُس کے قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔ نفس ناطقہ کی حرکت سے جناب غیب کی طرف جیسے کہ حضرت موسےؑ کی والدہ اور حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کو وحی ہوئی تھی۔ کہ خدا نے اُن کو درخت کے نیچے سے آواز دی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ موسیٰ کو دریا میں ڈال دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ[1] حالانکہ حضرت موسیٰ کی والدہ اُن لوگوں میں سے نہ تھیں جن پر صریح وحی جبرئیل کے توسط سے نازل ہوئی ہے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کے معنی وحی خفی اور تعلیم سرّی کے ساتھ القا کیے یہاں تک کہ اُن کا نفس خواب گاہ جہالت سے بیدار ہوگیا اور تردد اور دشمنوں کے خوف سے مامون ہوا تب اُنہوں نے موسےؑ کو دودھ پلاکر دریا میں ڈال دیا۔ اور تیسرا مرتبہ وحی کا اِس مرتبہ سے بھی کم ہے۔ اور وہ نفوس کو اُن کاموں کی تعلیم کرنا ہے۔ جو اُن کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور وہ نفوس اس وحی کے سبب سے اُن صنائع اور بدائع کا استخراج کرتے ہیں جو اُن کی طاقت کے اندر ہیں جیسے ریشم کے کیڑے کا جال بنانا۔ اور مکھی کا چھال کے خانے بنانا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا یعنی وحی کی تیرے رب نے نحل یعنی شہد کی مکھی کی طرف کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بنا۔ حالانکہ مکھی کی طرف کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا۔ اور نہ اُس کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا محض اُس کے نفس ہی کو خداوند تعالیٰ نے اس کام کا مستعد بنایا۔ اور ان کاموں کی صنعت اُس کو سکھلائی۔ لطیف غذا یہ کھاتی ہے۔ اور موم اور شہد کو یہ رکھتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس قوت کو اس عمل کی طرف وحی سے مستفاد ہونے کا اشارہ اس سبب سے فرمایا کہ بقدر طاقت اپنی کے یہ نفوس نبوتیہ سے زیادہ مشابہ ہو۔ کیونکہ نفس ناطقہ بلا حجاب طبیعت کی کدورت سے

---

[1] یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس بچہ یعنی موسیٰ کو صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈال دے ۱۲

پاک ہوتا ہے - اور اس کی ذات میں استعداد کامل طور سے ہوتی ہے - اور قوت اُنس کے جوہر میں اپنی انتہا پر پہنچتی ہے - تب وہ خواہش کی قیدوں اور بشریت کے اثر اور طبیعت کی سواوسے جدا ہو جاتا ہے - اور اُس کی ذات میں سے کدورت کی اذیت اور غرور کا غبار دور ہو جاتا ہے - پھر یہ نفس آسمان کی طرف ترقی کرتا ہے - اور ملکوت کے حریم میں داخل ہوتا ہے - اور جمال ملائکہ کا آئینۂ عیان میں مشاہدہ کرتا ہے - یہاں تک کہ جبرئیل کی مجالست اُس کو نصیب ہوتی ہے - اور اُس کی ہمنشینی سے اس کو راحت پہونچتی ہے - اور انہیں کے واسطہ سے کلام الٰہی سُنتا ہے - اور اشارہائے وحی اور برگہائے قدس سے غیب کے پھول چنتا ہے - پھر وہاں سے شکم سیر ہو کر عالم حس کی طرف رجوع کرتا ہے - اور جو کچھ عالم غیب سے فائدہ حاصل کرتا ہے - وہ ظہور میں لاتا ہے ❖

پس اللہ تعالیٰ نے ضعیف مکھی کی طرف یہ الہام کیا کہ وہ کام کرے - جو بنی انسانوں میں کرتے ہیں - کیوں کہ مکھی کی قوت اُس کے نفس اور مادہ کے اندر مثل قوت نفس نبی کے ہے - اس کے مادہ اور صورت میں پس اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ضعیف مکھی کے طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بنا - اور پھولوں میں سے اپنا کھانا پیدا کر اور اپنے رب کے راستوں میں تواضع اور اُس کے حکم کی اطاعت کیساتھ چل یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ نکلتا ہے اُس کے پیٹ سے ایسا شربت جس کے رنگ مختلف ہیں - اور اُس میں لوگوں کے واسطے شفا ہے - اور یہ شربت کیا ہے موم کے ساتھ ملا ہوا شہد جب یہ اپنے ہم نشین کی کدورت سے صاف ہوتا ہے - یعنی موم اس میں سے نکال لیا جاتا ہے - تب اللہ تعالیٰ اس کو بعض نفوس ناطقہ کے واسطے شفا بناتا ہے ❖

پس وحی کا سب سے کم درجہ وہ ہے - جو مکھی کو دیا گیا ہے اس کی مثال خواب کی سی ہے - اور اس سے بڑا درجہ عورت کی وحی ہے جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی والدہ کو ہوئی - اور اسی قسم کی وحی اکثر اُن پاک نفوس کو جو غیب سے تائید یافتہ تھے حالت بیداری میں بوسیلۂ غلبت کے ہوئی ہے - اور اس وحی میں اور اُس وحی میں جو نبی کو ہوتی ہے - فرق یہ ہے - کہ جیسے ہم کسی چیز کو بیداری کی حالت میں روشنی

کے ساتھ اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ اور ایک چیز کو غیبت اور اغما کے ساتھ دیکھیں۔ اور جو چیز کہ خواب میں دکھائی دے گی وہ اغما کی حالت سے بھی نیچے ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں خدا کی وحی اور اُس کے القا رعلم ہی سے ہیں۔ پس اعلیٰ درجہ کی وحی وہی ہے جو جبرئیل کے توسط سے ہو۔ اور اوسط درجہ کی وحی امرِ ربانی ہے۔ اور نیچے درجہ کی وحی تقدیر ہے۔ تقدیر امر سے نیچے مرتبہ میں ہے۔ کیونکہ جبرئیل ہی مبلغ امر و قدر ہیں۔ اور جبرئیل کے ساتھ یہ دونوں غیر مقید ہیں۔ یعنی یہ دونوں باتیں جبرئیل کے تابع ہیں۔ جبرئیل ان کے تابع نہیں ہیں۔ پس وحی کا سب سے زبردست مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی مرسل کے کان میں مقرب فرشتہ کے ذریعہ سے علم کا القا ہوتا ہے شرع نے اس فرشتہ کا طاؤس الملائکہ اور خطیب الملائکہ نام رکھا ہے۔ اسی کے متصل ہونے سے نبی مرسل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسالت کا نور اسی کے سبب سے صحیح ہوتا ہے۔ پس گویا کہ یہ فرشتہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نبی کو مرسل بنانے کے واسطے وکیل کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ فرشتہ وحی کا علم کان میں ڈالتا ہے۔ قلب میں نہیں ڈالتا۔ وحی نازل ہونے کے وقت بہت سی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے علائق دنیاوی کا منقطع ہونا۔ اور نفس کا حس سے غائب ہو جانا بغیر نیند یا بیہوشی کے بلکہ اس وقت نفس عالم مفارقات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور علائق اور خیالاتِ دنیاوی سب منقطع ہوتے ہیں۔ پس جب نفس ان صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ اس وقت وحی کی ہوا اس پر چلتی ہے۔ اور جبرئیل امین غیب کا حجاب اُٹھا دیتے ہیں۔ پس اُس وقت نبی کی سماعت مثل ایک آئینہ کے ہو جاتی ہے۔ اور وحی غیبی ایک دوسرے آئینہ کی طرح ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا علم غیب اور اپنے علم کا نور اور اپنا لطیف کلام وحی کے آئینہ سے ظاہر کرتا ہے اور جبرئیل ان دونوں آیتوں کے بیچ میں سے حجاب دور کر دیتے ہیں۔ جس کے سبب سے آئینہ وحی کے نقش آئینہ سماعت میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور نفس ملکوت کے نقوش کو ان دونوں آئینوں کی وساطت سے دیکھ لیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی پشت سر کے زخم کو دیکھنا چاہے۔ تو اُس کو چاہیئے کہ ایک آئینہ اپنی پشت پر زخم کے سامنے لگائے۔ تاکہ زخم کا عکس اُس کے اندر پڑے۔ پھر ایک آئینہ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھے تو اس آئینہ

کا عکس اس آئینہ میں پڑ کر پشتِ سر کے حالات منکشف ہوں گے۔

پس صاحب رسالت دو آئینوں کا محتاج ہے۔ ایک آئینہ ربانی یعنی وحی۔ دوسرا سماعت کا آئینہ۔ اور ایک واسطہ کا بھی محتاج ہے۔ جو دونوں آئینوں میں سے حجاب کو دور کر دے۔ اور کدورت کو دفع کر دے۔ اور وہ واسطہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ بعض انبیاء نے ان کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور بعض نے بیداری میں دیکھا ہے۔ مگر نہ صورت اصلی پر۔ بلکہ اور صورتوں میں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء سے افضل ہیں فرماتے ہیں میں نے جبرئیل کو اُن کی صورت اصلی میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور باقی مرتبہ مختلف صورتوں میں دیکھا ہے۔ کیونکہ جبرئیل کی اصلی صورت نہایت عظیم الشان ہے۔ اُس صورت سے ظاہر ہونے کے واسطے دنیا میں جگہ نہیں ہے چنانچہ شرع میں وارد ہوا ہے کہ جبرئیل کے چھ لاکھ پر ہیں۔ اور ہر پر اتنا بڑا ہے جیسے مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ اگر جبرئیل ایک پر کو پھیلائیں تو مشرق سے مغرب تک تمام جگہ ڈھک جائے۔ پس جو صورت ایسی عظیم الشان ہو اُس کو کون دیکھ سکتا ہے عقل اول اُس کی ذات کو عقول صافیہ جزویہ کے اندر مجرد کر دیتی ہے یہاں تک کہ وہ اُس کو اچھی طرح سے جان لیتے ہیں۔ جیسا کہ جاننا چاہیے یعنے انبیاء علیہم السلام کو جبرئیل کا علم عقل اول کی عنایت سے ہوتا ہے ورنہ حواس اپنی صغارت اور تنگی کے سبب سے اُن کی رویت سے عاجز ہیں۔ بخلاف خیال کے کیونکہ خیال میں بے حد و نہایت چیزوں کی گنجائش ہے۔ اور خیال کے اندر وہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو حواس میں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور عقل بھی خیال ہی سے متصل ہوتی ہے۔ یعنی خیال کے اندر جو جو خیالات ہیں وہ سب عقل اول ہی کے فکر سے ہیں۔ اور اسی کے فکر سے جبرئیل کا علم بھی ہے۔ پس جبرئیل اور اُس کے پروں کا خیال عقل اول ہی کے خیال میں ڈالنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر عقل انسانی قوت نبوت کے ساتھ اُس کی گرویدہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اُس نے اُس کی کمیت اور کیفیت کا اندازہ کیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل کو ایک دفعہ اس کی اصلی صورت میں دیکھا کہ اُس نے اپنے پروں میں سے ایک پر پھیلا کر مشرق سے مغرب تک سب کو ڈھک رکھا ہے۔ میں نے کہا۔ جبرئیل تمہارے

پر بہت ہی بڑے ہیں عرض کیا یا حضور ایسے ایسے چھ سو ہیں۔ اور ایک روایت میں چھ لاکھ ہیں حضور فرماتے ہیں اور ایک دفعہ میں نے جبرئیل کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا ہے اس حدیث شریف کی تفصیل اور اس کے حقائق بیان کرنے سے کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔ جو کچھ ہم نے بیان کر دیا ہے۔ عقل مند کو یہی کافی ہے۔

اے حریص اس بات کو معلوم کر کہ وحی علم غیب ہے۔ اور اس کا حامل ایک مقرب فرشتہ ہے۔ جو سب فرشتوں میں قدر و منزلت اور جسمیت کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی معلوم کر کہ وحی کی ایک صورت ہے۔ اور ایک صفت ہے۔ صفت وحی کی نبوت ہے اور یہی نور کلمہ ہے اور صورت وحی کی رسالت ہے اور یہ کلمات کی ترکیب ہے وحی کی صفت کے الٹ پلٹ کرنے کا شیطان کو اختیار نہیں ہے۔ مگر ہاں کبھی کبھی وحی کی صورت کی بات بنا کر لوگوں کو دھوکا دیدیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ یعنی ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس نے تمنا کی ہو اور شیطان نے اُس کی تمنا میں وسوسہ نہ ڈالا ہو۔ پھر اللہ نے شیطانی وسوسہ دور کر کے اپنی آیتوں کو محکم اور مضبوط کر دیا۔ اور اس سے بہتر چیز کے ساتھ خدا تعالےٰ حقیقت وحی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہ صفت نبوۃ (یعنی حقیقت وحی) کو صورت رسالت (یعنی ترکیب کلمات) پر غالب کرتا ہے۔ اور جب کوئی شے حقیقت وحی پر طلوع کرتی ہے۔ تب رسول اُس کے ساتھ انکار کرنے والوں کی اصلاح کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اُس شخص کے حق میں فرمایا جس نے آپ کا دندان مبارک شہید کیا۔ اور آپکا چہرۂ مقدس کو خون آلودہ کیا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر بیشک یہ نہیں جانتے۔ اور جب رسول نبوت کی شراب کا پیالہ پیتے ہیں۔ تو سیر نہیں ہوتے۔ اور نہ اُن کی آتش شوق منطفی ہوتی ہے۔

اور اگر وہ قناعت کرلیں یا ان کا شوق ساکن ہو جائے۔ تو خداوند تعالیٰ قناعت سے اُن کو منع فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے۔ و

لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اور قرآن کی وحی کے اپنی طرف پورا ہونے سے پہلے اس کے یاد کرنے میں جلدی کو چھوڑ دو- اور کہو- کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر-

دوسری فصل وحی کی حقیقت اور اسکے مراتب کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ یعنی نہیں لائق ہے- کسی بشر کو یہ کہ خدا اُس سے (بالمشافہ) کلام کرے- مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ یا کسی (فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجے- اور وہ اُس کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے وحی کرے- معلوم ہو کہ وحی کی حقیقت یہ ہے- کہ علوم الٰہی نبی کی عقل پر منکشف ہو- اور اُس کے نفس کے اندر اس طرح منقش ہو جائے کہ وہ اُس کو اپنے دل میں یاد رکھ سکے- اور دوسروں کے سامنے بیان بھی کر سکے- تاکہ اُن کو سعادت اور ہدایت کی طرف اس توجی کے ذریعہ سے جذب کرے- یہی وحی خدا کی کتاب اور اس کی گفتگو ہے- جس اپنے بندہ کو چاہتا ہے- اِس نعمت کے ساتھ مشرف کرتا ہے- چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے واسطے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی تھی- اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں- اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ وَعَلَّمَنِیْ عِلْمَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ادب سکھایا مجھ کو میرے رب نے پس اچھا ادب سکھایا مجھ کو اور آسمان و زمین کا علم مجھ کو تعلیم کیا- اس انکشاف کے تین مرتبے ہیں- جن میں سے ایک صریح وحی ہے- اور وہ یہ ہے- کہ اللہ تعالیٰ رسول سے بلا واسطہ کلام کرے- جیسے کہ اللہ تعالیٰ موسےٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے- وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسےٰ سے خوب گفتگو کی اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے- فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى یعنی اپنے بندہ کی طرف جو کچھ وحی کرنا تھا وہ کر دیا- اور دوسرا یہ ہے کہ علم کو بحالت خواب نبیؐ کے نفس کے اندر القا کر دے- یا پردہ کے پیچھے سے الہام کرے- جیسے کہ اللہ تعالیٰ خضر علیہ

السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ؕ یعنی ہم نے اُن کو اپنے خاص علم میں سے تعلیم کیا ہے۔ اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اور تیسرا مرتبہ انکشاف کا یہ ہے۔ کہ وہی مقرب فرشتہ جس کا نام جبرئیل ہے۔ عبارت مقررہ اور کلمۂ مقدرہ کے ساتھ نازل ہو یعنی آیات وحی کے ساتھ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضور کے حق میں فرمایا ہے۔ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ؕ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ؕ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ

پس وحی کا درجہ الہام سے بالاتر ہے۔ اور مکالمہ خداوندی کا درجہ وحی سے بالاتر ہے۔ وحی یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ مقرب فرشتہ کو ارسال فرمائے۔ اور الہام یہ ہے۔ کہ پردہ کے پیچھے سے کلام کرے۔ اور وحی صریح یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ بلا واسطہ کلام کرے۔ پس انکشاف علم غیب کے واسطے ان تینوں طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریق نہیں ہے۔ کیونکہ علم غیب ایک ایسا طریق ہے۔ جو نفوس بشریہ میں منقوش نہیں ہے۔

جب نفوس جزویہ میں کوئی نفس ایسی استعداد حاصل کرتا ہے۔ کہ اس استعداد کی قوت سے وہ نفوس کلیہ کی تشبیہ کے رتبہ میں پہونچ جائے۔ اُس وقت یہ نفس مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے۔ اور علم غیب کے آثار اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ نفس غیب سے علم کو حاصل کرنے لگتا ہے۔ اور اس علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ طریقہ جو ظاہری طور سے ہے۔ یعنی طالب علمی۔ اور ایک وہ طریقہ ہے۔ جو باطنی ہے۔

لہ یعنی جو خواب کہ ہم نے تم کو دکھلایا۔ اس کو لوگوں کے ایمان پختہ ہونے کی آزمایش بنایا ۱۲

لہ بے شک قول ہے ایسے رسول کا جو بزرگ ہے قوت والا ہے عرش والے یعنی خدا کی حضور میں حاضر باش ہے۔ اور امانت دار بھی ہے۔ اور تمہارے صاحب یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دیوانہ نہیں ہیں بے شک انہوں نے اس رسول یعنی جبرئیل کو روشنی افق میں دیکھا ہے۔ اور یہ ان باتوں کے ظاہر کرنے میں عالم غیب سے اُنپر ظاہر ہوئی ہیں بخیل نہیں ہیں۔ اور نہ یہ قرآن شیطان رجیم کا قول ہے۔ پھر تم اس سے منحرف ہو کر کہاں جاتے ہو۔ یہ تو تمام عالموں کے واسطے نصیحت ہے ۱۲ سید یسین علی دہلوی

یعنی مراقبہ[1] اور یہ صواب کے اندر فکر کرنا اور حدس صادق ہے۔ تفکر یہ ہے کہ نفس علوم غیب کو مدت اور حیلہ اور آلہ کے ساتھ تلاش کرے۔ اور حدس یہ ہے۔ کہ علم غیب مراتب غیب کے اندر یکبارگی بہت ہی تھوڑے وقت میں بغیر آلہ اور حیلہ کے واقع ہو۔ حدس[2] بمقابلہ فکر کے نفوس کاملہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور فراست حدس سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کیاست فکر سے متولدہ ہے۔ پھر جیسے کہ یہ اکتساب ظاہری یعنی طالب علمی کرنا ان چیزوں کا ضرورتمند ہے۔ جیسے استاد کامل عمر دراز قلب کی فراغت صاف ذہن مشقت کا اٹھانا اور پورے طور سے اس کے حاصل کرنے میں مشغول ہونا اور تحصیل علم کی حرص کرانی اور بعض دفعہ خروج کرنا بھی پڑتا ہے۔ ایسے ہی باطنی اکتساب یعنی مراقبہ بھی ان چیزوں کا محتاج ہے۔ نفس طاہر قلب سلیم مرشد کامل۔ اور یہ علم مثل تجارت کے ہے۔ یعنی جیسے کہ تجارت کے واسطے راس المال کی ضرورت ہے۔ تاکہ اس میں نفع حاصل ہو۔ ایسے ہی فکر بھی علوم مکتسبہ میں سے رائس المال چاہتا ہے۔ تاکہ راس المال کے سبب سے علم غیب کا نفع حاصل کرے۔

مگر حدس یہ ہے۔ کہ نفس یکایک غیب کی طرف متوجہ ہو جائے اور یکبارگی علم غیب اس پر منکشف ہو۔ بغیر عرصہ گذرنے اور ریاضت میں مشغول ہونے کے۔ پس حدس الہام کا زینہ ہے۔ اور نبوت وحی کا زینہ ہے۔ پھر جس وقت نفس انسانی آفات اور رعایت بشریہ سے سالم ہوتا ہے۔ اور اپنے صفا جوہر کے ساتھ اپنے عنصر اور نفس کلی کی طرف حدس کی قوت سے میلان کرتا ہے غیب کے منافذ اسپر کھل جاتے ہیں اور علوم غیبیہ کے انوار اس کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر یہ ظہور بھی رمز کے حجاب اور پوشیدگی کے پردہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر اگر نفس میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ حالت بیداری میں یہ ظہور اسپر کیا جائے۔ تب خواب میں یہ جلوے اسکو دکھائے جاتے ہیں اور اسکی آنکھ سے

[1] مراقبہ یہ ہو کہ کل خیالات کو ایک طرف متوجہ کیا جائے۔ اور یہ بھی مراقبہ ہو کہ دماغ سے خیالات کی اور قلب سے خطروں کی بالکل نفی کر دے۔ مراقبہ کی بہت اقسام ہیں۔ اور ہر قسم کے بہت فوائد ہیں۔ اور اصل مراقبہ کے معنے محافظت کے ہیں یعنی خیالات کی حفاظت کرنی جسکو اس کی تفصیل دیکھنی منظور ہو وہ ہماری کتاب توفہ آرزو ں کا ملاحظہ کرے یہ کتاب شائع ہوگئی ہے ۱۲۔ سید لیسین

[2] بعض باتیں ایسی ہیں بے سوچنے سمجھے سے حاصل ہوتی ہیں اسکو فکر کہتے ہیں اور بعض باتیں بغیر سوچے سمجھے غیب سے یکبارگی القا ہو جاتی ہیں اس کا نام حدس ہے ۱۲۔ سید لیسین شاہ ہر زادہ حضرت محبوب الٰہی

پردہ اٹھا کر غیب کی صورتیں حجابوں اور مثالوں اور شکلوں میں پوشیدہ کرکے اُس کو دکھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان ہم عنقریب اُس کے موقع پر کریں گے یہ مرتبہ الہام سو بھی کمزور ہے۔ اور الہام کا مرتبہ فرشتے کے نازل ہونے سے کمزور ہے جس کو وحی کہتے ہیں۔ اور وحی خداوند تعالیٰ کے صریح مکالمہ سے کمزور ہے۔ پس یہ سب تین مرتبے ہیں۔ ایک وحی یعنی اللہ تعالیٰ سے قلب کی طرف علم کا جبرئیل کے واسطے سے پہونچنا اور جبرئیل سے ہماری مراد روح القدس ہے۔ جو بمنزلہ اب الملائکہ یعنی فرشتوں کے باپ کے ہے۔ اور سب فرشتوں کے مقابلہ میں مثل نفس کلی کے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (یعنی جس دن کھڑے ہوں گے روح یعنی جبرائیل اور سب فرشتے صف باندھ کر) اور دوسرا مرتبہ الہام ہے یعنی جبرئیل کے سوا اور ارواح سماویہ کا کسی نفس انسانی میں اثر ڈالنا یہ مرتبہ اولیا اور مومنین کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر وحی سوا انبیاء کے کسیکو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ صریح کلام بآواز و حروف سنتے ہیں۔ اور فرشتوں کی صورتیں وحی کی قوت سے دیکھتے ہیں پس انبیاء ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ جن کو اولیا الہام کی قوت سے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ الہام سوا معانی مجردہ مخفیہ کے اور کچھ منکشف نہیں کر سکتا۔ اور نہ الہام اس بات پر قادر ہے۔ کہ ان چیزوں کو منکشف کرے۔ جنکو وحی منکشف کرتی ہے۔ جیسے ملائکہ کے اجسام کا نظر آنا اور کلمات منظومہ اور آیات کا سننا مگر خداوند تعالیٰ کے صریح کلام سے مشرف ہونا وحی اور الہام دونوں سے برتر اور بالا ہے اور یہ مرتبہ محض انہیں نفوس کو نصیب ہوا ہے جو رسولوں میں سے اولو العزم ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور نوح علیہما السلام سے خطاب کیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام صریح فرمایا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں کلام صریح فرمایا ہے۔ جسکی خبر وہ اس آیت میں دیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ - یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالموں پر اولاد میں ایک دوسرے

کی اور اللہ سننے والا علم والا ہے۔ پس صریح مکالمہ اولی العزم رسولوں کے واسطے ہے اور وحی انبیا میں سے رسولوں کے واسطے ہے۔ اور وحی فی المنام یعنی خواب میں وحی ہونا مخصوص انبیا کے واسطے ہے۔ اور الہام حدس کی قوت سے مومن متقیوں کو ہوتی ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ بیشک ان باتوں میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو عقل رکھتے ہیں ۔ جو نفوس طاہرہ کہ اولیاء اللہ کے قالبوں میں ہیں۔ اور دنیا میں انہوں نے الہام کی قابلیت پیدا کرلی ہے۔ جس وقت وہ قالب[1] کی قید سے رہائی پاکر آسمان مکاشفہ کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اُن سے اُن کے مقام معاد میں صریح خطاب کے ساتھ کلام فرماتا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَسَیُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالرَّبِّ تَرْجُمَانٌ وَّلَا وَاسِطَۃٌ یعنی ہر ایک مومن بندہ سے خداوند تعالیٰ کلام فرمائیگا۔ اور اس وقت خدا اور بندہ کے درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہ ہوگا +

الہام طریق ظاہر میں کسب کے ساتھ اور طریق باطن میں مراقبہ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ مگر وحی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو کسب کے اندر داخل ہو۔ اور ایسے ہی خدا کا ہمکلام ہونا سلوک طریق اور مجاہدہ و مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے +

پس الہام افاضۂ غیر ہے مع استقبال نفس کے ساتھ استعداد کے اور وحی احاطہ غیر ہے انکشاف معانی کے ساتھ بغیر طلب کے جو نفس بشریت سے صادر ہو۔ الہام اس علم غیب کو پیدا کرتا ہے جس سے لطائف معانی مراد ہیں اور وحی لطائف معانی اور کشائف تنزیلات دونوں کو شامل ہے۔ اور جبرئیل یعنی روح القدس کے نزول کو بھی۔

اور روح القدس ایک جوہر ہے لطیف مفارق عباد سے منزہ اضداد سے۔ اور جس وقت یہ مخلوقیت کے حجاب میں آتا ہے۔ اُسوقت اس کو جبرئیل کہتے ہیں۔ اور یہ ملکی صورت[2] ہے۔ جرم لطیف منزہ ہے جسمیت کے تغیر سے اور ترکیب کی کدورت سے۔

حاشیہ صفحہ ۲۸۹ [1] یعنی بذریعہ مجاہدہ اور ریاضت کے عالم جسمانی سے مجرد ہو کر عالم روحانی سے واصل ہوتے ہیں اسی کا نام مکاشفہ ہے۔ اور یہ مراقبہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ دوائے دل میں اس کا مفصل حال مذکور ہے ۱۲

[1] الہام کسی فکر سے متعلق ہے اور الہام باطنی مراقبہ کی مشغولی سے پیدا ہوتا ہے ۲ [2] خلاصہ یہ کہ جبرئیل ایک نورانی فرشتہ ہے جو تغیر اور حوادث کو جسمیات سے پیش آتے ہیں وہ اس کو پیش نہیں آتے ۱۲

پس جبرئیل روح القدس کی صورت ہے۔ اور روح کلمۂ الٰہی کا نام ہے اور کلمۃ اللہ اُس کے علم کی قیامت ہے۔ جس وقت وحی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے منکشف ہوتی ہے۔ روح القدس اُس کے معانی اُٹھا لیتا ہے۔ پھر جبرئیل اس وحی کے معانی نبی کے کان میں منتقل کرتا ہے اور روح القدس ان معانی کو نبی کے قلب میں پہونچاتا ہے۔ روح القدس اور جبرئیل یہ دونوں نام قریب قریب ہیں نام دو ہیں مگر ذات ایک ہے بشر کیواسطے اس کا ادراک نہایت باریک ہے۔ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝ وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِیْرٍ وَّكَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝۔ جبرئیل جس وقت لطیف ہوتا ہے۔ تو روح القدس ہوجاتا ہے۔ اور جس وقت مکشوف ہوتا ہے اس وقت جبرئیل ہوجاتا ہے۔ پس وحی خدا کی طرف سے واسطہ کے ساتھ نازل ہونے کا نام ہے۔ اور الہام بغیر واسطہ کے خدا کے ہاں سے کسی علم کے منکشف ہونے کو کہتے ہیں۔ پھر جس وقت روح وحی کے معانی کو رسول کے قلب پر نازل کرتا ہے۔ جبرئیل اُنہیں معانی اور اُن کی عبارات کو رسول کے کان میں القاء کرتا ہے۔ پس مسموع اور معقول کان اور دل کی طرف جمع ہوجاتے ہیں۔ اور رسول کی زبان ان دونوں کے ساتھ گویا ہوتی ہے۔ قرآن شریف نے اس کی خوب تصریح فرمائی ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ۝ الہام جس وقت مومن کے قلب میں مستحکم ہوتا ہے اور اُس کا عرق اُس کی روح پر ٹپکتا ہے۔ تب اُس مومن کا قلب رسول کے قلب سے نزدیک ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنین امام المتقین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے لَوْ كُشِفَ الْغِطَآءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ عِبَادًا مُّحَدَّثِیْنَ وَاِنَّ فِیْ اُمَّتِیْ مُحَدَّثُوْنَ وَاَشَارَ اِلٰی بَعْضِ الصَّحَابَةِ۔ یعنی بیشک ہر ایک امت کے اندر اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن

۱؎ یعنی بیشک ہم نے ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم ایسا نہیں جس کے واسطے انتظام اور اہتمام کی ضرورت ہو۔ صرف ایک بار حکم کردیتا ہے۔ پھر وہ چیز پلک زدن میں ہوجاتی ہے۔ جو کام اُنہوں کے کیے وہ سب ان کے اعمال ناموں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک چھوٹا اور بڑا گناہ لکھا ہوا ہے ۲؎ یعنی روح الامین جبرئیل نے اس کو تمہارے قلب پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تم عذاب الٰہی سے ڈرانیوالوں میں سے ہو۔ اور اس کو عربی زبان میں جو سب زبانوں میں روشن اور صاف زبان ہے۔ نازل کیا ہے ۳؎ یعنی اگر حجاب اُٹھ جائے۔ تو میرا یقین کچھ زیادہ نہ ہو۔ کیوں کہ مجھ کو پہلے ہی یقین کا کمال حاصل ہے ۱۲ سید تیمن علی حسینی

سے وہ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور میری اُمت میں بھی ایسے بندے ہیں جن سے وہ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور آپ نے اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا پس وحی وہ کلام ہے جو صریح مکالمہ کے ساتھ جبرئیل کے واسطہ سے ہو۔ اور اس شرف کے ساتھ خداوند تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے مخصوص اور ممتاز فرماتا ہے۔ بعض ربانی حکماء نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عجب تفسیر کی ہے۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا یعنی کوئی بشر اس لائق نہیں ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اس سے کلام بالمشافہہ کرے۔ مگر ان تین طریقوں میں سے ایک طریق کے ساتھ وَحْيًا یعنی وحی کے ساتھ مثل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ یعنی پردہ کے پیچھے سے۔ مثل حضرت موسیٰؑ کے اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا یا بذریعہ رسول کے یعنی جبرئیل کے مثل حضرت ابراہیم وغیرہ کے۔

الغرض جو عقلی یا حسی ادراک ہے قوۃ ادراکی اس سے زیادہ قریب ہے۔ مثلاً کوئی شخص ایک کوس بھر کے فاصلہ کی چیز کو دیکھ لیتا ہے اور ایک شخص دو کوس کے فاصلہ کی چیز کو دیکھتا ہے۔ تو جو دو کوس کے فاصلہ کی چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ ادراک میں اُس شخص سے بڑھ کر ہے۔ جو ایک کوس کی چیز کو دیکھتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص غیب کے علوم لطیف اور شفاف حجاب کے اندر سے دیکھتا ہے۔ وہ اُس سے بہتر ہے جو حجاب میں سے بھی نہیں دیکھتا ہے۔ اور جو شخص بالمشافہہ علوم غیب جانتا ہے۔ بغیر وساطت جبرئیل کے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اور نہایت قرب کے درجہ میں ہے۔ اور مرتبہ میں اس سے بہتر ہے۔ جو فرشتہ کے نزول کا منتظر رہتا ہے۔

پس پہلی قسم یعنی اُن لوگوں کی مثال جو حجاب میں سے علوم غیب حاصل کرتے ہیں۔ ایسی ہی ہے جیسے کسیکو پانی کی تری پہونچے۔ اور دوسری قسم یعنی جو فرشتے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسیکو ایک قطرہ پانی کا مل جائے۔ اور تیسری قسم جو سب سے اعلےٰ ہیں۔ وہ ہمیشہ بحر فیضان میں غرق رہتے ہیں اور اہل حجاب فیضان کے سب سے بڑھ کر اعلےٰ اور اغنے ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

کبھی وہ فرماتا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اور کبھی فرماتا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ اور کبھی فرماتا ہے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى اور کبھی فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ [1] ۔ اور کبھی فرماتا ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اور کبھی فرماتا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور کبھی فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ان سب مرتبوں کا درمیانی فرق ظاہر ہے۔ اور ہر ایک اپنے مرتبہ کا اہل ہے۔ اور یہ سب مرتبہ جبرئیل اور حکمت الٰہی اور اس کے جمیل علم پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی وقت فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ اور کسی وقت فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ خدا کے علم کے مدارج خدا کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ کسی کو اس نے اپنے علم کا اثر عنایت کیا ہے۔ اور کسی کو اپنے علم میں سے حصہ دیا ہے۔ اور کسی پر سے سب حجاب اٹھا دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور جانتا ہے اور کلام کرتا ہے اور زمین و آسمان میں سے کوئی چیز اُس پر پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ خدا کے سچے بندہ حضرت یوسف علیہ السلام اُس کی اس نعمت پر ان الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۔ یعنی اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت عنایت کی ہے۔ اور خواب کی تعبیروں کا علم سکھایا ہے۔ تو پیدا کرنیوالا ہے آسمان و زمین کا تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں۔ ماریو مجھ کو مسلمان۔ اور ملائیو مجھ کو صالحین کے ساتھ۔ اور حضرت ابراہیم نے یہ شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ یعنی تمام تعریفیں اسی خدائے (قادر) کیواسطے

[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کفاروں کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ جس کے سبب سے نیکی اُن کے اندر نہیں جاتی۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ جسکے سبب سے وہ حق کو نہیں دیکھ سکتے ۱۲ باقی ان سب آیات کا ترجمہ مکرر سے گذر چکا ہے ۱۲ سید لیٰسین حسنی دہلوی

ہیں جس نے بڑھاپے کی عمر میں مجھ کو اسماعیل اور اسحاق عنایت کئے۔ بلاشک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھ کو نماز پر قائم رہنے والا بنا۔ اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے رب ہمارے ہماری دعا کو قبول کر۔ اے رب ہمارے میرے اور میرے والدین اور مومنوں کے گناہ قیامت کے روز بخش دیجیو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب وحی تھے۔ اور حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام صاحب المرتبتین تھے۔ یعنے وراء حجاب کا مرتبہ بھی ان کو حاصل تھا۔ اور ارسال رسول کا بھی *

پس اے طالب تجھ کو معلوم ہو کہ وحی غیب کا معائنہ اور فرشتہ کا نازل ہونا ہے اور اسی کو اسرار غیب کا ظہور کہتے ہیں۔ اور الہام[1] علم غیب کا قلب کے آئینہ میں حجاب کے پیچھے سے منکشف ہوتا ہے۔ یعنی جس وقت نفس ناطقہ لوح محفوظ سے مقابل ہوتا ہے لوح کے اسرار قلب میں منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ نور الٰہی جو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں ڈالتا ہے۔ جیسا کہ اس فرمان میں اس نے ظاہر کیا ہے۔ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا یعنی ہم نے اس کو نور گردانا ہے ہدایت کرتے ہیں ہم اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔ یہ کلمۂ الٰہی کے نور کا بندہ کے قلب سے ملحق ہوتا ہے۔ اور اسی نور کی حضور علیہ السلام نے اپنی خلوات میں جستجو فرمائی ہے۔ چنانچہ حضور کا فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ یعنی اے اللہ مجھکو ایسا ایمان نصیب فرما جو میرے قلب سے ملحق ہو جائے (یعنی قلب کے اندر داخل ہو کر اس میں پیوستہ ہو جائے) اور اس ایمان سے وہی نور مراد ہے۔

پس اے طالب احکام نبوت کو مضبوط پکڑ اور امانتداری اختیار کر وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا اور خیانت کرنے والوں سے جھگڑا کرنے والا نہ ہوجیو۔

[1] الہام کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک الہام یہ ہے۔ کہ ولی کے قلب میں غیب سے کوئی بات القا ہو۔ اور بعض دفعہ لکھا ہوا نوشتہ اس کے سامنے آتا ہے۔ اور بعض دفعہ آواز اس کو سنائی دیتی ہے۔ مگر کہنے والا نظر نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ خواب میں کوئی شخص اس سے کہہ دیتا ہے۔ الہام سے عجیب غریب اسرار منکشف ہوتے ہیں جس کو اس قوت کے حاصل کرنے کا شوق ہو۔ وہ دوا دل میں کوئی معجون نوش کرے ۱۲ سید السبطین

تیسرا باب معجزہ اور کرامت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل معجزہ اور اُس کی حقیقت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ اور فرماتا ہے۔ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى اور فرماتا ہے۔ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۝ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے حکایت کر کے فرماتا ہے۔ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ اور حضرت موسےٰ کے دریائے نیل کو شق کرنے کی نسبت فرماتا ہے۔ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ط اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۔ اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝

معلوم ہو کہ معجزہ خدا کی قدرت اور اُس کے حکم سے نبی مرسل کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا

سلہ یعنی اس طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے اسرار ملکوت دکھانے لگے۔ تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے سلہ پس موسیٰ نے عصا کو ڈالا اور یکایک وہ سانپ بنکر چلنے لگا سلہ یعنی ہم نے کہا کہ عصا کو ڈال دو۔ چنانچہ موسےٰ نے عصا کو ڈال دیا۔ اور جب دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کرتا ہے۔ تب اُس سے ڈر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ خوف نہ کرو اور آجاؤ۔ یہ تم کو کچھ ضرر نہیں پہونچانے کا سلہ یعنی اچھا کرتا ہوں میں جنمی اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں میں مردہ کو خدا کے حکم سے سلہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارتے ہی دریا شق ہو گیا۔ اور مثل بڑے پہاڑ کے ہر ٹکڑا اُس کا قائم ہوا سلہ سلیمان کے واسطے ہمنے ہوا کو مسخر کیا جو اُنکے حکم سے جدھر وہ چاہتے۔ نرمی کے ساتھ چلتی تھی۔ اور شیاطین جو معماری اور غوطہ خوری کا کام کرتے تھے وہ بھی اُن کے مسخر کر دیئے تھے سلہ یعنی ہم نے لوہے کو اُن کے واسطے نرم کر دیا تھا سلہ یعنی ہم نے تم کو سورۂ فاتحہ عنایت کی ہے جسکی سات آیتیں ہیں اور نماز میں کم از کم دو دفعہ پڑھی جاتی ہے۔ اور قرآن عظیم دیا ہے ۱۲ سید نبین

ہے - اور وہ معجزہ ایسا ہوتا ہے - کہ اُن نبی کی اُمت کے سارے لوگ اس جلیسا فعل ظاہر کرنے سے عاجز ہوتے ہیں - اور اکثر اوقات اُن کی عقلیں اُس کے ادراک سے عاجز ہو جاتی ہیں - یہ معجزہ بھی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے - اور اسی سے رسالت کے احکام صحیح ہوتے ہیں - اگر معجزہ نہ ہوتا - تو ہر ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر بیٹھتا - کیوں کہ نبوت ایک ایسا شرف ہے - جسمیں دنیا اور دین دونوں حاصل ہوتے ہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے معجزہ کو نبوت کی عنوان قرار دیا ہے - تاکہ مدعیوں کے خیال نبوت کے دعوے سے منقطع ہو جائیں - اور اللہ تعالیٰ نے معجزہ کو کمالِ قوتِ ربانی کیساتھ خوارق اور سحر سے تمیز دی ہے - کیونکہ سحر اور خوارق بعض نفوس سے بسبب اجتماع رذائل کے شیاطین کے وسیلے سے ظاہر ہوتے ہیں اور معجزہ کمال نفس اور اجتماع محامد سے بواسطہ ملائکہ کے ظاہر ہوتا ہے - نفس جب انتہا درجہ کا ناقص ہو جاتا ہے - تب شیاطین اُس پر اثر ڈالتے ہیں - اور جب انتہا درجہ کا کامل ہو جاتا ہے - تب فرشتے اُس پر اثر ڈالتے ہیں - پس شیطان کی امداد سے سحر کا اثر ظاہر ہوتا ہے - اور فرشتہ کی امداد سے معجزہ کا اثر پیدا ہوتا ہے -

معجزہ امر کسبی نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہے جسکا انجام پذیر ہونا حیلہ بشری سے ممکن ہو نہ اس میں طبیعت قوت لگا سکتی ہے - نہ اوہام اثر کر سکتے ہیں نہ خیالات اس کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں - بلکہ یہ قدرت خدا کے آثار میں سے ایک اثر ہے کیونکہ نفوس ناطقہ ملکوت سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور تمام علوم اور اعمال اور صنائع ملکوت ہی کے اندر پوشیدہ ہیں - اور نفوس کلی کے جوہر میں حجاب کے پیچھے ودیعت رکھے ہوئے ہیں - پس جب نفوس طاہرہ میں سے کوئی نفس اپنے صفا جوہر کیساتھ نفس کلی کے عالم سے قریب ہوتا ہے - اور اپنے عنصر سے تقرب حاصل کرتا ہے - پس اُس وقت اس نفس طاہرہ اور نفس کلی کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور کل کا رنگ جزو پر واقع ہوتا ہے - اور اس نفس جزئی میں وہ فوائد غیبی نفس کلی سے یا بطریقہ علم کے اور یا بطریقہ عمل کے واقع ہوتے ہیں - اور یہ دونوں معجزات میں سے ہیں +

جب رسول ان دونوں طریقوں علم یا عمل میں سے کوئی بات ظاہر کرتا ہے اسی کے اہل زمانہ اس کی مثل ظاہر کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس کے قبول کرنے سے بھی منکر ہو جاتے ہیں اور بسبب اپنے نقص طبعی کے اس معجزہ کو اباطیل اور سحر کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ جیساکہ کفار عرب نے ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔ اور آپ کے دندان مبارک شہید کیے اور آپکے چہرۂ مقدس کو خون آلودہ کیا اور کہا ھٰذَا سَاحِرٌ کَذَّابٌ یعنی یہ شخص رسول نہیں ہے۔ بلکہ جھوٹا جادوگر ہے۔ اور آپکے کلام فیض انجام یعنی قرآن شریف کی نسبت کہا۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کے قصہ کہانیاں۔ اور نیز حضور کے شرف اور بزرگی کا بھی اپنے اس قول ساتھ انکار کیا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ یعنی یہ قرآن ان دونوں شہروں مکہ اور مدینہ میں سے کسی بڑے عزت دار شخص پر کیوں نہ نازل ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی مذمت فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا[1] پس جبکہ وحوت کی قوت سے مومن کے دل میں ہدایت کا نور جگہ پکڑتا ہے۔ معجزہ کو وہ قبول کر لیتا ہے۔ اور متابعت کے احاطہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس معجزہ نبوت کی برہان ہے۔ اور برہان ہر وقت صاحب برہان یعنی نبی کے تفاوت کے ساتھ مختلف ہوتی ہے +

درحقیقت امور شرعیہ کا قبول کرنا۔ اور ان کی تصدیق امور شرعیہ ہی سے ہوتی ہے کیونکہ جو شخص طبعی آنکھ سے شریعت کے چہرہ کو دیکھے گا۔ شریعت کا قبول کرنا اور شریعت کے احکامات کا اقرار کرنا بھی اس پر دشوار ہو جائے گا۔ بلکہ اس کا قدم سیدھے راستہ سے گر جائے گا۔ کیونکہ آنکھ طبیعت کی بھینگی ہے۔ اس سے ٹھیک ٹھیک نظر نہیں آتا۔ اور بسا اوقات اندھی بھی ہوتی ہے۔ اور اکثر اسپر غشی بھی آتی رہتی ہے۔

[1] یعنی کیا یہ (جاہل لوگ) تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کو تقسیم کرتے ہیں (جو کہتے ہیں کہ قرآن فلاں شخص پر کیوں نہ نازل کیا یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے ہی ان کے اسباب معیشت کو دنیا کی زندگانی میں انکے اندر تقسیم کیا ہے۔ (جیسکو ہمنے چاہا کم کردیا اور جسکو چاہا زیادہ دیا۔ اس میں تو ان کا کچھ اختیار ہے ہی نہیں۔ پھر نبوت کے بارے میں یہ کیسے اپنی رائے زنی کرتے ہیں ۱۲م

جو شخص شرع شریف کا منکر ہے وہ کافر مطلق ہے۔ عقلمند شریعت پر شریعت ہی سے برہان تلاش کرتا ہے۔ اور معجزات کی معجزات ہی سے تصحیح کرتا ہے۔ جیسے کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آفتاب سے زیادہ روشن ہو۔ اور آفتاب کو اس کے ذریعہ سے دیکھا جائے پس بالضرورت آفتاب اپنے ہی نور سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت بھی اپنے ہی نور سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اُس کا نور ہی اُس کے وجود کی برہان ہے۔ جیسے کہ آفتاب کا نور اُس کے وجود کی برہان ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور کوئی چیز عالم میں ایسی نہیں ہے۔ جو شریعت سے زیادہ ظاہر اور روشن ہو۔ اور وہ شریعت کی تعریف یا تاکید کرے سوائے نفس شریعت کے ایسے ہی کوئی چیز خداوند تعالیٰ سے زیادہ ظاہر نہیں ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت حاصل کی جائے۔ پس بیشک حق کی معرفت حق ہی سے ہوتی ہے۔ اور شرع بھی شرع ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اور باقی جس قدر چیزیں ہیں۔ وہ شرع سے پہچانی جاتی ہے +

پس عقل کے ساتھ معجزہ کی تحقیق کرنی نہایت خطا ہے۔ بلکہ یہ عقل کا ہلاکت میں گر جانا ہے۔ ایسی چیز کا عرفان عقل کیسے کرتی ہی جس کے ادراک سے وہ عاجز ہوگئی ہے اور جس چیز سے عقل عاجز نہ ہو۔ وہ معجزہ نہیں ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ معجزہ کا قبول کرنا شریعت کی رُو سے ہے۔ نہ عقل کی رُو سے۔ اور نیز عقل کا مرتبہ شریعت سے پست تر ہے پس اعلیٰ درجہ کی چیز کی تحقیق ادنیٰ درجہ کی چیز سے کیسے ہو سکتی ہے اور نہ اشرف کیواسطے ادنے اور ذلیل سے برہان مطلب کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزات کے انوار نبوت کی شرائع میں محض عقول جزویہ کے شکست کرنے اور حق جو باطل کے دعووں میں فصل واقع کرنے کے واسطے رکھے ہیں۔ کیوں کہ عقول جزویہ جس وقت قوی شیطانی اور فضول ابلیسی کے ساتھ نور نبوت کا استقبال کرتی ہیں۔ اور رسالت اُن کے پاس پہونچتی ہے۔ تب وہ اُس کو اپنی نظر اور قیاس کی ترازو میں جانچتی ہیں۔ اور اس میں توقف کرکے قبول سے انکار کرتی ہیں۔ اور اپنے فاسد گمانوں اور باطل خیالوں سے شریعت کی تصحیح پر برہان طلب کرتی ہیں اسواسطے

اللہ تعالیٰ نبوت کے اندر معجزہ کا نور قائم کرتا ہے تاکہ ان فضولیات کو دور کر کے عقول کو مغلوب کرے۔ اور نفوس خبیثہ کو تنبیہ اور تادیب دے۔ اور وہ جان لیں کہ انہوں نے خدا کی وہ قدر نہ کی جو کہ اس قدر کرنی چاہئے تھی۔ اور نہ اس کی شریعت کو جیسا کہ پہچاننا چاہیئے تھا انہوں نے پہچانا۔ بلکہ طوعًا و کرہًا اس کے اوامر و نواہی کے مطیع ہوئے ہیں۔ پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے آئینہ سے عقلوں کا عاجز ہونا اور نفوس کا ضعف دکھلایا ہے تاکہ عبودیت کے احکام انسانوں پر عائد ہو جائیں۔ اور وہ اس بات کو جان لیں۔ کہ رسول کی متابعت ان پر واجب ہے۔

جو رسول صاحب معجزہ ہوئے ہیں جیسے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے انہوں نے جب لوگوں کو اپنی دعوت اور رسالت کی طرف بلایا لوگوں نے ان سے ان کے دعویٰ پر برہان طلب کی۔ پس ہمارے حضور نے قول کا معجزہ یعنی کلام الٰہی ظاہر کیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اس سے اعراض اور انکار کریں تب ان کو تنبیہ ہوئی فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ۔ یعنی اس جیسی دس ہی سورتیں تم لے آؤ۔ پھر اس سے بھی اور ان پر تخفیف فرمائی۔ اور فرمایا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ یعنی اس جیسی ایک ہی آیت لے آؤ اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں رکھتے تو میری شریعت کو قبول کرو اور میری اطاعت بجالاؤ۔ فَإِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ کیونکہ میں تمہارے واسطے ظاہر رسول ہوں

معجزہ رسول کا اختیاری فعل نہیں ہے۔ نہ رسول کو اس کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ بلکہ معجزہ ایک ایسا امر ہے جو خدا کے پاس سے اسکی مشیت اور ارادہ اور قوت اور قدرت کے ساتھ رسول کی مدد اور اس کے دین کی عزت دینے کے لیے صادر ہوتا ہے معجزہ کا پہلا اثر صاحب معجزہ یعنی رسول پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ موسے علیہ السلام کیساتھ ہوا۔ یعنی جب انہوں نے عصا پھینکا اور وہ امر الٰہی کی قوت سے اژدہا بنکر حرکت کرنے لگا۔ موسے علیہ السلام اس کے خوف سے بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی اور اطمینان دیا چنانچہ فرمایا أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ اے موسی بھاگو مت آجاؤ۔ اور خوف نہ کرو۔ بیشک تم تو امن والوں میں سے ہو تم کو اژدہا ضرر نہ پہونچائے گا۔

بلکہ دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا۔

پس موسیٰ علیہ السلام کے خوف کرنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کا معجزہ میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ اگر اختیار ہوتا تو خوف نہ کرتے۔ کیونکہ جاہل اپنے عمل سے خوف نہیں کرتا ہے۔ اور نہ عالم اپنے علم سے ڈرتا ہے۔ اِس لئے کہ وہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور معجزہ چونکہ قدرت الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ نبی کی عقل بھی معجزہ کی حقیقت سے عاجز ہوتی ہے۔ اور جب کہ نبی کی عقل معجزہ سے عاجز ہوئی۔ تب پھر عوام الناس کی عقلوں کا کیا کہنا ہے۔ حالانکہ انبیاء کی عقلیں اور ان کے نفوس بمقابلہ عوام کے نہایت صاف اور قوی ہوتے ہیں۔

اور یہی حالت حضرت عزیر نبی کے ساتھ گذری تھی یعنی جو معجزہ کہ اُن پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا تھا۔ ان کی عقلیں اس کے ادراک سے پریشان ہوگئی تھی۔ اِس کی مفصل کیفیت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی فرمان ارشاد کی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ جب حضرت عزیر نے یہ معجزہ دیکھا۔ تو خداوند تعالیٰ کی قدرت اور ربوبیت کے اقرار کی طرف رجوع کی چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اِس کے آگے فرمایا ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی جب عزیر پر یہ قدرت ظاہر ہوئی تو کہنے لگے۔ میں جانتا

لہ یا مثل اُس شخص کے جو ایک اجڑے ہوئے شہر کے پاس سے گذرا اور تعجب سے کہنے لگا۔ کہ ان مردہ لوگوں کو اللہ تعالےٰ کیونکر زندہ کریگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو جو عزیر نبی تھے مار دیا۔ اور سو برس تک مردہ رکھکر پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ تو تم کتنی دیر یہاں ٹھیرے اُس نے کہا ایک روز بلکہ ایک روز سے بھی کم کیونکہ عزیر نبی صبح کے وقت یہاں پہونچے تھے اور آرام کے واسطے لیٹتے ہی اُن کو موت آگئی پھر جب زندہ ہوئے تو عصر کا آخر وقت تھا اس سبب سے انھوں نے خیال کیا کہ میں ایک دن سے بھی کم سویا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تم سو برس ٹھہرے ہو۔ پس اب تم اپنے کھانے پینے کو دیکھو جو اب تک بسا اور خراب نہیں ہوا ہے۔ اور اپنی سواری کے گدھے کو دیکھو۔ کہ ہم اُسکو کس طرح زندہ کرتے ہیں اور یہ ہم نے تم کو مار کر زندہ کرنا اسواسطے کیا ہے۔ تاکہ تم کو مردوں کے زندہ ہونیکی کی ایک نشانی لوگوں کے واسطے ظاہر کریں۔ اور تم اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح ان کو جوڑ کر اُن پر گوشت پہناتے ہیں ۱۲ سید لیسین

ہوں کہ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ پس اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول معجزہ کے ظاہر کرنے سے عاجز ہیں بلکہ اس کی حقیقت سے بھی مطلع نہیں ہیں ورحقیقت معجزہ کا ظاہر کرنیوالا خداوند کریم ہے۔ وہی اپنی قدرت سے جسوقت چاہتا ہے۔ ایسی چیز ظاہر کرتا ہے۔ جسکے دیکھنے یا سُننے یا جاننے یا اس جیسا کرنے سے عقول ونفوس بشری عاجز ہو جاتے ہیں یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ معجزہ فعل عملی ہی ہو بلکہ علمی معجزہ زیادہ قوی اور نافع ہوتا ہے۔ مگر معجزہ کا ظہور ہر زمانہ اور ہر قوم کے میلان طبع کے موافق ہوتا ہے چنانچہ اس اشارہ کی تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے

پس جب خداوند تعالیٰ نے عقول منکرہ اور نفوس متحیرہ کو اپنے کسی عمل غریب اور فعل عجیب یعنی معجزہ سے عاجز کیا۔ تو وہ معجزہ ان رسول ہی کی طرف اضافت کیا جاتا ہے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اُس کو ظاہر کیا ہے۔ کیوں کہ خداوند تعالیٰ رنج وخوشی سے مستغنی ہے عاقل پر واجب ہے۔ کہ رسولوں کے معجزات پر ایمان لائے۔ اور شریعت ہی سے اس معجزہ کی براہین تلاش کرے۔ اور اس کو تسلیم کرلے۔ کیوں کہ جو شخص عقل سے معجزہ کی برہان تلاش کرے گا۔ وہ خدا سے دوری ہی میں بڑھتا جائیگا۔

پس اے طالب تجھکو چاہیئے کہ انبیا کے معجزات پر ایمان لائے اور اس بات کو یقینی طور سے مان لے کہ انبیا خداوند تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ باعزت ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو شرف اور بزرگی دی ہے۔ اور تمام عالم سے اُنکو افضل بنایا ہے۔ اور ان کے ہاتھوں پر اپنی قدرت کے ایسے امور ظاہر کیے ہیں جو اور کسی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کیے۔ اور اگر تجھکو معجزات پر دلیل و برہان کی ضرورت ہو تو کتاب اللہ اور سنت نبی سے تلاش کر کیونکہ قرآن رسولوں کے معجزات پر ناطق ہے۔ دیکھو یہ واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو دعوت اسلام کرنے تشریف لے گئے۔ تو نمرود حضرت سے مخالفت کے ساتھ پیش آیا۔ اور آپ سے معجزہ طلب کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ یعنی میرا رب وہ ہے۔ جو زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ نمرود ملعون نے کہا یہ قدرت تو مجھ میں بھی ہے۔ میں بھی زندہ کرسکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ

حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ تو کیونکر زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ اس نے دو آدمیوں کو بلایا۔ جس میں ایک خونی اور ایک بے گناہ تھا۔ بے گناہ کو قتل کر دیا۔ اور خونی کو رہا کر دیا۔ اور کہا دیکھو جو مُردہ تھا اس کو میں نے زندہ کر دیا یعنی چھوڑ دیا اور جو زندہ یعنی بے گناہ تھا۔ اس کو مار ڈالا حضرت ابراہیم نے جب یہ انتہا جہالت کی بات اس کی دیکھی تو فرمایا کہ تو میرا مطلب نہیں سمجھا اور تو نے یہ ناحق اور ظلم کی کارروائی کی میرا پروردگار ایک ہی شخص میں موت اور زندگی کے عمل کرتا ہے۔ یعنی ایک ہی شخص کو مارتا بھی ہے۔ اور زندہ بھی کرتا ہے۔ پھر فرمایا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے برآمد کرتا ہے۔ تو اگر خدا ہے تو اس کو مغرب سے برآمد کرا اور اپنی خدائی کا کرشمہ دکھا فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ پس اس معقول حجت کو سُنکر وہ کافر ملعون حواس باختہ ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کی۔ اور عرض کیا کہ موت اور زندگی کو دکھلانا میرا کام نہیں ہے۔ اگر یہ بات تو مجھ سے ظاہر کرائے تو میرے لئے باعث فخر ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تو نے مجھ کو اپنی بارگاہ میں عزت اور مرتبہ بخشتا ہے۔ اس کی شرم رکھیو۔ پھر عرض کیا رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ یعنی اے رب مجھ کو دکھلا تو مردہ کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ فرمایا اے ابراہیم کیا تو اس بات پر ایمان نہیں رکھتا ہے عرض کیا ہاں ایمان تو رکھتا ہوں مگر (یہ سوال اس واسطے ہے کہ اس کے مشاہدے سے) میرے قلب کو اطمینان ہو جائے۔ حکم ہوا پس چار پرندے پکڑ کر اپنے سے ملا لو۔ پھر انکو مار کچل کر کئی حصے کر کے ہر پہاڑ پر ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر انکو بلاؤ دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اور ایسے ہی معجزات اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کرائے۔ یعنی مردہ کا زندہ کر دینا اور جنمی اندھے اور کوڑھی کا تندرست کرنا وغیرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا کا اژدہا بنانا ظاہر کیا۔ جو جادوگروں کے سارے جادو کو نگل گیا۔ اور خود موسیٰ علیہ السلام بھی اس سے ڈر گئے۔ یہاں تک کہ

خداوند تعالیٰ نے اِن کو تسکین دی اور فرمایا کہ تم ہی تو صاحب معجزہ ہو۔ تم کو یہ نقصان نہ پہنچائے گا۔ بلکہ یہ تمہارے دشمنوں کو تنبیہ دیگا۔ ایسے ہی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں فولاد کے موم ہونیکا معجزہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ اور داؤد علیہ السلام نے بہت سی زرہیں اپنے ہاتھ سے بناڈالیں۔

بعض معجزات ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو زائل ہو جاتے ہیں۔ پس درحقیقت معجزہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک معجزہ عملی ہے اور وہ کسی چیز کے مادہ یا صورت میں تاثیر کرتا ہے۔ تاکہ وہ چیز اپنی اصلی حالت سے پلٹ جائے یا ساکن چیز حرکت کرنے لگے یا متحرک ساکن ہو جائے وغیرہ وغیرہ اور دوسرا معجزہ علمی ہے۔ یعنی ایسا کلام کہ اُس جیسا کلام کہنے سے لوگ عاجز ہوں۔ اور یہ علمی معجزہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض رسولوں کو عنایت کیا ہے۔ مثل حضرت آدم اور شیث اور ادریس اور یوسف علیہم السلام کے اور عملی معجزہ بھی بعض بعض رسولوں کو عنایت کیا ہے۔ مثل حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسے علیہم السلام کے۔ اور یہ دونوں قسم کے معجزہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع فرمائے ہیں۔ چنانچہ عملی معجزوں میں سے معجزہ شق القمر آپ سے ظاہر ہوا۔ اور آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ اور دس ہزار آدمیوں کی آنکھیں ایک مٹھی مٹی سے اندھی ہوگئیں اوران کے علاوہ اور بہت سے معجزے آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور علمی معجزوں میں سے اگوہ نے آپ سے کلام کی۔ اور سب سے بڑا معجزہ آپ کا قرآن شریف ہے۔ کیونکہ جو معجزہ ہوتا ہے۔ اُس کے اندر مختلف طریقوں میں سے صرف ایک طریقہ پایا جاتا ہے مگر قرآن شریف ایک بحرِ محیط ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ نہیں ہے کوئی تر و خشک مگر کہ وہ کتاب مبین میں ہے۔ قرآن شریف کے برابر کوئی معجزہ بڑا اور بزرگ نہیں ہے۔ عقلمندوں کی عقلیں اس کے اندر حیران ہوگئیں۔ اور فکر کرنے والوں کے ذہن پریشان ہو گئے ہوش وحواس گم ہوئے اور عارفوں کی قوت جاتی رہی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ قرآن بناء عظیم میں سے ایک کتاب ہے اور یہی صراط مستقیم ہے اسی میں ماضی اور مستقبل اور حال کی خبر ہے۔ پس یہ معجزہ سب معجزوں سے افضل ہے اور یہ کلام کا معجزہ ہمارے حضور ہی کے واسطے مخصوص تھا چنانچہ حضور نے فرمایا ہے اَنَا اَفْصَحُ

الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ یعنی میں عرب اور عجم میں سب سے بڑا فصیح و بلیغ ہوں۔

معجزہ نہ زمین سے نکلتا ہے نہ طبیعت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ قوتِ بشری سے متعلق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ مثل ایک پرندے کے ہے۔ جو آسمانِ عنایت سے تائید اور توفیق کے دو پروں کے ساتھ اُڑتا ہوا رسول پر نازل ہوتا ہے۔ اور اُسکے نازل ہونے سے طبیعت کے حجاب جل جاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت اور حقیقت کے معلوم کرنے میں عقلیں پریشان ہوجاتی ہیں۔ بجز اس کے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ یہ معجزہ ہی وہ چیز ہے۔ جس سے نبوت کا امر پورا ہوتا ہے۔ اور اسی سے رسالت کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ اور شریعت کے عہد کو مضبوطی ہوجاتی ہے۔ معجزہ ایک غیر متعارف اور غیر معتاد اور غیر مطبوع چیز کے ظاہر کرنے میں خدا کا راز اور اُس کا اسرار ہے۔

دوسری فصل معجزوں کے مراتب اور ہر معجزہ کے اپنے وقت پر ظاہر ہونیکی حکمت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ؕ معلوم ہو کہ معجزہ ایک راز ہے۔ جو قدرت الٰہی سے بواسطہ کلمہ کے کامل بندہ یعنی رسول کے نفس یا عقل پر نازل ہوتا ہے۔ جو نفس پر ظاہر ہوتا ہے وہ تو عملی ہے۔ اور جو عقل پر ظاہر ہوتا ہے وہ علمی ہے۔

نبی ایک روحانی طبیب ہے۔ جو نفس جزوی کے امراض شرک وشک ونقص وغیرہ کا علاج کرتا ہے۔ اور یہ طبیب اپنے علم طب میں علم الٰہی کا شاگرد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں میں ان کی بیماریاں دور کرنے۔ اور صحت اور سلامتی قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا ہے۔ اور اس بات میں شک نہیں ہے کہ طبیعتوں اور مزاجوں کے اختلاف کے سبب سے امراض بھی مختلف ہوتے ہیں۔ جس زمانہ میں لوگوں پر بیماری کا غلبہ ہوا اُن بیماروں کو نئی دوا کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ ہر دوا ہر مرض کے واسطے مخصوص ہے۔ اطبا بھی اپنے زمانہ کے اطباء وقت ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے اُسی زمانہ اور اسی مرض

اور اس مکان کے لحاظ سے اُن بیماروں کا علاج کیا اور انبیا کے معجزے انکے روحانی شفاخانے
جن سے وہ امراض شک و بدگمانی وغیرہ کا علاج کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جس زمانہ میں جس قسم کا
مرض عام طور پر لوگوں میں شائع ہوا۔ اسی قسم کا معجزہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ظاہر کیا جس سے
سب لوگ عاجز ہو گئے۔ چنانچہ فرعون کے زمانہ میں جو سحر و ساحری کا غلبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کو ایسا عصا عنایت کیا جو اژدہا بنکر جادو کی ساری کارروائی کو نگل گیا ایسے
ہی عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت کا بڑا زور و شور تھا۔ مگر عیسےٰ علیہ السلام نے مردہ
کو زندہ کر کے ساری طب کو منسوخ کر دیا۔ اور ہمارے حضور کے زمانہ میں شعر و شاعری اور
فصاحت و بلاغت کا از حد چرچا تھا۔ اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا ایسا معجزہ
دکھلایا جس نے تمام فصیحوں اور بلیغوں کی زبان گنگ کر دی اور اُن کے بولنے بند ہو گئے۔
چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر و ساحری کا اس قدر غلبہ تھا کہ اُس زمانہ کا بادشاہ
یعنی فرعون لعین خود بھی بڑا جادوگر اور مکار و شریر تھا۔ اور بہت سے جادوگروں کا اُس
نے لشکر بنا رکھا تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے موسے علیہ السلام کو قائم کیا اور اُن سے
فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ بیشک اُس نے سرکشی کی ہے۔ اور اُس سے کہو کہ میں تجھکو تیرے
پروردگار کی طرف ہدایت کرنے آیا ہوں۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے۔
اور اس سے پہلے موسے علیہ السلام نے فرعون ہی کے ہاں پرورش پائی تھی۔ پھر یہاں سے
بھاگ کر حضرت شعیب نبی کے پاس گئے تھے۔ اور ان کی بیٹی سے شادی کر کے آٹھ سال
اس کے گھر میں حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں پھر وہاں سے فرعون کی دعوت کو آئے
تھے۔ جب فرعون نے آپ کو پہچانا تو کہا اے موسے تو وہی ہے۔ جس نے ہمارے ہاں
پرورش پائی تھی اور چھوٹے سے بڑا ہوا تھا۔ اب تو ہمارے پاس نبوت کے دعوےٰ سے
آیا ہے۔ یہ تیرا دعوے باطل ہے۔ پھر فرعون نے اپنے تمام جادوگروں کو اکٹھا کیا
کیونکہ سب سے بڑی قوت اُن کی جادو ہی کی تھی۔ اور اُن جادوگروں سے کہا کہ اپنی
اپنی کاریگریاں ظاہر کرو۔ اُنہوں نے جادو کے شعبدے ظاہر کرنے شروع کیے فرعون
اُن سے بہت خوش ہوا۔ اور حضرت موسے کے مقابلہ پر اُن کو آمادہ کر کے انعام کا

خلعت کا امیدوار بنایا - اور لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ موسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ کہ خداوندا میں تن تنہا ہوں - اور یہ بہت سارے ہیں - اللہ تعالیٰ وحی کی کہ اے موسےٰ تم خوف نہ کرو یہ لوگ تو فرعون کی عزت کے بھروسہ پر جادو کریں گے - اور تم میری عزت پر بھروسہ کر کے عصا ڈالو گے - پس بے شک تم ہی غالب ہو گے - تب موسےٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے ڈالنا ہے ڈالو - اُنہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں جو حاضرین کو اژدہے اور سانپ معلوم ہوئے - اور اسی قسم کے شعبدوں سے اُن جادوگروں نے لوگوں کی نظر بندی کی - اور اُن کو خوب ڈرایا - اور کہا فرعون کی عزت کی برکت سے ہم ہی غالب رہینگے اللہ تعم چونکہ اس بات سے واقف تھا کہ یہ لوگ اپنے سحر پر مغرور ہیں - اور اس سے بڑھ کر کوئی کمال ان کے خیال میں نہیں ہے - پس اسی وقت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم دیا - اور فرمایا کہ تم بھی اپنے عصا کو ڈالو - چنانچہ انہوں نے عصا کو ڈالا اور ڈالتے ہی وہ اژدہا بن کر اُن جادوگروں کے سارے شعبدوں کو چٹ کر گیا - جادوگروں نے جب یہ کرشمہ دیکھا کہ اُن کی لکڑیاں اور رسیاں وغیرہ سامان موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بنتے ہی نوش کر گیا - اُن کے ہوش و حواس پریشان ہو گئے - کیونکہ جسوقت اُنہوں نے یہ دیکھا کہ وہ عصا اژدہا بنا - اُسوقت تک تو سمجھے تھے کہ یہ بھی ہمارے ہی جیسا جادوگر ہے - مگر جب اُس نے اِنکے جادو کو نگلنا اور چٹ کرنا شروع کیا - تب یہ سمجھے - کہ یہ ہمارے جادو کی قسم سے نہیں ہے - ہم تو محض لوگوں کے خیالات پر اثر ڈالتے ہیں یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک موجود چیز کو معدوم کر دیں یا معدوم کو موجود کر دیں یہ بات ہمارے وہم و خیال سے باہر ہے - پس جب یہ حقیقت الامر اُن پر منکشف ہوئی - اور عقل سلیم نے اُن کو صراط مستقیم دکھایا - موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے سحر و ساحری سے تائب ہوئے - اور کہنے لگے آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ یعنی ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے ہیں - پس معجزہ کی حقیقت یہی ہے کہ قدرت الٰہی سے ایسی چیز ظاہر ہو کہ اُسی قسم کی چیزوں کا اُس زمانہ میں چرچا ہو - مگر اُس معجزہ کو دیکھکر سب عاجز ہو جائیں اور عجز کے سبب اُس کے قبول کرنے کی طرف مائل ہوں جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے زمانہ میں طب کا فن بہت زوروں پر تھا مگر طبیب کی انتہا یہی ہے۔ کہ بخار درد سر وغیرہ بیماریوں کا علاج کردے مُردہ کے زندہ کرنے میں طبیب کو کوئی چارہ نہیں ہے اور نہ طبیب جنمی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر سکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام نے مُردہ کو زندہ کرکے طبیبوں کو اپنے حلقہ اطاعت میں داخل کیا یعنی جب لوگوں نے آپ کی دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا تب اُنہوں نے کہا کہ ہم طبیب لوگ ہیں ہم جسم سے مرض کو زائل کرتے ہیں۔ اور صحت اور کمال بدن میں مہیا کرتے ہیں۔ تم میں کونسی فضیلت ہے جسکے سبب سے تم ہم کو اپنی متابعت کی طرف بلاتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اُس بات پر قادر ہوں جس پر تم قادر نہیں ہو۔ تم تو اپنی قوت طبعی سے جو کچھ معالجہ کرتے ہو وہ کرتے ہو۔ اور میں وحی الٰہی اور اُس کی نبوت کے سبب سے کرتا ہوں۔ تب وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ آپ اپنا کمال ہم کو دکھلائیے کہ علم طب کے متعلق آپ کیا کمال رکھتے ہیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ کو زندہ کیا۔ اور جنمی اندھے کو دیکھتا بھالتا بنا دیا۔ طبیبوں نے جب یہ معجزہ دیکھا۔ تو انصاف پر آ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک یہ بات طب کی حد سے خارج ہے۔ اور سب کے سب ایمان لے آئے۔ ایسے ہی علم نجوم حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں نہایت عروج پر تھا حضرت ادریس نے علم حساب وغیرہ کے معجزے ظاہر کئے۔ اور ان علوم میں کتابیں تصنیف کرکے لوگوں کو عاجز بنایا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں تسخیر جنات کا لوگوں میں بہت چرچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان کا مسخر کرکے لوگوں کو عاجز کیا۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں شجاعت اور زور کا زور و شور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکے ہاتھوں میں لوہے کو موم کر دیا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے دیو زادوں سے فرمایا کہ بھلا لوہے کو اپنے ہاتھوں میں مل کر موم تو بنا دو۔ وہ اس بات سے عاجز ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ لکڑی کے بُت بنانے میں بہت استاد تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہیئت مخصوصہ کے ساتھ کعبہ بنایا۔ اور حجر اسود اور مقام ابراہیم اُس میں ترتیب دیا جسکو دیکھ کر بُت تراش عاجز ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم ہی کے زمانہ میں بعض لوگ ستارہ پرست تھے حضرت ابراہیم نے اُن سے ایسے سوالات الزامی کیے جن کے جواب سے وہ عاجز ہو گئے اور آخر

کو آپ کے دعوے کے تئیں اُن کو تسلیم ہی کرنا پڑا۔ اور اُنہوں نے اقرار کر لیا۔ کہ بیشک ابراہیم اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ان کے خلاف پر جو ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ استخراج معانی پر بہت مغرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا۔ جس کے سامنے سب عاجز ہو گئے۔ اور آپ جیسی تعبیر کوئی نہ دے سکا

اسی طرح حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے ساتھ ہوا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا کلام معجزہ تھا اور نوح علیہ السلام کی کشتی معجزہ تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ یہ شعبدہ دکھایا کرتے تھے کہ آگ میں داخل ہو کر فوراً باہر آجاتے تھے۔ حضرت ابراہیم بیس روز آگ میں رہے۔ اور ایک بال تک آپ کا نہ جلا۔ لوگ اسکو دیکھکر عاجز ہوئے یہ بھی حضرت ابراہیم کا ایک معجزہ تھا۔ کہ صحیح وسالم آگ میں سے تشریف لے آئے۔ ایسے ہی یونس علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا۔ کہ چالیس روز کے بعد مچھلی کے شکم میں سے تشریف لائے۔ غرضکہ ہر ہر نبی کا معجزہ اُن کے اہل زمانہ کی صنعتوں اور کاریگریوں کے موافق تھا تاکہ وہ لوگ اسکو دیکھکر عاجز ہو جائیں پھر جب زمانہ کا دور اسیطرح ہوتا ہوا ہمارے حضور سید البشر تک پہونچا۔ تو آپکے زمانہ میں لوگ فصاحت وبلاغت پر مغرور تھے اور بجز اس کے کمال کے نہ سفینہ کے طالب تھے نہ تعبیر خواب کے۔ اور کہتے تھے کہ کلام کے نظم ونثر دونوں طریقوں پر ہم قابض ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں کے علاوہ تیسرا کوئی طریقہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اس بات سے واقف تھا۔ کہ اگر وہ اپنے نبی کو نظم یا نثر انہیں دونوں میں سے کسی طرح کا کلام عنایت کریگا۔ تو یہ اس کو اپنے ہی علم وعمل کی طرف منسوب کرینگے۔ اور کہینگے کہ جیسے ہم ہیں۔ ویسے ہی تم ہو۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو وہ کلام عنایت کیا۔ جو ان دونوں طریقوں سے جدا گانہ ہے۔ یعنی حضور نے اُن سے فرمایا۔ کہ تمہارے پاس کلام کی کس قدر قسمیں ہیں انہوں نے کہا ہمارے پاس دو قسمیں ہیں۔ ایک نظم دوسری نثر تب اللہ تعالیٰ نے آپکو ایسی قسم عنایت کی جس میں نظم کی حلاوت اور نثر کا کمال موجود ہو۔ اور نہ وہ ایسی نثر ہے جسکے معانی منتشر ہو۔ اور نہ ایسی نظم ہے کہ جسکے معانی محصور ہوں۔ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ

وَاِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اندر قرآن شریف پڑھا۔ لوگ اُس کو سُنکر اُس کے کمال اعجاز سے عاجز ہو گئے۔ پھر ابلیس لعین آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو قرآن شریف پڑھکر سُنایا۔ پس وہ سُنکر سیدھا نوک دُم بھاگا۔ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا الی قوله سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ۔ اور حضرت عمرؓ بن خطاب حضور کی مخالفت پر آمادہ ہو کر اپنے گھر سے چلے راستہ میں جب اپنی بہن کے مکان کے پاس سے گذرے تو وہاں سورۂ طٰہٰ کے پڑھنے کی آواز اُن کو سُنائی دی۔ اُس کے سنتے ہی اِن کے ہوش وحواس گم ہو گئے اور گھر کے اندر جا کر اپنی بہن اور بہنوئی سے دریافت فرمایا کہ تم دونو کیا پڑھ رہے تھے۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سُنا نہ تو وہ نظم ہے، نہ نثر ہے اور اپنی بہن سے کہا کہ پھر اس کلام کو مجھ کو پڑھکر سناؤ اُنھوں نے سنانے سے انکار کیا اور کہا تم بے وضو ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل کی چشم بصیرت کو کھول دیا یہاں تک کہ وہ رسول پر ایمان لے آئے۔ اور پھر اپنی بہن کے پاس آکر کہا کہ اِس کلمہ کے سُننے سے مجھکو وہ لذت حاصل ہوئی ہے جس نے مجھ کو اس مرتبہ کو پہونچا دیا پس غرض یہ کہ تمام عرب قرآن شریف کے مثل ایک آیت کے لانے سے عاجز ہو گئے۔ اور انھوں نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ بیشک یہ قرآن شریف خدا کے پاس سے نازل ہوا ہے قرآن شریف پر اللہ تعالیٰ نے کل معجزات کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ یہ سب معجزوں سے اکمل معجزہ اور سب آیات سے اتم آیت ہے۔

اور چونکہ قرآن شریف نے ایسا بلند اور عالی مرتبہ پایا معجزوں کی اسی پر انتہا ہوئی عالم میں کوئی معجزہ ایسا نہیں پایا جاتا جو اس جیسی آیات سے خبر دے یا ایسی بینات کی طرف اشارہ بھی کرے نہ گذشتہ زمانہ میں تھا نہ آئندہ ہو سکتا ہے ＋

قرآن ایسا معجزہ ہے جو تمام خیرات وبرکات پر شامل ہے۔ پس یہ ایسا معجزہ ہے چونکہ

معجزات پر محیط ہے تمام انبیاء کے معجزوں کی اجمال اور تفصیل کے ساتھ خبر دیتا ہے۔ اور اوّلین و آخرین کی رموز اس نے ظاہر کی ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۵ یعنی قریب ہوئی قیامت اور پھٹ گیا چاند پس تمام قرآن ام المعجزات اور اصل الآیات اور اعظم البینات ہے لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا یعنی اگر یہ قرآن خدا کے سوا اور کسی کے پاس سے ہوتا تو اس میں لوگ بہت کثیر اختلاف پاتے مگر چونکہ یہ خدا کے پاس سے ہے۔ اس سبب سے اُس میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ جاہلوں کو اس نے اپنے اس قول سے عاجز کیا۔ مَا اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ یعنی میں نے اُنکو آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت حاضر کر کے گواہ نہیں بنایا تھا۔ اور نہ خود اِن کے نفسوں کی پیدائش کے وقت۔ اور فرمانبرداروں اور گنہگاروں کو اس فرمان سے عاجز کیا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۵ یعنی بیشک نیک لوگ جنت کی نعمتوں میں ہونگے اور فاسق و فاجر یقیناً دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور اپنے اس فرمان میں بھی اُن کو عاجز کیا ہے۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا یعنی جس دن کہ چلائیں گے ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مثل مہمانوں کے اور ہکائیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف مثل پیاسے اونٹوں کے ؛

قرآن نے اپنی ہر آیت کے ساتھ ایک امت سے خبر دی ہے۔ اور ہر کلمہ میں ایک زمانہ کا حال بیان کیا ہے۔ اور ہر حرف میں ایک قرن کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر سورت اس کی ایک دور ہے۔ پس باطل کا اس میں نہ آگے سے گذر ہے نہ پیچھے سے۔ اور یقیناً اِس کے حال سے مرنے کے بعد واقف ہوں گے ؛

پس یہ سب معجزات سے کامل تر معجزہ ہے۔ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ کیونکہ یہ خود بُرہان ہے۔ اس کے واسطے اور بُرہان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ خود میزان ہے۔ اِس کے واسطے اور میزان نہیں ہے۔ جو شخص قرآن کے واسطے بُرہان یا معجزات تلاش کرے۔ وہ خدا اور روز آخرت کے ساتھ کافر ہے۔ اس لیے کہ علت کی علت نہیں ہوتی اور نہ روح کی روح ہوتی ہے۔ اور نہ بُرہان پر بُرہان لائی جاتی ہے۔ اور نہ معجزہ کے ثبوت کے

لیے معجزہ آتا ہے۔ اور نہ دلیل کے اثبات کے واسطے دلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ دلیل خود ہی ثابت کرنے والی دلیل ہے ✤

پس اے طالب تجھ پر لازم ہے کہ تو قرآن کی قید میں اپنی عقل کو مقید کرے اور اسی کی میزان میں اپنے علم و عمل کو وزن کرے۔ اور اس قرآن کو اپنی عقل کی میزان میں وزن نہ کر اور نہ معجزوں پر عقل کی حجتیں تلاش کر۔ کیونکہ تو اسرار آلہی کے احاطہ کرنے سے عاجز ہے یہ تو جان لے کہ تو صاحب معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ تو ایک عاجز شخص ہے۔ اور اس کے ادراک سے عاجز ہونا ہی اُس کا ادراک ہے۔ اور یہ سمجھ لے کہ سب انبیا سے بہتر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور سب معجزات سے بہتر خدا کا کلام یعنے قرآن شریف ہے۔ جو آپ پر نازل ہوا ہے۔ پس تو ان دونوں کے سوا اور کسی چیز کی جستجو نہ کر اور پوشیدہ و ظاہر ہر حالت میں خدا سے خوف کیا کر۔ اور کافروں اور منافقوں کی پیروی چھوڑ دے۔ اور اُن کے اذیت یا تکلیف پہونچانے کی طرف متوجہ نہ ہو ✤

تیسری فصل کرامت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ یعنی بیشک ہم نے اولاد آدم کو بزرگی دی ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تم میں سے یقیناً خدا کے ہاں وہی بڑے مرتبہ والا ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

معلوم ہو کہ کرامت نبوت کا ایک جزء ہے۔ اور مرتبہ میں یہ نبوت سے کمتر ہے۔ اور ان دونوں میں وہی فرق ہے۔ جو نبوت اور ولایت میں ہے۔ کیونکہ جیسے معجزہ نبوت کی نشانی ہے۔ ایسے ہی کرامت ولایت کی نشانی ہے ✤

کرامت وہ چیز نہیں ہے۔ جسکو جاہل کرامت سمجھتے ہیں جیسے تھوڑے زمانہ میں بہت مسافت طے کر لینی۔ یا کسی جاندار کو ایک نگاہ ڈال کر مار ڈالنا یا کسی خبر میں قضا و قدر کے موافق عمل کرنا بلکہ کرامت اُن نفوس کی جنہوں نے ولایت کے سایہ میں پرورش پائی ہے۔ اعیان کے اندر تبدیل اور تحریک یا صورتوں کے عناصر سے سلب کرنے یا اخلاق خبیثہ کے نفوس

سے سلب کرنے کی تاثیر کا نام ہے۔ بلکہ نفوس میں سے اخلاقِ خبیثہ کا سلب کرنا عناصر سے صورتوں کے سلب کرنے سے زیادہ اشرف اور مشکل ہے۔ کیونکہ تقلیب اور تبدیل کے عمل پر بعض کفار بھی حاوی ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض ترکوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعہ سے سخت گرمی کے موسم میں بارش کر لیتے ہیں۔ پس ایسی چیزوں کو کرامت میں شمار کرنا نہ چاہیئے۔ کیونکہ کرامت ایک نعمت الٰہی ہے۔ جو وہ اپنے بعض اولیا کو ان کی بزرگی اور تعظیم کے واسطے عنایت کرتا ہے۔

سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ اللہ پر ایمان لائے۔ اور اسکی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی تصدیق کرے۔ اور جسکو خدا نے یہ کرامت روزی نہ کی۔ اس کو اور کوئی کرامت اُن کرامتوں میں سے جو اولیاؤں کو نصیحت ہوتی ہیں روزی نہ ہوگی ٭

کرامت کے مستحق اولیاء اللہ ہیں۔ اور اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں۔ جو اٹھتے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک ساعت اُس سے غافل نہیں ہوتے۔ اور نہ اُس کے کسی حکم کے بجالانے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ رات دن اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں ہیں۔

پس کرامت کی حقیقت کلمہ الٰہی سے عنایت کے نور کا قلب صاف اور نفس پاکیزہ پر پہونچنا ہے۔ ایسا نفس جو ولایت کی تہذیب اور ہدایت کی تادیب سے آراستہ ہو کر جہالت اور حرص اور شرک اور نفاق کی قیدوں سے نکل گیا ہو۔ اور تمام اخلاق خبیثہ اور رذائل بشریہ سے پاک ہو گیا ہو۔ اور شیطان کی تلبیس کے واسطے اُس میں جگہ نہ رہی ہو۔

پس جب نفس اُن صفات کے ساتھ آراستہ ہوگا اور تمام فضائح اور قبائح سے صاف ہو جائیگا۔ اُس وقت بدن سے اس کے علاقے منقطع ہو جائینگے۔ اور وہ نفس ہلکا ہو کر علائق اجسام سے بلند ہوگا۔ پھر اس نفس اور اس کی اصل کے درمیان سے پردہ اُٹھ جائیگا۔ کیوں کہ یہ نفس اس جسم میں مثل ایک مسافر کے تحصیل کمال کے واسطے مہمان تھا۔

اور اگر یہ نفس اس عالم اجسام میں منہمک ہو گیا۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع نہ کی

لے اس قسم کے بہت سے اعمال ہماری کتاب کلید اسرار میں موجود ہیں۔ شایق کو چاہیئے۔ کہ اس میں دیکھ لے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے ۱۲ مترجم کتاب ہذا سید لیسین علی نظامی دہلوی

پس یہ ناقص رہ جائے گا۔

اور جب فضول لذتوں کو ریاضت شدیدہ میں مشغول ہو کر ترک کریگا۔ اور شریعت کی متابعت کے ساتھ شہوت کو اُس کے مرکز سے خارج کردیگا۔ اور طریق مستقیم پر قائم رہیگا تب یہ نفس اپنے اصلی عالم سے قریب ہوگا۔ اور کمال حاصل کر کے اُس میں وہ قوت پیدا ہو گی۔ جس سے یہ اسرار مکنونہ کو قبول کرسکیگا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ نیکو کاروں کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اُس نفس پر بھی وہ ملکوت کے انوار میں سے جس نور کے قابل یہ نفس ہوتا ہے وہ نور اُس پر ڈالتا ہے چنانچہ اس نور کے سبب سے یہ نفس پوشیدہ امور کو دیکھتا ہے۔ اور قضا و قدر کی ہونیوالی یا گذشتہ باتوں کو معلوم کرلیتا ہے۔ پس وہ مرئیات اُس کے آئینہ خیال میں منتقش ہو جاتی ہیں اور فکر صافی اُن کو اُن کے معاون سے نکال لیتا ہے۔ اور قول صواب کے ساتھ اُن کی طرف اشارہ کر کے آئندہ واقعات اور گذشتہ کے حالات سے خبر دیتا ہے۔ اور اُن نفوس میں جو اس سے کم مرتبہ کے ہیں تصرف کرتا ہے۔ کیونکہ وہ نفوس اپنے سچے ارادہ اور صاف ہمت کے ساتھ اس برگزیدہ نفس سے استفادہ کے طالب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مشائخ رضی اللہ عنہم اپنے مریدوں میں تصرف کرتے ہیں۔ وہ مرید جو ہمیشہ اُن کی خدمت اور اطاعت کو اپنا فرض سمجھ کر دل وجان سے ادا کرتے ہیں۔

جو ولی صاحب کرامت ہوتے ہیں وہ اپنی کرامت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ اس کو بیان کرتے ہیں بلکہ اُس سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ کرامتیں اُنپر اسقدر وارد ہوتی ہیں جیسے سمندر کے بیچ میں موجیں آتی ہیں۔ اور اگر یہ ولی ایسے کام کریں جو انسانوں سے صادر ہوتے ہیں مثلاً کھانا پینا وغیرہ تو اس سے اُن کی ولایت کا انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ باتیں لوازم بشریت اور باعث زندگانی ہیں۔ مگر جسوقت ولی کا نفس کامل ہو جاتا ہے۔ اور روح کے تحت سے نکل کر روح کو اپنے قبضہ میں کرلیتا ہے تب وہ روح میں بھی جسطرح چاہے تصرف کرتا ہے۔ چنانچہ بعض بعض اولیاء نے چالیس چالیس دن تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ اور یہ بات یعنی نفس کا نفسانی مشغلوں سے بری ہو جانا سب سے بڑی کرامت ہے۔ اور یہی وہ بزرگی جسکی خبر اللہ تعالیٰ اپنے اس فرمان میں دیتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ اس کے متعلق بہت لمبی بحث ہے۔ اور ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کرامت روح اور نطق اور وجود

ہے جس میں سب آدمی شریک ہیں۔ اور درحقیقت اس کرامت سے اُس نسبتِ حقیقی کی تصحیح مراد ہے جس کا نام آدمیت ہے۔ اور جس کے سبب سے آدم آدم تھے۔ اور وہی زمین قالب میں خلیفۃ اللہ تھے۔ پس اس اعتبار سے بنی آدم کا اطلاق کل آدمیوں پر نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ اُس پر ہو سکتا ہے جس میں وہ آدمیت پائی جائے جو آدم میں تھی۔ یعنی یہ باتیں اصطفا اور خوف اور رقت پر رونا اور خداوند تعالیٰ سے ڈرنا اور اُسی کی طرف رجوع ہونا۔ اور اُسی سے اسی کی طرف فرار پکڑنا جھوٹ بولنے سے محفوظ رہنا۔ اور حق کو باطل پر ترجیح دینی۔ پس جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں وہ بنی آدم میں سے ہے۔ اور جس میں نہ پائی جاویں۔ وہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ شیطان بصورت انسان ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی شان میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یعنی یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں۔ جو حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اور انہیں کے متعلق اس کا یہ بھی فرمان ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ یعنی جانوروں سے بھی بدتر خدا کے نزدیک وہ گونگے بہرے لوگ ہیں۔ جو حق و باطل کی عقل نہیں رکھتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ کہ بعض انسان جانوروں کے شمار میں ہیں۔ پس آدم کی تکریم کا باعث ان کی ظاہری آنکھ کان کے ساتھ باطنی آنکھ کان بھی تھے جن سے انہوں نے خدا کے کلام کو سنا اور اُس کے جمال کا مشاہدہ کیا۔ پس اُن کی اولاد بھی وہی لوگ ہیں جن میں ان ہی جیسے آنکھ اور کان پائے جائیں۔ اور یہ دونوں یعنی آنکھ اور کان نفس مطمئنہ کے جز ہیں جس انسان میں نفس مطمئنہ پایا جائیگا۔ اور اُس کے آنکھ اور کان کھلے ہوئے ہونگے وہ انسان خدا کے ہاں مکرم ہوگا۔ خاص تکریم کیساتھ جو اور آدمیوں میں موجود نہ ہوگی اور اسی تکریم سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہونگی جن میں سے ایک بدن کے بوجھ کا ہلکا ہونا ہے۔ دوسرے اُس کے جوہر کی خواہشوں کی کدورت سے پاکیزگی۔ تیسرے موجودات کی غلامی سے آزادی۔ چوتھے قدم صدق کے ساتھ حق اور شریعت کی متابعت۔ پانچویں علم و عمل یعنی علم حق کیساتھ قلب کے آئینہ کا صاف کرنا۔

جس وقت قلب کی خواہش کی وحشت اور جفا کی کدورت سے صاف ہوتا ہے۔۔ تو

اُس قلب کے اور عالمِ ملکوت کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیتا ہے۔ تاکہ یہ قلب عالمِ غیب کے حقائق کو دیکھ لے اور نفسِ کلی سے غیر مکتسبہ[1] علوم حاصل کرے۔ کیونکہ سب چیزیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں ولی اُنکو پڑھ کر بغیر غلطی اور خطا کے بیان کرتا ہے۔ یہ کرامتِ حقیقی اور ظاہری ہے۔ اور یہی کرامت جسوقت قوی ہو جاتی ہے۔ تب ولی اس کا نور اپنے تمام حواس میں پاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دور دراز کی باتیں سُنتا ہے۔ اور چیزیں دیکھتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ میں دور کی مسافت طے کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ میں سے ایک کامل ولی بن جاتا ہے۔ اور نوافل اور فرائض ادا کرکے خدا کا ایسا مقرب ہوتا ہے۔ کہ خدا اُس کے کان آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق صحیح حدیث میں موجود ہے (یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے) پھر اللہ تعالیٰ اس ولی کی آنکھ کو اپنی کرامات کی طرف سے ہٹا دیتا ہے۔ تاکہ اس میں خود بینی اور عجب آن کر اس کی حالت کو متغیر نہ کر دے۔ ولایت کے باب میں ہم اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

پس اے طالب تجھ کو چاہیے۔ کہ اس بات کو خوب سمجھ لے کہ کرامت نفسِ ناطقہ کا اس عالمِ دُنیا سے عالمِ غیب کی طرف رجوع ہونا۔ اور نورِ عنایت کو قبول کر کے تمام عالم کے حالات موجودہ و آیندہ سے واقف اور مطلع ہو جاتا ہے۔

نفس جس وقت تک بدن کے تحت میں رہتا ہے زیادہ چیزیں اس کو دکھائی نہیں دیتیں مگر جب جسم سے بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی آنکھوں میں اپنے نورِ جلال کا سرمہ لگا دیتا ہے۔ جسکی تاثیر سے وہ حقائق اشیاء اور خفیات امور کو دیکھتا ہے۔ اور جسوقت قلب ناظر اور مبصر ہو گیا پھر زمین و آسمان میں کوئی چیز اُس پر پوشیدہ نہیں رہتی۔ صاحبِ کرامت وہی ہے جو صاحبِ فراست بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے جسمانی سب قویٰ سلب کر کے نورانی قوتیں اس کو عنایت کرتا ہے۔ یہانتک کہ یہ بندہ کلہٗ اللہ ہو جاتا ہے۔ اور غیر اللہ کا اُس میں کچھ حصہ نہیں رہتا۔

پس اے طالب یہ نہ سمجھو کہ بغیر اتباع شریعت اور ایمان کے بھی کرامت مقبول ہے۔ ہرگز نہیں بعض مشائخ اولیاء فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اُڑتا ہو۔ تو دیکھو کہ اُس کا حال کیا ہے۔ آیا وہ شریعت کا پابند ہے یا نہیں۔ اگر شریعت کا پابند ہے۔ تو اُس کی کرامت قبول کر لو۔ ورنہ قبول نہ کرو۔ اور جان لو۔ کہ وہ کرامت شیطانی ہے۔ کیونکہ نفس جب وقت پاک

[1] یعنی وہ علوم جو ظاہری تحصیل سے حاصل نہیں ہوتے ہیں بلکہ بذریعہ مجاہدہ و ریاضت کے منکشف ہوتے ہیں ۱۲

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کرامت عنایت کرتا ہے۔ اور جب خبیث ہو جاتا ہے تب شیطان اپنے کرشمہ اُس پر ظاہر کرتا ہے جن کو مخاریق کہتے ہیں پس مخاریق معجزات اور کرامت کی ضد ہیں۔ جن کو فساق اور کفار ظاہر کرتے ہیں۔ اور راہبین کو استدراج بھی کہتے ہیں چنانچہ ان کے واقعات ہم نے بہت سنے ہیں۔ جو عام لوگ کفاروں اور راہبوں سے بطورِ کرامت کے نقل کرتے ہیں۔ مشرکوں اور ان لوگوں میں جو اپنے رب کے راستہ میں سچا قدم نہیں رکھتے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں۔ جو کوئی بات کہدیں۔ اور کسی کے موافق واقع ہو۔ اور اکثر اوقات دلوں کی باتیں بھی بتا دیتے ہیں جن پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ بعض دفعہ تو وہ بات اتفاقی ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ اس کا سبب شیطانی القا ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطانی نفوس بھی عالم میں اسی طرح جاری ہیں جیسے نفوس ملکیہ جاری ہیں۔ اور وہ آسمان کی طرف جا کر وہاں سے کچھ باتیں سُن آتے ہیں۔ اور اُن کو انسانوں پر القا کرتے ہیں۔ اسی کا نام کہانت ہے۔

پس تم اگر ایسے شخص کو دیکھو جیسے فضولیات سے اعراض کر لیا ہے۔ اور احکام شریعت پر سر تا پا قائم ہے۔ اوصاف شیطانی اور خصائل بہیمی کو بالکل اُس نے ترک کر دیا ہے۔ اور ہمیشہ مراقبہ اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ پھر ایسے شخص سے کرامت ظاہر ہو۔ اور نورِ غیب کی روشنی اس پر دیکھو تو اسکی تصدیق کرو اور اُسکے حکم کو مانو۔ اور اگر ایسے شخص کو دیکھو جو شریعت پر قائم نہ ہو۔ تو اُس سے منہ پھیر لو۔ اور خدا سے اپنے گناہ کی توبہ کرو اور مغفرت مانگو۔ اور اُس شخص کا ساتھ چھوڑ دو۔ بلکہ اُس کی صورت بھی نہ دیکھو۔ اور جان لو کہ وہ مجسم شیطان ہے +

جیسے کہ معجزہ کی تحقیق سے تم کو پرہیز کرنا چاہیے ایسے ہی کرامت کی تحقیق بھی نہ کیا کرو۔ کیونکہ کرامت کی حقیقت محض صاحبِ کرامت کا نور ہے۔ پس اہل کرامت کو پہچان لو جیسے کہ اہل معجزہ کو پہچانا ہے۔ اور انہیں اہل کرامت کی کرامت کو قبول کرو۔ اور اہل کرامت وہ ہیں۔ جن کی نشانی اُن کے چہرہ پر ہے۔ یعنی اُن کی عبادت کا نور۔ اور اہل کرامت وہ لوگ ہیں۔ جن کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آئے۔ اور اُن کی صورت سے تم کو عرفانِ الٰہی نصیب ہو۔ پس بے شک یہی اولیاء اللہ ہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (ان پر خوف ہے اور نہ یہ (قیامت کے روز) غمگین ہوں گے +

چوتھا باب - رویا کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل رؤیا کی ماہیت اور اُس کی حقیقت کے بیان میں - اے طالب یہ بات تم کو معلوم ہو چکی ہے - کہ نفس ناطقہ اس عالمِ دنیا میں ایک مسافر ہے جسنے حکم الٰہی کے موافق ملکوت سے بدن کے اندر ہجرت کی ہے - اور اس کا میلان اپنے مرکز کی طرف ہے - اور ہمیشہ اس کو اپنے وطن کا شوق رہتا ہے - اور اس ہمارے عالم سے زیادہ اس کی توجہ عالم بالا کی طرف رہتی ہے - مگر یہ حکم الٰہی سے مجبور ہے - اور اُس کے حکم کی قید میں مقید ہو رہا ہے - اگر خداوند تعالیٰ اس قید سے ذرہ سی بھی رہائی اُس کو دے - تو یہ فوراً اس مکدر مقام یعنی بدن سے عالم بالا کو رجوع کر جائے - اور بدن سے ایسا نا آشنا ہو جائے کہ گویا اس میں آیا ہی نہ تھا - پھر اگر یہ نفس اس منزل یعنی بدن میں صفا جوہر کے ساتھ رہا - جیساکہ اس میں آنے سے پہلے تھا - تب ضرور ہے کہ اُس کو اپنے اصل مقام کی ہوا لگتی رہے گی - اور خواب و بیداری میں یہ وہاں کی خبروں کے ورود کا منتظر رہیگا جیسے کہ مسافر اپنے وطن کی خیر و خبر کا منتظر رہتا ہے - اور ہر روز راستوں پر جاکر اپنے وطن سے آنیوالوں کو تلاش کر کے وہاں کے حالات سنتا ہے - اگر خیریت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے - اور اگر کوئی بُرائی کی بات سنتا ہے - تو غمگین ہوتا ہے - غرضکہ مسافر کو کوئی بات وطن اور اپنے اقرباؤں کی خبر سے زیادہ پیاری نہیں معلوم ہوتی - اسی طرح نفس اس تنگ تاریک قید خانہ میں مقید ہے - ہر ساعت اپنے وطن کی خبریں سُننے شہر کے دروازوں کی طرف جاتا ہے - یہ دروازہ بیداری میں حواس اور خواب میں وہم و خیال ہیں - پس اگر یہ نفس صاف ہے - اور کامل قوت رکھتا ہے - تب تو اس کو غیب کے مصر سے اُس کے یوسف کی خوشبو آجاتی ہے - کاروانِ خیال کے دماغ تک نسیمِ خوشبو کے پہونچانے سے پہلے۔[1]

[1] یعنی جیسے کہ حضرت یعقوب ؑ کو یوسف ؑ کے کُرتے کی خوشبو اُسوقت آگئی تھی - جسوقت کہ بشیر کاروان یعنی قافلہ کیساتھ اُس کرتہ کو لیکر مصر سے باہر نکلا تھا - یہ تشبیہ اس جگہ اس بات کی بیان کی ہے - کہ علوم غیبی جن کا طالب نفس ہو رہا ہے وہ بمنزلہ یوسف کے ہیں - اُن کی اطلاع مثل یوسف کی خوشبو کے اس کو پہنچتی ہے ۱۲

پس نفس جس وقت صحیح ہوتا ہے۔ اور اُس کا صفا رجوہر اور کمال بشریت پورا ہو جاتا ہے۔ تب وہ علوم غیب کے معلوم کرنے کے واسطے خواب کا محتاج نہیں رہتا۔ بلکہ بیداری ہی میں جس وقت اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مطلب اس کا حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ حالت انتہار کمال کی ہے۔ اور جو نفس اِس مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اس کے حواس کی حرکتیں اس کو بیداری میں مرکز تک پہونچنے سے مانع ہوتی ہیں۔ اور جب یہ حرکتیں ساکن ہو جاتی ہیں جیسے نیند میں۔ اُس وقت نفس اِن فضولیات سے نجات پاکر اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہاں اُس کو لطائفِ اخبار اور معانی اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ پھر اگر یہ نفس مثل یعقوب کے ہے۔ تو جو کچھ اُسنے دیکھا ہے وہ اُسپر مشتبہ نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ اس کو بھولتا ہے بلکہ صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور اگر اس نفس پر طبعی حجاب پڑے ہوئے ہیں۔ اور اُس کی قوت اور اکی کمزور ہے۔ تب جو کچھ اس نے دیکھا ہے۔ وہ خیال کے پردوں میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

یہ دونوں حالتیں خواب کی ہیں جن کے بیان کرنے سے تم کو معلوم ہو گیا۔ کہ خواب کی حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی نیند کی حالت میں جبکہ حواس کاروبار سے فارغ ہوں۔ کسی بات کا مشاہدہ کرلے۔

خواب بیداری کی ضد ہے۔ خواب یہ ہے کہ حواس ساکن ہو جائیں۔ اور حرکتیں بند ہوں یا یوں کہا جائے کہ نیند چھوٹی موت ہے۔ اور موت بڑی نیند ہے۔ اور جو چیز کہ نفس خواب میں دیکھتا ہے۔ وہ اُس کے خلاف ہوتی ہے۔ جو حس بیداری میں دیکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جسوقت نفس کے قوٰے ناقص اور کمال سے دور ہوں اس وقت حس کا دیکھنا اُس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ اور جسوقت نفس کامل اور قوی اُس کے پرزور ہوں۔ اُس وقت نفس کا دیکھنا حواس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ حس طرف رنگ اور شکل کو دیکھتا ہے اور نفس خواب میں حقائق اشیا کو دیکھتا ہے۔ جب نفس ضعیف ہوتا ہے۔ تب خیال اُس پر غلبہ کرتا ہے۔ اور اس خیال ہی کے غلبہ سے اس کو خواب دکھلائی دیتے ہیں مگر جو نفس قوی اور صحیح وسالم ہے وہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُسپر کوئی آفت آتی ہے۔ کیونکہ نیند قالب کیواسطے ہے۔ نہ نفس کیواسطے بلکہ نفس کے واسطے یہ ایک شریف حالت ہے۔ جس کی نسبت

وارد ہے۔ کہ نَوْمُ الْعَالِمِ خَیْرٌ مِّنْ یَقْظَۃِ الْجَاھِلِ یعنی عالم کا سونا جاہل کی بیداری سے بہتر ہے
رویا کے بہت سے مراتب ہیں۔ جن کو تم عنقریب بعون الٰہی جان لوگے۔

دوسری فصل رؤیا کے مراتب کے بیان میں

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلرُّؤْیَاءُ ثَلٰثٌ رُؤْیَا مِّنَ اللّٰہِ وَرُؤْیَا مِّنْ قِبَلِ النَّفْسِ وَرُؤْیَا مِّنْ حُلْمِ الشَّیْطٰنِ یعنی رؤیا تین قسم کے ہیں ایک رؤیا خدا کی طرف سے ہے اور ایک رویا نفس کی طرف سے ہے۔ اور ایک رویا شیطان کی طرف سے ہے۔

معلوم ہو کہ نبوت کے کلمات معانی کے خزانے اور حکمت کے سرچشمے ہیں حکماء کی تمام بحثیں اور گفتگوئیں شارع علیہ السلام نے ان تینوں جملوں میں ختم کردیں۔ جو نہایت ہی مختصر ہیں۔ زبان پر ہلکے اور میزان۱ میں بھاری ہیں۔ اور رؤیا کی تین قسمیں اس سبب سے ہوئیں کہ انسان تین نفسوں سے مرکب ہے۔ نفس ناطقہ نفس لوامہ اور نفس امارہ سے اور نفس امارہ ہی میں شیطان کا تصرف ہے۔ یعنی یہ نفس خاص شیطان ملعون کا شاگرد ہے۔ اور نفس لوامہ طبعی اموروں میں تصرف کرتا ہے۔ اور خیال اس کے منجملہ وکلاء کے ہے۔ اور نفس ناطقہ یہی نفس مطمئنہ ہے۔ جو بدن اور اسکی تمام قوتوں کی تدبیر کرتا ہے۔ عقل سلیم اس کی سردار اور استاد ہے۔ اور اس کے اوپر اس کا پروردگار ہے۔ جس کے قبضہ میں یہ سب ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس گویا سب کا اصل اصول یہی نفس ناطقہ ہے۔ باقی دونوں نفس مرتبہ میں اس سے کم ہیں۔ اور ان کی بقا اور ان کا ادراک بھی اس کے مقابلہ میں نہایت جزوی ہے۔ مگر یہ دونوں نفس یعنی لوامہ اور امارہ نفس مطمئنہ سے لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی آپس میں خوب کشتی ہوتی ہے پس اگر نفس مطمئنہ یعنی ناطقہ غالب ہوگیا۔ تب تو وہ خیال اور طبیعت کے حجابات کو پھاڑ کر اپنے عالم انوار سے جا ملتا ہے۔ اور اگر اس کی کمزوری کے سبب سے یہ دونوں اس پر غالب ہوگئے تب پھر ان دونوں میں جنگ شروع ہوتی ہے یعنی نفس امارہ اور نفس لوامہ میں۔ پس اگر لوامہ غالب آیا تب وہ رؤیا کو خیالات میں آمیختہ دیکھتا ہے۔ اور عقل کی طرف جیسے کسی تجربہ کار تمیز دینے والے

۱ یعنی عقل کی میزان میں جب ان دونوں کو وزن کیا جائے اسی وقت ان کی تسلیم مقدار معلوم ہوتی ہے ۱۲

کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ وہ تخیل کے حجاب کو اُٹھا دے۔ پھر فکر کی طرف سے بھی ایک وکیل کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ جو اچھے بُرے اور راست و دروغ میں تمیز کرے۔ پھر ایک ایسے مدبّر کا ضرور تمند ہوتا ہے۔ جو اس کو نفس ناطقہ کے پاس پہونچاوے۔ اور یہ مدبّر قوت ذہنی ہی۔ اُس وقت نفس ناطقہ اُس رُویا میں سے جو کچھ قبول کرنیکے لائق ہوتا ہے۔ وہ قبول کر لیتا ہو اور باقی کو عقل کے سامنے پیش کرتا ہے عقل اس کے سمجھنے میں کمزوری ظاہر کرتی ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ جو چیز آئینۂ خیال میں دیکھی گئی وہ عقل کے ادراک سے بہت دور تھی۔ پس عقل اُس کو حواس کے سپرد کرتی ہے۔ حواس جب اُس پر متوجہ ہوتے ہیں تو بہت سی شکلوں اور رنگوں اور فاسد ترکیب میں اُس کو چھپا ہوا پاتے ہیں جس میں سے کچھ اچھی ہوتی ہے۔ اور کچھ خراب ہوتی ہے۔ تب اُس وقت تعبیر دینے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو نہایت عقلمند تجربہ کار باریک بیں ہو۔ اور اس بات پر قادر ہو کہ اس چیز کی تعریف میں جسپر خیال غالب ہوا ہے نفس کو عقل کی طرف لے جا سکے پھر لائق طریقہ سے گھٹا بڑھا کر وقت اور شہر اور زمانہ اور مزاج کی جو طبیعت میں غالب ہو رعایت کرکے تعبیر بیان کرے۔ ان سب باتوں کا مفصل بیان کتب تعبیر میں موجود ہے۔

اور اگر نفس لوامہ پر نفس امارہ غالب ہو گیا تب کوئی رویا حاصل نہ ہوگا کیونکہ شیطان اس پر قابض ہو گیا ہے۔ اور وہ اُس میں ایسا تصرف کرتا ہے۔ جیسے امیر اپنے خزانہ میں کرتا ہے پس اس وقت بجز بدخوابی کے اور کوئی خواب دکھائی نہیں دیتا۔ جو کچھ دن کو کرتا ہے وہی باتیں رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔ یا ایسی باتیں دیکھتا ہے جن کا نہ اعیان میں وجود ہے۔ نہ حماقت ذہنوں میں۔ بلکہ شیطان ایسے عجائب و غرائب اُسکو دکھا کر اسکے ساتھ کھیل اور تمسخر کی کرتا ہے۔ اس خواب کے واسطے تعبیر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ خواب بالکل جھوٹا اور حق سے بعید ہے۔ اور اُس خواب کے مقابل ہے۔ جو نفس طاہر سے صادر ہوا ہے یعنی وہ انتہار کمال میں ہے۔ (اور یہ انتہاءِ نقص میں۔ پس خلاصہ یہ ہے۔ کہ خواب تین قسم کے ہیں۔ ایک شیطانی جو خواہش کے غلبہ اور اخلاق خبیثہ کے مزاج پر غالب ہونے اور سونے والے کی عبادت اور طہارت کا پابند نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا خواب نفس انسانی

کی طرف سے ہے۔ مگر اس میں زیادہ حصہ خیال کا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عقل کی کم التفاتی اور قلب
کی کمزوری سے یعنی خرافات اور محسوسات میں اس کے مشغول رہنے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس
خواب کا دیکھنے والا اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے۔ اسکو اسی طرح بیان
کرے بلکہ بعض واقعات اور الفاظ کو بدل دیتا ہے۔ اور اس تغییر کا باعث اس کے عقل اور قلب کی
کمزوری ہے تیسرا خواب نفس ناطقہ کا ہے۔ اس میں خیال کی طرف سے کوئی اختلاط اور ربط نہیں
ہوتا ہے اور نہ شیطان کا اس میں کچھ دخل ہوتا ہے۔ اسی سبب سے یہ خواب بالکل صدق اور حق
ہے۔ اور یہ غیب کی خبر ہے جو نیند کے ذریعہ سے منکشف ہوئی ہے۔ اور یہ خواب ان تینوں
طرح کے خوابوں میں سب سے زیادہ اعلے درجہ کا ہے اور ان تینوں خوابوں میں صرف وہ خواب
جس میں خیال کا تصرف ہوتا ہے۔ تعبیر کا محتاج ہے۔ اور جو خواب شیطانی تصرف سے ہے وہ
بالکل مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محض لغو اور جھوٹا ہے۔ اور جو خواب سچا ہے وہ مقبول ہے اور اسی
کی تعریف خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں فرمائی ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
یعنی مومنوں کے واسطے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ مفسروں ..
بات پر اجماع کیا ہے۔ کہ دنیاوی بشارت سے نیک اور سچا خواب مراد ہے۔ اور آخرت
کی بشارت رؤیت حق ہے ٭

پس کل قسم کے خواب جو ہم نے بیان کیے ہیں تین ہیں۔ ایک وہ خواب جو حق تعالیٰ کی
طرف سے تائید ہے۔ اور ایک وہ خواب جس میں نفس کی طرف سے خلل پڑ گیا ہے اور ایک وہ خواب جو
اضغاث احلام یعنی شیطانی تصرفات سے ہے۔ وہ خواب جس میں نفس کی طرف سے خلل پڑا
ہے۔ وہ [illegible] اور خیال سے مرکب ہے۔ اور اسی واسطے اس کے لیے تعبیر دینے والے کی
ضرورت ہے اور جو خواب کہ شیطانی ہے۔ اس کے لغو اور جھوٹ ہونے کے سبب اس میں
تعبیر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جو خواب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں بھی بسبب
اس کے واضح ہونے کے تعبیر کی ضرورت نہیں ہے۔

لغو اور بیہودہ خواب اکثر جنون اور نشہ کے سبب سے دکھائی دیتے ہیں۔ اور علل
مزمنہ اور امراض فاسدہ مثل سرسام اور خناق اور خفقان وغیرہ سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور

جس خواب میں خیال کا تصرف ہوتا ہے وہ اکثر خوف یا امید یا کسی کام کا گمان غالب ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات خوشحالی میں یا مشقت اٹھانے کے بعد دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کے خوابوں میں اکثر اچھے اچھے مقامات اور عمدہ عمدہ رنگ اور سیدھی سیدھی شکلیں اور پاکیزہ اور اچھی صاف ستھری جگہیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور شیطانی خوابوں میں بدبوئیں اور ناپاکیاں اور سانپ بچھو اور طرح طرح کی تکلیفیں دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ جنات اور شیاطین ستا رہے ہیں ان بدخوابیوں کا علاج مسہل اور فصد سے کرنا چاہیئے۔ اور دماغ کو روغن بادام وغیرہ مقوی روغنوں سے تر رکھیں۔ تاکہ اس آفت سے نجات ہو۔ اور وہ خواب جو تائید الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایسے نفس کو دکھائی دیتا ہے۔ جو اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو کر معرفت الٰہی میں مشغول ہوتا ہے اور کل لغویات سے اعراض کرتا ہے۔ اور پوشیدہ اور ظاہر میں کامل طور سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ باطہارت سوتا ہے۔ اور نیند کے غالب ہونے تک خدا کا ذکر کیا کرتا ہے۔ پس یہ شخص بشریت کی حد سے نکل کر قدس ملکوت میں جا پہنچتا ہے۔ اور نیک خواب اس کو دکھائی دینے شروع ہوتے ہیں۔ اور اکثر اوقات یہ شخص خواب میں فرشتوں اور نہروں اور جنت کو دیکھتا ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی اس کو انبیا علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ اور اُن کی شرف صحبت اور ہمکلامی سے مشرف ہوتا ہے۔ اور جب اس مقام سے بھی ترقی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا بلا مثال اور تخیل کے مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ خواب دنیا و ما فیہا سب سے بہتر ہے۔ اور میں نے بھی نیک خواب کئی بار دیکھا ہے۔ اس مبارک خواب کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس میں جمال پروردگار کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس کے بعد وہ خواب ہے جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ خواب بھی میں نے چند بار دیکھا ہے۔ اور اس سے کم درجہ کا وہ خواب ہے جس میں بزرگان دین اور اولیائے کاملین اور صالحین کی زیارت ہوتی ہے۔ اور اس کا اتفاق بھی مجھ کو بارہا ہوا ہے۔

جس وقت مزاج فاسد ہوتا ہے۔ اُس وقت خیالی خواب دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ اتفاق ہر شخص کو اکثر ہوتا ہے۔ اور جس وقت شیطان کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اُس وقت یہ بدخوابیاں بہت ہوتی ہیں۔ اور بعض وقت یہ بدخوابی سونے والے کی روح کے واسطے ایک عذاب

فائدہ: تصرف خیال

فائدہ: تائید الٰہی

وجہ خواب

ہوتی ہے۔ جب کہ اُس کی روح گناہوں میں مستغرق ہوتی ہے۔ اور باطل کی طرف متوجہ ہو کر حق سے غافل ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات بدخوابی اُس کے کھانے پینے کے فساد سے دکھائی دیتی ہے۔ اور بعض دفعہ محظورات کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب انسان معاصی اور قبائح کا مرتکب ہوتا ہے۔ اُس کا قلب سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور سخت اور سیاہ قلب خدا سے دُور اور شیطان سے قریب ہوتا ہے۔

نیک خواب

نیک خواب کے بہت سے اسباب ہیں جو شخص اُن کو بجا لائے۔ اُس کو نیک خواب دکھائی دیتے ہیں اور وہ اسباب یہ ہیں کم غذا کھانا اور اچھی غذا کھانا اور مزاج کو اعتدال پر قائم رکھنا عبادات کی مواظبت رکھنا کیونکہ عبادت کی مواظبت قلب کو نرم کرتی ہے۔ اور نرم قلب شیطان سے دُور اور خدا سے نزدیک ہے۔

نیک خواب نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ یعنی نیک خواب نبوت کے چھیالیس (۴۶) حصوں میں سے ایک حصہ ہے یہ حدیث بڑی بڑی اسنادوں کیساتھ مشہور کتابوں میں حضور علیہ السلام سے روایت ہے۔ اور حدیث شریف میں جو نبوت کے چھیالیس حصے فرمائے ہیں۔ اِس کی حقیقت مجھکو کئی وجوہ سے معلوم ہے۔ مگر یہاں صرف ایک وجہ بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نبوت ایک قوت الٰہیہ ہے۔ جو شامل ہے اخلاق حسنہ اور احوالات مقدسہ پر اور درحقیقت یہ اخلاق اور احوالات آسمانی تائید سے حاصل سے ہوتے ہیں۔

نبی اگرچہ عالم کا ایک جز ہے۔ مگر درحقیقت وہ کل عالم ہے۔ کیونکہ عالم اور اُس کے اندر جو چیزیں ہیں سب کی مصلحت نور نبوت سے متعلق ہے۔ پس شارع علیہ السلام نے جو نبوت کے چھیالیس حصے فرمائے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اس عدد میں عالم کی کلیات سے مناسبت ہے۔ چنانچہ آفتاب کے بارہ برج ہیں اور ماہتاب کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور عالم کی چھ (۶) جہتیں ہیں۔ یہ سب ملکر چھیالیس ہوئے وہی چھیالیس حصے نبوت کے ہیں۔ پس گویا عالم کی سب جہتیں اور تمام چیزیں نبوت کے حصوں کے اندر ہیں۔ اور اگر بحیثیت تخلق کے لیا جائے تو اس میں شک نہیں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ صاحب

اخلاق تھے - اور کل اخلاق چالیس ہیں - اور سب اخلاق میں چند چھ اخلاق ہیں - پس یہ
سب نبوت کے چھیالیس حصے ہوئے - اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت کے ان چھیالیس حصوں
کے علاوہ اور بھی حصے ہیں مگر کیونکہ یہ چھیالیس حصے جن سے اخلاق مراد لیے ہیں طبعی ہیں اور اس
میں شک نہیں ہے کہ نبوت کے بعض اجزا قدسی اور بعض ربانی بھی ہیں - ان کی تفصیل نہایت
طویل ہے جس کے بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجایش نہیں ہے - ہم نے ارادہ
کیا ہے کہ علم نبوت میں ایک خاص رسالہ لکھینگے اور اس میں اس کے اجزا کی تفصیل
پوری شرح کے ساتھ بیان کریں گے -

وہ رویا جو مومن کے واسطے دنیا میں بشارت ہے وہ ہے جو بعض انبیا کو بھی حاصل
تھی - کیونکہ بعض انبیا ایسے تھے کہ اُن کے نفوس بیداری میں قبول وحی کی پوری قابلیت
نہ رکھتے تھے - اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا بھی خواب ہی سے ہوئی ہے
چنانچہ پہلا خواب جسمیں لطائف غیبی آپ پر ظاہر ہوئے تھے - وہ تھا - جو آپ نے بچپن کے زمانہ
میں حضرت خدیجہ بنت خویلد ام المومنین کے مکان میں دیکھا تھا جس کی خبر اللہ تعالی قرآن شریف
میں دیتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ یعنی وہ رویا جو ہم نے تم کو دکھایا تھا
اس کو نہیں کیا ہم نے مگر فتنہ لوگوں کے واسطے اس رویا میں نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ کیا ہے - پھر
اس کے بعد نفس امارہ سے اس لفظ کے ساتھ خبر دی ہے وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ - اور جو
خواب کہ حضور نے مدینہ میں دیکھا تھا اور خدا تعالی سے اپنے وطن یعنی مکہ شریف جانے کی دعا
کی تھی - اس کو اللہ تعالی نے سچا کیا چنانچہ فرماتا ہے - لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ[1]
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ - اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے فرزند کے حق میں ایسا ہی سچا خواب دیکھا تھا جسکی خبر خداوند تعالی نے
دی ہے يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ یعنی حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند
سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے - کہ میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں - پس تو بتلا کہ تیری کیا رائے ہے

[1] یعنی بیشک خدا نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے - حق کیساتھ یقیناً تم عنقریب مسجد حرام میں داخل ہوگے
ان شاء اللہ امن کیساتھ بعض تم میں سے سر منڈائے ہونگے اور بعض بال کترائے ہوئے ہونگے ۱۲

(حضرت ابراہیم نے یہ سوال فرزند سے محض اُن کی ثابت قدمی معلوم کرنے کے واسطے کیا تھا) اُنھوں نے جواب دیا۔ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ؕ یعنی کہا اے والد صاحب جو آپ کو حکم کیا گیا ہے وہ آپ بجا لائیے مجھ کو آپ انشاء اللہ صبر کرنیوالوں میں سے پائیں گے۔ اگر حضرت ابراہیم کو یہ حکم بیداری میں ہوتا تو پھر اس کا تبدیل ہونا ممکن نہ تھا۔ اسی حکمت سے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت ابراہیم کی آزمایش کیواسطے خواب میں اُن کو یہ حکم کیا پھر جب اُن کی اور اُنکے صاحبزادے کی ثابت قدمی معلوم ہوگئی۔ تب دُنبہ کیساتھ اُس حکم کو تبدیل کر دیا۔[1] چنانچہ ان آیات میں اِس کی تفصیل موجود ہے۔ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ؕ سے لیکر عظیم تک +

پس اے طالب اِس بات کو جان لے کہ تو اس قالب میں جسوقت تک ہے سوتا ہے اور تمام عمر تیری نیند ہی میں گذرہی ہے۔ اور تو وہی خوابیں دیکھ رہا ہے۔ جو نفس جزوی نیند میں دیکھتا ہے۔ اور یہ دنیا میں تیرا دیکھنا بھی خواب ہی کی اُن تینوں قسموں کی مثل ہے۔ یعنی ایک تائید الٰہی جس سے علم و عمل مراد ہے۔ اور ایک خیالات نفسانی یعنی وہ تصورات اور تصدیقات جو تیرے قلب میں سامان عیش و عمارات اور کھانے پینے کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک شیطانی تصرف یعنی حرص اور طمع اور دنیاوی زندگی کی آرزوئیں جو بالکل لہو و لعب اور زینت و تفاخر ہے۔ پس دنیا کا نیک خواب یہ ہے کہ انسان معرفت الٰہی حاصل کرے۔ اِس خواب کی تعبیر آخرت میں متغیر نہ ہوگی۔ اور جیسا کہ دنیا میں یہ خواب دیکھا ہو ویسا ہی آخر میں ظاہر ہوگا چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے مَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ یعنی جو شخص خدا سے ملنے کی امید رکھتا ہو (پس وہ جان لے) بیشک خدا سے ملنے کا وقت آنیوالا ہے۔

اور وہ خواب جو نفس کی طرف سے ہے۔ وہ دنیا کے اندر نیک کام اور عبادتیں بجا لانی ہیں جن کی تعبیر آخرت میں ملے گی۔ یعنی اُن کا بدلہ اور ثواب جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا[2] اور وہ خواب جو شیطانی تصرف سے ہے وہ دنیا کی محبت اور دنیا میں

[1] یعنی جب حضرت ابراہیم اور اُنکے فرزند نے حکم الٰہی کو تسلیم کر لیا اور اُسکے بجا لانے پر آمادہ ہو گئے تب خدا نے اُس حکم کو دُنبہ پر منتقل کر دیا اور جبرئیل کے ہاتھ جنت سے ایک دُنبہ بھیجکر حکم دیا کہ اسکو ذبح کرو ۔ [2] اور جسنے آخرت کا ارادہ کیا اور اُسکیواسطے پوری کوشش کی اور وہ سچا مومن بھی ہے پس اُن لوگوں کی کوشش مشکور ہوئی اُن مومنوں اور اُن کافروں دونوں کو ہم امداد دیتے ہیں اور تمہارے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے۔

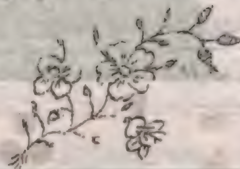
قالب نفس

منہمک ہوجاتا ہے اس کی آخرت میں کوئی تعبیر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اضغاث احلام میں سے ہے۔ جس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ یعنی اُس کیواسطے آخرت میں کوئی کچھ حصّہ نہیں ہے۔

پس اے طالب تو اس دنیا میں سوتا ہے۔ اگرچہ تو جانتا ہے۔ کہ میں جاگتا ہوں۔ مگر نہیں تمام عمر تیری نیند ہی میں گذر رہی ہے۔ جب اس دُنیا سے عالم آخرت کی طرف انتقال کرے گا۔ اُس وقت بیدار ہو گا۔ جو کچھ اس زندگانی میں دیکھ رہا ہے وہ محض خواب و خیال ہے۔ جس کا کچھ وجود نہیں ہے۔ جسوقت آنکھ کُھلی کچھ بھی نہ رہا۔ پس تجھکو چاہیے کہ ان سامان دنیاوی کے ساتھ غرور نہ کرے کیونکہ مغرور کا آخرت میں عذر نہ سُنا جائے گا۔

تیری نیند کی انتہا تیرے آخر روز ہوگی۔ اور جسوقت تو مریگا۔ اُس وقت بیدار ہوگا۔ اور جانے گا کہ تو نے کیا خواب دیکھا۔ اگر اچھا خواب دیکھا تھا یعنی دنیا میں نیک کام کیے تھے۔ تب تجھکو فرحت اور سرور اور نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اور اگر بدخوابی ہوئی تھی یعنی دنیا میں بُرے اعمال کیئے تھے تب تجھ کو رنج و غم اور عذاب میں گرفتار ہونا ہوگا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ یعنی عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیے ہیں۔ کہ کون سے ٹھکانے میں جائیں گے۔

پس سب سے بہتر خواب جو اس دنیا میں تو دیکھے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اپنے قلب کی آنکھ سے حقیقت الٰہیت کو دیکھ اور نبوت کے نور کو حاصل کر۔ کیونکہ جب تو اس دنیاوی نیند سے بیدار ہوگا۔ اُس وقت تجھکو اس خواب کی لذت اور حلاوت معلوم ہوگی۔ اور تیرا یہ خواب رؤیتہ حق ہوگا چشم صدق کے ساتھ اور تیرا حال اُن لوگوں کا سا ہو جائیگا۔ جنکو قرآن شریف نے زبان بیان کے ساتھ فرمایا ہے۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا



پانچواں باب شریعت کے بیان میں

اِس میں دو فصلیں ہیں

شریعت

پہلی فصل شریعت اور اُس کی ماہیت کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا۔ معلوم ہو کہ شریعت لغت میں روشن اور کشادہ رستہ کو کہتے ہیں جس میں کسی چلنے والے کو شک نہ واقع ہو۔ یہ راستہ اسلام ہے۔ اور یہی وہ مِلّت حنیفیہ ہے جس پر تمام انبیا اور مرسلین چلے ہیں۔ یہ راستہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان میں ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ خدا تک پہونچ گیا۔ اور سعادت اَبَدِیّہ اُسکو حاصل ہوئی۔ اور جس کا قدم اس راستہ سے بہک گیا۔ وہ بیشک گمراہ ہو گیا۔ جو راستہ کشادہ اور وسیع ہوتا ہے۔ اور

شارعِ عام

کثرت سے لوگ اُسپر چلتے ہیں اسکو شارع کہا جاتا ہے پس شریعت کا لفظ شریعت اور شارع دونوں سے استخراج کیا گیا ہے۔ کیونکہ شارع وہ مشہور رستہ ہے۔ جو ایک شہر سے دوسرے شہر یا قصبہ کو جاتا ہے۔ اور قافلے اور سوار اور پیدل سب اُسی پر چلتے ہیں۔ لغت میں تو شریعت اور شارع کے یہی معنی ہیں۔ جو بیان ہوئے۔ مگر اصطلاح میں شریعت وہ رستہ ہے جو مؤمنوں کو خدا تک پہونچاتا ہے۔ اور اگر اُس کو دو مقاموں کے بیچ میں رکھا جائے تب اسطرح سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا اور آخرت کے درمیان میں راستہ ہے۔ یا دوزخ سے جنت کا راستہ ہے۔ شریعت سب سے بڑا راستہ ہے۔ اور اسی میں صراط اور حقیقت اور خط مستقیم اور خط استوا اور کل مخلوط ہیں۔ اور سب راستے اسی کے اندر واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے کیونکہ سب راستے شریعت ہی سے نکلے ہیں اور شریعت ہی سب کی اصل اور جڑ ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کو تمام مخلوق پر برگزیدہ کیا۔ اور خلافت اور نبوت کے ساتھ آپ کو بزرگی دی۔ اور حوا سے آپ کی شادی کی۔

ضرورت شریعت

پھر آپ کے اولاد ہونی شروع ہوئی۔ اور جب کثرت سے ہو گئی۔ تب اُن میں سے ہر ایک نے یہ چاہا کہ اپنی رائے سے اپنا طریقہ جدا گانہ بنالے۔ اور بہت اختلا[illegible] اُن کے آپس میں پیدا ہو گیا یہاں تک کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ اور سب نے اپنی اپنی رائے سے نیا مذہب ایجاد کر لیا۔

ــــ یعنی تمہارے واسطے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جسکی نوح کو وصیت کی تھی ۱۲

تب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اُن کی متابعت سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے آدم تم زمین میں میرے خلیفہ ہو میں اپنے اور تمہارے درمیان میں ایک راستہ مقرر کرتا ہوں جس کا نام شریعت ہے اور شریعت کے معنی یہ ہیں کہ احکام الٰہی کا مطیع اور فرماں بردار ہو جائے کیونکہ حکم خدا ہی کا ہے اور اُس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ جب آدم ع کو یہ علم ہوا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے اُن کے واسطے شریعت مقرر کی ہے۔ اور اُنہوں نے عرش پر حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ کس مقدس اور برگزیدہ بندہ کا نام ہے جو تیرے عرش پر لکھا ہوا ہے۔ فرمان ہوا اے آدم یہ تیری اولاد میں سے ایک شخص ہیں۔ ان کو میں نے سب لوگوں پر شرف اور بزرگی عنایت کی ہے۔ اور اپنے کلام اور رسالت کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے۔ اور یہ زمانہ کے آخری دور میں ظاہر ہوں گے نبوت انپر ختم ہو جائیگی جو شریعت میں نے تم کو دی ہے۔ وہی شریعت اُن کی ہوگی۔ تاکہ اوّل و آخر میں اختلاف نہ رہے اور دین حق بلا قائم ہو۔ پس اسلام کے یہی معنی ہیں کہ احکام خداوندی کی اطاعت کی جائے اور یہی اطاعت کا طریقہ جسکا نام شریعت ہے۔ اِسکی دو طرفیں ہیں ایک ربوبیت کا اقرار اور دوسرے عبودیت پر اصرار اور یہی وہ راستہ ہے جس سے بندہ خدا کی حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آسمان و زمین کی کل مصلحتیں اس کے اندر ہیں۔ اور اُسی میں رحمت کے خزانے اور نجات کی کنجیاں ہیں۔ شریعت کی حقیقت کسی زمانہ میں مختلف نہیں ہوئی۔ اور نہ کسی اُمت نے اس کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ ہر قوم ایسے طریقہ کو چاہتی ہے جس سے اُس کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت ہو یہ طریقہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جاری ہے۔ اور اس میں کوئی جھگڑا اور قصہ قضیہ نہیں ہے۔ اور یہی موافقت لوگوں کے اندر اصلی شریعت میں موجود ہے جس سے صانع اور محدث کا اقرار کرنا اور عبودیت اور تسلیم و اطاعت پر قائم رہنا مراد ہے۔ پس یہ شریعت کبھی مختلف نہیں ہوئی۔ اور اسی کے اندر یہ اخلاق بھی موجود ہیں سچ بولنا انصاف کرنا علم کو جہالت سے بہتر سمجھنا۔ پس یہ شریعت ایسی متفق علیہا ہے کہ کسی فرد واحد کو اسمیں اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ وہی شریعت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کیواسطے مقرر کی تھی۔ اور اسی شریعت کے سبب سے قاتل اپنے قتل کرنے پر افسوس کرتا ہے۔ اور ظالم اپنے ظلم پر نادم ہوتا ہے۔ اور اسی شریعت کے سبب سے ملائکہ نے جان لیا کہ حکم الٰہی کی اطاعت تکبر سے بہتر ہے۔

کیونکہ شریعت میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ اطاعت کے واسطے رحمت اور تکبر کے واسطے لعنت اور شریعت ہی میں ہر ایک چیز کی بھلائی برائی ظاہر کی گئی ہے۔ پس شریعت ہی وہ چیز ہے جو لوگوں کو اُن کے بیجا دعووں اور بیہودہ آرزوؤں سے مانع ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں سب لوگ شریعت کے غلام ہیں اور جزوی اختلافات اُن میں سے اُٹھ گئے ہیں۔

جب خداوند تعالیٰ کے ہاں سے شریعت ظاہر ہوئی تب شیث بن آدم علیہما السلام لوگوں کو اُس کی طرف بلانے کھڑے ہوئے جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے نجات پائی اور جیسے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا۔ اسیطرح اللہ نے آدمؑ کو بھی شریعت کا پابند کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اسپر خوب حنیفاً کے ساتھ قائم ہو۔ اگر تمہارا قدم اس پر سے پھسل گیا۔ تو تم شیطانی لشکر میں شامل ہوجاؤ گے اس خوف سے آدمؑ نہایت رقیق القلب اور مطیع بن گئے حالانکہ اس سے پہلے بالکل آزاد خلیفہ تھے ایک روز جنت میں سیر کر رہے تھے۔ گیہوں کو دیکھکر اُس کے کھانے کی خواہش ہوئی۔ اور اس کیطرف ہاتھ بڑھایا۔ اور خیال کیا کہ میں جیساکہ پہلے آزاد تھا ویسا ہی اب بھی ہوں شریعت نے فوراً نفسانی خواہش کے پورا کرنے سے منع کیا اور کہا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی تم دونوں آدم اور حوا اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ ظالم بنجاؤ گے۔ آدمؑ نے کہا کیا میں خلیفہ واجب الاطاعت نہیں ہوں۔ کہا گیا کہ ہاں بیشک ہو مگر تم مطیع بندہ بھی ہو۔ مگر جب آدم نے بھول کر گیہوں کھالیا۔ اور آواز آئی وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى یعنی آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا تب آدم نے جانا کہ شریعت خدا کا کوڑا ہے جس سے وہ لوگوں کو حق کی طرف ہکاتا ہے۔ اور عقلمندوں کی باگ ہے۔ اور آدمیوں پر خدا کی طرف سے یہ ایک نگہبان ہے جو ان کو ان کی معصیت کی باتوں سے منع ہوتی ہے۔ پس اس وقت سے عبودیت واضح ہوئی۔ اور طبیعت پر شریعت کا غلبہ ہوگیا۔ اور قیامت تک اس کے قوانین لوگوں میں جاری ہو گئے۔

جو جو رسول خداوند تعالیٰ نے ارسال فرمائے ہیں۔ اُن سب کو حق کی حفاظت اور حق کی طرف لوگوں کے بلانے اور حق ہی پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ سب انبیا اس بات میں موافق ہیں کوئی نبی کسی نبی سے ان باتوں میں اختلاف نہیں رکھتا صرف بعض کیفیات میں باہمی اختلاف ہے چنانچہ آدم علیہ السلام پر جو شریعت نازل ہوئی۔ اُسی پر اُن کی اولاد اُن کے بعد قائم رہی

کہ نوح علیہ السلام رسول ہوئے انہوں نے اس شریعت کی تجدید کی اور بعض کیفیات کو بدل دیا۔ بسبب اپنی قوم کی ضروریات کے۔ اور کشتی کی آپ کو ضرورت ہوئی۔ اور اس شریعت کی طرف لوگوں کو آپ نے دعوت کی۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے شریعت قائم کی۔ اور بعض کیفیات اور کمیات میں تغیر اور تبدل کیا۔ ایسے ہی موسےٰ علیہ السلام نے عبادات کی صورت میں شریعت کو بدلا۔ اور عیسےٰ علیہ السلام نے بھی شریعت میں کچھ کمی اور زیادتی کی۔ مگر یہ سب تغیر و تبدل جزئیات میں تھے۔ ورنہ عقائد شریعت یعنی توحید اور تصدیق میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ پھر سب سے آخر میں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی امت کو خدا کی طرف بلایا۔ اور وہی شریعت قائم کی جو آدم ؑ کو عنایت ہوئی تھی اور روزہ کا بھی آپنے حکم فرمایا۔ جو حضرت موسے و عیسےٰ علیہما السلام نے اپنی امت کو کیا تھا اور ہمارے حضور نے بیت اللہ کے حج کا حکم فرمایا جسکو حضرت ابراہیم ؑ نے بنایا تھا۔ مگر حضور سے پہلے لوگ نماز بیت المقدس کی طرف پڑھتے تھے۔ حضور نے نماز کی جہت بھی کعبہ شریف ہی کی طرف مقرر کی غرضکہ سب اختلافات جزوی واقع ہوئے ہیں حقیقت وہی ایک ہی جو سب انبیاء میں برابر چلی آتی ہے۔

اے طالب تم اس وقت بھی دیکھ لو کہ یہود اور نصاریٰ اور مسلمان سب نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ان کی نمازوں کی جہتیں اور اوقات اور کیفیتیں مختلف ہیں۔ پس شریعت کے دو معنی ہیں ایک کلی جو کسیوقت متغیر نہیں ہوئے یعنی خداوند تعالیٰ کی توحید جسکی طرف سب نبیوں نے اپنی امت کو بلایا ہے۔ اور دوسرے جزوی جو ہر ایک زمانہ میں متغیر ہوتی رہی۔ اور یہی وہ دین ہے جو ہر ایک امت میں متداول رہا کلی کی مثال ہے جیسے عبادت اور جزوی کی مثال ایسی ہے جیسے عبادت کا طریقہ۔ کیونکہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جسمیں خدا کی پرستش نہ کی گئی ہو۔ اور سب یہ جانتے تھے کہ اُن کا ایک پیدا کرنیوالا اور بنانیوالا ہے۔ مگر انکی عبادات کی کیفیتوں اور شریعت کے احکاموں میں اختلاف تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد جس طریق سے عبادت کرتی تھی نوح علیہ السلام کی امت کا اُس سے جداگانہ طریقہ تھا۔ اور اسی طرح سے بعض لوگوں نے قبولیت دعا کے واسطے مکانات بنا کر اُن میں ستاروں وغیرہ کی طرح طرح کی مورتیں معبدنات کی رکھ لی تھیں اور اُن کو خدا کی طرف اپنا ذریعہ سمجھتے تھے۔ پھر اُن کے بعد بعض لوگوں نے انسانوں کی صورتیں بنا کر ان کی پرستش شروع کی اور بعض

یہ کہنے لگے کہ یہ صورتیں خدا کی ہیں۔ اور یہ ساری باتیں ان لوگوں کی رائے اور ان کے خیالات سے تھیں حالانکہ یہ لوگ اس بات کو بھی جانتے سمجھے کہ ہمارا پیدا کرنیوالا خدا ہے۔ اور ہم اُس کے بندے ہیں چنانچہ اسی مصلحت کے لحاظ سے خداوند تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انبیا اور مرسلین ارسال فرمائے تاکہ جو بے احتیاطیاں دین میں لوگوں کی عقلوں اور خیالوں سے پیدا ہو جائیں۔ انبیاء علیہم السلام اُن کو رفع دفع کر دیں چنانچہ پہلی اُمتوں کی نمازیں ایسی تھیں۔ کہ بعض نمازیں کھاتے پیتے تھے اور بعض چلتے پھرتے بھی تھے۔ اور بعض باتیں کرتے تھے۔ مگر ہماری شریعت میں یہ سب باتیں رفع ہو گئیں نہ نمازیں کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ ظاہر و باطن کے ساتھ اس میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور فرض اور سنت سب ادا کیے جاتے ہیں۔ یہ قوانین رسول خدا نے خدا کے بندوں میں جاری کیے ہیں۔ اور سب شریعتوں سے زیادہ یہ قوانین پسندیدہ ہیں۔

اسی سبب سے یہ شریعت سب شریعتوں سے زیادہ خوشنما اور نرم و آسان ہے اور سب کو جامع ہے۔ عبادات کے جو طریقے اس شریعت میں ہیں وہ بمقابلہ اور شریعتوں کے نہایت باقاعدہ اور مہذبانہ طور سے ہیں۔

چونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سب رسولوں سے بہتر اور افضل ہیں اسی سبب سے آپ کی شریعت بھی سب شریعتوں سے کامل اور شریف تر ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسی خدا کی طرف بلایا جس کی طرف رسول بلاتے تھے اور کسی نئی عبادت کی طرف نہیں بلایا۔ مگر حضور کو جناب الٰہی میں وہ اختصاص حاصل تھا۔ جو کسی رسول کو نہ تھا۔ پس آپ نے اپنی ملت موروثی یعنی ملت ابراہیمی کے موافق شریعت کی بنیاد قائم کی جو ملت حنیفیہ ہے۔ اور جس کی شان میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا اور فرماتا ہے۔ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ یعنے ملت تمہارے باپ ابراہیم کی جسنے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اسی ملت ابراہیم

ف۱ یعنی پہلے یہ لوگ احکام خداوندی اور امر شریعت کے علم سے جاہل ہوئے۔ پھر اپنی رائے سے انہوں نے اپنے واسطے طرح طرح کے طریقے ایجاد کرنے شروع کیے اور یونہی گمراہ ہوتے چلے گئے۔ اگر شریعت کا علم کما حقہ حاصل کرتے اور رائے لڑانے سے پرہیز کرتے تو گمراہ نہ ہوتے ۱۲ منہ ف۲ کیونکہ یہ شریعت افراط و تفریط کے درمیان میں ہے۔ اور ہر قسم کی آسانی اس میں رکھی گئی ہے کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دی گئی۔ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کا اس میں فیصلہ نہ کیا گیا ہو۔

اور خدا کی دعوت یہی ہے۔ کہ وہ دلوں کی آنکھیں کھول دے۔ چنانچہ روحوں کو دعوت کرنے کی خبر اُس نے اپنے کلام قدیم میں اسطرح فرمائی ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی یعنی سب نے خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور یہ خداوند تعالیٰ کا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمانا لفظ کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ افہام اور تحفظ کیساتھ تھا جس کا سب نے اقرار کیا۔ پس جس نے خداوند کے اِس عہد اور اپنے اس اقرار کو پورا کیا وہ ہدایت پر قائم رہا۔ اور اسی عہد کی تائید کیواسطے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ارسال فرمایا۔ تاکہ لوگوں کو خدا کے دروازے یعنی مغفرت کی طرف بلائیں۔ پس جس کے دل میں اُسی دعوت الٰہی کا نور تھا اس نے رسول کی دعوت کو سُنا اور کہا کہ ہم احکام خداوندی کے فرمانبردار ہیں اے رب تیری ہی مغفرت ہمکو درکار ہے۔ اور تیری ہی طرف سب کو جانا ہے۔ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ اور جس کے قلب میں اُس دعوت کا نور نہ تھا۔ وہ شرک اور نفاق کے حجابوں میں رہ گیا۔ اور رسولوں کی دعوت سے اُس نے تکبر اور نخوت ظاہر کی جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ یعنی نہیں ہے بلانا کافروں کا مگر گمراہی میں۔

رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے اس واسطے ارسال کیا ہے کہ خدا کی طرف اُس کے بندوں کو بلائیں نہ کہ اپنی طرف تاکہ جو نفوس صادقہ ہیں وہ رسالت کے زینہ کے ذریعہ سے اُس واحد تک پہنچ جائیں جس سے توحید ہے۔ اور جس کے واسطے توحید ہے۔ کیونکہ اس نے یہ بات گوارا نہ کی کہ موحد اُس کے سوا دوسری طرف نظر کریں یا اور کسی طرف متوجہ یا ملتفت بھی ہوں۔ اور یہ اُس کی خاص رحمت ہے جو اُس نے اہل توحید کو عنایت فرمائی ہے۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اگر خدا نہ ہوتا تو میں خدا کو نہ پہچانتا اور بیشک میں نے خدا کو خدا کے نور سے پہچانا۔ اور اور چیزوں کو اس کے نور سے پہچانا ہے۔ اور یہ بھی خدا کی دعوت ہی کا اثر ہے۔ جو اس نے شیطان کو رسولوں کے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ لوگوں کو ظلمت اور نجاست کی طرف بلاتا ہے۔ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ یعنی نہ اُس کے لیے دُنیا میں دعوت ہے۔ نہ آخرت میں اور شیطان کی دعوت کی مذمت فرمائی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا

لہ یعنی جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی ذریت کو نکالا اُن کو خود کے اوپر اس بات کا گواہ بنایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں انھوں نے کہا ہاں تو بیشک ہمارا رب ہے

فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ اور فرماتا ہے قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[1] اور حضرت ابراہیم عہ نے دعا کی ہے رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ[2] معلوم ہو کہ بندوں کو باطل اور ظلمت سے حق اور نور کیطرف کھینچنے اور جذب کرنیکا نام دعوت ہے یہ جذب دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک خاص خداوند تعالیٰ کی طرف سے بغیر واسطہ رسول کے اس کا ہدایت ہے۔ اور اسکو سینہ اور دل کا کھلجانا کہتے ہیں۔ اور دوسرا جذب رسول کے واسطے سے ہوتا ہے۔ یہ دین کی طرف بلانا ہے۔ اور یہی اسلام اور وحدانیت کا اقرار اور امور شرعیہ کی تکلیف اور اوامر و نواہی کا بجالانا ہے۔ اور یہ دونوں دعوتیں بندونکو سعادت اُخروی اور رضا تک پہونچانی ہیں۔ اور خدا ہی در اصل بلانیوالا اور اُسی کے واسطے حق کی دعوت ہے۔ دنیا و آخرت میں وہی اپنی توفیق اور تائید عنایت کر کے ہدایت کا رستہ دکھاتا ہے۔ اور یہ توفیق اور تائید اس کی بلا واسطت رسول یا نبی کے بندونکو پہنچتی ہے۔ کیونکہ دلوں کے پھیرنے پر سوا اُس کے کسیکو قدرت نہیں ہے۔ وُہی مقلب القلوب ہے۔ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ پس جب وہ بندوں کے سینوں کو اپنے نور کے ساتھ کھول دیتا ہے تب دوبارہ اُنکو رسول کے واسطے سے اپنی شریعت اور معرفت کی طرف بلاتا ہے۔ چنانچہ اس کی دعوت ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ دعوت ازل کے اندر مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے صفات الٰہی میں سے ایک صفت تھی جب خداوند تعالیٰ نے قلوب اور ارواح کو پیدا کیا۔ تب اسی دعوت کے ساتھ اُن کو اپنی وحدانیت کی طرف بلایا۔ اور اپنی معرفت کی طرف اُن کو ہدایت کی۔

اسلامی شریعت رسولوں کی دعوت سے پیدا ہوئی ہے۔ اور رسولوں کو اللہ تعہ نے روح کے جسم میں نازل کرنے کے بعد بھیجا ہے۔ اور عقل کے کامل ہونے اور بالغ ہونے کے بعد اُن سے دعوت کرائی ہے۔

رسولوں کی دعوت کو وہی شخص سُنتا اور قبول کرتا ہے جس نے خدا کی دعوت سنی ہے

[1] اے رسول کہدو کہ اے اہل کتاب اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان میں برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ نہ پرستش کریں ہم مگر خدا کی اور کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ کریں اور نہ ہم میں سے بعض بعض کو خدا کے سوا معبود ٹھہرائیں ۱۲

[2] اے رب مجھکو نماز کا پابند بنا اور میری اولاد میں سے بھی نماز کے پابند بنا۔ اے رب ہمارے ہماری دعا کو قبول کر ۱۲

کو اللہ تعالیٰ نے دین محمدی قرار دیا ہے۔ اور اس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پس انکو چاہیئے کہ اپنے باپ ابراہیم کی اقتدا کرو۔ ملت گویا اُمت کا قلعہ ہو۔ اور امت کے واسطے متابعت لازم ہے۔ اور متابعت یہ ہے۔ کہ رسول کی اقتدا کریں۔ اور اُس کے قدم بقدم چلیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کے ساتھ ہم پر اور ہمارے رسول پر خاص احسان فرمایا ہو چنانچہ اُس کا فرمان ہو۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یعنی آج کے دن پورا اور کامل کر دیا میں نے تمہارا دین اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت اور راضی ہو گیا میں تمہارے واسطے دین اسلام سے۔ پس دین اسلام سے بہتر کوئی دین نہیں ہی کیونکہ خدا اس سے راضی ہے۔ اور اس کی رضا سے بڑھکر کوئی مقام نہیں ہو۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ اسی دین کی تعریف میں فرماتا ہو اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ یعنی بیشک خدا کے نزدیک جو دین صحیح ہے۔ وہ اسلام ہے۔ سب شریعتیں اس شریعت کے ساتھ منسوخ ہو گئی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کو نہایت کامل اور اتم بنایا ہے۔ اور کمال اور تمام سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے جس کی طرف کوئی قصد کر سکے اور نہ کوئی درجہ ہے جسپر کوئی ترقی کرے اور اس کلمہ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلی جو شریعتیں تھیں وہ کامل نہ تھیں۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ نے کامل کیا ہو۔ اور اچھی کیفیات کے ساتھ عبادات کے طریقہ مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ تم نماز اور روزہ کی کیفیتوں کو دیکھو اور ان کی بیئتوں کو خیال کرو۔ جب تم انہیں غور کرو گے تو ان کے اندر تمکو ملکوت کے اسرار دکھائی دینگے۔ عقل اور ہدایت کا کمال شریعت ہی سے ہوتا ہے۔ شریعت کا امتحان عقل سے نہیں کیا جاتا۔ اور جو شخص شریعت کو عقل کے ترازو میں وزن کرتا ہے۔ وہ عقل ہی پر چلتا ہے نہ کتاب آلہی پر اور جو کتاب آلہی پر نہیں چلتا وہی ظالم ہے

چھٹا باب

انبیا کی دعوت اور اس کی کیفیت کے بیانمیں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل رسولوں کی دعوت کی ماہیت اور اس کی کیفیت کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ

لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ یعنی جنکو خدا کے علاوہ پکارتے ہو اور اُن کو اپنے نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے ہو وہ سب اکٹھے ہوکر ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے - اور اگر مکھی کوئی چیز اُن سے چھین کر لیجائے تو اُس کو اُس سے چھڑا بھی نہیں سکتے ۔

پس خدا کے رسول اہل دعوت ہیں - جو خدا کے حکم سے اُس کی طرف بلاتے ہیں جس نے اُن کی دعوت سنی اور اُس کو قبول کیا اور اطاعت کی پس وہ اہل[1] دعا اور اہل اجابت سے ہی اور خدا اس کو اجازت دیتا ہے کہ جو اُس کا جی چاہے وہ اپنے رب سے مانگے اور خدا اُس پر قبولیت کے دروازے کھولدیتا ہے - جیساکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہی - اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا - اور نیز خداوند تعالیٰ نے اپنی دعوت کے قبول کرنیوالے کو دعا کو حکم فرمایا ہے - فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ یعنے پس چاہیئے کہ میری دعوت کو قبول کریں اور میرے ساتھ ایمان لائیں - تاکہ اُن کو ہدایت نصیب ہو -

سب رسولوں کی ایک ہی دعوت ہے - کیونکہ سبنے بندوں کو ایک ہی کلمہ کیطرف بلایا ہے اور وہ کلمہ یہ ہے کہ اغیار کی نفی کرنی اور بادشاہ جبار مالک حقیقی وحدہٗ لاشریک کا اثبات کرنا اگرچہ سب رسولوں کی عبارتیں اور اشارات مختلف ہیں - مگر اُن کی دعوت کا خلاصہ یہی ایک کلمہ ہے جو نفی و اثبات پر شامل ہے - کسی اگلے یا پچھلے رسول کی دعوت ان دونوں طرفوں یعنی باطل کی نفی اور حق کے اثبات سے باہر نہیں ہوئی جیساکہ نوح علیہ السلام کا فرمان ہے - رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا[2] ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا - اہل کفر کے واسطے ناکامیابی اور ذلت کے ساتھ نفی فرمائی - اور اہل ایمان کے واسطے مغفرت اور امان کے ساتھ اثبات فرمایا - اور ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ[3]

---

[1] یعنی وہ اس بات کا مستحق ہی کہ خدا سے دعا کرے اور خدا اس کی دعا کو قبول فرمائے [2] اے پروردگار زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو اُن کو چھوڑ دیگا - تو یہ تیری مومن بندوں کو بھی گمراہ کرینگے - اور بجز کافر و فاجر کے نیک آدمی ان سے پیدا نہ ہوگا - اے رب بخش مجھکو اور میرے والدین کو اور اُس مومن کو جو گھر میں آئے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کو بجز ہلاکی اور بربادی کے کسی بات میں زیادہ نہ کر ۱۲

[3] پس تحقیق یہ میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم میرا دوست ہی ۱۲

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اور عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ ط اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مومنین جو اس کی عبادت کرتے ہیں اُن کی شان میں فرمایا ہے۔ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ط اور نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ غرضیکہ سب اولین و آخرین اس کلمہ میں شامل ہیں۔

جبکہ معبود ایک ہی ہے پس اس میں شک نہیں کہ اُس کی طرف دعوت بھی ایک ہی ہے۔ مگر دعوت کرنیوالے کثرت سے ہیں۔ کیونکہ ایک شخص کی عمر اس قدر کافی نہیں کہ ابتداے دنیا سے انتہا تک دعوت کر سکے۔ اسیواسطے اس دعوت کیواسطے بہت سے دعوت کرنیوالونکی ضرورت ہوئی۔ اور چونکہ داعیوں کی دعوت کا مدعو الیہ ایک ہے۔ اسی سبب سے دعوت بھی ایک ہی کہلاتی ہے۔ اور وہ مدعو الیہ خدا واحد ہے جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ دعوت کرنیوالے اس سبب سے بہت ہوئے۔ کہ وہ مخلوق میں سے ہیں اور دعوت اِس سبب سے ایک ہے کہ وہ حق کی طرف سے ہے۔ اور حق واحد ہے۔ اور مخلوق کثیر ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ واحد کثیر پر غالب ہے۔ مومنوں کو وہ اپنی جنت اور رضامندی کی طرف بلاتا ہے۔ اور کافروں کو اپنے دردناک عذاب اور غصہ کیطرف بلاتا ہے۔ دعوت کا فائدہ ہدایت ہے۔ اور ہدایت رسولوں سے ستفادہ نہیں ہے۔ کیوں کہ رسول خدا ہی کی ساتھ خدا کی معرفت بتلانے والے ہیں جو اس کے سوا دوسرا اعتقاد رکھے گا۔ وُہ خدا سے دُور ہے۔ اور اُس نے خدا کو جیسا کہ پہچاننا چاہیے۔ نہیں پہچانا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی بیشک خداوند تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا ہے کہ اُس کے ساتھ کفر کیا جاوے۔ اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

---

۱ یعنی میں اُس کتاب کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی ہے یعنی توریت کی تصدیق کرنیوالا ہوں اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آویگے اور نام ان کا احمد ہوگا ۱۲ ۲ یعنی ہم عبادت کرینگے تمہارے معبود کی اور تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی۔ جو ایک معبود ہے۔ اور ہم خاص اُسی کی عبادت کرنیوالے ہیں ۱۲ ۳ تمہارا معبود ایک معبود ہے ۱۲ ۴ یعنی رسول کسیکے ہدایت پر قادر نہیں ہیں۔ رسول صرف ہدایت کے بتلانے والے ہیں۔ باقی ہدایت کی توفیق دینے والا خدا واحد ہے ۱۲

دوسری فصل ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اس کی کیفیت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ [1] اور فرماتا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [2]

اے طالب تم کو معلوم ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین کو مبشرین اور منذرین بنا کر بھیجا - اور بندوں کو اخروی نجات اور حصول مراد کی طرف بلانے کا حکم فرمایا - پس اُن کے سلسلہ کا خاتمہ ایک ایسے رسول سے وابستہ کیا جو سب سے زیادہ کامل اور عالم تھے یعنی سید المرسلین خاتم النبیین حبیب رب العالمین سیدنا و مولینا حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپکو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور کل مخلوقات میں شرف اور امتیاز اور برگزیدگی بخشی ہے - اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات آپکے سامنے پیش کی جسکو دیکھکر آپ ایمان لائے - چنانچہ آپ کا ایمان عیانی ہے [3] برہانی نہیں ہے - اور اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ یعنی رسول اُس خبر کے ساتھ ایمان لائے جو اُن کی طرف اُن کے رب کے پاس سے نازل کی گئی ہے - اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور سے فرمایا کہ تم ہی میرے وہ رسول ہو جن کو میں نے اپنے تمام بندوں میں چن لیا ہے - اور خصوصیت اور شرف بخشا ہے نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ؁ یعنی میرے بندوں کو خبر دے دو - کہ میں نہایت بخشنے والا مہربان ہوں - اور اس میں بھی شک نہیں - کہ میرا عذاب بڑا دردناک ہے -

ہمارے حضور نے حکم الٰہی سے اس کے رستہ کی ہدایت کی - اور اس کی رضامندی سے یکسر بہرہ ور ہوئے - اور دعوت آپ کی ہدایت الٰہی کا سرزنق ہے - نہ اس کی علت پس اللہ تعالیٰ نے آپ

---

[1] یعنی بیشک (اے محمد) ہم نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا اور خدا کے حکم سے اُس کی طرف بلانیوالا ۱۲

[2] بلاؤ اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مجادلہ کرو اُن سے اچھے طریقہ کے ساتھ

[3] حضور نے امور اخروی کا مشاہدہ کر لیا ہے - اور ذات باری سے واصل ہو گئے ہیں - اس سبب سے آپ کا ایمان عیانی ہے اور یہ ایمان برہانی ایمان سے بدرجہا بہتر ہے اور افضل ہے - ۱۲

کی سرادق دعوت کے ساتھ اپنا نور اور ہدایت جاری کی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی دعوت کی لوگوں کی اقسام کے موافق تین قسمیں کی ہیں اور لوگوں کی تین قسمیں یہ ہیں۔ سابقون اور ظالمون اور مقتصدون اور ان تینوں کی حقیقت ارکان دین کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ جو چار[1] ارکان ہیں۔ ایمان احسان تقویٰ اور یقین جیسے کہ ارکان اربعہ سے متولدات ثلاثہ پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی دین کے ان چاروں ارکانوں سے یہ تین قسمیں لوگوں کی پیدا ہوتی ہیں۔ سابقون وہ لوگ ہیں جنہوں نے علمی اور معرفت حق کا کمال حاصل کیا۔ اور کلمہ توحید کیساتھ گویا ہوئے اور اُسکی عبادت کو ادا کیا۔ اور ظالم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جادہ حق سے انحراف کیا۔ اور رحمت کے نور کو قبول نہ کیا اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو ظلم کی حضیض سے سبقت کی اوج کی طرف ترقی کر رہے ہیں۔ مگر کمال کو نہیں پہونچے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ النَّاسُ عَالِمٌ وَمُتَعَلِّمٌ وَبَاقِيْهِمْ هَمَجٌ لَا خَيْرَ فِيْهِمْ۔ یعنی آدمی صرف دو شخص ہیں عالم سکھانیوالا اور علم سیکھنے والا اور باقی انکے علاوہ ہیچ ہیں جن میں کچھ بھلائی نہیں ہے ہیچ اس شخص کو کہتے ہیں جو ظالم معاند اور منافق لڑاکو اور جھگڑالو ہو۔ اور متعلم علم سیکھنے والا مرید اور فرمانبردار ہے۔ جو حق بات کو قبول کرتا ہے۔ اور عالم سے مراد سابق ہے۔ جو یقین کے ساتھ معرفت آلہی کو حاصل کرتا ہے۔ اور کمال کو پہنچ گیا ہے۔

پس یہی شخص[2] مستغرق توحید مقرب اور سابق ہے۔ یہ تقسیم ہمارے حضور نے اپنے دل سے ایجاد نہیں کی اور نہ اپنی عقل سے اس کو اختراع کیا ہے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ ہی نے یہ تقسیم تعلیم کی ہے۔ اور اس کیساتھ حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ۔ یعنی اپنے رب کے رستہ کی طرف ان تینوں طرقوں کے ساتھ بلاؤ۔ کیونکہ لوگ بھی تین ہی قسم کے ہیں تاکہ تمہارے بلانے کی ہر ایک قسم اسی قسم کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہو جائے۔ پس اسی سبب سے حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تین قسمیں ہوئیں۔ ایک حکمت بالغہ یعنی کلام کی تحقیق اور بیان کی تدقیق یعنے باریکی ایجاز اور اعجاز کی رقت کے ساتھ رمع

[1] ارکان اربعہ عناصر اربعہ کو کہتے ہیں۔ جن کے مرکب ہونے سے موالید ثلاثہ پیدا ہوتے ہیں۔

[2] یعنی یہی شخص جس نے یہ کمال حاصل کر لیا خدا کا عارف اور اس کی توحید کا ماننے اور جاننے اور اقرار کرنیوالا ہے اور یہی شخص اُن سابقین میں سے ہے جن کو خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ منهم سابق بالخیرات

بکمالِ فصاحت اور تمام براعت کے۔ دوسری قسم موعظۂ حسنہ ہے یعنی نصیحت قبول کرنیوالے کی طاقت کے موافق اُس کو اچھی بات کو اچھا بتلانا اور بُری بات کو بُرا بتلانا اور موافق موقعہ کے کلام کرنا تاکہ سننے والا اُسکو سُنکر سمجھ لے۔ اور قبول کرلے۔ غافلوں کو خوف دلانا اور ہشیار کرنا اور شریر کو تنبیہ کرنا۔ اور مومنوں کی ہمت بڑھانا اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف بکمال علم اور حسن خلق کے ساتھ متوجہ کرنا۔ اور لوگوں کی ہمت اور اُنکے نفوس کی مقدار سے مطلع ہونا۔ تیسری قسم مجادلہ ہے یعنی جاہل کو جھڑکنا۔ اور غافل کو غفلت سے باز رکھنا مخالف کو دفع کرنا اور مجادلہ یا قول سے ہوتا ہے۔ جیساکہ بیان ہوا۔ اور یا فعل سے ہوتا ہے جیسے حدود کا قائم کرنا اور مفسدوں کے دروازے بالکل بند کردینے اور منافقوں سے اُن کے اختیارات ضبط کرنے اور پوری سیاست اور شجاعت کیساتھ اُنکے اندر تصرف کرنا اور اسکے کئی مرتبے ہیں۔ پہلا زبان سے دوسرا پیٹ سے جیسے حدود اور تعزیر وغیرہ۔ تیسرا قتل و غارت کرنے اور لوٹ لینے سے یہ سب باتیں مجادلہ کے اندر ہیں۔ اور حضور کی دعوت ان تینوں قسموں پر شامل ہے پس مجادلہ ظالموں کے طبقہ کے واسطے ہے اور نصیحت مقتصدوں کیواسطے اور حکمت سابقین کے واسطے۔ اور یہ سب کلمۂ توحید کے اندر داخل ہیں۔ یعنی کلمہ پڑھنے کی نسبت حضور کا حکم فرمانا مجادلہ ہے اور کلمہ کی تفاصیل نصیحت کے دروازے ہیں۔ اور کلمہ کے اسرار اور اسکے معانی اور الحروف کے خواص اور نفی اور اثبات کے اشارات حکمت کے سرچشمے ہیں جو شخص کلمۂ توحید کے ظاہر و باطن سے مطلع ہوا اور اس کی نفی و اثبات کو اُس نے پہچان لیا۔ اُس نے حکمت اور موعظت اور مجادلہ کے سب علوم حاصل کرلئے کیونکہ یہ کلمہ اگرچہ ظاہر میں چھوٹا سا ہے مگر حقیقت اور ملاحظہ میں بہت عظیم الشان ہے۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ جسکے واسطے خدا ہدایت کرنیکا ارادہ کرتا ہے۔ اُس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے یعنی اس کلمہ کے حاصل کرنے کے واسطے جس کا قبول کرنا اسلام اور حاصل کرنا ایمان ہے اور معنی اس کے احسان ہیں۔

اور اجزا اس کے مولدِ ثلاثہ کے[1] ارکان ہیں۔ اور دونوں طرفیں اس کی میزان کے دونوں پلّے ہیں۔ اور یہی کلمہ قرآن کی کنجی اور رحمان کا عرفان اور جنت[2] کا رضوان ہے۔ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ

[1] یعنی مولید ثلاثہ۔ حیوانات۔ جمادات۔ نباتات کے ارکان یعنی ان کی اصلیں جن سے کہ یہ پیدا ہوئے ہیں یعنی عناصر اربعہ ۱۲ [2] رضوان داروغہ جنت کا نام ہے ۱۲

يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا وہ جسکو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اُسکے سینے کو تنگ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس کلمہ کو نہیں پہچانتا۔ اور نہ اس کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ شخص فرعون اور ہامان کے ساتھ محرومی اور ذلت کے گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ اسی کلمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل طغیان کو تہدید کی ہے اور فرمایا ہے۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

پس گویا رسول خدا کی مجمل دعوت کلمہ توحید ہے۔ اور مفصل دعوت حکمت اور موعظت اور مجادلہ ہے۔ اور یہی تینوں دین کے چاروں ارکان سے پیدا ہوئیں ہیں۔ اور انہیں کے اندر ہدایت الٰہی پوشیدہ ہے۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم داعی تھے ہادی نہ تھے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَلَيْسَ اِلَيَّ مِنَ الْهِدَايَةِ شَيْءٌ وَبُعِثَ اِبْلِيْسُ قَرِيْنًا وَلَيْسَ اِلَيْهِ مِنَ الضَّلَالَةِ شَيْءٌ یعنی میں دعوت کرنیوالا بھیجا گیا ہوں ہدایت میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اور ابلیس بہکانیوالا بھیجا گیا ہے۔ گمراہی اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔

پس اے طالب تجھکو حضور کی دعوت کے تئیں سننا اور آپکی حکمت کو قبول کرنا لازم ہے اور یہ بات خوب سمجھ لے کہ ہدایت عنایت الٰہی سے ہوتی ہے۔ رسولوں کی دعوت سے نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا ہے۔ اور بندوں کے دعوت کرنے کا حکم نہایت تاکید سے فرمایا ہے۔ تاکہ خدا کی حجت بندوں پر قائم ہو جائے۔ اور بندوں کی حجت خدا پر باقی نہ رہے۔ اور معلوم ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو دنیا اور تفاخر اور بدخلقی اور بغض وعداوت اور فحش باتوں کی طرف نہیں بلایا ہے بلکہ انہوں نے تمکو خدا کی توحید اور اُسکی کتاب کی تصدیق کا حکم کیا ہے اور اُسکے احکامات پر عمل کرنے کی طرف بلایا ہے۔ اور اور اپنی دعوتمیں تم کو سیدھے رستہ پر قائم رہنے کا حکم کیا ہے اور الحاد ونفاق اور شقاق ہوا و ارتداد اور کفر اور فسق اور عصیان سے منع فرمایا ہے پس تم حضور کی دعوتکو جانو اور آپکی دعوت قبول کریمیں نظر کرو اور ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جنکی شان میں اللہ فرماتا ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ پس تم کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حصہ تلاش کرو۔ اور خدا کے داعی کا اتباع کرو۔ اور اُس کے کلمہ کو سنو۔ اور اطاعت کرو۔ اور اُس کی امانت کو اُسکی طرف ادا کرو۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا وَيُعْظِمُ ذٰلِكَ ذِكْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَجْعَلُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

حاشیہ بصفحہ آئندہ۔

جب تونے رسولِ خدا صلعم کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اُس کی طرف دل سے متوجہ ہوا۔ خدا تجھکو سیدھے راستہ کی ہدایت کریگا۔ اور دار السّلام کی طرف تجھکو بلائیگا۔ اُس کی دعوت تیری دعا کی طرف منتہی ہوتی ہے۔ اور تیری دعا اُن لوگوں کی صحبت کی طرف ہے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَّاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ؀

تیسری فصل فرقہ ناجیہ کے بیان میں

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا هَالِكَةٌ وَّوَاحِدَةٌ مِّنْهَا نَاجِيَةٌ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قِيْلَ وَمَا اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِیْ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اور فرماتا ہے۔ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ معلوم ہو کہ جس سنت کا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ وہ فرایض خداوندی سے نکلتی ہے۔ گویا کہ وہ سنت اوامر الٰہی کے درخت کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں۔ جو اس سے نکلی ہیں۔ درحقیقت فرض و سنت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ فرق صرف وجواب اور مکان میں ہے۔ یعنی فرض واجب ہے (جس کا ادا ہونا ضروری ہے) اور سنت ممکن ہے (جس کا ادا ہونا ضروری نہیں ہے)۔ مگر یہ دونوں حقیقت میں بندگی اور عبودیت ہیں فرض وہ چیز ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہوئی ہے۔ اور سنت وہ خدمت ہے۔ جو ایک پاک نفس یعنی رسول سے صادر ہوئی بطور شکریہ کے فرض کی نعمت کے ادا ہونے پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو جو

حاشیہ صفحہ ۳۴۰ لے یعنی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر بھلائی کا پیدا کرے گا۔ اور اس کا ثواب عظیم عنایت کریگا کیونکہ یقینی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مشکل کے بعد عنقریب ہی آسانی کرتا ہے ۱۲

لہ جنت میں لوگوں کی پکار یہ ہوگی کہ پاکی ہے تجھ کو اے اللہ اور فرشتے اُنکو سلام کا تحفہ دیتے ہونگے اور آخری پکار اُنکی یہ ہوگی کہ سب تعریفیں خدا ہی کو ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ ۲ یعنی میری امت کے تہتر فرقے ہوجائینگے جن میں سے صرف ایک نجات پانے والا ہوگا۔ باقی سب ہلاک ہونیوالے ہونگے۔ عرض کیا گیا کہ وہ نجات والا فرقہ کونسا ہے۔ فرمایا اہل سنت والجماعت عرض کیا گیا۔ اہل سنت والجماعت کونسا فرقہ ہے۔ فرمایا اس عمل پر قائم رہنے والا جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں ۱۲ ۳ یعنی بیشک رسول خدا (کے اتباع) میں تمہارے واسطے اچھی پیروی ہے ۱۲ ۴ جو حکم رسول تم کو دیں۔ اُس کو بجا لاؤ۔ اور جس بات سے تم کو منع کریں۔ اُس سے باز رہو ۱۲ اسید حسین علی

فرائض اپنے رسول پر مقرر کیئے ہیں۔ رسول نے اُنکو نعمتیں شمار کیا ہے۔ اور چونکہ نعمت پر شکر ضروری ہے۔ اس واسطے فرضوں کی نعمت پر سنتوں کا شکریہ مقرر کیا ہے۔

سنّت بدعت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ بدعت وہ چیز ہے۔ جو غافلوں کی طبیعت اور اُن کی ناپاک رائے سے باستمداد نفس امارہ کے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی پیدائش کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی ارکانِ شریعت میں اپنی عقل اور خیال کو لڑاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا یہ کام اور یہ بات ناتمام ہے۔ پھر کچھ اپنی عقل سے اُس میں بڑھا دیتا ہے۔ اور کہیں کچھ کم کر دیتا ہے۔ بس یہ کارروائی بدعت کہلاتی ہے۔ اور سنت وہ فعل ہے جو انبیا علیہم السلام سے باستمداد وحی الٰہی صادر ہوا ہے۔ اور صاف اور روشن قلب نے درجۂ فرائض سے اُس کا استخراج کیا ہے۔

سنت کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے بدن میں اعضا اور بدعت ایسا ہے جیسے زائد عضو۔ اگر بدن کے اعضا میں سے کوئی عضو کم ہوگا۔ تو اُس کے کم ہونے سے بھی بدن ناقص ہوگا اور اگر کوئی عضو زائد ہوگا۔ تو اس کی زیادتی بھی بدن کے واسطے مضر ہے۔ پس جو آفت کہ بدعت کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے وہ ترکِ سنت کی آفت سے بدرجہا بدتر ہے مثلاً ایک شخص کے تین ہاتھ ہوں اور ایک شخص کا ایک ہاتھ ہو پس جس کے تین ہاتھ ہونگے وہ ایک ہاتھ والے سے زیادہ بدنما معلوم ہوگا پس سنت نبی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ جو حکم الٰہی سے اُنہوں نے حقوق خداوندی کے ادا کرنے کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علمی مثلاً اخلاق حسنہ سے اپنے تئیں آراستہ کرنا۔ اور قدر واجب[۱] سے زیادہ علوم شرعی حاصل کرنا اور دوسری قسم سنت عملی ہے مثلاً اپنی عمر کو نیک کاموں میں صرف کرنا چنانچہ علمِ توحید کا حاصل کرنا فرض ہے اور علوم شرعیہ اور قوانین شریعت کا حاصل کرنا سنت ہے۔ ایسا ہی وضو میں اعضا[۲] اربعہ کا ایک ایک بار دھونا فرض ہے۔ اور تین تین بار دھونا سنتِ حسنہ ہے۔

سنتیں بعض مؤکدہ ہیں جیسے فرائض سے پہلے اور پیچھے پڑھنے کی رکعتیں اور بعض غیر مؤکدہ

[۱] یعنی بقدر ضرورت نماز روزہ کے احکامات اور عقائد کی درستی کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کے علاوہ علم کی ترقی پیدا کرنی مستحب ہے۔ اس کے ترک کرنے سے عذاب ہوگا ہوش[۲] اعضا اربعہ یہ چاروں اعضا ہیں جن کا وضو میں دھونا بموجب آیت شریف کے فرض ہے مونھ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرنا اور پیر دھونا ۱۲

ہیں۔ جن کو مستحب بھی کہتے ہیں جیسے نماز اشراق و چاشت وغیرہ۔

ہر سنت نبوی کے مقابل میں ایک بدعت شیطانی ہے۔ جو سنت کی مخالفت کیا کرتی ہے۔ جو شخص بدعت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کا دین اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص سنت کا مرتکب ہوتا ہے اس کا دین اسکے اندر مجتمع ہوجاتا ہے۔ جو شخص بدعت کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنی رائے میں مقید ہوا۔ اس کا دین اس سے متفرق ہو گیا۔ کیونکہ مختلف رائیں ایک وتیرہ پر قائم نہیں رہتی ہیں۔ اس لئے کہ رائیں ظن سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ظن فی نفسہٖ غیر مستقیم ہے۔ پس اس کا نتیجہ بھی غیر مستقیم ہوا۔ کیونکہ جب ظن اور رائے دونوں فی نفسہما غیر مستقیم ہیں۔ تو ان دونوں کی پیروی کرنے والا کیسے مستقیم ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب رائے غیر مستقیم ہے۔

وہ شخص جو سنت کا متبع اور اس کا پیرو ہے۔ وہ اسی بات پر عمل کرتا ہے۔ جس کا اس کو سنت نے حکم کیا ہے۔ پس وہ اپنے دین پر مستقیم ہے۔ لہذا سنت کا متبع مجتمع ہے۔ اور بدعت کا متبع متفرق ہے۔ کیونکہ بدعتی رائوں کی پیروی کرتا ہے۔ اور رائیں کثرت سے ہیں۔ اسی سبب سے سننے والے بھی متفرق ہیں۔ اور سنت کا متبع سنت کی اقتدا کرتا ہے۔ اور سنت چونکہ ایک ہے لہذا اہل سنت مجتمع ہیں۔ اگرچہ وہ کثرت سے ہوں مگر وہ سب مثل نفس واحد کے ہیں۔ اور اہل بدعت اگرچہ ایک شخص ہو۔ مگر وہ اپنی رایوں کے اختلاف کے باعث کثیر ہیں۔

سنت شارع علیہ السلام نے حکم الٰہی سے وضع کی ہے۔ اور جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو سنت کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور قول و فعل اور قصد میں اُن کی پیروی پر مجتمع ہیں۔ جیسے امام کے پیچھے مقتدی بلا تقدیم و تاخیر کے اس کے عمل کے موافق عمل کرتے ہیں۔ بغیر امام کی اقتدا کے ہر شخص کی اکیلے اکیلے کی جماعت نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ ایک شخص کے اتباع کو جماعت کہا جاتا ہے۔ پس جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو ایک سنت پر مجتمع ہیں۔ وہ سنت شارع ناطق بالحق نے صدق کے ساتھ وضع کی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان کیساتھ تصریح فرما دی ہے اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يَقُوْمُوْنَ عَلٰى مَا قُمْتُ اَنَا یعنے اہل سنت وجماعت اسی طریقہ پر قائم ہونگے جس پر میں قائم ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اصحاب آپکے متبع اور مقتدی ہیں۔ آپ کے حکم انہوں نے سنے ہیں۔ اور قبول کئے ہیں۔ اور حضور کے کسی قول و فعل کا انہوں نے انکار نہیں

لیا۔ نہ کسی پر اعتراض کیا ہے۔ اور نہ کسی حکم میں سستی کی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس خدا کے سوا کہ جس کی طرف سب رسولوں اور نبیوں نے بلایا ہے۔ اور کسی خدا کی طرف نہیں بلایا۔ اور نہ محض اپنی رائے سے پہلے رسولوں کے خلاف کوئی طریقہ مقرر کیا۔ بلکہ اُسی کلمہ کی تائید کی جسکی وہ تائید کرتے چلے آئے تھے۔ اور حضور نے انتہا درجہ کے ساتھ اُن کی موافقت اور مرافقت فرمائی۔ پس اسی ایک کلمہ کے ادا کرنے میں انبیاء ایک دوسرے کی اقتدا کرتے آئے ہیں اور سب انبیاء نے اس کلمہ کو خداوند تعالےٰ سے اخذ کیا ہے اور صحابہ کرام نے اُس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول کیا ہے۔ سب صحابہ رضہ میں سے سردار اور رئیس یہ صحابہ ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت باب العلوم علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کبھی کسی صحابی نے رسول خدا کی کسی قول و فعل میں مخالفت نہیں کی اور حضور علیہ السلام کی امور شرعیہ میں اسطرح پیروی کرتے تھے جیسے نماز میں امام کی اقتدا کرتے ہیں پس حضور سنت کے واضع اور جماعت کے امام ہیں۔ اور صحابہ بسبب حضور کے اتباع اور اقتدا کے اہل سنت والجماعت ہیں صحابہ کرام کا ہر امر میں کتاب اللہ اور سنت نبوی پر بھروسہ تھا۔ اور اُن کے حال کی عنوان شریعت تھی۔ اور ان کے عرفان کی میزان عقول صافیہ تھی وہی کام اُنھوں نے کیے جن کا خدا نے اُن کو حکم فرمایا۔ اور وہی اُنھوں نے قبول کیا۔ جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ارشاد کیا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ وَهُمْ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وَ حِزْبُ اللّٰهِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ یعنی پس وہی لوگ کامیاب ہیں اور وہی جنتی ہیں اور خدا کے گروہ ہیں۔ خبردار بیشک خدا کے گروہ وہی غالب ہیں پس نجات سنت رسول کی حفاظت اور جماعت کے داخل ہونے میں ہے۔

جو شخص رسول خدا کی پیروی اور اقتدا بجالائے۔ اور آپ کے اوامر اور نواہی کی توقیر کرے۔ وہ فرقہ ناجیہ میں سے ہے۔ اور فرقہ ناجیہ ایک ہی فرقہ ہے جو اپنے سب کاموں کو خدا اور رسول کے سپرد کرتا ہے۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول پر بھروسہ رکھتا ہے شریعت سے عقل پر نظر کرتا ہے عقل سے شریعت پر نظر نہیں کرتا۔ نہ اپنی رائے کی پیروی کرتا ہے

نہ خدا میں شک لاتا ہے نہ اُس کی ذات اختلاف کرتا ہے۔ نہ اُس کی صفات میں فکر کرتا ہے۔ نہ اس کی مصنوعات کا انکار کرتا ہے۔ نہ اُسکے کلمات کو بدلتا ہے اور نہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا خوف کرتا ہے اور اُس فرقہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کو جسطرح کہ پہچاننا چاہیئے اُسی طرح اس کو پہچانتے ہیں اُس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کی تمام کتابوں اور اُس رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بیشک وہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ ہے نہ اُس کے واسطے کیف ہے نہ کم۔ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور خدا کے رب ہونے اور حضرت محمد کے رسول ہونے اور قرآن شریف کے کتاب اللہ ہونے اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہیں۔ اپنے عقائد کی شرک سے حفاظت کرتے ہیں جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اُن کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور جن کو اُس نے حلال کیا ہے اُن کو حلال سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ایمان کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں نہ یہ ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور نہ ایک دروازے پر توقف کرتے ہیں۔ کیوں کہ اسی باعث سے فرقوں کی کثرت ہوئی ہے۔ کہ اُنھوں نے شہر ایمان کے دروازوں میں اختلاف کیا ہے۔ سوا فرقہ ناجیہ کے جو سب دروازوں کے گرد پھرا ہے۔ اور سب میں سے داخل ہوا ہے۔ کوئی دروازہ اُس پر بند نہیں ہوا۔ انہیں لوگوں نے خدا کو پہچانا ہے۔ جیسا کہ اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ اور انہیں لوگوں نے خدا کے دین کو جیسا کہ قبول کرنا چاہیئے۔ قبول کیا ہے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ یعنی اللہ فرماتا ہے۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جسمیں بالکل شک و شبہ نہیں ہے۔ ہدایت کرنیوالی ہے متقیوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے اُن کو دیا ہے۔ اُس میں خرچ کرتے ہیں۔

ہر فرقہ اپنی نسبت فرقہ ناجیہ ہونے کا دعوٰے کرتا ہے۔ حالانکہ سب اس دعوٰے میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ ایک ایک دروازہ پر اڑ گیا ہے۔ اور قرآن شریف کی اُسی آیت کو اُس نے اختیار کیا ہے۔ جو اُس کی رائے کے موافق ہے۔ باقی آیتوں کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ناجی وہ فرقہ ہے۔ جو اپنی رائے اور عقل کو قرآن کی میزان میں تولتا ہے۔ نہ وہ جو قرآن

کو اپنی رائے اور عقل کی ترازو میں تولے - چنانچہ ایک فرقہ نے یہ خیال کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ غیر مرئی ہے حواس سے - ور اس آیت کو اپنی حجت ٹھہرایا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اور باقی آیات کو ترک کر دیا ہے - ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے - کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ یعنی بعض آیتوں پر ہم ایمان لاتے ہیں - اور بعض کے ساتھ ہم کفر کرتے ہیں - یعنی ایمان نہیں لاتے ہیں - یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ارادہ کرتے ہیں - کہ خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان میں تفرقہ ڈالیں - یعنی ایک پر ایمان لائیں - اور ایک پر نہ لائیں - یہ لوگ منافق ہیں - اور بیشک خدا منافقوں اور کفاروں کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے - اور ایک دوسرا فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے - کہ خدا آنکھوں سے دکھائی دینے والا ہے - اور انہوں نے بھی اپنے گمان کے موافق ایک آیت کو اپنی حجت ٹھہرا رکھا ہے - وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی بہت سے مونہہ اُس دن خوش حالی کے ساتھ اپنے رب کی طرف نظر کرتے ہونگے - اور باقی آیات کو اس فرقہ نے چھوڑ دیا ہے - غرض کہ اسی طرح سے ہر ایک فرقے اپنی رائے اور گمان سے آیتوں کو چھانٹ لیا ہے - چنانچہ انہیں آفتوں سے دین میں یہ اختلاف اور فسادات پیدا ہو گئے -

ان سب فرقوں کو چاہیے تھا - کہ اپنی اُس عقل اور رائے کو قبول کرتے - جو قرآن کے موافق ہوتی مگر انہوں نے اس کے برعکس کیا یعنی قرآن کی اُن آیات کو قبول کیا - جو انکی رائے کے موافق تھیں اور باقی کو رد کر دیا - اور جو شخص کہ اپنی رائے کو قرآن پر ترجیح دے وہ خدا کے ساتھ کافر ہے - اور ایک فرقہ تشبیہ کا قائل ہے اور قرآن میں سے ان آیات کو حجت لاتا ہے - جو اس پر دلالت کرتی ہیں - اور ایک فرقہ نفی صفات کا قائل ہے - اور یہ بھی اپنے گمان کے موافق حجت تلاش کرتا ہے - پس انہیں اختلافات سے مطلع ہو کر شارع علیہ السلام نے سب فرقوں کو سوا ایک فرقہ کے ہلاک فرمایا اور یہی ایک فرقہ فرقہ ناجیہ اور اہل سنت والجماعت ہیں یہ تمام کتاب پر ایمان لاتے ہیں نہ بعض پر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کی ہے جیسا کہ اس آیہ میں وارد ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یعنی رسول عرض کریں گے کہ اے پروردگار

له یعنی اللہ تعالیٰ کا حواس کے ذریعہ سے دکھائی دینا ممکن نہیں ہے - کتب عقائد و کلام میں ان مسائل کی پوری تحقیق کی گئی ہے - شائق کو انہیں تلاش کرنی چاہیئے -

میری قوم نے اس قرآن کو متروک بنالیا ہے۔ اور یہودیوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں مذمت فرمائی ہے کیونکہ اُنھوں نے تورات کی آیات کو بدل دیا تھا۔ فرماتا ہے یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ یعنی بدلتے ہیں کلموں کو اُن کی جگہوں سے

اور جو لوگ ساری شریعت کا اقرار کرتے ہیں۔ اُن کی علامت یہ ہے کہ کسی جگہ تجدید اور تخصیص نہیں کرتے۔ اور یہ امر بہت مشکل ہے۔ مگر جس پر خدا آسان کرے۔ کیونکہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جسکو وہ چاہتا ہے۔ دیتا ہے ✦

پس اے طالب تم اس بات کو معلوم کرو کہ فرقہ ناجیہ میں وہ لوگ ہیں۔ جو ایمان کے شہر میں سب دروازوں سے داخل ہوتے ہیں۔ اور تمام اسلام کے ارکانوں کو انھوں نے قبول کیا ہے اور جس طرح شارع علیہ السلام نے اُن کو حکم فرمایا ہے اُسی کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اور خدا کی معرفت حاصل کرنے کے واسطے عبادت پر مضبوط ہیں۔ جن باتوں کا رسولؐ نے اُن کو حکم کیا ہے۔ اُس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جن باتوں سے رسولؐ نے منع کیا ہے۔ اُن سے باز رہتے ہیں۔ اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں

روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط سیدھا کھینچا اور چند خطوط اُسکے دائیں بائیں کھینچے۔ اور فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس سے دائیں بائیں نہ پھر جانا۔ اس بیچ کے سیدھے خط پر قائم رہنا۔ کیونکہ خیر الامور اوسطہا۔ اور اسی کے موافق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یعنی تمکو درمیانی امت کیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور رسول تم پر گواہ ہوں۔ اور نیز اس کا فرمان ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ یعنی اس نے تمہارا نام پہلے ہی سے مسلمان رکھ چھوڑا ہے۔ تاکہ رسولؐ تم پر گواہ ہوں اور تم سب لوگوں پر گواہ ہو۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کے ساتھ جیسا کہ ایمان لانا چاہئیے ویسا ایمان لاؤ اور اُسکی ساری کتاب کو مضبوط پکڑو اور ایمان کے شہر میں سب دروازوں سے داخل ہو اور رسول خدا کی سنّت کا اتباع کرو۔ اور اُن کی شریعت کے سوا کسی راستہ کی پیروی نہ کرو ورنہ تمہارا دین تم سے جدا ہو جائیگا۔ اور رسولؐ کے اصحاب اور اُنکے خلفاء اور رسولؐ کی اولاد سے محبت

کرو اور کتاب الٰہی کو اپنے گمان اور عقل سے مقدم سمجھو۔ اور خدا پر بھروسہ کرو۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے پس اچھا مولیٰ ہے۔ اور اچھا مددگار ہے ؎

اے طالب تجھکو معلوم ہو کہ نبوت ایک نور ہے۔ جو جناب الٰہی سے اُس کے بندوں میں سے کسی بندہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس بندہ کے تمام قویٰ پر غالب ہو کر اس کی رگوں میں مثل خون کے جاری ہوتا ہے۔ اور اُس نور کی شعاع رسالت ہے۔ جو شریعت کی زمین پر پڑتی ہے پس رسالت بمنزلہ زمین کے ہے۔ اور نبوت بمنزلہ آسمان کے اور شریعت وہ موضوعات ہیں جو شارع سے نور کے ساتھ حاصل ہوئے ہیں۔ اور شعاع نبوت اور رسالت کا اثر ہے اور یہی بمنزلہ قرآن کے ہے۔ جو دعوت سے اجزاء شرع کا اس کے مراتب میں ہمیں کرنا مراد ہے۔ مثل توحید اور معرفت اور اعمال اور عبادات وغیرہ کے اور ان سب کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے زمین میں شہر اور گاؤں ہوتے ہیں۔ اور اجزاء اس کے امر اور نہی ہیں اور وحی خداوند تعالیٰ کی طرف سے قواعد شریعت کے مرتب کرنے میں امداد کے واسطے نازل ہوتی ہے۔ اس کو بمنزلہ علم ہندسہ کے سمجھنا چاہیئے جس کی معمار کو مقداروں کے مقرر کرنے میں ضرورت ہوتی ہے۔

اور سنت وہ طریقہ ہے جسکو شارع نے وحی کی قوت سے اوضاعِ شریعت کے اندر اختیار کیا ہے۔ اور یہ گویا زمین شریعت میں بمنزلہ وسط منطقہ آسمانی کی ہے جسکی طرف نظر کرنیوالوں کی نظریں مجتمع ہوتی ہیں۔ اور جس کی طرف طالبوں کا رجوع ہوتا ہے۔ اور یا اس کو بمنزلہ کعبہ مقصود کے سمجھنا چاہیئے جس کی طرف اقصاء عالم سے لوگ چلے آرہے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں۔ جو رسول خدا کی اقتدا کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو اندھیرے میں ستاروں سے رستہ ڈھونڈتے ہیں شریعت کی زمین میں اسلام ایک عمدہ شہر ہے۔ اور ایمان اُن کے اندر ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اور احسان اس قلعہ میں ایک خوشنما حجرہ ہے۔ اور نجات سلوک کی انتہا اور غایت المقصود ہے۔ جس کے آگے کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کیونکہ سب رستے اسپر منتہی ہو گئے اور اس کے آگے کوئی مقصد باقی نہیں رہا اسی کی طرف نفوس اجسام بشریہ کے ساتھ قصد کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ طالبوں کے وہم اور ادراک کے ساتھ قیام اور واردات کی طلب میں منتہی ہوتے ہیں ؛-

اور جب کہ ایمان کی شاخیں کثرت سے پھیلیں جو مثل شجرہ طیبہ کے ہے۔ تب اُس کے

طالبوں اور اس کے دروازوں میں داخل ہونے والوں کی قسمیں متفرق ہوگئیں اور ہر ایک فرقہ نے ایک جہت صفت مخصوصہ کیساتھ اپنے واسطے معین کر لی۔ اور کتاب بسہ میں جو کچھ اُنکی سمجھ میں آیا۔ اور اُنکی بینائی نے ادراک کیا اُس کو انہوں نے اختیار کر لیا چنانچہ سب فرقے کتاب الٰہی کے اندر ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ اس کو کافر کہتا ہے اور یہ اُس کو۔ اور یہ اُس کو لعنت کرتا ہے وہ اس کو۔ اور یہ سب ہلاک ہونیوالے ہیں۔ بجز ایک فرقہ ناجیہ کے۔ اور وہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اصطناع[1] کی گود میں پرورش پائی ہے۔ اور اجتماع کے جامع سے پیدا ہوئے ہیں انہیں کے اندر شارع علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور انہیں کے اندر ان کا نشوونما ہوا۔ انہیں لوگوں نے شارع علیہ السّلام کے قول کو قبول کیا ہے۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور یہی لوگ اُن کی سنت پر قائم اور اُن کے کلمے کے مطیع و منقاد ہیں۔ قرابت نے اِن کو جمع کر دیا ہے۔ اور مقاربت علوم نے ان کے اندر تالیف کر دی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ اپنی طبیعتوں میں مختلف ہیں مگر شریعت میں ایک ہیں کلمہ بھی اِن کا ایک ہے۔ اور معبود بھی ایک ہے۔ اور ہمتیں بھی اِن کی ایک ہیں خدا سے اُنہوں نے محض اُسکی رضامندی پر قناعت کر لی ہے۔ اور اُس کے احکامات کو بجا لاتے ہیں۔ اور اُس کے کلمات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ازل کی مجالس میں اُنہوں نے عیان کے ساقی سے عرفان کی شراب نوش کی ہے۔ اور اسی کے نشہ اور طرب کے ساتھ یہ دنیا میں داخل ہو کر کامیاب ہوئے ہیں یہ لوگ مصائب دنیا سے بھاگنے والے نہیں ہیں۔ اور اسباب دنیا کی طرف بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں موت کی تحریک کے منتظر ہیں۔ حظیرہ قدس اِن کا دیوان خانہ اور مقام اُنس اِنکا آرامگاہ ہے اور جنسیت کی قید سے یہ لوگ آزاد ہو گئے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ یعنے ایسے لوگ ہیں کہ نہ اُنکو تجارت ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے باز رکھتی ہے۔ نہ خرید و فروخت سے ڈرتے ہیں اُس روز سے (یعنی روز قیامت سے) جسمیں آنکھیں اور دل اُلٹ پلٹ ہو جائیں گے

---

[1] نیکی کرنی اور برگزیدہ کرنا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي

ساتواں باب خلافت کے بیان میں

اس میں بھی تین فصلیں ہیں

پہلی فصل - خلافت کے اثبات میں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط یعنی میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانیوالا ہوں - اور فرماتا ہے یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ - اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے پس انصاف کے ساتھ لوگوں میں حکومت کر۔

معلوم ہو کہ خلافت کا درجہ رسالت کے نیچے ہے۔ کیونکہ خلیفہ رسول کا نائب ہوتا ہے اور نائب کا درجہ منوب سے کم ہے۔ پس خلیفہ شریعت کی حفاظت اور عدل وانصاف میں رسول کا نائب ہو اور رسالت کے واسطے خلافت ضروری چیز ہے۔ کیونکہ رسول کی عمر تمام زمانوں کے واسطے کافی نہیں ہوتی - اور ہر زمانہ جب تک اس میں شریعت جاری ہے۔ رسول کا محتاج بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے شخص کا ضرور تمند رہتا ہے جو شریعت کی حفاظت رکھے اور وہی خلیفہ ہے۔ خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں جبکہ ہمارے حضور پر رسالت ختم ہوگئی۔ اور اب کوئی رسول قیامت تک نہیں آسکتا خلافت کی بہت ضرورت ہے تاکہ خلافت شریعت کے بغیر کمی زیادتی کے نیابت کرے اسلیئے کہ خلیفہ کو قوانین کے وضع اور اختراع کرنے کا اختیار نہیں ہے وہ محض شریعت کے قوانین موضوعہ کا محافظ اور لوگوں کو ان کا پابند رکھنے والا ہے۔ گویا نبی باغ کا لگانیوالا اور خلیفہ اسکی تربیت اور حفاظت کرنیوالا ہے اگر خلیفہ اس باغ کی حفاظت چھوڑ کر دوسرا باغ لگانے میں مشغول ہو تو یہ باغ خشک ہو جائے۔ اور کبھی بار آور نہ ہو۔

اس ضرورت کے سبب سے عنایت الٰہی رسالت کے ساتھ خلافت کے متصل ہونے کی مقتضی ہوئی۔ تاکہ اہل خلافت اہل نبوت سے ان کی زندگی میں قوانین حاصل کریں اور ان کی وفات کے بعد لوگوں میں ان قوانین کی حفاظت رکھیں۔

خلافت کا یہی طریقہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جاری رہیگا۔ ہر نبی کے خلیفہ

ہوئے ہیں جنہوں نے نبی کے بعد اُن کی شریعت کی حفاظت کی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ تو اُسکو فرشتوں کو سپرد کر دیا تھا۔ مگر شیاطین نے فرشتوں میں پیدا ہو کر فساد پھیلایا تب اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کر کے فرشتوں سے فرمایا۔ کہ یہ میرا خلیفہ ہے۔ تمہارے اندر میری شریعت کی حفاظت کرے گا اور شیاطین کا شر و فساد دفع کر دیگا۔ ابلیس[1] فرشتوں کا استاد تھا۔ فرشتے اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ مگر اُسنے فرشتوں کی حفاظت سے تکبر کیا۔ اور خلافت کی لیاقت ظاہر نہ کی اسواسطے اللہ تعہ نے آدم کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں خلیفہ بنایا چنانچہ آدمؑ نے شیاطین کا شر فرشتوں سے دفع کیا اور استفادہ اور استفاضہ کا طریقہ انکو سکھلایا شیطان آدم کے اس فعل سے ناراض ہوا اور اُنکی اطاعت سے اُو تبہ انکار کیا اور شیاطین سے متفق ہو گیا۔ اللہ تعہ نے آدم اور اُنکی اولاد پر رحمت کی نظر سے شیطان پر لعنت کی اور فرمایا۔ فَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی کافروں میں سے ہو گیا۔ پھر جب اللہ تعہ نے شیطانکو مردود کر دیا تب آدم کو جنت سے زمین پر اوتارا تاکہ خلافت کا کام پورا ہو کیونکہ خلافت بغیر دنیا میں آئے پوری نہ ہو سکتی تھی۔ پس آدم دنیا میں آنکر خلافت پر قائم ہوئے اور اپنی اولاد کے گناہوں پر اس قدر روئے کہ خداوند نے اُن کو برگزیدہ کیا۔ اور ان کی توبہ قبول کر کے اُن کو ہدایت کی۔ پھر جب آدم کی اولاد کثرت سے ہوئی تب آدم اس بات کے طالب ہوئے کہ اپنی اولاد میں سے کسیکو اپنا خلیفہ بنائیں۔ اور ان کے دو بیٹے تھے ایک قابیل اور ایک ہابیل ان دونوں کی نسبت یہ متردد تھے کہ ان میں سے کس کو خلیفہ کروں۔ پھر جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو ہابیل کے تئیں غسل دے کر دفن کرنے کا حکم دیا۔ آدم علیہ السّلام کو اُس وقت بڑا صدمہ ہوا۔ کیوں کہ اُن کا زیادہ خیال ہابیل ہی کے خلیفہ بنانے کا تھا۔ تب اللہ تعالےٰ نے ہابیل کے بدلے ایک اور فرزند شیث نام آدم علیہ السلام کو عنایت کیا۔ اور اُسی کے خلیفہ بنانے کا حکم کیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی زبان میں شیث کے معنی خدا کی بخشش کے ہیں۔ آدم علیہ السلام اپنے قالب یا طبیعت یا اپنی طینت کے سبب سے خدا کے خلیفہ تھے۔ بلکہ یہ اپنے خلق اور اپنی عقل کے سبب سے خلیفہ تھے یعنی گویا ان کا قلب اُن کے قالب کی زمین میں خدا کا خلیفہ تھا کیونکہ خلافت بھی نبوت سے کم درجہ کا ایک نور ہے۔ جو رسالت کے ساتھ نبی اور رسول کے قلب میں

---

[1] بجوا بتہا یہ قوم سنجیدہ سنت ۔

جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ جسوقت آدم کے نطفہ نے پشت سے رحم کی طرف انتقال کیا۔ اُس کے ساتھ ہی خلافت کے نور نے بھی رسول کی ذات سے خلیفہ کی ذات کی طرف انتقال کیا چنانچہ وہی نور حکم الٰہی کے موافق آدم سے منتقل ہو کر شیث میں آیا۔ پھر جسطرح کہ نبوت کا نور انبیا میں جاری میں ہوا۔ اسی طرح خلافت کا نور خلفاء میں جاری ہوتا چلا آیا۔ اور انبیا کے سامنے خلفاء کی صف قائم ہوگئی جس وقت نبی پیدا ہوئے۔ اُسی وقت اُنکے خلیفہ بھی پیدا ہوگئے۔ پس یہ نور خلافت خدا کے نور سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اس نور سے خلیفہ کو دیکھتے ہیں۔ پھر جیسے کہ شریعت مقرر کرنے کے واسطے نبی کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کی حفاظت کے واسطے خلیفہ کی ضرورت ہے۔ نبوت خدا کی عنایت سے ہے۔ اور خلافت اُس کی رحمت سے ہے۔ چنانچہ اسی طرح ہر ایک نبی کے خلیفہ ہوتے چلے آئے یہاں تک کہ ہمارے حضور حضرت محمد مصطفےٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ کا زمانہ ہوا۔ اور رسالت کے نور نے شریعت کی چادر سے قیامت تک کے واسطے روشنی بخشی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے ہر ایک زمانہ کے خلیفہ سے خبر دی ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا[ل]

دوسری فصل خلافت کی شرائط کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت حضرت شیث علیہ السلام سے عاریت ہے۔ اور بہت سی شرائط میں پوشیدہ ہے۔ اور کسب[ط] میں داخل نہیں ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے۔ مگر یہ حفظ میں محصور ہے اور اس کی حفاظت اُن شرائط سے پوری ہوتی ہے جن میں سے اکثر خلافت میں داخل ہیں کیوں کہ خلافت نبوّت ہی کا جز ہے۔ یعنی خلافت وہ حفاظت ہے جو نبوت میں سے ملت کے اندر شریعت کی حفاظت کے واسطے باقی رہجاتی ہے۔ اسی سبب سے یہ بھی کسبی اور طلبی نہیں

[ل] یعنی بیشک اُنکو زمین میں خلیفہ بنائیگا جیساکہ اُن سے پہلے لوگوں کو اُس نے خلیفہ بنایا تھا۔ اور جو دین کہ اُنکے واسطے اُس نے پسند کیا ہے اُس کو بھی اُن کے لئے جاری اور قائم کریگا۔ اور خوف کے بعد اُنکو امن نصیب کرے گا ۱۲ [ط] یعنی نبوت ایسی چیز نہیں ہے جس کو انسان کسب یعنی مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کر سکے بلکہ یہ اُن شرائط کے ساتھ مخصوص ہے جو فطری طور پر جس انسان میں ہوتی ہے وہی اُسکا مستحق ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل نبوت کے بیان میں گذر چکی ہے ۱۲

ہے بلکہ اُس خدا کے بندہ کو خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ جو اس کے لائق ہوتا ہے۔ انسان کو یہ نہ چاہئے کہ خلافت کی طلب اور آرزو کرے بلکہ خدا ہی سے پس کہ جسکو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے خلیفہ بنائے جیسا کہ اُس نے حضرت آدم[1] اور حضرت ہارون اور حضرت داؤد علیہم السلام کو خلیفہ بنایا۔ خلافت کے اندر رسالت ہی کی شرطیں ہیں۔ مگر نہ سب بلکہ تھوڑی سی۔

پہلی شرط خلافت کی شرطوں میں سے عقل کامل ہے خلیفہ کو کامل العقل ہونا ایک ضروری ہے اور واجب ہے تاکہ دینی اور دنیاوی اُمور پوشیدہ نہ رہیں۔ کیونکہ خلافت ملک اور دین کی جامع ہے۔ اور ان دونوں کی مصلحتیں اور مضرتیں کثرت سے ہیں خلیفہ اگر عقلمند ہوگا تو مصلحتوں کو حاصل کر کے مضرتوں کو دفع کریگا۔

خلافت کی دوسری شرط علم ہے کیونکہ خلیفہ سب لوگوں کا ملجا اور ماوی ہوتا ہے۔ تمام مہمات میں لوگ اُسی کی طرف پناہ لاتے ہیں۔ اور دینی اور دنیاوی مقدمات میں اُسی سے استفتا کرتے ہیں۔ اسواسطے واجب ہے کہ خلیفہ ایک زبردست عالم ہو۔ اور اپنی رعایا میں سے کسی سے پوچھنے اور دریافت کرنے کا محتاج نہ ہو یہ میں نہیں کہتا ہوں کہ خلیفہ ساری دنیا سے بڑا عالم ہو۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ خلافت کی شرط یہ ہے۔ کہ سب سے زیادہ علم ہونا کہ خلیفہ میں پر فوقیت پائی جائے کیونکہ سب کمالات کا مجتمع ہونا بعض کے ہونے اور بعض کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔

خلفاء راشدین بھی بوقت ضرورت اور اصحاب سے علمی مسائل دریافت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بہت سے مسائل حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے دریافت کیے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی بعض باتیں حضرت عبد بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھی ہیں۔

بہتر یہی ہے کہ خلیفہ کامل العلم و العقل ہو تاکہ اوروں کو فائدہ پہونچائے اور خود کسی سے فائدہ نہ لے ساری اُمت کا اس بات پر اجتماع ہے کہ علم جہل سے بہتر ہے پس جسقدر علم زیادہ ہوگا اسیقدر

---

[1] یعنی حضرت آدم علیہ السلام خدا کے خلیفہ تھے اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام کے اور حضرت داؤد بھی خلافت موسوی ہی میں شامل تھے۔

جہالت کا فساد کم ہوگا - اور جو انسان تمام علوم کا عالم ہوگا ظلمت اس سے زائل ہو جائیگی اور اس سے شر و فساد سے منزہ ہو کر و حقیقت مخلوق میں وہی خلیفہ خدا ہوگا - پس کامل علم کا ہونا خلافت کی شرط ہے کہ علم کے سبب سے خلیفہ پر دینی اور دنیاوی امور منکشف ہوں چنانچہ جب خلیفہ کا علم و عقل کامل ہو جائیگا تو مصلحتیں اس کو نظر آئینگی اور انہیں مصلحتوں کے ساتھ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کریگا - انہیں روز افزوں ترقی ہوگی - علم ہی کو کمال سے جود و سخا اور یقین اور تمام اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور شجاعت سیاست اور سیادت وغیرہ اوصاف عقل کے کمال سے پیدا ہوتے ہیں - چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کی خلافت میں کمال علم کے ساتھ تعریف فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے - لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ؕ یعنی بیشک دیا ہمنے داود اور سلیمان کو علم - اور فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ؕ یعنے بیشک ہم نے داود کو اپنی عنایت سے اپنا فضل مرحمت کیا (اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم کیا کہ) اے پہاڑو اور پرندو ان کے ساتھ تم بھی تسبیح پڑھا کرو - اور ہم نے لوہا اُن کے واسطے نرم کر دیا کہ اس سے زرہیں بناؤ اور کڑیوں کا اندازہ رکھو اور نیک عمل کیے جاؤ یقیناً میں تمہارے سب کاموں کو دیکھتا ہوں +

خلافت کی تیسری شرط شجاعت ہے - اس واسطے کہ رعیت کے قلوب اس کے آگے جھکے رہیں شجاعت قلب کی قوت سے ہوتی ہے - اور قلب کی قوت تقویٰ اور خوف آلہی سے پیدا ہوتی ہے - جب بندہ خدا سے ڈرتا ہے - خداوند تعالیٰ ہر چیز کو اُس سے ڈراتا ہے روایت کیا گیا ہے - کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی درع کی پشت پر کچھ نہ تھا صرف سینہ کو محفوظ رکھنے کے لیے درع کا اگلا حصہ بنوایا تھا - اور پشت مبارک ننگی رہتی تھی) اس کا سبب آپ سے دریافت کیا گیا - آپ نے فرمایا - (اگر میں بفرض محال) اپنے دشمن کو پیٹھ دونگا تو درع میری حفاظت نہیں کر سکیگی اور میں ہلاکت و بربادی کا مستوجب ہونگا +

خلافت کی چوتھی شرط جود و سخا ہے۔ خلیفہ کے واسطے یہ بھی ضروری ہو کہ سخی اور جواد اعلیٰ درجہ کا ہو۔ اور دنیا کی وقعت اُس کے نزدیک ایک مچھر کے پر کی برابر بھی نہو کیونکہ خلیفہ کو نبی کی اقتدا لازم ہے۔ اور نبی دنیا کی مطلق قدر نہیں کرتے اور نہ دنیا کی اُنکے نزدیک کچھ منزلت تھی جب خلیفہ دنیا کی حرص و طمع میں گرفتار ہوگا۔ پھر لوگوں کے دل اُس کو دیکھکر اُسکی طرف کیسے نہ مائل ہونگے اور سب کے سب لہو و لعب اور سستی و کاہلی میں گرفتار ہونگے۔ اور جب خلیفہ قانع دنیا سے بے پروا سخی خرچ کرنیوالا ہوگا۔ اسکی سخاوت اوروں کو بھی دنیا سے اعراض اور لاپروائی کی طرف جذب کریگی۔

خلافت کی پانچویں شرط تقوی ہی خلیفہ کو چاہیئے کہ متقی پرہیزگار عابد اور زاہد ہو تاکہ لوگ اس کی نیک بات کو سنیں اور نیک کام پر عمل کریں اور برے کام سے باز رہیں۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو گروہ ہیں جب وہ درست ہوتے ہیں۔ تو اُن کے سبب سے تمام لوگ درست ہوتے ہیں۔ اور جب وہ خراب ہوتے ہیں۔ تو اُن کے سبب سے تمام لوگ خراب ہو جاتے ہیں اور وہ دونوں گروہ عُلما اور اُمرا ہیں۔ اور خلیفہ اِن دونوں باتوں کا جامع ہے۔ اِس واسطے اسکو نہایت ضروری ہے۔ کہ زہد و تقویٰ اختیار کرے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ خلیفہ بالکل معصوم ہو کیونکہ عصمت خلفا کے واسطے غیر واجب ہے۔ سوا انبیوں کے اور کسیکے واسطے نہیں ہو کیونکہ عصمت بھی غیر کسبی چیز ہے کوشش کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہونچتا اور یہ بات ممکن ہو کہ جو عصمت کو حاصل کرنا چاہے خدا اس کو دے ہی دے بلکہ عصمت ایک خلعت ہو جو عنایت الٰہی سے صادر ہوتا ہے۔ اور نبی جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے عنایت کرتا ہی عصمت نبوت کی شرطوں میں سے ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک انبیا علیہ السلام کبائر سے اور محققین کے نزدیک صغائر سے بھی معصوم یعنی محفوظ ہیں غرضیکہ عصمت ایسی چیز نہیں ہے جسکو انسان اپنی قوت سے حاصل کر سکے اس کی باگ خدا کے ہاتھ میں ہو جسکو چاہتا ہے معصوم اور محفوظ بناتا ہی عصمت کا درجہ حفظ سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ محفوظ آدمی سے کبھی بھول چوک ہو کر لغزش واقع ہوتی ہو مگر معصوم سے ایسا کوئی فعل ظاہر و باطن میں سرزد نہیں ہوتا جسپر وہ مواخذہ کا مستوجب ہو ہر معصوم شخص محفوظ ہو مگر ہر محفوظ معصوم نہیں ہو پس خلافت کی شرائط میں سے حفاظت عصمت نہیں ہو کیونکہ عصمت انسان کا اختیاری فعل نہیں ہ

پس اے طالب تجھکو ان فضائل کے اجتماع کی کیفیت میں تامل کرنا چاہیئے اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کس طرح ملک اور دین اور خلافت اور سلطنت ایک شخص میں جمع کرتا ہے اور جان لے کہ یہ سب باتیں خاص فضل الٰہی سے ہیں جسکو وہ چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے اس فضل کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی کہہ دے اے اللہ ملک کے مالک جسکو تو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے تو چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جسکو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسکو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں خیر و خوبی ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

تیسری فصل مخصوص ترین خلفا کے بیان میں

اور اسی فصل میں کتاب کا خاتمہ ہے

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور خلافت ایک ہی قرآن میں مقرر کی ہے۔ جسوقت نبوت اور رسالت پوشیدہ ہو گئی اسیوقت خلافت اور امارت ظاہر ہوئی۔ خلیفہ شریعت کی حفاظت اور امت کے انتظام میں نبی کا قائم مقام ہے۔ اور یہ کام اُسیوقت کرتا ہے جب کہ اپنے مُنیب سے پوری امداد لے لیتا ہے۔ کیونکہ شاگرد استاد کا خلیفہ اُسیوقت ہو سکتا ہے۔

جب وہ استاد سے اس قدر لیاقت حاصل کرے جو اُس کو شاگردوں کی تعلیم میں صرف کرنے کے واسطے کافی ہو۔

ہر ایک نبی کے وہ شخص خلیفہ ہوئے ہیں جنہوں نے عمر بھر نبی کی صحبت اٹھائی ہے۔ اور کل علوم کا اُن سے استفادہ کیا ہے علاوہ نبوت کے۔ پھر جب خلیفہ کمال کے درجہ کو پہنچ گئے۔ اور نبی کا انتقال ہو گیا تب یہ اُن کی خلافت پر قائم ہوئے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا یعنی شیث علیہ السلام عمر بھر حضرت آدم علیہ السلام کی صحبت میں رہے پھر جب اُن کی وفات ہو گئی۔ تب اُن کے جانشین ہوئے اور اسیطرح حضرت ادریس پیغمبر نے

اپنے خلیفہ کو ترتیب کیا۔ اور اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام نے اور حضرت ابراہیمؑ نے نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کو فیض صحبت سے مستفیض کر کے خلیفہ کیا اور حضرت زکریا نے حضرت یحییٰ کو خلیفہ بنایا۔ اور ایسے ہی حضرت ہارون کو حضرت موسےٰ نے خلیفہ مقرر کیا۔ اپنی حیات میں بھی اور اپنے انتقال کے بعد بھی۔ اور حضرت موسےٰ کی وفات کے بعد حضرت ہارون کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھی نازل کی۔

اور حضرت ابراہیم کے ایک خلیفہ حضرت لوط بھی تھے جنکی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے بعد وحی نازل کی تھی۔ اور اسیطرح حضرت ہارون کے یوشع بن نون اور حضرت عیسےٰ کے حضرت شمعون خلیفہ تھے۔

مگر کسی نبی کے ایک خلیفہ کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہوا سوائے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور پر نبوت ختم کر دی تب خلافت کا دروازہ قیامت تک کے واسطے کھول دیا۔ اور خلافت کو آپ کے اصحاب اور امت میں جاری کیا پس جیسے کہ ہمارے حضور سب انبیا میں بڑا درجہ رکھتے ہیں ایسے ہی آپکے خلفا بھی کثرت سے ہوئے ہیں اور آپکی زندگی میں آپکے چار خلفاء موجود تھے جنہوں نے عمر بھر آپ سے فیض صحبت حاصل کیا اور آپکے بعد یکے بعد دیگرے آپکے خلیفہ ہوئے۔ ان کو حضور نے اس کام کے واسطے مخصوص کر کے اپنے نور سے اُن کو منور کر دیا تھا۔ اور اُنکے علاوہ حضور کے اور صحابہ بھی خلیفہ تھے جنکو آپنے اپنی زندگانی ہی میں مختلف شہروں میں اپنا خلیفہ بنا کر روانہ فرمایا تھا۔ جیسے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مگر آپ کی وفات کے بعد امر خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی پر قائم ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام ان کے کمال اور عقل و فہم سے واقف تھے۔ اور آپنے دیکھ لیا تھا کہ انہوں نے دنیا سے بالکل اعراض کر لیا تھا اور ہر وقت حضور کی خدمت میں حاضر رہتے تھے سامان دنیا میں سے حضرت صدیق نے صرف ایک چادر اور خلال پر قناعت کی تھی اور باقی کل مال و اسباب اپنا حضور کی خدمت میں صرف کر دیا تھا۔ اور حضور ان کے مال میں ایسا ہی تصرف کرتے تھے جیسے کہ اپنے مال میں کرتے تھے اور نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ میں

نے آسمان میں ایک لوح دیکھی جس پر یہ عبارت کندہ تھی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور فرمایا ہے۔ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا ہے اور عرش کے گرد بھی لکھا ہوا ہے۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْ بَكْرٍ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلٰى اٰخِرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اور نیز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگانی میں کسیکو حضرت صدیق اکبرؓ پر شرف اور بزرگی میں ترجیح اور فوقیت نہیں دی۔ اور لیلۃ الغار[2] میں ان کو اپنے ساتھ لیکر تشریف لائے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ جب حضور معراج میں تشریف لیگئے تو اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ میرے بعد میری امت میں میرا خلیفہ کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی تھی کہ تمہارے بعد تمہارا خلیفہ ابوبکر صدیق ہے۔ محدثین نے اسیطرح اپنی روایات میں نقل کیا ہے۔ اور اسی قسم کی روایتیں حضرت عمرؓ کی تعریف میں بھی وارد ہیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ اَلْحَقُّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ یعنی عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ اور فرمایا ہے اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ یعنے اُمت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے بعد ان دو آدمیوں کی پیروی کرو۔ ابوبکر کی اور عمر کی۔

حضرت عثمان بن عفان رضہ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے شرم کرتا ہے۔ کہ ان کو عذاب کرے۔

---

[1] یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد خدا کے رسول ہیں اور ابوبکر رسول خدا کے خلیفہ ہیں۔ رسول خدا کے حکم پر قائم ہیں ۱۲ [2] لیلۃ الغار اس شب کو کہتے ہیں جس میں حضور ہجرت کیوقت مکہ سے نکل کر ایک غار میں رہتے تھے اور حضرت صدیق اکبر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور حضور اپنے بستر پر حضرت علی کو سُلا آئے تھے۔ تاکہ مشرک یہ نہ سمجھیں۔ کہ حضور کہیں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس رات میں مشرکین نے حضور کے قتل کرنیکا پورا ارادہ کرلیا تھا ۱۲ [3] یعنے دو میں کا دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ کچھ غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ اسی غار کا واقعہ ہے۔ جبکہ حضور اور حضرت ابوبکر دونوں غار کے اندر تھے مشرکین حضور کو ڈھونڈتے ہوئے اُس کے اوپر پہنچے۔ حضرت ابوبکر ان کے پاؤں کی آہٹ سنکر متردد ہوئے۔ حضورؐ نے اُن سے فرمایا کچھ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ مشرکین بالا ہی بالا ڈھونڈ کر چلے گئے اور حضور اس غار میں سے نکل کر حضرت ابوبکر کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئے۔

[4] فضائل و مناقب ان تینوں بزرگواروں کے حد حصر سے باہر ہیں۔ کتب احادیث اُن سے بھری پڑی ہیں۔ ہم اس مختصر میں کہاں تک لکھ سکتے ہیں ۱۲

اور حضرت امیر المومنین امام المتقین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حق میں فرمایا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کے دروازہ ہیں۔ اور فرمایا ہے میں علم کی میزان ہوں اور علی اس کے دونوں پلے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت روایات ان اصحاب کی شان میں وارد ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ٭

سلہ بخاری ومسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ سے فرمایا تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسےٰ سے مگر صرف اتنی بات ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا ٭

احمد اور ترمذی نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی رضہ بھی مولےٰ ہیں اور ترمذی نے حبشی بن جنادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علی سے اور علی مجھ سے ہیں۔ اور ترمذی ہی نے ابن عمر رضہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو دو آدمیوں میں سلسلہ اخوت قائم کیا تھا یعنے دینی بھائی بنائے تھے۔ پس حضرت علی رضہ آپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ نے اپنے اصحاب میں اخوت قائم کردی ہے۔ اور میرا کسی کو بھائی نہ بنایا۔ پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے بھائی ہو۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ترمذی حضرت انس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور میں ایک پرندہ بھونا ہوا حاضر تھا۔ آپ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ اپنے ایسے بندہ کو بھیج جو ساری مخلوق سے زیادہ تجھ کو محبوب ہو۔ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ پس حضرت علی آئے اور آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے ٭

ترمذی ہی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ میں جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تھا۔ تو آپ مجھ کو عنایت کرتے تھے۔ اور جب میں نہیں مانگتا تھا۔ تو خود مجھ کو دیتے تھے۔

ترمذی نے حضرت ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت علی کو روانہ فرمایا ام عطیہ کہتی ہیں۔ پھر میں نے حضور کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ اے اللہ جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔ میری وفات نہ کیجیو۔

مناقب حضرت امیر المومنین (نیز باقی خلفاء ثلاثہ) کے بے حد و نہایت ہیں۔ اور سب سے بڑی منقبت ان صحابہ کرام کی یہ ہے۔ کہ جس نے ان سے محبت کی۔ اُس نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی۔ اور جو ان کا دشمن ہے۔ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ اور جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ معاذ اللہ "

سید یمین علی نظامی دہلوی

جب حضرت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وفات میں علیل ہوئے۔ اور لوگوں کو نماز کے واسطے امام کی ضرورت ہوئی تب خود حضور نے حضرت ابو بکر[1] کو لوگوں کی امامت کے واسطے مقرر فرمایا۔ پھر جب حضور اس عالم فانی سے اپنے اصلی مقام نورانی کو تشریف فرما ہوئے اُسوقت حضرت علی مرتضےٰؓ اور عبداللہ بن عباسؓ آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے اور حضرت ابو بکر نے باہر نکل کر فتنہ کو فرو کیا۔ سب لوگ جمع ہو کر آپ کو خلیفہ بنانے کے مصر ہوئے۔ اور سب نے آپ کی بیعت کر کے اپنے پر آپ کو قائم کیا۔ اُسیوقت منبر پر چڑھے اور باآواز بلند فرمایا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا۔ یعنی جو شخص حضرت محمدؐ کی عبادت کرتا ہو تو وہ جان لے کہ بیشک محمدؐ مر گئے اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا ہو۔ بس بیشک خدا زندہ ہے کبھی نہ مریگا۔ خلافت حضرت ابو بکر پر قائم ہوئی اور جب تک آپ زندہ رہے کسی نے آپ سے اختلاف نہیں کیا اور آپ سب صحابہ میں افضل اور اکرم اور اکبر اور سب کے خلیفہ تھے۔

[1] حضرت ابو بکر صدیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور وفات آپ کی حضور کی وفات شریف کے دو سال بعد واقع ہوئی عمر شریف آپکی تریسٹھ سال کی تھی مکہ شریف ہی میں آپ پیدا ہوئے تھے اور کبھی کبھی تجارت کے واسطے باہر کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ اور اپنی قوم میں نہایت دولتمند بامروت اور صاحب احسان اور صاحب شناس تھے۔ اور یہی باعث تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں سب قریش آپ کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام عمر حضرت صدیق نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گذاری۔ اور بالغوں میں سے سب سے پہلے حضور پر ایمان لائے اور حضور کی محبت میں تمام مال و متاع اپنا خرچ کر دیا۔ بجز خدا اور رسول کے کوئی چیز اپنے اہل و عیال کے واسطے نہ چھوڑی۔ آخر جب حضور کا وصال ہوا۔ تو حضرت صدیق ہی کل صحابہ کے اتفاق سے خلیفہ بنائے گئے۔ حالانکہ آپ خود خلافت سے انکار کرتے تھے۔ مگر جب لوگوں کا اجماع اس بات پر دیکھا۔ تب لاچار خلافت قبول کی۔ اور خلیفہ ہوتے ہی یہی خطبہ منبر پر بیٹھ کر حاضرین کو سنایا۔

اے لوگو۔ تم نے مجھ کو اس کام کی تکلیف دی۔ کہ میں رسول خدا کی خلافت کروں سو تم یہ سُن لو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ اور معصوم بندے تھے۔ وحی کے ساتھ خدا اُن کی امداد فرماتا تھا اور میں تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں۔ تم کو میرے ساتھ رعایت کرنی چاہیے۔ اگر تم دیکھو کہ میں سنت نبوی پر قائم ہوں۔ تب تم میرا اتباع کرنا اور اگر تم مجھ کو دیکھو کہ میں کج ہو گیا۔ تو مجھ کو سیدھا کر دینا۔ حضرت صدیق نے مرتدوں اور کفاروں سے بہت جہاد کئے۔ اور اسلام کو آپ کے زمانہ میں بہت ترقی ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما ہوئے حضرت فاروق اعظم[1] یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت کو زیب و زینت بخشی۔ اور نہایت ہمت و استقلال اور جاہ و جلال سے دین و دنیا کے امور انجام دیتے رہے۔ اور آخری وقت تک کسی نے آپ کی خلافت سے سرتابی نہیں کی

[1] حضرت عمر بن خطاب کی ولادت شریف عام فیل سے تیرہ برس بعد واقع ہوئی۔ اور ستائیس برس کی عمر میں آپ نبوت شریف کے چھٹے سال اسلام لائے۔ جاہلیت کے زمانہ میں قریش کے اندر آپ نہایت باعزت و وقعت تھے جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا۔ یا کہیں سفیر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو آپ ہی اس کے واسطے منتخب کئے جاتے تھے۔ جس وقت آپ مسلمان ہوئے ہیں۔ تو آپ کے اسلام سے مسلمانوں میں ایک غیر معمولی خوشی پیدا ہو گئی۔ اور اسی روز سے اسلام کی دعوت علانیہ ہونے لگی۔ اور کفاروں کے دھڑ ٹوٹ گئے۔ اور عمر بھر حضرت عمر حضور کی صحبت میں رہے۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنی حیات ہی میں آپ کو خلیفہ کر دیا تھا۔ اور سب مسلمانوں نے آپ سے بیعت کر لی تھی۔ یہ واقعہ ۱۳ہجری کا ہے۔ پھر اسی روز حضرت صدیقؓ کی وفات ہوئی حضرت عمر نے اپنی خلافت میں اسلام کی بڑی ترقیاں کیں چنانچہ ۱۴ہجری میں دمشق فتح ہوا۔ اور حمص اور بعلبک اور بصرہ اور ابلہ وغیرہ بہت سے شہر فتح ہوئے اور ۱۵ھ میں ولایت اُردُن اور طبریہ فتح ہوئی۔ اور یرموک کا واقعہ ہوا۔ جس میں نو لاکھ کفاروں کے مقابلہ میں صرف اڑتالیس ہزار صحابہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کو فتحیاب کیا۔ اور اسی سال میں قادسیہ بھی فتح ہوا۔ اور حضرت عمر نے ملک داری اور سیاست کے بہت سے قوانین بھی مرتب کیے اور محکمجات مقرر فرمائے۔ اور مملکت ایران بھی آپ کی خلافت میں فتح ہوئی۔ اور ملک عراق بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آیا بیت المقدس کی فتح میں خود حضرت عمر تشریف لے گئے اور یہ فتح خاص آپ ہی نام کے سے منسوب ہوئی ہ۔

اکثر امور سلطنت میں آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور حضرت علی ہی کے مشورہ سے سنہ ہجری آپ نے مقرر فرمایا۔ اور ۱۷ہجری میں مسجد نبوی کو آپ نے وسیع کر کے بنوایا اور اسی سال حجاز میں قحط واقع ہوا۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے استسقاء کی دعا کی۔ چنانچہ بارش ہوئی اور قحط دور ہوا اور ۱۹ھ میں قیساریہ اور حران اور نصیبین اور جزیرہ وغیرہ ممالک فتح ہوئے اور ۲۰ھ میں مصر اور اسکندریہ فتح ہوا۔ آخر یہ کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابو لولو نے آپ کو صبح کی نماز کے وقت شہید کیا۔ اور آپ کے علاوہ تیرہ اور آدمیوں کو بھی زخمی کیا۔ جن میں چھ شہید ہوئے باقی تندرست ہو گئے اور پھر ابو لولو خود اپنے تئیں آپ قتل کر کے فی النار و السقر ہو گیا۔ ۱۲

جب حضرت فاروق اعظم رضہ بھی اِس عالم ناپایدار سے جوارِ رحمت پروردگار میں رونق افزا ہوئے ۔ حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ سے خلافت نبوی روشن اور منور ہوئی ۔ اور آپ وہ شخص ہیں جن سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دو صاحبزادیوں[1] کی شادی فرمائی تھی ۔ آپ کی خلافت کے آخر میں فساد شروع ہوا اور اسی میں آپ شہید ہوئے ۔

[1] حضرت عثمان بن عفان رضہ عام فیل کے چھٹے سال بعد پیدا ہوئے ۔ اور آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جو حضرت صدیق کی دعوت سے اسلام لائے تھے اور آپ نے دو ہجرتیں کیں پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف ۔ اور آپ کی شادی حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ سے زمانہ نبوت سے پہلے ہی ہو گئی تھی ۔ اور انہیں کی علالت کے سبب سے حضرت عثمان غزوہ بدر میں حضور کی اجازت سے شریک نہ ہو سکے تھے ۔ مگر حضور نے مال غنیمت میں اِن کا حصہ لگایا تھا ۔ اسی سبب سے اہل بدر میں آپ کا شمار ہے اور جس روز کہ لوگوں نے حضور کی صاحبزادی کو مدینہ میں دفن کیا ۔ اسی روز فتح بدر کی خبر مدینہ میں آئی پھر اس کے بعد حضور نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے اِن کی شادی کردی اور اُن صاحبزادی کا بھی ۹ سنہ ہجری میں وصال ہو گیا ۔ علما کہتے ہیں بجز حضرت عثمان کے اور کوئی شخص ایسا معلوم نہیں ہوا جس سے کسی نبی کی دو صاحبزادیوں کی شادی ہوئی ہو ۔ اسی سبب سے ذی النورین آپ کا لقب ہے ۔

حضرت عثمان ہی قرآن شریف کے جامع ہیں اور ایک سو چھیالیس حدیثیں آپ سے روایت ہیں اور حدیث کے روایت کرنے سے آپ نہایت خوف کیا کرتے تھے ۔ اور جب روایت کرتے تھے تو پورے طور سے نہایت اچھے طریقہ کے ساتھ روایت کرتے تھے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے حضرت عثمان کی نسبت سوال کیا آپنے فرمایا ۔ یہ وہ شخص ہیں جن کو فرشتے ذی النورین کہتے ہیں :۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے تین رات بعد خلیفہ ہوئے اور سب مہاجرین اور انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے زمانہ خلافت میں ری اور ملک روم کے بہت سے قلعہ اور ولایت سابور اور جزیرہ قبرس اور افریقیہ وغیرہ بہت ممالک فتح ہوئے ۔ اور آپ نے ۲۶ ہجری میں مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کرکے سعد بن ابی وقاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا ۔ اور پھر سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو جو اُن کے ماں شریک بھائی تھے ۔ وہاں کا حاکم کیا ۔ یہ بات عام میں ناپسند ہوئی اور آخر کو ایسی ہی وجوہات کے زیادہ ہونے سے بلوہ پیدا ہوا ۔ اور آپ اس میں عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق کے غلاموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے رضی اللہ عنہ

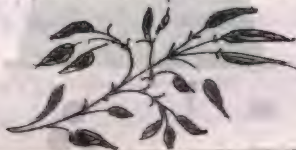
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت باسعادت کے بعد امر خلافت نے حضرت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پر قرار پکڑا۔ آپ کی خلافت میں لوگوں پر حرص غالب ہوئی اور ملک وسلطنت کی ہوا نے ہر ایک کے دماغ میں اثر کیا بغاوتیں کثرت سے پھیل گئیں اور حضرت امیر المومنین کا زیادہ وقت انہیں کے فرو کرنے میں صرف ہوا۔ آخر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے آپ شہید ہوئے اور انتقال کے وقت اپنے صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو نہایت مشفقانہ وصیت فرمائی ؞

ف حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے فرماتے ہیں ۔ پیر کے روز حضور کے پاس وحی آئی اور منگل کے روز میں مسلمان ہوا ۔ اور کبھی آپ نے بت پرستی نہیں کی بچپن ہی سے مسلمان ہو گئے تھے ۔ اور قرآن شریف آپ نے جمع کرکے حضور کو سنایا تھا ۔ اور حضور کے داماد بھی تھے حضور کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے عقد نکاح میں تھیں ۔ جب حضور نے ہجرت کی ہے تو حضرت علیؓ کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا ۔ تاکہ حضور کے پاس لوگوں کی جو جو امانتیں اور وصیتیں تھیں اُن کو ادا کر دیں ۔

حضور کے ساتھ حضرت علی تمام غزووں اور جہادوں میں شریک تھے ۔ سوا ایک غزوہ تبوک کے ۔ کیونکہ حضور نے اُن کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کے چھوڑ دیا تھا ۔

بہت سے موقعوں پر حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ جھنڈا دیا ہے ۔ اور جنگ اُحد میں آپکے سولہ زخم لگے تھے ۔ اور حضور نے ابوتراب ان کی کنیت رکھی تھی ؞

حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے روز حضرت علی رضہ خلیفہ ہوئے اور سب لوگوں نے آپ سے بیعت کی ۔ کہتے ہیں ۔ کہ طلحہ اور زبیر نے مجبوراً بیعت کی تھی اور یہ دونوں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ شریف اور وہاں سے بصرہ کو چلے گئے تاکہ حضرت علی سے حضرت عثمان کا خون لیں جب یہ خبر حضرت امیر المومنین کو ہوئی تب آپ بھی بصرہ گئے ۔ اور جنگ جمل واقع ہوئی پھر وہاں سے آپ کوفہ میں آئے اور اتنے میں معاویہ رضہ بھی شام سے آ گئے تھے تب جنگ صفین ہوئی اور اس کے علاوہ معاویہ رضہ سے بہت سی جنگیں آپ کو درپیش ہوئیں اور آخر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے سحر کے وقت جمعہ کی شب سترھویں رمضان سنہ ہجری میں زخمی ہوئے اور اتوار کی رات کو وفات پائی ۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھا کر کوفہ کے دار الامارت میں راتوں رات دفن کیا اور ابن ملجم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے آگ میں اُس کو جلا دیا ۱۲



جس وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام حیات جاودانی اور قرب یزدانی سے سرافراز ہوئے حضرت سیدنا امام المسلمین امام حسن علیہ السلام نے اپنے جلوس میمنت مانوس سے تخت خلافت کو آئینہ انصاف فرمایا۔ مگر چونکہ زمانہ آپ کا نہایت پر آشوب اور سراپا فساد تھا اور باغیوں نے سر اُٹھا رکھا تھا۔ پس آپ نے چند در چند مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر امر خلافت معاویہؓ کے سپرد کیا اور اُن کی بیعت کر کے آپ سبکدوش ہوئے۔ اور فرمایا خدا اور رسول کے حق کی قسم ہے۔ یہی مجھ کو میرے والد نے بوقت انتقال وصیت فرمائی تھی۔ اور میں اس کے خلاف نہ کر سکتا تھا

حضرت امام حسن علیہ السلام کے فضائل و مناقب و محامد و مآثر حد و نہایت سے باہر ہیں۔ آپ باغ رسالت کے تر و تازہ پھول اور اہل جنت کے سردار اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ کہتے ہیں حسن اور حسین یہ دونوں نام ان بزرگ واروں سے پہلے کسی کے نہیں رکھے گئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے چھپا رکھا تھا۔ چنانچہ حضور نے اپنے دونوں صاحبزادوں کے یہ نام رکھے ولادت شریف حضرت امام حسن علیہ السلام کی نصف رمضان سنہ ۳ ہجری میں ہوئی ۔

اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوفہ میں آپ سے بیعت ہوئی اور آپ خلیفہ بنائے گئے چنانچہ چھ مہینہ اور کچھ روز خلافت کر کے حسب الطلب معاویہؓ کے خلافت آپ نے معاویہؓ کے سپرد کی ۔ اور خود اُس سے سبکدوش ہو گئے ۔ اور مسلمانوں کی قتل و خونریزی آپ نے پسند نہ فرمائی ۔ اور مدینہ شریف میں تشریف لے آئے آخر جعدہ بنت اشعث آپ کی بیوی نے یزید کے بہکانے سے آپ کو زہر دیا۔ جس سے سنہ ۴۹ھ میں آپ کی شہادت ہوئی ۔

حضرت امام حسین نے ہر چند آپ سے دریافت کیا کہ آپ بتلائیے کس نے آپ کو زہر دیا ہے ۔ فرمایا میں نہیں بتلاتا ۔ اگر واقعی اُس نے زہر دیا ہے جس پر میرا گمان ہے تو اُس سے خدا سخت بدلہ لینے والا ہے ۔ اور اگر وہ نہیں ہے ۔ تو میرے کہنے سے ایک بے گناہ قتل ہوگا ۔ رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن علیہ السلام جسوقت امر خلافت سے دست کش ہوئے تب آپ کی حیات ہی میں معاویہ نے دولت و ثروت کی حیثیت سے بہت کچھ عروج پایا اور سب لوگ اُن کے مطیع ہوئے اور معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے فرزند نارشید یعنی یزید کو اپنا ولی عہد کیا چنانچہ معاویہ کے بعد یزید نے تخت سلطنت پر جلوس کیا اسوقت حضرت امام حسین علیہ السلام اسکے مزاحم ہوئے اور حضرت امام حسن ع کے امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے پر ناخوشی ظاہر کی اور آپ طلب خلافت امام حسن ع کا خون لینے کیواسطے مدینہ سے عراق کی طرف یزید سے جنگ کرنے تشریف لیگئے کوفہ کی حدود میں آپ کا یزیدیوں سے مقابلہ ہوا اور مقام کربلا میں آپ شہید ہوئے وہیں آپ کا مدفن ہے اللہ تعالیٰ کی ہزار در ہزار رحمتیں اور نعمتیں اور رضوان اور سلام آپ پر نازل ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کی اہل بیت میں سے ایک جماعت کثیر کو ان ظالموں نے شہید کیا جیسا کہ یہ واقعہ کتاب مقاتل میں بالتفصیل مذکور ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے قاتل اور آپکے قتل کے حکم کرنے والے اور اس کے ساتھ راضی ہونے والے سب پر لعنت کرے کیونکہ انھوں نے آپ پر سخت ظلم کیا اور نہایت شدت کے گرم روز میں پانی کا ایک قطرہ تک آپ کے پاس پہنچنے نہ دیا ظالم ہی کافر ہیں جن کی مذمت میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ یعنے سن لو کہ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔ اور فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ یعنے خدا کو ان کارروائیوں سے غافل نہ سمجھو جو ظالم کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْمًا یعنی ہم ان کو اس واسطے ڈھیل دیتے ہیں۔ کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں ✦

جب یزیدیوں نے حضرت امام علیہ التحیۃ والسلام کو شہید کیا۔ اُسوقت سے امر خلافت اس خاندان سے بالکل منقطع ہوگیا اور یزید بلا شرکت غیرے سلطنت اور دولت پر مسلط ہوا۔ اور حیات مستعار کے چند روز اس دار ناپائدار میں گذر کر دار البوار کو راہی ہوا

یزید کے ناپدید ہونے کے بعد اُس کا بیٹا چند ہی روز کے واسطے سلطنت سے نامزد ہوا۔ اور آخر یہ سلطنت خاندان یزید سے منتقل ہو کر مروان بن حکم کے سر سے بندھی اس خاندان میں صرف ایک عمر بن عبد العزیز نے عدل و انصاف سے کام کیا اور اسکے عہد سلطنت میں لوگوں نے کچھ امن و امان سے گذران کی ورنہ تمام خاندان

بنی امیہ کے بعض سلاطین سوا لعنت اور ملامت کے کسی بات کے مستحق نہ تھے۔

جب بنی امیہ کا دور سلطنت ختم ہوا اسوقت اللہ تعالےٰ نے دنیا میں ایک رحمت نازل فرمائی یعنی ابو مسلم مروزی نے خراسان سے خروج کیا۔ اور تائید الٰہی کے ساتھ مروانیوں سے لڑتا بھڑتا اور جنگ و مقابلہ کرتا اور شکستوں پر شکستیں دیتا ہوا کوفہ پہونچا۔ اور کوفہ ہی میں اُس نے ابو العباس سفاح کو تخت سلطنت پر متمکن کیا۔ سفاح سے دین و دنیا کے کام قائم ہوئے۔ اور خلافت کا جو طرز کہ خلفا اربعہ کے عہد میں تھا وہی اس کے عہد میں قائم ہوا۔ اس لیے کہ سفاح حضرت عباس بن عبد المطلب کی اولاد سے ہے۔ یہ کوفہ کے اندر اپنے گوشۂ عبادت میں بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ خدا نے اُس کو نکالکر ظالموں پر مسلط کیا۔ اور خلافت کا امر قائم ہوا۔

پس اے طالب ہم نے اس کتاب میں جو جو علمی اشارات اور امور مختلف الفاظ میں بیان کیئے ہیں۔ ان میں خوب غور کر۔ اور کامل فکر و تامل کے ساتھ ان کو سمجھ۔ یہ میں نے اُن اسرار میں سے ظاہر کیئے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے محض اپنے کمال نعمت اور لطف و کرم سے میرے قلب پر منکشف کیا۔

میں نے اپنے فکر کے خزانہ میں ہر فن کا زبدہ اور خلاصہ جمع کر رکھا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کلام ہر امام کے واسطے ہر مقام کے واسطے شایاں نہیں ہے۔ اور ہر ایک کے واسطے اس کے کرنیوالے مخصوص ہیں۔

اگر منصف مزاج اور تجربہ کار شخص اس کتاب کا مطالعہ کریگا۔ ضرور اس سے محظوظ ہوگا۔ اور اگر حاسد بد طینت اس کو دیکھے گا۔ تو وہ سوائے طعن و تشنیع اور میرے صفات حسنہ کے انکار کے اور کچھ نہ کہیگا۔

مگر میں نے لوگوں کے اچھا بُرا کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کی ہے کیونکہ لوگوں کی رضامندی ایک ایسی لانہایت چیز ہے۔ جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے صرف اسی شخص کی قدردانی پر قناعت کی ہے۔ جو اس گوہر گرانمایہ کو جیسا کہ پہچاننا چاہیئے پہچانتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہم سے ثواب جزیل کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یقیناً میں خدا اور رسول

پر ایمان لانیوالوں میں سے ہوں (لہذا مجھ کو اُس کے وعدہ پر پورا اعتماد ہے) چنانچہ وہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا یعنے بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور نیک کام کیے ہیں۔ بیشک ہم اُس شخص کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ جو اچھا عمل کرتا ہے ۔

اے خدا تو اُس سے بڑھکر ہے کہ تجھ کو یا کَبِیْرُ کہیں۔ اور تو اس سے بھی بالاتر ہے کہ تجھ کو یَا عَلِیُّ کہیں بے شک تو کریم رحیم ہے تو نے اپنے لطف اور مہربانی کی نعمتیں اپنے بندوں میں سے ایک حقیر ترین بندہ پر فرمائی ہیں۔ تو جواد غیر معلول اور کریم غیر ملول ہے۔ تیری رحمت کی گھٹا طالبوں کی روحوں پر برستی ہے۔ اور تیری رافت کی چادر عارفوں کے دلوں کو ڈھانک لیتی ہے۔ تیری توفیق کے راہبر موحدین کے فکر کی اندھیری راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں ۔

پس تو اپنی انیت میں وہی ہے جو تو اپنی ہویت میں ہے۔ پس تو وہ ہے اور وہ تو ہے اور نہیں کہا جاتا۔ مگر اشارہ میں۔ اور نہیں کثیر ہوتا ہے مگر عبارت میں

پس اے وہ ذات جس کا جلال تمام تخیلات اور تمثلات سے منزہ ہے۔ تو ہی ہے جس نے اس ضعیف اور فقیر بندہ کو عین عنفوانِ شباب میں ایسی توفیق دی۔ جس کے سبب سے اُس نے تیری علمی مکنونات میں سے تیرے علم کے لطائف ظاہر کیئے۔ اور تو نے ہی اس مسکین محروم اپنی جہالت کے مقر کو ایسی ہدایت کی جس کے باعث سے اُس نے تیرے بدیع اسراروں کو کھول دیا ہے اور جو کچھ تو نے اس کی لوح روح پر لکھا تھا وہ اُس نے صفحات اوراق پر ثبت کیا۔ پس اے پروردگار جبکہ تو نے مجھ پر ایسا کرم کیا ہے۔ تو میری چھوٹی سے چھوٹی خطائیں بھی دور فرما اور میرے ان نوشتوں کو حاسدوں کی دستبرد اور اُن کے ظلم سے محفوظ رکھ

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں عذاب نار سے بچا دنیا میں عذاب نار کامیابی اور ترک یاری ہے۔ اور آخرت میں عذاب نار محرومی اور مایوسی ہے۔

اب میں نے اس کتاب کو ختم کر دیا اور اے طالب تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ اس

نوشتہ کو نااہل سے محفوظ رکھ اور پوشیدہ رکھیو۔ اور اس شخص کو ہرگز نہ دکھلائیو جو پہلے جاہل پر قانع ہو۔ اور جب تو اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ تو اس بندہ ضعیف (یعنی مصنف) کو نیکو کر خیر اور حسن و عمل کے ساتھ یاد کیجو شاید کہ خدا تیری ہی دعا کی برکت سے اس پر رحم کرے بس اللہ ہی بہتر مددگار ہے۔ اور اسی کی جناب میں شکایت آفات روزگار ہے۔ اے پروردگار اپنے بندہ اور اپنے نبی اور ہمارے سردار حضرت محمد نبی اُمّی اور ان کی آل پاک پر درود و سلام بہت بہت نازل فرما۔

لِلّٰہ الحمد کہ آج بتاریخ گیارہ ماہ شعبان المعظم سنہ تیرہ سو اٹھائیس ہجری بروز چہارشنبہ اس کتاب کے ترجمہ سے چوبیس روز کے عرصہ میں فراغت ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ سید یٰسین علی نظامی حسینی دہلوی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ۔ مترجم کتاب ہذا۔





ہماری چند دیگر مطبوعات

سیرت مصطفےٰ

● حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان سے حضور پاکؐ کی سیرت پر عمدہ انتخاب

حضرت یوسف علیہ السلام

● مولانا عروج احمد قادری کی قلم کا شاہکار۔ قصۂ یوسفؑ قرآن کی روشنی میں۔

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

● گلدستۂ احادیث سے چند خوبصورت پھولوں کا انتخاب

تذکرہ اولیائے پاک و ہند

● پاک و ہند کے ۷۰ اولیائے کرام کے حالاتِ طیبات، کشف و کرامات کا شاندار مجموعہ

روحانی علاج

● ڈاکٹر میر ولی الدین نے ہر بیماری کا علاج قرآن کی روشنی میں کیا ہے۔

طبِ نبوی

● تندرست رہیے اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اس خوبصورت کتاب کا مطالعہ کریں

میری نماز

● نماز کے موضوع پر ایک بہترین کتاب۔

طبِ روحانی

● مولانا ابراہیم دھلوی نے اس کتاب میں قرآنِ پاک کی سورتوں اور آیتوں کے خواص و عملیات درج کیے گئے ہیں۔